(22)

ایک اشرفی انعام

جس شخص کو لیگا جو اس رسالے کے مضامین نمبر ۲ جلد ۱۲ کی نظر سے وقت کسی واقعہ یا اخبار میں دکھلاوے۔ اگر کوئی دکھا نہ سکے تو پھر انصاف سے کہا جائے گا کہ اُدیہ الواقع پنشن ہو گیا ہے جبکہ شمار سند کا ہے ۴

اشاعۃ السنۃ النبویۃ

علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ

نمبر یکم لغایۃ دوازدہم — جلد بست و دوم

بابت ۱۳۲۶ ہجری مطابق سنہ ۱۹۰۸ء

شرح قیمت رسالہ وغیرہ امور

اس رسالہ کی قیمت عموماً ۱۳ سالانہ ہے قیمت خاص جو رؤسا سے [illegible] ہزار سو روپیہ جبکی آمدنی چالیس روپے ماہوار سے زیادہ نہیں۔ ان سے چھ روپے۔ جنکی دس روپیہ ماہوار [illegible] نہیں ان سے عاریتاً عین رکھ لیے جاتے ہیں۔ بہین یہ شرط ہے کہ پیشگی دیں جو دس روپیہ آمدنی بھی نہیں رکھتے [illegible] اشاعت علمی رکھتی ہیں اور رسالہ کی اشاعت اور خریدار رسالہ بہم پہنچانے میں کوشش کرتے ہیں [illegible] دیا جاتا ہے۔ یہ شرح قیمت رسالہ ہر سال رواں کے لیے ہر سالہائے گذشتہ کی قیمت حسب شرح ذیل ہے۔ جلد یا سال اول لغایت نہم کی عام سالانہ قیمت ۱۲ جلد ۱۰ سال ششم لغایت دوازدہم سالانہ نے۔ جلد یا سال سیزدہم لغایت نوزدہم کی سالانہ ۱۰ خریدار کل کو چہارم حصہ قیمت معاف خاص قیمت ہر سال گذشتہ مطابق ہر سال رواں۔ ارسال زر بذریعہ منی آرڈر۔ اور خط و کتابت حسب نشان ذیل ہونی چاہیے۔ ۲۔ نمونہ کا پرچہ ہر سال ادنی قیمت ایک پرچہ ہر کو ملسکتا ہے۔ بشرط رسالہ پسند نہ ہو تو واپس کر دیں اور قیمت واپس لیں ۳ خط کا جواب جوابی پوسٹ کارڈ یا ٹکٹ بھیجنے پر مل سکتا ہے۔ جو لوگ اپنا نام و مقام خط واضح نہ لکھیں گے یا ٹکٹ یا کارڈ ارسال نہ کریں گے جواب نہ پائیں گے۔ ابو سعید محمد حسین مہتمم رسالہ اشاعۃ السنۃ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور۔

فہرست مضامین جلد ہذا

(لکھتے ہیں) ... ... صفحہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

نہیں رکھتا۔

وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔ (النجم ع ۱) وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ و رسولہ فقد ضل ضلالا بعیدا ہ (احزاب ع ۵)	ایک آیت میں ارشاد ہے رسول (اپنے نفس کی) خواہش سے (دین میں) کچھ نہیں کہتا (جو کہتا ہے) وہ ہماری طرف سے وحی (پوشیدہ حکم) ہوتا ہے۔ جو اسکے دل میں ڈالا جاتا ہے۔ ایک آیت میں ارشاد ہے کسی مومن کو (مرد ہو خواہ عورت) یہ نہیں پہنچتا کہ

جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ میں کوئی فیصلہ دیدیں تو ان کو اسکے ماننے نہ ماننے کا اختیار ہو جس شخص نے اللہ یا رسول کے فیصلہ کو نہ مانا وہ کھلم کھلا گمراہ ہوا۔

لیکن قرآن کے حکم اور رسول کے فیصلہ میں (ان لوگوں کے حق میں جن کو حکم قرآن اور حکم رسول بالواسطہ پہنچا ہو نہ آپکی زبان سے بالمشافہ) اسقدر فرق ہے کہ حکم قرآن کا وصول تو ان لوگوں تک اس کثرت وسائل اور تواتر سے ہوا ہے کہ ان کو اس حکم کے منجانب اللہ ہونے میں کوئی شک وتردد باقی نہیں رہا۔ اور حکم قرآن کے علاوہ حکم رسول اس کثرت وتواتر سے نہیں پہنچا اور اسوجہ سے بعض احادیث کے آنحضرت صلعم سے صحت وثبوت میں اختلاف ہوگیا۔ مسلمانوں کا ایک گروہ مثلاً سنی اہلحدیث ایک قسم کی احادیث مرویہ کتاب صحیح بخاری یا صحیح مسلم وغیرہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت مانتے ہیں اور جو احکام آنحضرت صلعم سے ان احادیث میں پائے جاتے ہیں ان کو یقینی (مگر نظری نہ مثل قرآن بدیہی) جانتے ہیں اور مسلمانوں کا دوسرا

واعظمه اسنمته قال ویاتی الرجل قد مات اخوه ومات ابوه فیقول ارایت ان احییت لك اباك واخاك الست تعلم انی ربك فیقول بلی فیمثل له الشیاطین نحو ابیه ونحو اخیه۔ (مشکوٰۃ ص ۴۶۹)

ایسا ہی وہ ایک اور آدمی کو جس کا بھائی اور باپ فوت ہو چکا ہوگا۔ کہیگا۔ کہ اگر میں تیرے باپ و بھائی کو زندہ کردوں گا تو تو مجھے اپنا رب مان لے گا۔ وہ اس امر کو تسلیم کرے گا۔ تو شیطان اسکے بھائی اور باپ کی صورت بنا کر دکھاوے گا۔

سنن ابن ماجہ میں حدیث صحیح مسلم کے مضمون کی حدیث نقل کی ہے اسمیں یہ بھی ہے

وان من فتنة ان یمر بالحی فیکذبونه فلا یبقی لهم سائمة الا هلکت وان من فتنة ان یمر بالحی فیصدقونه فیامر السماء ان تمطر فیمطر ویامر الارض ان تنبت فتنبت حتی تروح مواشیهم من یومهم ذلك اسمن ما کانت واعظمه وامده خواصر وادره ضروعا وانه لا یبقی شیء من الارض الا وظهر علیه الا مکة والمدینة فانه لا یاتیهما من نقب من نقابهما الا لقیته الملائکة بالسیوف صلتة حتی ینزل عنه الظریب الاحمر عند منقطعة السبخة فترجف المدینة باهلها ثلاث رجفات فلا یبقی منافق ولا منافقة الا خرج الیه فتنفی الخبیث منها کما ینفی الکیر خبث الحدید ویدعی ذلك الیوم یوم الخلاص فقالت ام شریك بنت ابی العسکر یا رسول الله فاین العرب یومئذ قال هم یومئذ قلیل وکلهم ببیت المقدس وامامهم رجل صالح

کہ دجال کے فتنہ میں سے ایک یہ بات ہے کہ وہ ایک گروہ پر گذرے گا جو اسکو نہ مانیں گے تو انکے مال مواشی ہلاک ہو جائیں گے۔ دوسرے گروہ پر گذریگا جو اسکو مان لیں گے۔ تو انکی مواشی بڑے موٹے تازے بڑے بڑے کوہان والے بہت شیر دار پستان والے ہو جائیں گے۔ وہ تمام زمین پر غلبہ پائے گا بجز مکہ و مدینہ کہ وہاں سے اسکو فرشتے تلوار کے ذریعہ سے ہٹائیں گے۔ مدینہ کے باہر شورناک زمین وہ اترے گا۔ تو مدینہ میں تین زلزلے ہونگے۔ جس سے کافر و منافق نکل کر دجال کے پاس آجائیں گے راوی حدیث ام شریک نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اسوقت عرب کے لوگ کہاں ہونگے۔ آپنے فرمایا۔ وہ اس وقت بہت کم ہونگے اور بیت المقدس میں ہونگے۔ انکا امام ایک نیک آدمی (علماء اسلام کہتے ہیں امام مہدی ہوگا) ہوگا وہ نماز

فبینما امامھم.... تقدم یصلی بھم الصبح اذ نزل علیھم عیسی بن مریم الصبح فرجع ذلک الامام ینکص یمشی القھقری لیتقدم عیسی یصلی فیضع عیسی یدہ بین کتفیہ ثم یقول لہ تقدم فصل فانما لک اقیمت فیصلی بھم امامھم فاذا انصرف قال عیسیٰ افتحوا الباب فیفتح وورائہ الدجال معہ سبعون الف یھودی کلھم ذو سیف محلی و سیاح فاذا نظر الیہ الدجال ذاب کما یذوب الملح فی الماء وینطلق ھاربا ویقول عیسیٰ ان لی فیک ضربۃ لن تسبقنی بھا فیدرکہ عند باب اللد الشرقی فیقتلہ فیھزم اللہ الیھود فلا یبقی شیٔ مما خلق اللہ یتوارٰی بہ یھودی الا انطق اللہ ذلک الشیٔ لا حجر ولا شجر ولا حائط ولا دابۃ الا الغرقدۃ فانھا شجرھم لا تنطق الا قال یا عبد اللہ المسلم ھذا یھودی فتعال اقتلہ (سنن ابن ماجہ)

پڑھانے کو آگے بڑھے گا۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونگے۔ انکو دیکھ کر وہ (امام مہدی) پچھلے پاؤں ہٹ آئیں گے تاکہ حضرت عیسے علیہ السلام آگے بڑھیں اور امام بن جائیں۔ حضرت عیسے علیہ السلام انکی پشت پر دو شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہیں گے کہ آپ ہی امام بنے رہیں کیونکہ نماز جماعت آپ کے لئے کھڑی کی گئی ہے۔ لہذا یہ نماز آپ ہی پڑھاویں۔ پس وہ نماز امام مہدی پڑھائیں گے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہونگے۔ تو حضرت عیسے علیہ السلام فرماویں گے کہ دروازہ اس مکان کا (جسمیں وہ لوگ دجال کے خوف سے محصور ہونگے) کھولدو دروازہ کھولیں گے تو اسکے پیچھے دجال ہوگا جسکے ساتھ ستر ہزار زرین تلوار دار سے مسلح اور طیلسانوں سے ملبوس یہودی

ہونگے۔ دجال حضرت مسیح کو دیکھے گا۔ تو پگھلنے لگ جائے گا جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے۔ پھر وہ بھاگنے لگے گا۔ حضرت عیسے علیہ السلام فرمائیں گے تو بھاگتا کہاں ہے میرے ہاتھ سے ایک چوٹ تیرے جسم میں مقدر ہے جس سے تو بھاگ نہیں سکتا۔ پھر آپ اسکو شہر لد کے دروازہ کے پاس پائیں گے۔ اور اسکو قتل کر ڈالیں گے۔ پھر یہودی دجال کے ساتھی بھاگنے اور چھپنے لگ جائیں گے اور جس دیوار یا درخت یا پتھر یا جانور کی اوٹ میں وہ چھپیں گے وہ خدا کے حکم سے بولے گا اور یہ کہیگا کہ اے خدا کے بندے مسلمان یہ یہودی ہے اسکو قتل کر۔

ابن ماجہ کی اس حدیث کے اکثر مطالب حدیث صحیح مسلم میں بھی پائے جاتے ہیں۔

قلنا یا رسول اللہ وما لبثہ فی الارض قال اربعون یوماً یوم کسنۃ ویوم کجمعۃ وسائر ایامہ کایامکم قلنا یا رسول اللہ فذلک الیوم الذی کسنۃ یکفینا فیہ صلواۃ قال لا اقدروا لہ قدرہ قلنا یا رسول اللہ ما اسراعہ فی الارض قال کالغیث استدبرتہ الریح۔
(صحیح مسلم ص۴۰۱)

دجال کے زمین پر ٹھہرنے کی میعاد ابن ماجہ اور صحیح مسلم میں چالیس روز بیان ہوئے ہیں جسمیں ایک دن سال بھر کا ہوگا۔ ایک دن مہینے بھر کا ایک دن ہفتہ کا باقی ایام اور دنوں کی مانند۔ سال بھر کے دن کی بابت لوگوں نے آنحضرتؐ سے سوال بھی کیا کہ کیا اسمیں ہمکو ایک دن کی صرف پانچ نمازیں پڑھ لینا کافی ہوگا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تم اس دن کے اوقات کا ہمیشہ کے دنوں کے اوقات سے اندازہ کرکے ان اوقات پر نمازیں پڑھ لیا کرو۔ ہمنے عرض کیا کہ وہ زمین میں کس قدر تیز چلے گا۔ فرمایا جیسے بادل چلتا ہے۔ جسکو پیچھے سے آندھی دھکیلے۔

اس بیان سے ہمارے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ دجال موعود کون ہے اور کس شرطہ و علامت کا وہ آدمی ہے جسکے مسلمان منتظر ہیں۔ اور وہ ایسا وسیع المفہوم والصفات نہیں ہے کہ جس کو کسی کا جی چاہے دجال بنالے۔ دجال کے عم یا خال یا برادر مصداق سگ زرد برادر شغال قوم یاجوج ماجوج (جسکا ذکر چھٹی ساتویں۔ آٹھویں اور نویں نشان آسمانی میں ہوچکا ہے) بھی دجال کی مانند ایک غیر معمولی انسان ہونگے اور اُن کے افعال بھی عام انسانونکے افعال سے بڑھکر اور اعجوبہ تر ہونگے۔ مسیحائیت ومہدویت کا ایک جھوٹے مدعی مرزا قادیانی نے اس شرطہ خروج یاجوج وماجوج کو پورا کرنے کے لئے یاجوج وماجوج انگریزوں اور روس کو قرار دیا ہے۔ اسکے اس قرار داد اور تاویل سراپا تحریف وتسویل کو جھوٹا کرنے کے لئے اور نیز دوسرے مفتریوں کی وہاں بندی کے لئے اس مقام میں یاجوج وماجوج کے ان افعال وحالات کو بیان کرنا ضروری ہے جو کسی اور قوم میں آجتک پائی نہیں گئی اور نہ آیندہ پائی جائیگی اور اس وجہ سے کوئی مفتری کسی دوسری قوم یا اشخاص کو یاجوج وماجوج بنا نہ سکیگا۔

نشان ششم نہایت نہم میں صحیح مسلم سے ایک حدیث منقول ہوچکی ہے جس کا پورا ترجمہ* یہاں لکھا جاتا ہے۔ اسوقت جبکہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام دجال کو قتل کرکے اس قوم مؤمنین کی (جن کو خدا تعالےٰ نے دجال کے فتنہ سے بچالیا ہوگا) خاطر داری کرتے ہونگے اور انکے چہروں

* یہ وہ ترجمہ ہے جسکا وعدہ صفحہ ۸۴ میں کیا گیا تھا۔

پر ہاتھ پھیرتے ہونگے اور انکو بہشت کے درجات کی خبر دیتے ہونگے خدا تعالےٰ انکو بذریعہ وحی اطلاع دیگا کہ یہ ایسے بندے نکلے ہیں جنکے جنگ وقتال کی کسی انسان کو طاقت نہوگی (مرزا تو مرگیا ہے اسکے تابعین سے جو اُسکو ابتک مسیح موعود سمجھے بیٹھے ہیں سوال ہے کہ کیا انگریز اور روس ایسے ہیں جنکے مقابلہ کی کسی انسان کو طاقت نہ ہو۔ اگر روس ایسا ہے تو ابھی جاپان سے منہ کی کھاکر کیوں ہٹ بیٹھا) تو اے عیسے میرے (مومن) بندوں کو ساتھ لے کر کوہ طور میں پناہ گزین ہو۔ پھر خدا تعالےٰ یاجوج وماجوج کو بھیجدیگا۔ تو وہ ہر بلندی سے دوڑ پڑینگے۔ انکی پہلی جماعت بحیرہ طبریہ پر پہنچیگی تو اسکا تمام پانی پی جائے گی پھر آخری جماعت پہنچیگی تو کہیگی کہ کیا یہاں کبھی پانی تھا (قادیانی پارٹی سے سوال ہے کہ انگریز یا روس نے بھی بحیرہ طبریہ یا کسی اور بحیرہ کا تمام پانی ایسا پیا کہ پھر وہاں پانی کا نشان نظر نہ آوے۔ ہاں انگریزوں نے پنجاب کے دریاؤں سے نہریں نکالی ہیں مگر وہ دریا کبھی ایسے خشک نہیں ہوئے کہ وہاں کسی کو کبھی پانی نظر نہ آیا ہو) عیسےٰ علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایسے محصور ہونگے کہ ان کو ایک گائے کی سری ایسی پیاری لگے گی جیسے تمکو دینار پیاری ہیں (مرزا یو! تمہارے مسیح اور اُس کی پارٹی پر کبھی انکی تمام زندگی میں ایسا وقت آیا ہے جنمیں انکا پلاؤ قورما۔ برف۔ سوڈا واٹر۔ میوجات انگریزوں یا کسی اور کے روکنے سے بند ہوگیا ہو) پھر حضرت مسیح علیہ السلام ان موذیوں کی تکلیف دہی سے تنگ آکر جناب باری میں دعا کرینگے تو ان کی بددعا سے ان موذیوں کی گردنوں میں خدا تعالےٰ پھوڑا (بطور طاعون) پیدا کریگا جس سے وہ سبکے سب ایک جی کی مانند مرجائیں گے۔ (مرزا یو!۔ تمہارے مسیح کی بددعا سے بھی اسکے خیالی یاجوج ماجوج انگریز یا روس تمام نہ سہی کوئی ایک ہی مرض طاعون سے ہلاک ہوا ہو۔ اگر کہو کہ انگریزوں کو تو وہ ابر رحمت سمجھتا رہا۔ ان کے لئے بددعا کیوں کرتا تو پھر کوئی روسی ہی بتاؤ جو مرزا کی بددعا سے مبتلا طاعون ہوا ہو۔ روسیوں کو بھی رہنے دو کسی مرزا کے مخالف مسلمان یا ہندو ہی کو بتاؤ جسکے واسطے مرزا نے طاعون کی بددعا کی ہو۔ اور وہ مبتلا طاعون ہوکر ہلاک ہوا ہو۔ اس کے مقابلہ میں ہم بہت سے مسلمانوں مخالفین مرزا کا نام پیش کرسکتے ہیں جنکی موت کے واسطے مرزا نے بددعا کی تھی۔ مگر مرزا مرگیا اور وہ ابتک زندہ ہیں۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ یاجوج ماجوج زندہ رہیں اور ان کو بددعا کرنے والا مرجاوے۔ آے

نادانو خدا سے یا دنیا سے شرم کرو اب تو مرزا کو مسیح موعود نہ کہتے جاؤ) پھر حضرت مسیح پہاڑ طور سے اترینگے تو زمین پر ایک بالشت زمین نہ پاوینگے جس میں یاجوج ماجوج کی لاشوں سے بدبو نہو۔ حضرت مسیح جناب باری میں دعا کرینگے تو خدا تعالےٰ ایسے جانور بہیجیگا جن کی گردنیں اونٹوں کی گردنوں کی سی ہونگی وہ ان خبیثوں کی نعشوں کو اٹھا لیجائینگے (مرزایو! انگریز اور روسیوں کی نعشوں سے بہی زمین میں ایسی بدبو پیدا ہوئی اور انکے اٹہانے کو کوئی جانور خدا تعالےٰ نے بہیجا) پھر خدا تعالےٰ مینہ بھیجے گا۔ جس سے زمین دہلکر صاف ہوجائے گی۔ اور زمین کی پیداوار میں بہت برکت ہوگی۔ باقی حدیث مذکور کا ترجمہ نشان نہم میں گذر چکا ہے بصفحہ ۸۴

ناظرین اس مسیحی برکت کو پڑہو۔ اور مرزائیوں سے پوچھو کہ تمہارے مسیح کے وقت میں غلہ اور کل پیداوار زمین دن بدن کہٹی جاتی ہے یا اسمیں وہ فراخی ہوتی ہے جو مسیح کے زمانہ میں ہوگی۔

ایک اور حدیث صحیح مسلم میں آیا ہے کہ یاجوج وماجوج جبل الخمر میں پہنچینگے۔ (جو بیت المقدس کا پہاڑ ہے) وہ کہیں گے کہ ہمنے زمین والوں کو تو قتل کرلیا ہے چلو اب آسمان والوں کو بہی قتل کریں پھر وہ آسمان کو تیر چلائیں گے تو انکے تیر (شاید پرند جانوروں کو لگ کر) خون آلودہ ہوکر واپس آئیں گے جس سے وہ خبیث سمجہ لیں گے کہ ہم نے آسمان والوں کو بہی قتل کرڈالا۔ انکی جہالت اس حد کو پہنچیگی۔ تب خدا تعالےٰ انکی گردنوں میں پہوڑے پیدا کرکے انکو ایک دم میں ہلاک کرے گا۔ اس حدیث کو ترمذی وابن ماجہ بہی اپنی کتابوں میں لائے ہیں۔ ترمذی نے اس حدیث میں یہ بیان بڑھایا ہے کہ مسلمان انکے تیروں اور کمانوں اور ترگش ترگشوں کو سات سال تک بطور ایندہن جلائیں گے۔ (مرزایوں سے سوال ہے کہ انگریزوں اور روسیوں میں بہی کسی نے آسمان کی طرف تیر چلائے ہیں۔ پھر تیر چلانے والے ہلاک ہوئے تو ان کے تیر وکمانیں اور ترگش مسلمانوں کا ایندہن بنے ہیں۔ نہیں تو یہ لوگ یاجوج وماجوج کیونکر ہو سکتے ہیں۔ اگر کہیں کہ نہیں تو پھر مرزا کیونکر مسیح موعود ہوسکتا ہے۔ جسکی بددعا سے یاجوج

ثم یسیرون الی جبل الخمر وھو جبل بیت المقدس فیقولون قد قتلنا من فی الارض ھلم فلنقتل من فی السماء فیرمون نشابھم الی السماء فیرد اللہ علیھم نشابھم مخضوبۃ دما (صحیح مسلم صـ۴۰۲)

ویستوقد المسلمون من نشابھم وقسیھم وجعابھم سبع سنین (جامع ترمذی صـ۵۲ جلد ۲۔ سنن ابن ماجہ صـ۷۴۴)

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

ماجوج ہلاک ہونگے وہ تو خود مرگیا اور جنکو یاجوج ماجوج قرار دیتا ہے وہ زندہ ہیں۔ اور ملک کے حکمران ہیں۔

حالات وصفات۔ یاجوج وماجوج کی نسبت جو کچھہ مسلمانوں کا اعتقاد ہے۔ اور وہ کتب تفاسیر میں بیان ہوا ہے۔ اسکو ہم بیان کرتے تو اسپر مرزائی وغیرہ ملحدین منکرین یاجوج ماجوج ہنسی اوڑاتے اور پھبتیاں سناتے لہذا ہمنے اس بیان سے تعرض نہیں کیا۔ بلکہ جو کچھہ احادیث صحیحہ (صحیح مسلم و ترمذی ابن ماجہ وغیرہ) میں آنحضرتؐ کی زبان وحی ترجمان سے مروی ہے صرف وہ نقل کردیا ہے اس بیان کو پڑھکر اور سنکر امید ہے پھر کوئی مسلمان انگریزوں یا روسیوں یا کسی اور قوم کو یاجوج وماجوج قرار نہ دیگا۔ اور اس باطل تاویل وتسویل سے کسی مفتری کو مسیح موعود بن جانے کا موقعہ نہ ملیگا انشاء اللہ تعالے۔

بارہواں نشان آسمانی یہ کہ روحانی برکات اور آسمانی نشانات میں حضرت مسیح کا ثانی اثنین امام مہدی آپ سے پہلے پیدا ہوگا۔ بلکہ آپکا نزول ان ہی کی تائید وحمایت اور اذیت دجال سے آپکی اور آپکی ماتحت جماعت مسلمین کی (جنکا ذکر ابن ماجہ کی حدیث میں بصفحہ ۱۰ گذر چکا ہے) نجات دلوانے کے لئے ہوگا

ہرچند یہ نشان قرآن میں اور کسی اتفاقی صحیح حدیث میں امام مہدی کا نام لیکر صاف طور پر پایا نہیں جاتا۔ مگر اکثر علماء اسلام واہلسنت والجماعت میں مسلم چلا آتا ہے اور صحیح بخاری ومسلم کی بعض احادیث میں جس امیر یا امام کا ذکر ہے اس سے علماء اہلسنت کے نزدیک یہی امام مہدی مراد ہے اور اسی کے مطابق ہمارا دلی اعتقاد* ہے۔

* مرزایو!۔ کہو اب تو مینے آمد امام مہدی کی نسبت اپنا دلی اعتقاد صاف صاف الفاظ میں بیان کردیا ہے۔ اور باوجود بار بار اظہار اس امر کے کہ "احادیث متعلقہ امام مہدی صحیح نہیں ہیں اور اعلے طبقہ کتب حدیث امام مہدی کے اس لقب (مہدی) ونام واوصاف کے بیان سے جو سنن اربعہ میں پایا جاتا ہے ساکت ہے" صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ میں آمد امام مہدی کا جو حضرت مسیح سے پہلے آئیں گے معتقد وقائل ہوں اس سے تمہارا وہ الزام دورخی جو ریواوف ریلجنس نمبر جلد میں تم مجھپر لگا چکے ہو باطل ورفع ہوا؟ یا اسمیں کچھہ کسر رہ گئی ہے؟

ظالمو! مینے کب اور کہاں کہا تہا کہ میں آمد امام مہدی کا منکر ہوں اور کب اور کہاں اسکے برخلاف اعتقاد آمد امام مہدی کا زبانی یا قلم سے اظہار کیا تھا۔ پھر دورخی کجا؟ اور اسکا الزام کیسا؟ کچھہ تو انصاف کے دشمنو! مینے جو اشاعۃ السنۃ جلد ۷ و ۹ و ۱۱ وغیرہ میں امام مہدی کی آمد کی نسبت انکا

ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ واقعہ مہدی و آمد مسیح کی بدوں ترتیب ہے کہ اولاً امام مہدی حرمین میں ظاہر ہوں گے پھر وہ بیت المقدس آئیں گے۔ اُس وقت دجال آئے گا اور ادن کا محاصرہ کرے گا پھر عیسےٰ علیہ السلام دمشق کے مشرقی

ترتیب القصۃ ان المہدی یظہر اولاً فی الحرمین الشریفین ثم یاتی بیت المقدس فیاتی الدجال وہو فی ذالک الحال فینزل عیسےٰ علیہ السلام من المنارۃ الشرقیۃ فی

نقل و بیان کیا ہے تو وہ نہ تو اپنی طرف سے نقل کیا ہے۔ اور نہ کل مسلمانوں کی طرف سے۔ بلکہ وہ صرف بعض مسلمانان زمانہ سابق وحال کی طرف سے نقل کیا ہے۔

بقیہ صفحہ گزشتہ

اشاعۃ السنۃ جلد، کے صفحہ ۳۵۸ میں میرے یہ الفاظ پڑھو۔ اسوقت کے مسلمانوں سے کوئی اُنکا قائل ہے کوئی منکر۔ اور جلد۹ کے صفحہ ۴۹ میں سے یہ الفاظ آنکھ کھول کر دیکھو۔ ابن خلدون حضرمی اور بعض اہلحدیث زمانہ سابق وحال مہدی سے منکر بھی ہیں۔ اور جلد۱۱ کے صفحہ ۳۱ میں ان الفاظ پر نظر ڈالو۔ جو لوگ مہدی کو نہیں مانتے ہیں الخ اور پھر خدا سے ڈر کر کہو کہ کیا ان الفاظ میں اعتقاد عام مسلمانوں کا یا خاصکر میرے اعتقاد کا اظہار پایا جاتا ہے۔ نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں۔ اور جو صفحات مذکورہ میں اور جلد۱۱ کے صفحہ ۲۲۲۔ میں عدم صحت و قوع آمد مہدی کی نسبت دعوے کیا گیا ہے اور اس کے ثابت کرنے کا وعدہ دیا گیا ہے وہ بھی خاصکر ان صفات وحالات و اسم ولقب (مہدی کی نسبت تھا۔ جنکا ذکر سنن اربعہ میں وارد ہے اور صحیحین ان کے ذکر سے ساکت ہیں۔

جلد، و۹ کے صفحات مذکورہ میں ہمارے یہ الفاظ پڑھو۔ مہدی کی خبر و پیشگوئی سے اعلےٰ طبقہ کتب حدیث (بخاری و مسلم) ساکت ہے (صفحہ ۵۰۳ جلد۷) اعلےٰ طبقہ کتب حدیث (بخاری و مسلم) مہدی موعود کے ذکر و بیان سے ساکت ہے ××× دوسرے طبقہ کی کتابوں میں جو اس مضمون کی حدیثیں پائی جاتی ہیں۔ وہ غوائل حرج سے خالی نہیں ہیں۔ قاضی ابن خلدون حضرمی نے اپنی کتاب العبر میں ان احادیث کو ایک ایک کرکے رد کر دیا ہے۔ (صفحہ ۹۴ جلد ۹) ان صریح اور صاف کہنے تمہارا یا کسی اور کا میرے نقل انکار و رجوح احادیث مذکورہ سے یہ سمجھ لینا کہ میں اسلام کے قبل از مسیح آنے سے جسکا ذکر بخاری و مسلم کی احادیث صحیحہ اتفاقیہ میں آچکا ہے منکر ہوں اور میں نے اپنے انکار کا اظہار رسالہ یا فہرست انگریزی پولیٹیکل معاہین رسالہ میں کیا ہے۔ تمہارا کذب و بہتان و افترا و اتہام نہیں تو اور کیا ہے۔ رسالہ کے صفحات

دمشق الشام و یجئی الی قتال الدجال فیقتلہ بضربۃ فی الحال فانہ یذوب کالملح فی الماء عند نزول عیسے علیہ السلام فیقتلہ علیہ السلام	منارہ کے پاس آسمان سے اُتریں گے۔ اور قتل دجال کی طرف متوجہ ہوں گے۔ اور ایک ہی چوٹ سے اسکو قتل کرینگے۔

مذکورہ ہر یک اردو خوان دیکھ سکتا ہے اور فہرست انگریزی بارسال قیمت سہ محصول ڈاک ۲ر انگریزی خوان ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ فہرست مطبوعہ سابق ختم ہو چکی ہر اب دوبارہ چھپوائی جائے گی تو اسال ہوگئی صحیحین کی اتفاقیہ صحیح حدیثیں متعلق آمد امام قبل المسیح علیہ السلام جنکے دست آویز سے میں اور تمام سنی اہلحدیث آمد امام ممدوح کے قائل ہیں۔ متن رسالہ میں صفحہ ۱۰ منقول ہیں۔

اہلحدیث کہلانے والے اور صحیح بخاری و مسلم کی احادیث کو صحیح ماننے والے اور اپنے عمل و اعتقاد میں احادیث ان کتب کو دستور العمل بنانے والے لوگوں میں سے ایک بھی ایسا نہیں اور نہ ہوگا۔ جو ان احادیث میں وارد و مذکور امام و امیر کے نزول حضرت مسیح کے پہلے آنے سے انکار کرتا ہو۔ ان احادیث میں گو اُس امام و امیر کو مہدی کے خطاب سے یاد نہیں کیا گیا۔ اور انکے نام اور ان صفات سے جو سنن اربعہ وغیرہ میں وارد ہیں تعرض نہیں کیا گیا۔ مگر اہلسنت اہلحدیث اسی امام کو امام مہدی تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہونے کی وجہ سے اس لقب و خطاب کے اور ہدایت یافتہ اولیاء اللہ سے زیادہ مستحق ہیں۔

پھر اُس امام مہدی کی آمد سے انکار کرنے کو تم لوگوں کا یا کسی اور کا اس خاکسار کی طرف منسوب کرنا افترا ہیں تو اور کیا ہے۔ سچی وجہ ہے کہ جب تمہارے جعلی امام مہدی و فرضی دجالی مسیح نے اپنی ایک جھوٹی پیشگوئی ۱۵ر نومبر ۹۹ء کو سچا بنانے کے لئے یہ جعلسازی و دجالی چالبازی کی کہ اپنے وخلیفوں ڈاکٹر اسمٰعیل خاں اور مرزا خدا بخش کو بعض علماء پنجاب و دہلی کے پاس انکو یہ سوال سکھا کر بھیجا کہ مرزا غلام احمد قادیانی منکر آمد مسیح ہے اسکے حق میں علماء اسلام کیا فتوے دیتے ہیں۔ اور یہ کہ سکھایا کہ تمنے علماء کے سامنے مجھے منکر مہدی بنا کر پیش کرنا تھا میں فتوے حاصل کرنا۔

پھر جب ان علماء نے اس انکار کے سبب اسپر فتوے کفر و بدعت لگایا تو اسنے فہرست انگریزی مضامین اشاعۃ السنۃ میں میرا احادیث متعلقہ امام مہدی مذکورہ سنن اربعہ کو ضعیف کہنا۔ اور بعض علماء اسلام سے ایسے امام کی آمد سے انکار نقل کرنا دیکھ کر بزعم فاسد خود مجھے بھی اپنی طرح منکر مہدی قرار دیا۔ اور وہی فتوے جو اسپر لگایا تھا مجھ پر چسپان کر دیا۔

تسپر میں نے ان ہی علماء سے استشہاد کیا کہ کیا آپ لوگوں نے میرے کسی کلام یا تصنیف میں

بالمهدی وقد اقیمت الصلوة فیشیر المهدی لعیسے علیه السلام بالتقدم فیمتنع معللاً بان هذه الصلوة اقیمت لك فانت اولی بان تکون الامام فی هذا المقام ویقتدی به یظهر متابعته لنبینا (شرح فقه اکبر ص۸۸)

وہ انکو دیکھ کر پگھلنے لگ جائے گا۔ جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے عیسے علیہ السلام اور امام مہدی ایسے وقت میں جمع ہونگے۔ کہ نماز کی جماعت کے لئے تکبیر ہو چکی ہو گی۔ حضرت مہدی حضرت عیسےٰ کو نماز پڑھانے کے لئے اشارہ کریں گے۔ وہ اس عذر سے کہ یہ تکبیر آپکی امامت کے لئے ہوئی ہے۔ امامت سے انکار کریں گے۔ اور وہ نماز امام مہدی پڑھائیں گے۔ اور حضرت عیسےٰ نماز میں اُن کے مقتدی ہونگے۔

اس مضمون کی ایک حدیث سنن ابن ماجہ سے بصفحہ (۱۰۱) گذر چکی ہے۔ اور بخاری و مسلم میں ایک اسی مضمون کی حدیث ہے کہ آنحضرت ؐ نے فرمایا ہے۔ تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم لوگوں میں نازل ہوگا

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم وامامکم فیکم۔ (بخاری ص۴۹۰۔ مسلم ص۸۷)

اس حالت میں کہ تمہارا امام موجود ہوگا۔

اس حدیث کی شرح میں علماء اسلام کہتے ہیں کہ اسمیں امام سے امام مہدی مراد ہے۔

بقیہ صفحہ گذشتہ

آمد امام مہدی سے میرا انکار پایا ہے اور وہ فتوے مجھپر لگایا ہے تو سب نے بالاتفاق یہ جواب دیا کہ ہمنے تمہارے کلام میں نہ انکار پایا اور نہ تمپر وہ فتوے لگایا گیا ہے۔ بلکہ ہمارے پاس تو مرزا غلام احمد کا منکر مہدی ہونا بیان کیا گیا تھا۔ اور اسی پر ہمنے وہ فتوے لگایا ہے۔ اور از انجملہ خاصکر ایک مفتی (مولوی رشید احمد صاحب مرحوم گنگوہی) نے تو بایں الفاظ اس انکار سے خاکسار کو بری کیا تھا "اور چونکہ مہدی موعود کا ہونا صحیح مسلم سے ہی ثابت ہے۔ تو بندہ کا ہرگز گمان نہیں کہ مولوی محمد حسین نے اس سے انکار کیا ہو"

اس جعلسازی و دجالی چالبازی کی تفصیل رسالہ "مسلمانوں کی حلفی شہادت" میں چھپکر مشتہر ہوئی ہے اور وہ رسالہ دفتر اشاعۃ السنۃ سے بارسال ٹکٹ محصول ۱ مل سکتا ہے۔ اور رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۹ کے نمبر ۹ میں بصفحہ ۲۵۳ لغایت صفحہ ۲۶۸ بنقل عبارات اشتہارات قادیانی اسکی ایسی تشریح و توضیح ہوئی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ باعتراف قادیانی علماء اہل افتا نے وہ فتوے مرزا پر لگایا تھا۔ نہ اس خاکسار پر" الحاصل میں آمد اس امام کا جو حضرت مسیح کے پہلے آوینگے اور مسلمانوں کے امام ہونگے قائل ہوں اور انکی آمد سے مینے کبھی انکار نہیں کیا اور نہ ہی اسکا کبھی اظہار کیا ہے (باقی بر صفحہ گذشتہ)

اور جلد اول صحیح مسلم میں اس مضمون کی ایک حدیث یہ آئی ہے کہ عیسے بن مریم اترینگے

فینزل عیسے بن مریم صلے اللہ علیہ وسلم فیقول امیرھم تعال صل لنا فیقول لا ان بعضکم علے بعض امراء تکرمۃ اللہ ھذہ الامۃ (صحیح مسلم ص۸۷ ج۱)

تو مسلمانوں کا امیر انکو کہے گا۔ کہ آپ نماز پڑھایئے۔ وہ جواب میں کہیں گے۔ کہ نہیں تم میں سے ایک (جو پہلے سے امام و امیر ہے) دوسروں کا امام ہو اسمیں خدا تعالے کو اس امت کا تکریم کرنا منظور ہوگا۔ اس حدیث میں امیر سے امام مہدی مراد بتایا جاتا ہے۔

صحیح مسلم کی ایک اور حدیث میں جو بصفحہ نمبر ۳۹۲ جلد دوم ہے اس حدیث کے برخلاف

فبیناھم یعدون للقتال یسوون الصفوف اذا قمت الصلوۃ فینزل عیسی بن مریم فامھم الحدیث۔ (صحیح مسلم ص۳۹۲ جلد ۲)

یہ بھی پایا جاتا ہے کہ حضرت عیسے قتل دجال کے لئے نازل ہونگے۔ تو نماز کی اقامت (تکبیر) ہونے پر وہ خود امام ہوں گے۔ ان دونو حدیثوں میں تطبیق و موافقت یوں ہوسکتی ہے کہ اس حدیث میں دوسری نماز کا ذکر ہے جسمیں امام مہدی کے لئے تکبیر نہ کی گئی ہوگی۔ بلکہ حضرت مسیح کے لئے تکبیر کہی گئی ہوگی اس تطبیق و توجیہ پر دلیل حضرت کا امام مہدی کے خطاب میں یہ کہنا ہے۔ جو ابن ماجہ کی حدیث میں گذرا ہے کہ چونکہ یہ تکبیر آپکی امامت کے لئے ہوئی ہے لہذا اس نماز میں امامت آپ ہی کرائیں"

ایک حدیث صحیح مسلم میں ابن ابی ذئب راوی حدیث سے امام ہوجانے حضرت مسیح

ابن ابی ذئب عن نافع مولی ابی قتادہ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلعم قال کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم فامکم منکم فقلت لابن ابی ذئب ان الاوزاعی حدثنا عن الزھری عن نافع عن ابی ھریرۃ وامامکم منکم قال ابن ابی ذئب اتدری ما امکم منکم قلت تخبرنی قال امکم بکتاب ربکم وسنت نبیکم (صحیح مسلم ص۸۷)

کی یہ تفسیر وارد ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم کے مطابق حکم و عمل کرنے میں لوگوں کے پیشوا ہونگے اور لوگ ان کی پیروی کرینگے ان تینوں وجوہ تطبیق و موافقت احادیث سے جو وجہ اختیار و پسند کی جاوے وہ وجہ صحیح و لائق پسند ہے۔

یہ احادیث صحیح مسلم اور ابن ماجہ اس باب میں نص قطعی ناقابل تاویل ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم جو قیامت کے قریب نزول اجلال فرمائینگے اور ہیں اور امام مہدی اور ہیں جو ان سے پیشتر موجود ہونگے اور ان دونو حضرات میں بوقت نماز امامت میں تکرار ہوگی۔ امام مہدی حضرت مسیح سے نماز میں

بقیہ صفحہ گذشتہ۔) مرزائیوں کا مجھپر الزام دوزخی محض اتہام ہے۔ اب میں نے نقارہ کی چوٹ کے ساتھ اپنا اعتقاد تمد امام مہدی ع

گروہ مثلاً شیعہ یا خارجی دوسری قسم کی احادیث کو جو انکی مروجہ کتب (کافی وکلینی وغیرہ) میں پائی جاتی ہیں احادیث نبویہ مانتے ہیں اور انکے متضمنہ احکام کو احکام نبوی سمجھتے ہیں۔

اس اختلاف کی وجہ سے ہم تعلیم یافتہ مسلمانوں میں سے ان لوگوں کے خطاب میں جو صرف مسلمان کہلاتے ہیں اور کسی خاص فرقہ سنی یا شیعہ وغیرہ کی طرف منسوب ہونا پسند نہیں کرتے صرف آیات قرآن سے استدلال کرینگے اور ان تعلیم یافتہ کے خطاب میں جو مسلمان کھلانے کے ساتھ سنی یا شیعہ یا حنفی یا اہلحدیث بھی کھلاتے ہیں ان احادیث کو بھی پیش کرینگے جو انکے گروہ میں صحیح و مسلّم ہیں۔

رہے وہ اشخاص جو کسی مذہب آسمانی کیطرف اپنا منسوب ہونا پسند نہیں کرتے یا خاص کر مسلمان نہیں کہلاتے سو اس مضمون میں انسے خطاب نہیں ان سے پھر کبھی سمجھا جاوے گا انشاء اللہ تعالے۔

یہ معیار دوجانبہ ہمارے مخاطبین میں مسلّم ہوا تو اب ہم بیان کرتے ہیں کہ کسی کا اسلام یا ایمان کی نسبت یہ دعوی کہ میں مسلمان یا مومن ہوں یا میں نے اسلام کو مانا ہے یا ایمان لایا ہرگز کافی نہیں ہوسکتا جبتک کہ وہ ان احکام متعلقہ اعتقاد و اعمال کو جن کو قرآن نے یا اسکے لانے والے رسول نے احکام اسلام قرار دیا ہے تسلیم و قبول نکرے اور انپر عمل نہ رکھے۔

پھر جس شخص نے جملہ احکام متعلقہ اعتقاد کو مان لیا اور احکام متعلقہ اعمال بر پورا عمل کیا وہ اس امتحان میں تعریف کے ساتھ پاس (پورا کامیاب) ہوا اور دعوی ایمان و اسلام میں سچا نکلا اور وہ کامل مؤمن و متقی کھلایا اور اسنے ایمان و اسلام کا ڈپلوما (تمغہ) پایا اور جس نے جملہ احکام اعتقادیہ و عملیہ کو نہ

ئیگے۔
کار کرکے امام مہدی کو (جنکے واسطے نماز کی اقامت ہو چکی ہوگی)
طعی سے قادیانی پارٹی کی اس جعلسازی و دجالی چال بازی کی
و اور مہدی معہود ایک ہی شخص (مرزا غلام احمد) کو قرار دیتے
لیہ بخاری و مسلم میں "وامامکم منکم" کو مطعف تفسیر ٹھہرا کر مرتکب تاویل
تے ہیں اور اس تاویل پر تسویل پر ابن ماجہ حدیث لا مہدی الا
یں اور خدا تعالےٰ سے پھر اہل علم حدیث سے شرما کر یہ خیال نہیں
یں ہے پھر وہ حضرت عیسےٰ کو امام مہدی بنانے میں ان احادیث
ضا بلہ کیونکر کر سکتی ہے
کا غیر صحیح ہونا کتاب حجج الکرامۃ کے صفحہ ۳۸۵ میں ملاحظہ کریں۔ ہم اس
کرتے ہیں۔

حدیث الذی اخرجہ ابن
لا مہدی الا عیسے بن مریم
لا مہدی کاملاً ولا شک ان
جواللہ وھذا التاویل متعقم
المتواترۃ۔ حافظ ابن القیم
ئے۔ از طرق محمد بن خالد
سن بصری از انس بن مالک او
وہ دوے متفرد ست
ن اسنوی در کتاب ناقب
روف نزد اہل صناعت از
گفتہ تفرد بہ محمد بن خالد ہذا
خدا اختلف علیہ فی اسنادہ
یاش عن الحسن عن النبیؐ
ت محمد بن خالد وھو مجہول عن

شوکانی نے رسالہ توضیح میں کہا ہے
جو حدیث انس سے ابن ماجہ اور حاکم
نے مستدرک میں روایت کی ہے
اسکی تاویل میں یہ کہنا ممکن ہے کہ
کامل مہدی یعنے ہدایت یافتہ حضرت
عیسےٰ ہیں اور اسمیں شک نہیں کہ وہ
امام مہدی سے بڑھکر تھے۔ کیونکہ وہ
نبی تھے اس حدیث کی یہ تاویل واجب ہے
کیونکہ ظاہری معنے سے وہ حدیث
احادیث متواترہ کے مخالف ٹھیرتی ہے۔
حافظ ابن قیم نے منار میں کہا ہے یہ
حدیث محمد بن خالد جندی نے ابان بن
صالح سے اُسنے حسن بصری سے اُسنے
انس بن مالک سے اُسنے آنحضرت سے

ی اسکے نقارہ ہی کی چوٹ کے ساتھ اس مرکا تھلہ بھی کر دیا ہے کہ حضرت امام مہدی حضرت (برؑ)

ابان وھو متروک عن الحسن وھو منقطع وجمال
محمد بن ابی بکر در رسالہ الکلام المجدی فی اثبات خ
المہدی گفتہ حدیث لا مہدی الا عیسےٰ بن مریم ا
ابن ماجہ واخرجہ ابو الحسن الاجری وقد جا
الحفاظ کابی بکر العربی وابن عبد البر القرطبین
لا یصح فانہ الفرد بروایۃ محمد بن خالد وھو
کما قالہ البخاری واختلف علیہ فی اسنادہ فقا
عن ابان عن الحسن عن النبیؐ صلعم مرسلاً وتارۃ
عن انس عن النبیؐ قال الفرطبی والاحادیث
النبیؐ فی خروج المہدی ثابتہ واصح من ھذا الحد
بما دونہ قلت وبتقدیر صحتہ فمندرج وتاویل
بخلاف تاویل الاحادیث التی فی خروج المہ
ودر مشرب وردی گفتہ فالمراد معناہ اللغوی
لا مہدی کاملاً فی ذلک الوقت الا عیسےٰ
(حجج الکرامۃ صفحہ ۳۸۵)

ذریعہ آنحضرت سے نقل کیا ہے جو منقطع
جمال الدین محمد بن ابی بکر نے الکلام المجدی میں
و ابن عبد البر نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں
الحال ہے یہ بات امام بخاری نے کہی ہے اور
سے بواسطہ آنحضرت سے نقل کرتا ہے اور یہ
سے نقل کرتا ہے۔ امام قرطبی نے کہا ہے کہ احا
سے زیادہ صحیح ہیں لہذا اسکے مطابق تاویل
کہتا ہوں کہ بصورت فرض کر لینے صحت اس
آمد مہدی (کہ وہ صحیح اور نصوص قطعی ہیں)
حدیث ابن ماجہ میں مہدی سے لغوی معنے

ابان وھو متروك عن الحسن وھو منقطع وجمال الدین محمد بن ابی بکر در رسالہ الکلام المجدی فی اثبات خروج المہدی گفتہ حدیث لا مھدی الا عیسیٰ بن مریم اخرجہ ابن ماجہ واخرجہ ابو الحسن الآجری وقد جاء عنہ الحفاظ کابی بکر العربی وابن عبد البر القرطبیین بانہ حدیث لا یصح فانہ الفرد بروایۃ محمد بن خالد وھو مجہول کما قالہ البخاری واختلف علیہ فی اسنادہ فتارۃ یرویہ عن ابان عن الحسن عن النبی صلعم مرسلاً وتارۃ عن الحسن عن انس عن النبیؐ قال القرطبی والاحادیث عن النبیؐ فی خروج المہدی ثابتۃ واصح من ھذا الحدیث فالحکم بھا دونہ قلت وبتقدیر صحتہ فمدرج وتاویلہ وھو بخلاف تاویل الاحادیث التی فی خروج المہدی ومورد شرب وردی کفتہ فالمراد معناہ اللغوی للتقرب لا مھدی کاملاً فی ذلک الوقت الا عیسیٰ۔

(حجج الکرامۃ ص۳۵۵)

روایت کی ہے اور وہ محمد بن خالد سے کی روایت میں اکیلا ہے اور محمد بن حسن سنوی نے کتاب مناقب شافعی میں کہا ہے کہ محمد بن خالد اہل صناعت حدیث و اہل علم و اہل نقل کے نزدیک غیر معروف شخص ہے۔ امام بیہقی نے بھی کہا ہے کہ محمد بن خالد احدیث کی روایت میں اکیلا ہے۔ امام حاکم (صاحب تمدرک) نے کہا ہے کہ وہ مجہول الحال ہے۔ پھر اس سے احدیث کی روایت میں اختلاف ہوا ہے۔ ابان بن ابی عیاش نے حدیث کو حسن سے اسنے آنحضرت صلعم سے نقل کیا ہے تو اس حدیث کا رجوع محمد بن خالد کی طرف ہوا جو مجہول الحال ہے۔ اسنے اس حدیث کو ابان سے نقل کیا ہے جو متروک ہے۔ اسنے حسن ذریعہ آنحضرت سے نقل کیا ہے جو منقطع ہے۔ (کیونکہ حسن نے آنحضرت کو نہیں دیکھا) اور جمال الدین محمد بن ابی بکر نے الکلام المجدی میں کہا ہے کہ حفاظ حدیث۔ سا کنین قرطبہ ابن العربی وابن عبد البر نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ اکیلے محمد بن خالد کی روایت ہے اور وہ مجہول الحال ہے یہ بات امام بخاری نے کہی ہے اور اسکی روایت میں اختلاف ہے کبھی تو وہ حسن بصری سے بواسطہ آنحضرت سے نقل کرتا ہے اور یہ روایت مرسل ہے اور کبھی بواسطہ انس آنحضرت سے نقل کرتا ہے۔ امام قرطبی نے کہا ہے کہ آمد امام مہدی کی حدیثیں ثابت اور اس حدیث ابن ماجہ سے زیادہ صحیح ہیں لہذا انکے مطابق فیصلہ چاہیے نہ انکے برخلاف اس حدیث پر۔ میں (ناقل) کہتا ہوں کہ بصورت فرض کرلینے صحت اس حدیث کے اسکی تاویل واجب ہے بخلاف احادیث آمد مہدی (کہ وہ صحیح اور نصوص قطعی ہیں) مشرب وردی میں کہا ہے کہ اسکی تاویل یہ ہے کہ اس حدیث ابن ماجہ میں مہدی سے لغوی معنے مراد ہیں یعنی ہدایت یافتہ اور معنے حدیث کے یہ ہیں

کہ اسوقت حضرت مسیح سے زیادہ اور کوئی ہدایت یافتہ نہوگا۔

اس غیر صحیح حدیث سے قادیانی کا استدلال کرنا محل تعجب و افسوس نہیں ہے۔ کیونکہ الگ تووہ کوچۂ حدیث سے محض نابلد تھا۔ اور علوم دین سے محض امّی و مدعی علم لدنی۔ و ثانیاً اسکی دعوے و رفع سیحایت و مہدویت کیلئے یہ ایک لازمی امر تھا کہ وہ دیدہ و دانستہ بھی احادیث صحیح بخاری مسلم سے آنکھ بند کرکے انکے مقابلہ میں احادیث ضعیفہ سے استدلال کرے۔ اور بناءً اعلیہ خود ہی مسیح اور خود ہی مہدی بن بیٹھے۔ تعجب و افسوس تو مولوی حکیم نور دین اور مولوی محمد حسن پر ہے جو کسی زمانہ میں اہلحدیث کہلاتے تھے اور کم و بیش کتب حدیث میں نظر رکھتے تھے اور اس حدیث کے ضعف سے غالباً واقف ہونگے۔ پھر آنکھ بند کرکے اس حدیث سے استدلال قادیانی کو مان گئے اور اسکو مسیح اور مہدی تسلیم کرکے اسکے نائب و خلیفہ بن گئے ہیں۔ اور اس بیت کے مصداق ہوئے ؎

چوں عرض آمد ہنر پوشیدہ شد صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد

ہمارے اس افسوس و تعجب پر وہ لوگ افسوس و تعجب کریں اور اسحدیث کی صحت کے مدعی ہوں تو اس حدیث کا صحیح ہونا بتصریح و شہادت اہلحدیث ثابت کریں۔ اور احادیث صحیح مسلم کا جو اس واہی حدیث کے برخلاف مسیح و مہدی میں سفارت کے ثبوت پر نص قطعی ہیں کافی جواب دیں۔ ہم انکو تعجب کو واپس لینگے۔ اور مسیح و مہدی کا ایک ہونا مان لیں گے۔ مرزا کے خلیفو! اس سے بڑھکر کیا چاہتے ہو! ایک ہی بات سے فتح پاتے ہو

در آنجا کہ امام مہدی کا آنا بھی روحانی برکات اور آسمانی نشانات سے (جنکا ذکر عنقریب آتا ہے) ہوگا۔ اور نزول مسیح علیہ السلام کے واسطے ان کا پیشتر آنا اکثر مسلمانوں میں مسلم و اتفاقی شرط ہے۔ لہٰذا وجود امام مہدی اور انکی روحانی برکات کو حضرت مسیح کی آمد کے نشانوں میں سے تسلیم کیا گیا ہے اور آمد مسیح کے لئے ایک شرط لازمی مانا گیا ہے۔

بالجملہ حضرت مسیح کی دوسری آمد اہل اسلام قدیم کے اعتقاد میں ان بارہ آسمانی نشانوں کے ساتھ ہوگی۔ جیسے انکی پہلی آمد گیارہ آسمانی نشانوں سے ہوئی ہے اور ان کے نزدیک آنے والا مسیح وہی ہے جسمیں یہ تیس نشانات آسمانی پائے گئے ہیں اور پائے جائینگے وہ ایسے مسیح کی آمد کے منتظر و معتقد نہیں ہیں۔ جو ان آسمانی نشانوں سے خالی اور متجرد ہو اور دنیاوی سازشوں اور زمینی تدبیروں اور انسانی تجویزوں کے ساتھ وہ مسیح موعود بنے

نوٹ یہودیوں نے بھی اسی حدیث کو بہانہ بنا کر آپ کو مسیح موعود ماننے سے انکار کیا تھا۔ اور کہا تھا کہ اس حدیث کی رو سے مسیح کا آسمان سے اترنا ہمارے سامنے ہونا چاہیئے۔ مگر اس حدیث کا جو صحیح مطلب ہے اسکو وہ نہ سمجھے اور دھوکا کھا گئے۔ اسی طرح مرزا صاحب کے مخلص بھی اس حدیث کے صحیح مطلب سے واقف نہیں ہیں۔

یہانتک تو امام مہدی کا آنا حضرت مسیح کی آمد ثانی کے لئے ایک نشان اور بطور شرط ہونا تبعاً وضمناً بیان ہوا ہے۔ اب انکی آمد پر مستقل بحث کی جاتی ہے۔ جس سے ثابت ہوگا کہ وہ بہی حضرت مسیح کی طرح اپنے مشن میں سیفی جنگ و تلوار و تفنگ سے کام نہ لینگے بلکہ صرف آسمانی نشانات اور روحانی برکات سے دنیا میں دین اسلام کی اشاعت کریں گے۔ اور کتاب اللہ (قرآن) اور سنت (حدیث نبوی) کے مطابق حکم کرینگے انکے نشانات و برکات کو دیکھ کر لوگ جوق جوق و بشوق و ذوق داخل اسلام ہونگے۔ لہذا انکا آنا کسی سلطنت کے لئے غیر اسلامی کیوں نہو خطرناک و ناگوار نہوگا۔ بلکہ مرغوب و خوشگوار ہر ایک سلطنت کے لئے (اسلامی ہو خواہ غیر اسلامی) خطرناک وہی مہدی ہیں جو آسمانی نشانوں سے محض خالی اور صاف کورے ہیں۔ اور محض کذب و افترا سے مہدی بن بیٹھے ہیں۔ کاذب مہدی سوڈان کا سلطنت ترکی اور مصر کے لئے خطرناک ہونا ہر ایک نے دیکھ لیا ہے۔ جعلی مہدی قادیانی کچھ عرصہ تک زندہ تہا اور پوری شوکت و جمعیت پاتا تو کچھ کر دکھاتا۔ یہ بات ہم بارہا قادیانی کی زندگی میں کہہ چکے ہیں اور گورنمنٹ کے نوٹس میں لا چکے ہیں صفحہ ۳۵۳ جلد ۲۱ وغیرہ ملاحظہ ہو یہی خطرہ اور اندیشہ اسکے خلیفون اور جماعت سے ہے۔ (گورنمنٹ ہوشیار رہے)

آمد مہدی کی نسبت اہل اسلام قدیم کا اعتقاد و خیال

امام مہدی کی نسبت بہی اکثر اہل اسلام قدیم کا (جو امام مہدی کے منتظر و معتقد ہیں) یہی اعتقاد ہے کہ وہ بہی حضرت مسیح کی مانند آسمانی نشانات اور روحانی برکات اپنے ساتھ لائیں گے۔ اور (۲) انکا یہ اعتقاد ابہی بیان ہو چکا ہے کہ حضرت مسیح امام مہدی کیوقت آئینگے۔ بلکہ ان ہی کی حمایت اور محاصرہ دجال سے انکی تخلیص و صیانت کے لئے نزول اجلال فرمائیں گے اور مسلمانوں میں مدت قیام (۳) امام مہدی بہی وہی سات سال تسلیم کی جاتی ہے۔ جو حضرت مسیح کی آمد ثانی کے بعد انکی مدت قیام کی تسلیم کی گئی ہے۔ اور یہ (۴) اعتقاد مسلمانان قدیم کا بیان ہو چکا ہے کہ حضرت مسیح قتل دجال کے بعد حکم جنگ و جہاد کی تعمیل کو دنیا سے اوٹھائیں گے۔ اور تلوار کو لڑائی کے کام سے بیکار کر دیں گے۔ اور یہ بہی (۵) مسلمانان قدیم کے نزدیک مسلم ہے کہ امام مہدی صرف ولی ہونگے۔ اور حضرت مسیح نبی۔ اور یہ بہی (۶) انکے نزدیک مسلم ہے کہ ولی نبی کا تابع ہوتا ہے اور نبی اوسکا متبوع اسکا عکس نہیں ہوتا کہ ولی متبوع اور نبی اسکا تابع۔ اور (۷) یہ بہی انکے نزدیک مسلم ہے کہ امام مہدی حضرت مسیح کے برخلاف کچھ نہ کرینگے بلکہ انکے مشورہ و حکم پر چلیں گے۔

ان ہفتگانہ اعتقادات و مسلمات اہل اسلام قدیم کا یقینی لازمہ ہے کہ انکے نزدیک امام مہدی بھی اپنے مشن (اشاعت و ترقی دین) کو (جسکے واسطے وہ بھیجے جائینگے۔ جنگ و تلوار سے پورا نکریں گے۔ بلکہ ان ہی روحانی انوار و برکات و آسمانی نشانات سے جنسے حضرت مسیح دین کو ترقی دیں گے۔ اور یہ امر ناممکن اور بحکم مسلمات اسلامیہ و عقائد مذکورہ اہل اسلام محال ہے کہ حضرت مسیح تو لڑائی کو موقوف کریں۔ اور امام مہدی باوجود تابع و مطیع مسیح ہو کے اس لڑائی کی آگ سلگاتے رہیں۔ اور دنیا میں اسکو بھڑکاتے پھریں جسکو عقائد سبعہ مذکورہ اہل اسلام کا علم و یقین ہوگا وہ انکی طرف اس اعتقاد کو ہرگز منسوب نہ کریگا۔

حضرت مسیح کے نزول سے پہلے ہر چند معہ کہ سفیانی وغیرہ میں مسلمانوں کو ڈیفنڈ (مدافعت) کے لئے تلوار سے کام لینا پڑے گا۔ مگر جب سفیانی مارا جائے گا اور اسکے بعد دجال نکلیگا اور اسکے قتل کے لئے حضرت مسیح کا نزول ہوگا اور وہ ہلاک ہوگا تو پھر سیفی جہاد کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

منجملہ ان عقائد و مسلمات ہفتگانہ اہل اسلام عقیدہ دوم و چہارم ہفتم کا بیان تو بضمن بیان اعتقاد آمد ثانی مسیح ہو چکا ہے۔ اور عقیدہ پنجم و ششم محتاج بیان ثبوت نہیں ہے۔ کوئی اہل علم مسلمان اُن سے بے خبر و منکر نہیں ہے۔ اب رہا انکا اعتقاد اول و سوم۔ سو ذیل میں بیان اور ثابت کیا جاتا ہے۔ اور اسکے ساتھ یہ بھی ثابت کیا جائے گا۔ کہ حضرت مسیح کی آمد سے پہلے گو مسلمان سیفی جہاد کریں گے مگر آمد مسیح کے بعد سیفی جہاد کا خاتمہ ہو جاے گا۔

اعتقاد اول و سوم اور اسکے متعلقات کا بیان

امام مہدی کی نسبت اعتقاد اول و سوم اہل اسلام کے بیان سے پہلے یہ بیان ضروری ہے کہ اہل اسلام قدیم جس مہدی کو روحانی برکات اور آسمانی نشانات کا محل و مظہر سمجھتے ہیں۔ وہ کوئی خاص ایک شخص ہے یا ہر کوئی للو۔ کلو۔ احما۔ نورا و فتا وجما وکیما وغیرہ۔ شعبدہ بازی مسمریزی طاقت سے نشان نمائی کا مدعی ہو کر امام مہدی بن سکتا ہے۔

پس فہم ہو کہ اہل اسلام قدیم کے نزدیک امام مہدی خاص ایک شخص خالص و صحیح النسب ہوگا جو خاتون جنت فاطمہ زہرا کی اولاد سے خاصکر امام حسن کی پشت سے شہر مدینہ طیبہ میں پیدا ہوگا۔

اور مکہ مکرمہ میں مقام ابراہیم اور رکن کے مابین مجبوراً اسکی خواہش کے بغیر اسکو امام بنایا جائیگا اور مہدی ہونے کا خطاب وہ خود اپنے لئے اختیار نہ کریگا۔ بلکہ یہ خطاب آسمان سے اور فرشتہ کے ذریعہ سے اسکے لئے نازل ہوگا۔ اسکا نام محمد ہوگا۔ اور باپ کا نام عبداللہ اور اسکا حلیہ خاص ہوگا جو کسی دوسرے میں نہ پایا جائے گا۔ اور وہ آنحضرت ﷺ کا اخلاق کریمانہ میں مشابہ ہوگا نہ صورت۔ ترمذی اور ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ دنیا فنا نہ ہوگی جب تک میرے اہل بیت سے ایک شخص تمام عرب کا مالک نہ ہو جائے گا۔ جسکا نام میرے نام کے مطابق ہوگا۔

ابوداود کی ایک روایت میں ہے اسکے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے مطابق ہوگا اسکی ایک روایت میں ہے مہدی فاطمہؓ کی اولاد سے ہوگا۔

اسکی ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے فرزند امام حسنؓ کو دیکھکر فرمایا۔ میرا یہ بیٹا سید ہے جیسا کہ رسول اللہ نے اسکا نام سید رکھا ہے۔ اسکی پشت سے ایک آدمی پیدا ہوگا۔ جو تمہارے نبی کے نام سے موسوم ہوگا۔ وہ صورت میں آنحضرت ﷺ کا مشابہ نہ ہوگا۔ مگر خلاق میں آپکا مشابہ ہوگا زمین کو عدل سے بھر دیگا۔

اور اسکی ایک روایت میں ہے مہدی میری نسل سے ہوگا۔ روشن یعنے کھلی پیشانی والا اونچی ناک والا زمین کو عدل انصاف سے بھر دیگا۔ جیسکہ وہ ظلم سے بھری ہوگی سات برس حکومت کریگا۔ نعیم بن حماد کی

(۱) قال رسول اللہ صلعم لا تذھب او لا تنقضی الدنیا حتی یملک العرب رجل من اھل بیتی یواطی اسمہ اسمی (ترمذی ص۱۵ ج۲) (ابوداؤد ص۲۳۲ - ج۲)

(۲) وفی روایۃ یواطئی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی ابوداؤد (ص۲۳۲ جلد ۲)

(۳) وفی روایۃ المھدی من عترتی من ولد فاطمۃ - (ابوداؤد ص۲۳۲ جلد۲)

(۴) وفی روایۃ قال علی ونظر الی الحسن ان ابنی ھذا سیّد کما سماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویخرج من صلبہ رجل یسمی باسم نبیکم یشبہ فی الخَلق ولا یشبہ فی الخُلق یملاء الارض عدلا۔ (ابوداؤد ص۲۳۳ جلد ۲)

(۵) المھدی منی اجلی الجبھۃ اقنی الانف یملاء الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلماً وجوراً یملک سبع سنین (ابوداؤد ص۲۳۲)

(۶) وفی روایۃ نعیم بن حماد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسمہ محمد۔ حجج الکرامۃ ص۳۵۰)

روایت میں آیا ہے کہ اُس کا نام محمد ہوگا۔

کتاب حجج الکرامہ میں امام مہدی کا حلیہ متعدد کتابوں سے نقل کیا ہے اس مقام میں اسکی نقل پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۳۶۰ میں کہا ہے۔

واما حلیہ وے پس ابو سعید خدری از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روایت کردہ کہ فرمود المهدی منی اجلی الجبهة اقنی الانف یملاء الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا یملك سبع سنین - اخرجه ابوداؤد - واخرجه الرویانی من حدیث حذیفة بلفظ المهدی رجل من ولدی وجهه کالکوکب الدری قاله جمال الدین محمد بن ابی بکر الاشخر - المهدی من اهل البیت اشم الانف اقنی اجلی یملاء الارض قسطا وعدلا کما ملئت جورا وظلما -

محمد بن جعفر گفتہ مہدی باریک حاجب و دراز و کمان ابروست و نیست میان ابروہائے وے اقتران و کلان جسم ست اخرجه الحاکم ونعیم بن حماد - و در روایت علی کرم اللہ وجہہ است کہ انبوہ ریش و شرگین چشم و سیاہ مردمک و درخشندہ دندان ست و بر رخ خالے داشتہ باشد و بر شانہ او علامت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود و عبد الغافر فارسی در مجمع الغرائب و ابن الجوزی در غریب الحدیث و ابن اثیر در نہایہ آوردہ مرفوعاً کہ میان ہر دو ران وی بُعد باشد و عبد الرحمن بن عوف گفتہ کشادہ دندان باشد۔ ابو نعیم و ابن عباس گفتہ۔ میانہ قد مشروب الحمرة باشد۔ و ابو امامہ از آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم روایت کردہ۔ روئے او کوکبے ست درخشاں در رخسارہ راست وے خالے سیاہ رنگ باشد و بر وے دو عبائے قطران بود گویا مردے از بنی اسرائیل ست۔

رویانی در مسند و ابو نعیم از حذیفہ روایت کردہ اند مرفوعاً کہ مہدی مردے از اولاد من ست رنگ او رنگ عربی ست و جسم او جسم اسرائیلی و لفظ شیخ علی متقی در حلیہ وے اینست کہ در کتف او علامتے باشد چنانچہ در کتف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود و روئے او ہمچو ستارہ درخشندہ باشد پیشانی کشادہ بینی دراز و باریک میان بینی بلند نماید کمان ابرو باشد و با درازی ابرو چشمہائے او فراخ باشد در میان دندان او فرقے باشد یعنی سخت متصل نباشد و رنگ او رنگ عربیان باشد یعنے گندم گون و جسم او جسم بنی اسرائیلی یعنے در عرض و طول - بر رخسارہ راست او خال سیاہ باشد و ہمچنیں بر کف دست راست نیز باشد و لکنت در زبان او باشد کہ

در وقت بستگی سخن دست راست بر زانوئے چپ زند آنگاہ سخن تواند گفت و در بیان ہر دو زانوئے وے کشادگی و بُعد باشد و نیز ہ ریش بود و چشمہائے او سرمہ رنگ خلقی باشند انتہی ونحوہ فی الاشاعۃ و ابو الطفیل گفتہ کہ آنحضرت وصف کرد مہدی را و فرمود کہ در زبان او گرانی است بر زنِ زانوئے چپ خود را بدست راست خود و تمتے کہ در رنگ کند بروے سخن اخرجہ نعیم بن حماد و ایں حرکتے ست کہ از مرد اکثر ثقیل اللسان وقت تکلم بے اختیار صادر میشود۔

حدیث چہارم ابو داؤد میں جو امام مہدی کو اخلاق نبوی کا مشابہ قرار دیا گیا ہے۔ ایک بڑا بھاری وصف و نشان ہے۔ جس سے سچے اور اصلی مہدی کے جھوٹے اور نقلی مہدیوں سے جو حشرات الارض کی طرح آئے دن پیدا ہوتے ہیں اور جلد فنا یا ذلیل ہو جاتے ہیں۔ آسانی سے تمیز ہو سکتی ہے

(وانک لعلی خلق عظیم (سورہ ن ۱۶۰) اللہ تعالے نے آنحضرت کو شہادت آیت منقولہ حاشیہ خلق عظیم پر سپرد کیا ہے۔ اور منجملہ اخلاق نبوی ایک خلق عظیم جو اسمقام میں لائق ذکر ہے۔ آپکا بے غرض ہونا اور زینت و اموال دنیا میں بے رغبت ہونا ہے۔ آپ نے دنیا کے بادشاہ ہو کر بھی تمام زندگی میں دو روز متواتر جَو کی روٹی پیٹ بھر کھانا نہ کھایا تھا۔ ازواج اولاد کیلئے سونے چاندی کا زیور نہ بنایا تھا جن کپڑوں میں آپ نے دنیا سے انتقال کیا وہ پیوندوں سے پُر تو تھے۔ ان حالات کی تفصیل کتب صحاح احادیث اور رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۲ جلد (۲۰) صفحہ ۱۲۲ میں ہو چکی ہے۔

یہ امام مہدی کو نام و نسب اور اوصاف کے متضمن احادیث ہیں اور انکے مدینہ میں پیدا ہونے اور مکہ میں مجبوراً امام بنائے جانے اور آسمانی مہدی کا خطاب پانے کے متضمن روایات عنقریب منقول ہونگی۔

ان احادیث کا نتیجہ جو اہل اسلام قدیم اس سے نکالتے ہیں

ان احادیث سے اہل اسلام (جو ان احادیث کو مانتے ہیں) یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ہر مدعی نمایش نشان آسمانی سحر یا کیمیا وغیرہ سے کوئی کرتب دکھا کر مہدی موعود نہیں ہو سکتا۔ اور اگر وہ سید نہ ہو۔ یا سید ہو تو اولاد فاطمہ اور امام حسن سے نہ ہو۔ یا انکی اولاد سے ہو۔ مگر اسکا نام محمد بن عبداللہ نہ ہو۔ یا نام محمد بن عبداللہ ہو۔ مگر وہ مدینہ منورہ کی پیدایش نہ ہو۔ پنجاب و ہندوستان کا ہو۔ یا افریقہ و سوڈان کا ہو یا وہ خاص مدتی ہو یہ ان سب صفات

سے موصوف ہوکر امام مہدی بن بیٹھا ہو۔ مگر اپنی مہدیت و امامت کے ذریعہ ہزارہا روپیہ مریدوں سے بٹور کر اس مال سے دنیا کا عیش اوڑاتا ہو۔ گیہ کی جگہ پلاؤ قورمہ میں روغن بادام ڈلواتا ہو اور بیوی بیٹی کے لئے ہزارہا روپیہ کا سر سے پاؤں تک سونیکا زیور بنواتا ہو۔ اور خود بھی لباس فاخرہ مرینہ پشمینہ پہنتا ہو۔ اور بیوی بیٹی کو گوٹا کناری پہناتا ہو۔ ایسا شخص مہدی ہونیکا مدعی ہوگا تو وہ ان اہل اسلام کے نزدیک اس دعوے میں جہوٹا اور مہدی کاذب کہلاے گا۔ اور جو شخص ان صفات ستہ میں سے ایک صفت بہی نرکہتا ہو۔ اور صرف وصف تمول ناجائز و تعیش و تن پروری و نفسانی کامرانی سے موصوف ہوکر رباعی

مہدی کہ کامرانی و تن پروری کند ۔۔۔ ہم دعوے مسیحی و پیغمبری کند
خوش گفت بذلہ سنج کہن سال رفتگا ۔۔۔ او خویشتن گم ست و کرا رہبری کند

کا مصداق بنکر اپنی عمر اسی ناجائز عیش و عشرت کی کامرانی میں اور ہدایت کفار و مشرکین سے بے اعتنائی و ناکامی کے ساتھ مرگیا ہو وہ انکے نزدیک فرعون و ہامان یا دجال و شیطان کہلائے گا۔ ادنے درجہ کا بہی مسلمان نہ ہوگا۔

یہ اس مدعی مہدویت پر عدم تصادق صفات خلقی و معنوی امام مہدی کی وجہ سے علماء اسلام کا حکم فتوی ہوگا۔ اور جو شخص صفات خلقی و صوری میں حضرت امام مہدی کے حلیہ مذکورہ بالا سے متفارق ہوا ہے یا ہوگا اس کو تو گلی کوچہ کے لونڈے اور بازاری عوام مسلمان (چہ جائے علماء اہل حکم و افتا) بہی مہدی کاذب قرار دینگے۔ اور اسپر ہزار لعنت کہیں گے (جیسا کہ مہدی قادیانی کے ساتھ اکتوبر ۱۹۹۱ء میں اسکے دہلی میں پہنچکر ایسی دعاوی کرنے پر عوام اہل اسلام دہلی کی طرف سے اسکی خدمت گزاری اور آؤ بھگت ہوئی جسکی وجہ سے وہ جبتک دہلی رہا پولیس کی پناہ لیکر رہا۔ اور جب وہاں سے نکلا تو رات کے تین بجے چوری نکلا۔ (اشاعۃ السنۃ جلد ۱۴ کے مضمون تمہید کا صفحہ ۹ ملاحظہ ہو) اور اسکو اردو فارسی میں شد بد جاننے والے۔ ان مہذبانہ الفاظ سے مخاطب کرینگے ؎ حلواے خوردن را روے باید ؎

کلاہے خسروی و بادشاہی بہر کل کے رسد۔ حاشا و کلا۔

اس بیان سے مہدی کی تعیین تشخیص ہوگئی۔ تو اب مہدی کی نسبت اعتقاد اول و سوم اہل اسلام کی تشریح کیجاتی ہے۔

سنن ابوداؤد میں ذکر مہدے کے عنوان سے ایک باب منعقد کرکے روایت کیا ہے

عن ام سلمہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یکون اختلاف عند موت خلیفہ فیخرج رجل من اھل المدینۃ ھاربا الی مکۃ فیاتیہ ناس من اھل مکۃ فیخرجونہ وھو کارہ فیبایعونہ بین الرکن والمقام ویبعث الیہ بعث من الشام فیخسف بھم بالبیداء بین مکۃ والمدینۃ فاذا رای الناس ذلک اتاہ ابدال الشام وعصائب اھل العراق فیبایعونہ ثم ینشو رجل من قریش اخوالہ کلب فیبعث الیھم بعثا فیظھرون علیھم وذلک بعث کلب والخیبۃ لمن لم یشھد غنیمۃ کلب فیقسم المال ویعمل فی الناس بسنۃ نبیھم صلی اللہ علیہ وسلم ویلقی الاسلام بجرانہ الی الارض فیلبث سبع سنین ثم یتوفی ویصلی علیہ المسلمون (ابوداؤد صفحہ ۳۵۳ جلد ۲)

کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ایک خلیفہ کے فوت ہو جانے کے وقت اختلاف پڑ جائے گا۔ کہ اسکی جگہ کون خلیفہ ہو۔ ایک شخص اہل مدینہ سے مکہ کی جانب نکل جائے گا یعنے اس خوف سے کہ اسکو خلیفہ بنا کر بوجھ خلافت اسپر نہ ڈالا جائے۔ مکہ کے لوگ اس کے پاس پہنچیں گے اور اسکو مجبور کر کے مقام ابراہیم اور رکن کے مابین اس سے بیعت خلافت کریں گے۔ اسکے مقابلہ کے لئے شام سے ایک لشکر بھیجا جائے گا۔ وہ مکہ و مدینہ کے درمیان ایک میدان میں دھنسایا جائیگا۔ یہ دیکھکر شام کے ابدال اور عراق کے لشکر اسکے پاس پہنچیں گے۔ اور اس کی بیعت کرینگے۔ پھر ایک شخص قریش سے جسکے ننہال بنی کلب کہلائیں گے۔ سر اٹھائیگا۔ حجج الکرامہ میں نقل کیا ہے کہ یہ شخص سفیانی ہوگا۔ جو دمشق سے خارج ہوگا۔ اور بغداد میں پہنچکر ایک لاکھ مسلمانوں کو قتل کریگا۔ پھر کوفہ میں پہنچکر ساٹھ ہزار مسلمانوں کو قتل کرے گا۔ اور تیس ہزار باکرہ عورتوں کی بے حرمتی کرے گا پھر مدینہ کیطرف لشکر روانہ کریگا۔ اور جسکو اہل بیت نبوی اور بنی ہاشم سے پائے گا قتل کریگا اس قسم کے اسکے اور فساد کرے گا) اور وہ اپنا لشکر مسلمانان پیروان امام مہدی کیطرف بھیجیگا۔ مسلمان اسپر غالب آئیں گے۔ سفیانی کے لشکر کو لوٹیں گے جو اس لوٹ میں حاضر نہ ہوا وہ محروم رہا۔ مہدی وہ مال لوگوں میں تقسیم کرے گا۔ اور لوگوں میں انکے نبی کی سنت کا عمل جاری کرے گا۔ اور اسلام اپنی گردن زمین پر رکھ دیگا (جیسے اونٹ آرام کے وقت زمین پر منہ رکھکر سو جاتا ہے) مہدی اسی حالت میں امن و آرام سے سات برس بسر کرے گا۔ اور پھر فوت ہوگا۔ اور مسلمان اسپر نماز جنازہ پڑھیں گے۔

مانا یا کسی ایک ہی حکم کی تسلیم سے انکار کیا، مثلاً خدا تعالیٰ کی توحید ذات و صفات و استحقاق عبادت کو نہ مانا یا احکام عملیہ سے کسی ایک حکم نماز یا روزہ یا حج یا زکوٰۃ کو نہ مانا وہ اس امتحان میں بالکل فیل ہوا۔ اور دعوی ایمان و اسلام میں جھوٹا نکلا اور بصورت ظاہری وکلی انکار۔ کافر یا بصورت ظاہری اقرار و باطنی انکار منافق کھلایا۔ اور جنسے یہی احکام اعتقادیہ و عملیہ کو دل و زبان سے تسلیم تو کر لیا۔ مگر یہی احکام عملیہ کو پورا عمل میں نہ لایا وہ اس امتحان میں پورا پاس نہوا۔ بلکہ فاسق مسلم کے نام سے موسوم ہوا اور اس امتحان میں ادھورا رہا۔ اور ڈگری یا ڈپلوما پانے کا مستحق نہوا بلکہ فیل شدہ مسلمان کہلا کر صرف اعتقادی نمبروں کے حاصل کر لینے کی وجہ سے وہ آخر کسی ادنےٰ درجہ کا عہدہ یا انعام پانے کا مستحق ہو جائے گا۔

یہ قرآن مجید اور اسکے مطابق احادیث صحیحہ مسلمہ اہلسنت و جماعت کا فیصلہ ہے جسکے مطابق ایک بڑے بھارے فرقہ اسلامی اہلسنت کا قرار داد و اعتقاد ہے۔ فرقہ خوارج اس تیسری قسم کے فیل شدہ مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج کرتے ہیں اور فرقہ معتزلہ اس کو اسلام اور کفر کے درمیان جگہ دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ایسا شخص نہ مسلمان ہے نہ کافر ہے۔ بلکہ بین بین ہے۔

ان مذاہب ثلثہ کی تفصیل با دلیل ہمنے اشاعۃ السنۃ جلد ۱۴ کے نمبر ۱ و ۱۱ میں بضمن مضمون کفر و کافر ۱۸۹۱ء میں کی ہے۔ اس مقام میں فیصلہ قرآنی کے ثبوت اور مذہب اہلسنت و جماعت کی تائید میں ہم تین قسم کی آیات نقل کرتے ہیں۔ قسم اول وہ آیات جن میں یہ بیان ہے کہ مجرد دعوی ایمان و اسلام مومن ہونے کے لیئے کافی نہیں ہے بلکہ احکام

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

اس حدیث کے نتائج

اس حدیث کو ماننے والے اور جس امام کی بیعت کا اس حدیث میں ذکر ہے اس کو امام مہدی قرار دینے والے اہل اسلام اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ اور اسکے مطابق اعتقاد رکھتے ہیں کہ امام مہدی مدینہ میں ہونگے۔ اور مکہ میں لوگوں کے جبر سے نہ اپنی خوشی سے امام بنائے جائیں گے۔ لوگ انکو ڈھونڈ کر زور و جبر سے امام بنائیں گے۔ وہ خود اپنے امام بنائے جانے کی کوشش اور سازش نہ کرینگے۔ خدا انکی تائید کے واسطے یہ نشان آسمانی ظاہر کرے گا۔ کہ ان پر چڑہائی کرنے والے ایک لشکر کو زمین میں دہنسا دیگا۔ اور ایک ظالم لشکر سفیانی پر انکو فتح دیگا۔ اس لڑائی میں پیشقدمی سفیانی کی طرف سے ہوگی لشکر امام مہدی سے صرف اسکی مدافعت ہوگی۔ سفیانی پر فتح پاکر امام مہدی جنگ و قتال سے فارغ البال ہو جائیں گے اور سات سال تک بامن زندگی بسر کریں گے۔ اور اسلام اور سنت نبی علیہ السلام کا عمل بلا خوف و معاوضہ مخالفین جاری کرینگے۔ یہانتک کہ اس دنیا سے رحلت فرمائیں گے۔ اور مسلمان اسپر نماز جنازہ پڑہیں گے۔

اس حدیث سے یہ بھی قطعی نتیجہ نکلتا ہے۔ اور مسلمانوں میں تسلیم کیا جاتا ہے کہ اس وقت تک جو سوڈان و ہندوستان وغیرہ بلاد میں مہدی موعود پیدا ہوئے ہیں۔ وہ سب کے سب دعوائے مہدویت و امامت میں جہوٹے ہیں اور مہدی کاذب کا خطاب پانے کے مستحق کیونکہ نہ وہ مدینہ میں پیدا ہوئے۔ نہ مکہ میں جبراً امام بنائے گئے۔ انہوں نے خود اپنی سازش سے اپنی امامت و مہدویت کا سکہ جمانا چاہا۔ مگر خدا تعالےٰ نے وہ سکہ جمنے نہ دیا۔ انکی تائید میں نشان مذکور (خسف) یا اور نشان (جسمیں انکی کتر بیونت و تاویل و تسویل کا دخل نہ ہو) ظاہر نہ کیا۔ اور انکی مہدویت و امامت کو دنیا نے کجا ان کے اضلاع و دیہات کے تمام لوگوں نے بہی تسلیم نہ کیا۔ اور ان سے تمام دنیا میں امن و اجراء اسلام و سنت نبی علیہ السلام کہاں خود انکی جان کو بہی امن حاصل نہ ہو۔ اور انکے اپنے گاؤں و ضلع میں بہی اسلام عام نہ پھیلا۔ انمیں کوئی (مہدی سوڈان) مدت العمر خون و کشت میں سرگردان رہا۔ اور اسی حالت میں مرا اور آخر اسکی قبر اور نعش کو اسکے مخالفوں نے ذلیل کیا۔ کوئی (مہدی قادیان) اپنے گاؤں میں حکام وقت کی دار و گیر کے خوف سے بے دست و

دیا وسبے زبان ہو کر گوشہ نشین ہو رہا۔ حکام وقت کے خوف کی وجہ سے اتنی جرأت نہوئی کہ وہ اپنے ارادہ وخواہش کے مطابق اپنے خیالات (جن کو صفحہ ۱۰۱ کتاب دافع الوساوس میں ظاہر ہو چکا ہے) بخوبی ظاہر اور اُسپر عمل کرکے اپنا مشن پورا کرے۔ بلکہ برخلاف ان خیالات (مندرجہ ۱۰۱ کتاب دافع الوساوس) کی وہ مدت العمر اپنے مخالف عقاد سلطنت انگریزی کی (جسکو خدا تعالےٰ کا نافرمانبردار جانتا رہا) دارو گیر کے خوف سے اسکو ابر رحمت اور تمام اسلامی سلطنتوں سے بہتر و بابرکت کہتا اور اسکو مشتہر کرتا رہا اور اسی کے خوف سے اور چھوٹی خوشامد کی غرض سے اسلام کے ایک حکم اور اسلامی فرض رکن اعظم (جہاد) کو کہ مطلق حرام بتاتا رہا اور اس ایمان ربا اور جھوٹی خوشامد کا ورد کرتا ہوا بے نیل مرام و ناکام اس دنیا سے چل دیا۔ یہ لوگ امام مہدی ہوتے تو اپنی روحانی برکات اور آسمانی نشانات سے (نہ شمشیر سے اور نہ پُر زور تحریروں اور مغالطہ آمیز تقریروں سے) تمام دنیا میں دین اسلام اور سنت نبی بعد اسلام کو پہلا کر دنیا سے اُٹھائے جاتے اور روئے زمین کو دارالامن والامان بناتے اور کم سے کم اپنی ہی جائے سکونت سوڈان و قادیان کو ایسا دارالامن بناتے کہ انمیں انکے مخالف دخل نہ پاتے نہ اسکے برعکس وہ اپنے گھر اور گاؤں کو جسکا نام دارالامن والامان رکھا ہوا تھا حقیقۃً دارالامن نہ بنا سکے۔

اس حدیث ابوداؤد میں جو امام مہدی کی میعاد حکومت سات سال بیان ہوئی ہے یہ بعینہٖ وہی میعاد ہے۔ جو حضرت مسیح کی مدت حکومت اہل اسلام میں تسلیم کی گئی۔ اور حدیث صحیح

جہاد کو مطلق حرام سمجھنا مسلمان کا کام نہیں ہے جہاد اسلام کا ایک رکن اور قطعی فرض ہے مگر ہاں وہ ایسی شرائط سے مشروط ہے۔ جیسی نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ کے واسطے شرائط ہیں۔ مثلاً نماز کے واسطے وضو۔ روزہ کے واسطے عورت کا حیض سے پاک ہونا۔ حج و زکوٰۃ کے واسطے مالدار ہونا وعلےٰ ہذا القیاس۔ اور ان شرائط کی تفصیل ہمارے رسالہ اقتصادی مسائل الجہاد (اردو۔ فارسی۔ انگریزی) میں ہو چکی ہے۔ ان ہی شرائط سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ نہ ہی جہاد اُن مخالفین اسلام سے جائز نہیں جو نہ ہب اسلام سے تعرض نکریں اور مسلمانوں کو نہ ہب کی وجہ سے نہ ستاویں۔ اور مسلمانوں کے ساتھ الحامن دیگر یا اُن سے امن لیکر بجا رہتے یا راستہ چلتے ہوں۔ یہ رسالہ دفتر اشاعت اسلامیہ سے بار رسال قیمت ایک روپیہ ہر ایک زبان میں مل سکتا ہے۔

مسلم میں جو بصفحہ (۸۶) منقول ہے۔ اس میعاد پر تصریح ہوئی ہے۔ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث مسلم کی دست آویز سے میعاد حکومت حضرت مسیح سات سال قرار دی ہے۔ اور حجج الکرامت میں (بصفحہ ۳۸۲) بدست آویز قول ابن حجر یہ تسلیم کیا ہے۔ کہ یہ دونو مدتیں ایک ہی مدت ہے۔ اسوجہ سے اس امن برکت عدل کو جو اس مدت میں پایا جائے گا۔ کبھی حضرت عیسے علیہ السلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کبھی امام مہدی کی طرف۔

اس وحدت و اتحاد مدت حضرت مسیح اور امام مہدی سے بھی یہ نتیجہ یقیناً نکلتا ہے کہ اس مدت سال میں امام مہدی کوئی جنگ جہاد نکریں گے اور اپنی روحانی برکات اور آسمانی نشانات کے ذریعہ اسلام اور سنت نبی علیہ السلام کو دنیا میں پھیلائیں گے۔ جیسے مسیح علیہ السلام اپنے آسمانی برکات سے دین کو ترقی دیں گے۔ دونو حضرت کی مدت حکومت کو ایک مان کر یہ کہنا جائز نہیں۔ اور بحکم عقل ممکن نہیں ہے۔ کہ حضرت مسیح تو اس مدت میں امن پھیلا دیں۔ اور تلوار کو بیکار ٹھہرا دیں اور امام مہدی انکے برخلاف ہو کر تلوار کھینچکر دنیا میں خونریزی کریں۔

ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شھید۔

اور پھر ایک دوسرا کا موافق و مشاور ٹھہرے ہماری اس دلیل و بیان میں اس شخص کے لئے جو اپنا دل و سمجھہ) رکھتا ہو یا وہ دل لگا کر کسی کی بات سنے بڑی بھاری نصیحت اور پوری ہدایت ہے۔ اہل اسلام سے بعض حاطب اللیل* مصنف (جنکے علم و رطب یابس روایت کشتی کتی کی نسبت اکابر مشائخ نے یہ شعر کہا ہے ؎

ان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ * وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم*

* حاطب اللیل وہ کہلاتا ہے جو رات کے وقت ایندھن لاتا ہے اور اندھیرے کے سبب سے سوکھی گیلی ہر قسم کی لکڑی بھر لاتا ہے۔ ایسے فقرات اور انکی تصانیف کے حق میں شاہ عبد العزیز صاحب مرحوم نے رسالہ عجالہ نافعہ کے صفحہ میں فرمایا ہے۔ وطبقہ رابعہ احادیثے کہ نام و نشان آنہا در قرون ساجہ معلوم نبود و متاخران آنرا روایت کردہ اند پس حال آنہا از دو شق خالی نیست یا سلف تفحص کردند و آنہا را اصلے نیافتند تا مشغول بروایت آنہا میشدند یا یافتند و دراں قدحے و علتے دیدند کہ باعث شد ہمہ آنہا را بر ترک روایت آنہا و علے کل تقدیر ایں احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملی بآنہا تمسک کردہ شود و نعم ما قال بعض الشیوخ فی امثال ہذا شعر فان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ

ہے اگر تو نہ جانے تو یہ (بے علمی) ایک مصیبت ہے اور اگر کچھ گڈ مڈ جان لے تو ایسا جاننا (جس میں صحیح وضعف کی تمیز نہ ہو) بڑی بھاری مصیبت ہے) اپنی تصانیف میں بعض روایات ایسی لائے ہیں جنہیں پایا جاتا ہے کہ آخری زمانہ میں جو لڑائیاں اہل اسلام کی رومی عیسائیوں سے ہوں گی۔ (خصوصاً وہ بڑی لڑائی جس میں رومیوں کے اسّی نشان نکلینگے اور ہر ایک نشان کے نیچے بارہ ہزار جنگی لوگ ہونگے) انہیں امام مہدی شریک ہونگے۔

ان حاطب اللیل مصنفوں کا یہ بھی خیال ہے کہ رومی عیسائیوں کے علاوہ روئے زمین کے کافروں پر امام مہدی چڑھائی کرے گا۔ اور ساری دنیا میں بزور شمشیر اسلام پھیلائے گا۔

بعض نے جو کشفی والہامی کہلاتے ہیں۔ یا اہلحدیث وتارک تقلید کہلا کر ان الہامی کشفیوں کے مقلد بن بیٹھے ہیں۔ یہ بھی لکھ مارا ہے کہ امام مہدی ان اہل اسلام پر (جو خاص خاص مذاہب حنفی شافعی وغیرہ کے پیرو ومقلد کہلاتے ہیں) بھی ناحق صاف کرے گا اور انکو تقلید مذاہب مذکورہ چھوڑ کر خالص سنت وحدیث پر بزور شمشیر عمل کرائے گا۔ شاید انکا یہ کہنا بعض مقلدین کے اس غلو وزیادتی کے مقابلہ میں ہے جو انکی بعض کتب فقہ میں درج ہے کہ قیامت کے قریب مسیح بن مریم آئے گا۔ تو وہ حنفی مذہب کے مطابق حکم احکام جاری کرے گا۔ (جو اس کہنے

وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم ۔ واین قسم احادیث رابیہاری انحطین زدہ است بجہت کثرت طرق ایں احادیث کہ دریں قسم کتب بوجود نوغر ورسیدہ حکم بتواتر انحطانوردہ ودر مقام وقطع یقین بداں تمسک جستہ برخلاف احادیث طبقات اولے وثانیہ وثالثہ ذہبی بزرورند ودریں قسم احادیث کتب بسیار مصنفہ شدہ الخ۔ برخے ازیں ضعفا لابن حبان وتصانیف الحاکم کتاب الضعفا للعقیلی۔ کتاب الکامل لابن ابی عدی تصانیف ابن مردویہ تصانیف خطیب تصانیف ابن شاہین تصانیف ابن جریر وغیرہ وسوائے ایں بلکہ سائر تصانیف آں تصانیف ابی نعیم تصانیف جوزقانی تصانیف ابن عساکر تصانیف ابو الشیخ تصانیف ابن نجار وبیشتر مسانید وضع احادیث در باب مناقب ومثالب وتفسیر وبیان اسباب نزول ودر باب تاریخ وذکر احوال نبی سابیل وقصص انبیا سابقین وذکر ملاحم وطوامیر وغیرہ بر وجہ امانت وتتبع شدہ وترتیب ترقی وعزائم ودعوات وثواب نوافل نیز ایں حادثہ رو دادہ۔ ابن جوزی در موضوعات خود غالب ایں احادیث را مجروح ومطعون ساختہ دلائل وضع وکذب آنہا را بر ہمن نمودہ کتاب تنزیہ الشریعہ در دفع غوائل ایں احادیث کافی ست۔ واکثر مسائل نادرہ مثل اسلام ابوین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وروایات مسیح از جلین ابن عباس وامثال ایں نوادر نہ ہیں کتب مبرہ دمایہ تصانیف شیخ جلال الدین

کے برابر ہے کہ امام مہدی بہی حنفی مذہب کا پیرو ہوگا۔ کیونکہ حضرت عیسے و امام مہدی کا ایک ہی مسلک و طریق ہوگا)۔

ان حاطب اللیل مصنفوں کی روایات اور انکے خیالات مذکورہ میں ہم کوئی محدثانہ یا متکلمانہ بحث کرنا نہیں چاہتے۔ کیونکہ اس بحث کو اس مضمون میں ترک کرنے کا بضمن تمہید وعدہ دے چکے ہیں۔ اس مقام میں ان روایات کا دوسری روایات سے (جو انکی روایات سے درجہ و طبقہ میں برابر یا اُن سے بڑھکر ہیں معارضہ و مقابلہ کرنا چاہتے اور اس معارضہ کو ان روایات کے ناقابل اعتبار ہونے کے لئے کافی سمجہتے ہیں۔ وہ روایات جن کو ہم معارضہ میں پیش کرینگے تین قسم کی روایات ہیں قسم اول وہ روایات جو روایات کتب مصنفین مذکور ہی کے ہم درجہ و ہم طبقہ ہیں۔ اور اسمیں صاف پایا جاتا ہے۔ کہ رومیوں سے مسلمانوں کی لڑائیاں امام مہدی کے آنے سے پہلے ہو چکی ہونگی۔ امام مہدی انکے بعد آئیں گے۔ قسم دوم اس مضمون کی روایات دیگر کتب جو کتب مصنفین مذکورین سے درجہ اور طبقہ میں مقدم و بالاتر ہیں۔ اور ان سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ لڑایاں امام مہدی کے آنے سے پہلے ہو چکی ہونگی۔ قسم سوم دونوں طبقہ و درجہ کی روایات متضمن فضائل و خصائص و برکات امام مہدی۔ جنسے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ان لڑائیوں میں شامل ہونا اور سالہا سال تک (یعنے چھ سال تک جو ان لڑائیوں کی میعاد بیان کی گئی ہے) ان لڑائیوں میں سرگردان پھرنا اور فتح کا منہ نہ دیکھنا اور پھر ساتویں سال فتحیاب ہونا امام مہدی کی رفیع شان سے جو اِن روایات میں بیان ہوئی ہے۔ نہایت بعید ہے۔

روایات قسم اول کی نقل و تفصیل کو ہم فضول تطویل سمجہتے ہیں۔ لہذا بجائے اس نقل و تفصیل کے ان ہی حاطب اللیل مصنفوں کے (جو ان روایات کو اپنی روایات مذکورہ کے ساتھ اپنی کتابوں میں نقل کرکے اُنپر اعتماد و تمسک کر چکے ہیں) اس اعتراف کی نقل و بیان پر کہ ان روایات سے ان لڑائیوں کا آمد مہدی سے پہلے واقعہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اکتفا کرتے ہیں۔

سیوطی در رسائل و نوادر خود ہمیں کتابہاست۔ و اشتغال باحادیث ایں کتب و استنباط احکام از انہا لاطائل مے نمایند و معہذا اگر کسے را رغبت تحقیق ایں کتب باشد میزان الضعفا ذہبی و لسان المیزان ابن حجر عسقلانی برائے احوال رجال ایں کتب بکارش مے آید۔

صاحب حجج الکرامہ فی آثار القیامۃ اسکے صفحہ ۳۴۹ میں اس مضمون کی ایک روایت لایا ہے۔ کہ عیسائی قسطنطنیہ پر متسلط ہو جائیں گے اور انکا عمل و حکم خیبر کے قریب تک پونہچ جائے گا اور شاہ روم قسطنطنیہ چھوڑ کر شام میں چلا جائے گا۔ اور عیسایوں کے ایک فرقہ سے صلح کر کے دوسرے فرقہ سے لڑائی کرے گا اور اس لڑائی میں مسلمان فتحیاب ہونگے تو ایک عیسائی کہیگا۔ کہ صلیب کو غلبہ و فتح ہوئی۔ مسلمان کہیگا۔ نہیں اسلام کو فتح ہوئی پھر ایک مسلمان غصہ میں آکر صلیب کو توڑ دے گا تو ان دونو جماعتوں میں جنگ شروع ہو جائیگی پھر مسلمان بادشاہ شہید ہو جائے گا اور عیسایوں کا تسلط ملک شام پر ہو جائے گا اور باقی ماندہ مسلمان مدینہ منورہ کی طرف رجوع کریں گے اور عیسایوں کا تسلط خیبر کے قریب تک پونہچ جائے گا تو اسوقت مسلمان امام مہدی کی تلاش کرینگے تاکہ انکی مدد سے وہ اس بلا سے نجات پائیں۔

اس روایت کا ظاہر مفہوم بحسب اعراف صاحب حجج الکرامۃ یہہ ہے کہ یہ لڑائیاں مسلمان اور عیسایوں کی حضرت امام مہدی کی آمد سے پہلے ہو چکی ہونگی۔ مسلمانونکی سلطنت اور حکومت کو روم و شام میں ضعف و زوال آئے گا اور مسلمانونکی جائے پناہ مدینہ منورہ ہوگا تب امام مہدی کا وجود ظہور پذیر ہوگا

در رسالہ حشریہ گفتہ بعد مدتے یعنے از غلبہ بر ملک ہائے بسیار در ملک شام شخصے از اولاد ابوسفیان پیدا شود کہ سادات را بکشد و آئین او در نواحی شام و مصر منتشر شود و دریں اثناء بادشاہ روم را با یک فرقہ از نصارے جنگ پیش آید و با فرقہ دیگر صلح۔ مخالفان بر شہر قسطنطنیہ متصرف شوند و آن بادشاہ شہر خود را گذاشتہ بملک شام در آید برفاقت یک فرقہ موافق با فرقہ مخالف جنگ عظیم واقعہ شود و فتح لشکر اسلام را دست دہد بعد شکست مخالفان یکے از نصارے موافق بگوید کہ چلیپا غالب آمد و فتح داد۔ و یکے از لشکر اسلام او را نبرند و بگوید بلکہ دین اسلام غالب آمد۔ آن نصرانی قوم خود را بخواند و مسلمان کسان خود را پس میان ہر دو لشکر حالۃ جنگی شود و بادشاہ اسلام شہید شود و جمع نصارے در ملک شام عمل نمایند و یا فرنگیان مخالف آشتی کنند و بقیہ مسلمانان رو بمدینہ آرند و عمل نصارے تا قریب خیبر رسد۔ در آنوقت مسلمانان در تجسس شوند کہ حضرت مہدی را تلاش باید کرد تا رفع ایں بلا از دست ایشان میسر شود انتہے۔ و ظاہر این روایت دانست کہ این فتح و شکست پیش از ظہور مہدی باشد و مسلم

زمانہ دے بود۔ واز روایات دیگر معلوم میشود کہ این اجری منجملہ وقائع ملحمہ کبرائے امت۔	نہ اس سے پیشتر اور لڑائیوں اور خونریزیوں کے وقت میں۔

اس روایت رسالہ حسریہ میں امام مہدی کے پہلے چند واقعات کی نسبت اعتقاد اہل اسلام بیان ہوا ہے۔

اول بہت بلاد اسلامیہ پر نصارے کا تسلط ہو جانا۔ دوم ایک شخص کا اولاد ابوسفیان سے شام و مصر میں حکمران ہو جانا اور سادات کو قتل کرنا۔ سوم اسی کے درمیان میں نصارے کے ایک فرقہ کا شہر قسطنطنیہ پر متسلط و متصرف ہو جانا اور اس وجہ سے شام روم کا قسطنطنیہ کو چھوڑ کر شام میں چلا جانا اور دوسرے فرقہ نصاری سے دوستی اور مصالحت کرکے اسکی مدد سے مخالف فرقہ نصارے سے جنگ کرنا اور اس جنگ میں فتح پانا۔ چہارم اس فتح کی نسبت نصارے کا یہ دعوے کرنا کہ یہ فتح صلیب کو ہوئی ہے۔ اور بعض مسلمانوں کا دعوے کرنا کہ یہ فتح اسلام کو ہوئی ہے اور اس تکرار کی وجہ سے نصاری کا عہد شکنی کرنا۔ پنجم مسلمانوں اور انکے موافق فرقہ نصارے میں جنگ ہو جانا اور اس جنگ میں اسلام کے بادشاہ کا شہید ہو جانا اور اس فرقہ نصارے کا دوسرے فرقہ مخالفین نصارے سے صلح کر لینا اور ملک شام میں نصارے کا تسلط پالینا اور انکی حکومت کا خیبر کے قریب پہنچ جانا (۶) اور باقیماندہ مسلمانونکا مدینہ منورہ کیطرف رجوع کرنا (۷) اس وقت مسلمانونکا امام مہدی کو تلاش کرنا تاکہ انکی مدد سے ان کو اس بلا سے نجات حاصل ہو۔

ان تینوں واقعات اور واقعہ سوم کے ضمنی امور ہفتگانہ پر احادیث ذیل میں روشنی پائی جاتی ہے۔ جو صحیحین اور سنن ابوداود میں مروی ہیں۔

مسلمانوں اور نصارے کی صلح کرنے پہر نصارے کی عہد شکنی کرکے مسلمانوں سے لڑنے اور جماعت مسلمانونکی شہید ہو جانیکا ذکر سنن ابوداؤد کی اس حدیث میں وارد ہے۔ کہ آنحضرت

عن خالد قال جبیر انطلق بنا الی ذی مخبر رجل من اصحاب النبی صلعم فاتیناہ فسالہ جبیر عن الھدنۃ فقال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ستصالحون الروم صلحاً امناً فتغزون انتم وھم عدوا من ورائکم فتنصرون وتغنمون	صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ (مسلمانو) رومی (عیسائیوں) سے با امن صلح کروگے اور تم اور وہ ملکر کسی اور دشمن سے لڑوگے پہر تمکو فتح ہوگی تم لوٹ کا مال پاؤگے اور خود (لوٹے جانے سے) بچوگے لڑائی سے

وتسلمون حتی ترجعون حتی تنزلوا بمرج ذی تلول فیرفع رجل من اھل النصرانیۃ الصلیب فیقول غلبت الصلیب فیغضب رجل من المسلمین فیدقہ فعند ذالک تغدر الروم وتجمع الملحمۃ وعن حسان انہ زاد فیہ فیثور المسلمون الی اسلحتھم فیقتلون فیکرم اللہ تلک العصابۃ بالشھادۃ (رواہ ابوداؤد)

عیسایوں کے مسلمانوں کے ساتھ صلح کرکے عہد شکنی کرنے اور آپس چڑھائی کرنے کا ذکر صحیح بخاری کی اس حدیث میں آیا ہے جس میں قیامت سے پہلے چھ علامات قیامت کا ذکر ہے (۱) آپکی موت (۲) فتح بیت المقدس (۳) طاعون (۴) مسلمانوں میں ایسی کثرت مال ہوگی کہ سو دینار کو ہیچ سمجھنے کی وجہ سے خوش نہ ہونگے۔

(۵) فتنہ تمام عرب میں (۶) مسلمانوں سے نصارے کا صلح کرنا۔ پھر انکا غدر کرنا اور اسی جھنڈے کیلئے جس میں ہر ایک کے ماتحت ۱۲۰۰۰ ہزار فوج (کل نو لاکھ ساٹھ ہزار) ہوگی مسلمانوں پر چڑھائی کرنا۔ اور عیسایوں کے مسلمانوں پر چڑھائی کرنے اور مسلمانوں میں سے بہت لوگوں کی شہید ہو جانے پر قسطنطنیہ پر فتح پانے کا ذکر صحیح مسلم کی ان احادیث میں ابو ہریرہ وابن عوفؓ کے جس میں یہ بیان ہے۔ کہ نصارے اعماق یا دابق (حلب کے قریب

عن عوف بن مالک عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث ثم ھدنۃ تکون بینکم وبین بنی الاصفر فیغدرون فیاتونکم تحت ثمانین غایۃ تحت کل غایۃ اثنا عشر الفا (رواہ البخاری اشکوٰۃ ص۴۵۸)

لا تقوم الساعۃ حتی ینزل الروم بالاعماق او بدابق فیخرج الیھم جیش من المدینۃ من خیار اھل الارض یومئذ فاذا تصافوا قالت الروم خلوا بیننا وبین الذین سبوا منا نقاتلھم فیقول المسلمون لا واللہ لا نخلی بینکم وبین اخواننا فیقاتلونھم فینھزم ثلث لا یتوب اللہ علیھم ابدا ویقتل ثلثھم افضل الشھداء عند اللہ ویفتتح الثلث لا یفتنون ابدا فیفتتحون قسطنطنیۃ فبینما ھم یقتسمون الغنائم قد علقوا سیوفھم بالزیتون اذ صاح فیھم الشیطان ان المسیح قد خلفکم فی اھلیکم فیخرجون وذلک باطل فاذا جاء والشام خرج فبینما یعدون

پھر کر ٹیلوں والی جا گاہ میں پہنچیگے۔ تو ایک نصرانی صلیب کو اٹھا کر کہے گا کہ (اس لڑائی میں) صلیب کو فتح ہوئی۔ ایک مسلمان کو اسپر غصہ آوے گا۔ تو وہ صلیب کو توڑ ڈالے گا (اور کہے گا کہ اسلام کو فتح ہوئی) اسوقت عیسائی جماعت عہد شکنی کریں گے اور لڑائی ہوگی اور مسلمان شہید ہو جائینگے۔

القتال یسوون الصفوف اذا اقیمت الصلوٰة فینزل عیسے ابن مریم فاذا راٰہ عدو اللہ ذاب کما یذوب الملح فی الماء فلو ترکہ لانذاب حتی یھلک ولکن یقتلہ اللہ بیدہ فیریھم دمہ فی حربتہ۔ (رواہ مسلم)

ملک شام میں ودمقام ہیں) کے قریب مسلمانوں سے لڑنے کو آکیمپ لگائیں گے انکے مقابلہ کے لئے مسلمانوں کی ایک جماعت نکلیگی جو اسوقت مسلمانان روئے زمین سے افضل ہونگے۔ جب وہ مسلمانوں کے مقابلہ پر پڑے میں کھڑے ہونگے تو انکو کہیں گے کہ ان مسلمانوں کی طرف ہمکو جانے دو جنہوں نے ہمارے لوگ قید کئے ہیں ہم ان سے لڑیں گے مسلمان جواب دینگے کہ ہم ان کی طرف نکو جانے نہ دینگے۔ پھر ان دونو فریق میں لڑائی ہوگی تو ایک تہائی مسلمان بھاگ جائیں گے جن کو خدا تعالےٰ کبھی معاف نہ کرے گا۔ اور ایک تہائی شہید ہونگے جو بہترین شہید کہلائیں گے اور ایک تہائی فتحیاب ہونگے اور وہ قسطنیہ پر (جو انکے ہاتھ سے نکل گیا تھا) فتح پائیں گے اور جب وہ لوٹ کا مال بانٹ رہے ہونگے اور اپنی تلواروں کو درخت زیتون پر لٹکائے ہونگے تو شیطان آواز دے گا کہ مسیح دجال تمہارے پیچھے تمہارے گھروں میں جا پہنچا ہے۔ اور یہ بات اسلی جھوٹی ہوگی پھر وہ شام میں جائیں گے تو دجال نکلے گا اور جب وہ اسکے مقابلہ کے لئے صف آرا ہونگے تو اسوقت نماز کے واسطے تکبیر ہو جائے گی۔ پھر حضرت عیسےٰ بن مریم نازل ہونگے اور ان لوگوں کے پیشوا نماز میں (یا کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں (چنانچہ صفحہ ۱۰۰) میں اسباب میں اختلاف اقوال نقل ہو چکا ہے) بن جائیں گے انکو دیکھ کر دجال پگلنے لگ جائے گا جیسے (پانی میں) نمک پگل جاتا ہے آپ کو قتل نہ کر سکے تو وہ (یوں ہی) پگل جاتا اور لیکن وہ اسکو اپنے ہاتھ سے قتل کریں گے اور لوگوں کو اپنے نیزہ (یا بھالے) پر اسکا خون دکھلائینگے

یہ حدیث ابو ہریرہ کا بیان ہے اور ابن مسعود کی حدیث میں آیا ہے قیامت ہوگی

عن عبد اللہ بن مسعود قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقوم الساعة حتی لا تقسم المیراث ولا یفرح بغنیمة ثم قال عدو یجمعون لاھل الشام ویجمع لھم اھل الاسلام یعنی الروم فیقتتلون

جبتک کہ کوئی شخص نہ وراثت تقسیم کرے گا اور نہ لوٹ کا مال لینے سے خوش ہوگا۔ (یعنے عموماً مسلمان قتل ہو جائیں گے اس وجہ سے وراثت و مال غنیمت نہ کر خوش ہونگے پھر اسکی تفصیل میں) آپنے فرمایا

المسلمون شرطة للموت لا ترجع الا غالبة فيقتتلون حتى تحجز بينهم الليل فيفئ هؤلاء وهؤلاء كل غير غالب وتفنى الشرطة ثم يشترط المسلمون شرطة للموت لا ترجع الا غالبة فيقتتلون حتى تحجز بينهم الليل فيفئ هؤلاء وهؤلاء كل غير غالب وتفنى الشرطة ثم يشترط المسلمون شرطة للموت لا ترجع الا غالبة فيقتتلون حتى يمسوا يفئ هؤلاء وهؤلاء كل غير غالب وتفنى الشرطة فاذا كان اليوم الرابع نهد اليهم بقية اهل الاسلام فيجعل الله الدبرة عليهم فيقتلون مقتلة لم ير مثلها حتى ان الطائر ليمر بجنباتهم فلا يخلفهم حتى يخر ميتا فيتعاد بنو الاب كانوا مائة فلا يجدون بقوا بعدهم الا الرجل الواحد فبأي غنيمة يفرح وأي ميراث يقسم فبينما هم كذلك اذ سمعوا بأشد هول اكبر من ذلك فجاءهم الصريخ ان الدجال قد خلفهم في ذراريهم فيرفضون ما في ايديهم ويقبلون فيبعثون عشر فوارس طليعة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انى لاعرف اسماءهم واسماء آبائهم والوانها هم خير فوارس او من خير فوارس على ظهر الارض يومئذ (صحیح مسلم صفحہ ۳۹۲ جلد ۲)

مسلمانان شام کے لئے انکے دشمن نصاریٰ سامان جنگ جمع کرینگے اور وہ انکو یقینی و مقابلہ کے لئے سامان جنگ جمع کریں گے مسلمان ایک جماعت اس شرط سے مشروط مقرر کرینگے کہ وہ مر جائیں گے مگر فتح کے بغیر واپس نہونگے یہی شرط نصرانی کریں گے پھر باہم لڑینگے یہانتک رات کی اُن میں روک ہو جائے گی۔ پھر فریقین واپس ہونگی اور کوئی غالب نہوگا۔ اور جماعت مشروط فنا ہو جائے گی۔ ایسا ہی تین دن تک ہوتا رہیگا۔ اور جب چوتھا دن ہوگا تو باقی ماندہ اہل اسلام صف آرا ہونگے اور ایسی لڑائی ہوگی کہ اسکی مثل و نظیر پہلے کبھی کسینے نہ دیکھی ہوگی۔ پھر خدا تعالےٰ مسلمانوں کو فتح دیگا۔ اگر کوئی جانور مقتولین کی لاشوں کے پہلو سے پروا نہ کرے گا۔ تو وہ ہنوز ان لاشوں کو پیچھے چھوڑ کر نہ نکلے گا کہ مر کر گر پڑیگا ایک باپ (جد اعلےٰ) کی اولاد کو جو اس جنگ میں مقتول ہونگے شمار کیا جاوے گا تو ایک سو میں صرف ایک بچے گا۔ پھر وہ مال غنیمت سے کیونکر خوش ہونگے۔ اور وہ اس حالت میں ہونگے کہ اس سے بڑھکر خوفناک لڑائی کی خبر سنیں گے کہ دجال انکے گھروں پر آ پڑا۔ وہ یہ سُنکر سب کچھ چھوڑ کر گھروں کی طرف پھر نکلے اور دس سوار جاسوسوں کو روانہ کرینگے تاکہ وہ دجال کے نکلنے کی خبر لاویں۔ حضرت نے فرمایا میں اُن سواروں کے اور انکے باپوں کے

اسلام کی تعمیل و تسلیم بھی مؤمن و مسلمان ہونے کے لیئے ایک کبیرہ (لازمی) شرط کامیابی ایمان ہے۔ قسم دوم وہ آیات جن میں بعض بعض احکام اعتقادیہ کی تفصیل ہے۔ قسم سوم وہ آیات جن میں بعض احکام عملیہ کی تفصیل ہے۔

آیات قسم اوّل

(۱) الٓمٓ ۚ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لا یفتنون و لقد فتنا الذین من قبلھم فلیعلمن الذین صدقوا ولیعلمن الکاذبین۔ ام حسب الذین یعملون السیئات ان یسبقونا ساء ما یحکمون۔ من کان یرجوا لقاء اللہ فان اجل اللہ لاٰت وھو السمیع العلیم۔ ومن جاھد فانما یجاھد لنفسہ ان اللہ لغنی عن العٰلمین۔ (عنکبوت ع ۱)

ایک آیت میں ارشاد ہے۔ کیا لوگوں نے (جو مدعیان ایمان و اسلام ہیں) یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم (صرف) آمنّا (جس کے معنے یہ ہیں کہ ہم ایمان لائے اور مسلمان کہلائے) کہنے سے چھوٹ جائیں گے۔ اور (دعوی ایمان و اسلام کے بعد احکام اسلام کی تسلیم و تعمیل سے یا ان احکام کے سبب تکلیف پانے سے) ان کا امتحان نہ ہوگا (انکو یہ نہ سمجھنا چاہیئے) بے شک ہم پہلے گذرے مدعیان اسلام کا) امتحان لیتے رہے ہیں۔ (یہ امتحان نتیجہ سے بے خبری کی وجہ سے نہیں بلکہ نتیجہ پر اوروں کو اطلاع دینے کے لیئے اور ذمہ دار کو پاس یا فیل کرنے کے لیئے ہوتا چلا آیا ہے) البتہ اللہ تعالےٰ (اس دعوے میں) سچوں اور جھوٹوں کو (پہلے سے) جانتا ہے۔ کیا جو لوگ برائیاں کماتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہم سے بھاگ کر کہیں چلے جائینگے۔ یہ خیال انکا بُرا ہے۔ جس شخص کو خدا تعالےٰ کے حضور میں حاضر ہونے کی امید ہے۔ (وہ اس امتحان کی تیاری میں لگا رہے) خدا کی (مقرر کردہ) میعاد (نتیجہ

نام اور انکے گھوڑوں کے رنگ بیچانتا ہوں۔

مسلمانوں اور عیسایوں میں اس بڑی لڑائی کا واقعہ ہونا اور اسکے بعد قسطنیہ کا فتح ہونا اسکے بعد (ساتویں سال) دجال کا نکلنا (جو امام مہدی کے زمانہ میں ہوگا)۔ سُنن ابی داؤد کی ان احادیث پر وارد ہے۔ جنمیں سے ایک حدیث معاذ سے مروی ہے کہ

(۵) عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله صلے الله علیہ وسلم عمران بیت المقدس خراب یثرب وخراب یثرب خروج الملحمۃ وخروج الملحمۃ فتح القسطنیۃ وفتح القسطنیۃ۔ خروج الدجال۔ (سنن ابوداؤد ص۳۳۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت المقدس کا آباد ہونا (یعنے جیسا کہ اسوقت ہے ویسے اسلام کا دارالخلافہ بن گیا) مدینہ کا (پہلے سا) آباد نہ رہنے کا موجب ہوگا۔ اور مدینہ کے ایسے آباد نہ رہنے کے بعد مسلمانوں اور عیسایوں میں بڑی لڑائی واقع ہوگی اور بڑی لڑائی کے بعد جس میں قسطنیہ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ قسطنیہ کی فتح مسلمانوں کو ہوگی۔ فتح قسطنیہ کے بعد دجال کا نکلنا ہوگا۔

(۶) وعن عیسے بن یونس قال قال رسول الله صلے الله علیہ وسلم الملحمۃ الکبری فی سبعۃ اشہر۔

(۷) وعن عبد الله بن بُسر ان رسول الله صلی الله علیہ وسلم قال بین الملحمۃ وفتح المدینۃ ستّ سنین ویخرج الدجال فی السابعۃ (ابوداؤد ص۳۳۲)

اور ایک حدیث عیسے بن یونس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑی لڑائی اور فتح قسطنیہ اور خروج دجال سات مہینوں میں ہوگا۔ اور ایک حدیث عبداللہ بن بُسر سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑی لڑائی و فتح قسطنیہ میں چھ سال ہیں اور دجال ساتویں سال نکلیگا۔

ناقل (ایڈیٹر) کہتا ہے کہ روایت عیسے بن یونس اور روایت عبداللہ بن بُسر کی تطبیق و موافقت یوں ہوسکتی ہے۔ کہ بڑی لڑائی چھ سال تک ہوتی رہے گی۔ اسکے آخری حصّہ میں فتح قسطنیہ ہوگی۔ پھر ساتویں سال کے شروع میں دجال کا نکلنا ہوگا جو امام مہدی کے ظہور کا زمانہ ہوگا منجملہ ان احادیث سبعہ تینوں احادیث (ایک بخاری و دو مسلم) میں جنکی صحت و ثبوت کی تسلیم پر روئے زمین کے سنی مسلمانوں کا اتفاق ہے اور ابوداؤد کی چاروں احادیث (پہلی پانچویں۔ چھٹی۔ ساتویں) میں جنکی صحت و صلاح احتجاج ہونا ابوداؤد کے نزدیک مسلم ہے واقعات

نشہ اور واقعہ سوم کے ضمنی امور میں سے امر دوم بغایت درجہ مستحسن صاف اور صریح منطوق نص میں پائے جاتے ہیں اور باقی امور ضمنی خصوصاً امر اول و ششم (قسطنطنیہ کا مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جانا اور نصاریٰ کا مالک شام و روم پر متسلط ہو جانا ان احادیث کے مفہوم سے (جس کو اصطلاح اصول فقہ اقتضاء نص کہا جاتا ہے اور انگریزی میں (انڈیرسٹ) ثابت ہے کیونکہ مسلمانوں کا خروج دجال کے پہلے اور اسکے قریب قسطنطنیہ کو فتح کرنا تب ہی ممکن و متصور ہے کہ اس سے پہلے وہ مسلمانوں کے قبضہ سے نکل جا چکا ہو (خدا وہ دن جلد نہ لاوے اور سلطنت ترکی کو جو اسلام و مسلمانوں کی عزت ہے دیر گاہ قائم و سلامت رکھے آمین ثم آمین ﷺ ویرحم اللہ عبداً قال امینا)

آن واقعات کے تسلیم و اعتقاد کا جنہیں عام سنی فاضل محدث و متکلم متفق ہیں کا نتیجہ لازمہ یہ ہے کہ انکے اعتقاد میں جو آخری زمانہ میں لڑائیاں و خونریزیاں مسلمانوں اور نصاریٰ میں ہونگی۔ وہ امام مہدی کے زمانہ سے (جو زمانہ خروج دجال کے قریب ہوگا) پہلے ہو چکے ہوں گے اور انکی ابتدا نصاریٰ کی طرف سے ہوگی مسلمان صرف (ڈیفنس) موافقت کرینگے۔

اس نتیجہ مسلمہ کو اگر کوئی احادیث و سیر سے جاہل اور اسلام مسلمانوں کا جہاد دشمن یا امام مہدی کا نادان دوست و معتقد نہ مانے اور یہ تجویز کرے اور کہے (خاکش بدہن) کہ چند سال تک جو رومی عیسایوں اور مسلمانوں کی لڑائیاں خونریزیاں ہوتی رہینگی اور مسلمانوں کو شکست ہو کر انکے مقبوضات قسطنطنیہ وغیرہ بلاد شام و روم انکے قبضہ سے جاتی رہینگی۔ اور عیسایوں کے قبضہ و تصرف میں آجائینگے۔ ان لڑائیوں میں اور ان شکستوں میں امام مہدی بھی مسلمانوں کے شریک حال ہونگے اور وہ بھی تلواروں و نیزوں وغیرہ ہتھیاروں سے کام لینگے تو اسکا منہ بند کرنے اور ہمیں اور خاک بھرنے کو صحیح مسلم سے (جسکی صحت تمام سنی مسلمانوں میں مسلم ہے) ایک حدیث ایسی نقل کی جاتی ہے جس سے بتصریح و بیان نبوی شہر قسطنطنیہ پر مسلمانوں کی چڑھائی اور آخری لڑائی میں تیروں وغیرہ ہتھیاروں سے مطلق کام نہ لینے اور صرف لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہکر اس شہر کو فتح کرنے کا بیان ہے۔

جو شخص اس سے پہلے چھ برس کی لڑائیوں میں امام مہدی کا شامل ہونا تجویز کرے گا اسکو اس آخری لڑائی و چڑھائی قسطنطنیہ میں (جو امام کے وقت ظہور اور زمانہ دجال کے خروج کے قریب ہوگی) امام مہدی کا شامل ہونا ماننا پڑے گا اور ساتھ ہی اسکے اس حدیث کو بھی یہی ماننا پڑے گا کہ وہ لڑائی اور فتح ہتھیاروں کے بغیر صرف لا الہ الا اللہ واللہ

اکبر کہنے سے ہوگی۔ اس سے اسکو بحسب تسلیم خود ماننا پڑے گا کہ امام مہدی ایسا صاحب کرامات وبرکات تھا تو چھ برس تک اس کو تلوار چلانا اور اس فتح سے پہلے شکست کھانا اسکی شان کے لئے کیونکر مناسب ہو سکتا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے:-

عن ابی هریرة ان النبی صلی الله علیه وسلم قال هل سمعتم بمدینة جانب منها فی البر و جانب منها فی البحر۔ قالوا نعم یا رسول الله قال لا تقوم الساعة حتی یغزوها سبعون الفا من بنی اسحاق فاذا جاؤها نزلوا فلم یقاتلوا بسلاح ولم یرموا بسهم قالوا لا الا الله والله اکبر فیسقط احد جانبها قال ثور لا اعلم الا قال الذی فی البحر ثم یقولوا الثانیة لا الا الله والله اکبر فیسقط جانبها الاخر ثم یقولوا لا الا الله والله اکبر فیفرج لهم فیدخلوها فیغنموا الغنائم اذ جاءهم الصریخ فقال ان الدجال قد خرج فیترکون کل شئ ویرجعون (صحیح مسلم ص۳۹۰ جلد ۱)

قوله بنی ابو اسحاق قال القاضی کذا فی جمیع اصول صحیح مسلم قال قال بعضهم المحفوظ من بنی اسمٰعیل وهو الذی یدل علیها الحدیث وسیاقه انما اراد العرب وهذه المدینة هی القسطنیة (صحیح مسلم ص۳۹۰)

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کیا تمنے ایسا کوئی شہر سنا ہے جسکی ایک طرف میدان میں ہو اور ایک طرف دریا میں صحابہ نے عرض کیا کہ ہاں یارسول اللہ ہمنے ایسا سنا ہے پھر آنحضرت نے فرمایا کہ قیامت نہ ہوگی جب تک ستر ہزار بنی اسحاق (یا بنی اسمٰعیل یعنے عرب چنانچہ امام نووی اور قاضی عیاض کی کلام آیندہ میں ہے) چڑھائی کرینگے جب وہاں پہنچکر اُتریں گے تو نہ ہتیاروں سے لڑیں گے نہ تیر چلائیں گے بلکہ صرف لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہینگے تو اس شہر کی ایک جانب گر جائیگی ثور (راوی حدیث نے) کہا ہے کہ میرے علم میں جانب بحری کا اول گرنا ذکر کیا ہے۔ پھر دوسری دفعہ یہ کلمہ کہینگے تو دوسری جانب گر جاویگی۔ تیسری دفعہ یہ کلمہ کہینگے تو وہ شہر فتح ہو جائے گا پھر وہ اسمیں داخل ہونگے اور لوٹ کا مال لینگے جب وہ اسکو بانٹنے لینگے تو ایک آواز کرنے والا آئے گا اور کہے گا کہ دجال نکلا

پھر وہ سبھی کچھ چھوڑ کر اور پھر رجوع کرینگے۔ امام نووی نے قاضی عیاض سے نقل کیا ہے۔ کہ بنی اسحاق مسلم کے سبھی نسخوں میں ہے اور بعض روایات میں بنی اسمٰعیل کا لفظ آیا ہے اور یہی محفوظ ہے اور حدیث کا ظاہر اور سیاق اسی کا مؤید ہے اور اس سے عرب لوگ مراد ہیں

اور اس شہر سے قسطنیہ مراد ہے۔

الحدیث میں نظر انصاف کرنے والا ہرگز جرأت نہ کرے گا اور نہ کہے گا کہ امام مہدی اس لڑائی و چڑھائی قسطنیہ میں ہتھیاروں سے کام لیں گے بلکہ وہ صاف تسلیم کرے گا کہ اگر اس لڑائی میں انکا شمول ہوگا تو اپنی برکات مہدوی سے کام لیں گے اور تیر تلوار کو ذریعہ فتح نہ بنائیں گے۔ پھر اس سے پہلے لڑایوں میں انکی برکات مہدویت کہاں جائیگی۔ کہ اسکے ہوتے وہ تلوار سے کام لینگے اور پھر شکستیں کھائینگے۔

اس بیان میں دونوں قسم کی احادیث سے (جو احادیث متمسکہ مخالفین سے بعض درجہ میں برابر ہیں اور بعض بڑھکر ہیں) ہمنے ثابت کردیا ہے کہ امام مہدی جب تشریف لائیں گے تلوار وغیرہ ہتھیاروں سے کام نہ لیں گے بلکہ آسمانی "تائیدات اور روحانی برکات سے دین اسلام پھیلائیں گے۔

اب ہم اس مضمون کی خصائص و برکات امام مہدی کی ان ہی لوگوں کی کتابوں سے نقل کرتے ہیں جنسے ثابت ہوتا ہے کہ تلوار و تفنگ اور خونریزی و جنگ امام مہدی کے شایان شان نہیں ہے۔ اور انکی آسمانی برکات خونریزی و جنگ سیفی سے انکو مستغنی کریں گے۔ وباللہ التوفیق۔

پس واضح ہو کہ متقدمین و قائلین حضرت امام مہدی سے وہ لوگ جو اُن احادیث متعلقہ امام مہدی سے (جو صحیحین صحیح بخاری و صحیح مسلم) میں مروی ہیں تمسک کرتے ہیں اور اُن سے اپنے خیالات کی تائید و ثبوت نکالتے ہیں امام مہدی کے حالات میں اس مضمون کی کوئی حدیث صحیح یا حسن بلکہ ضعیف بھی معرض نقل و استدلال میں نہیں لائے جس میں یہ بیان ہو۔ کہ حضرت امام مہدی تلوار کھینچ کر آئیں گے اور بزور شمشیر غیر مسلم اقوام کو مسلمان بنائیں گے اور جبر و اکراہ سے دین اسلام دنیا میں پھیلائینگے۔ بلکہ اس کے برخلاف وہی لوگ اپنی تصانیف میں صاف و صریح یہ الفاظ لکھ چکے ہیں کہ امام مہدی کسی سوتے کو نہ جگائینگے اور کسی جان کا خون نہ بہائینگے اور نہ کسی کو کسی جان کی خونریزی کا حکم دینگے۔ اس تصریح اور بیان صریح کے ساتھ پھر انہی لوگوں کا یہ کہنا کہ امام مہدی بزور شمشیر دین اسلام یا سنت نبی علیہ السلام دنیا میں پھیلائینگے۔ اپنے قول کو خود جھوٹا کرنا ہے اور اس قول کی

حجج الکرامہ صفحہ ۳۶۵ و اقتراب الساعۃ صفحہ ملاحظہ ہو۔ لیکن سید محمد مہدی نام راد خونریز و خون را۔
؎ اصل عبارت یہ ہے

تکذیب کے واسطے کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں تاہم ہم انہی کی کتابوں سے امام مہدی کے ایسے خصائل وفضائل نقل کرتے ہیں جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ امام مہدی اپنے آسمانی نشانات اور الٰہی شہادات سے امام تسلیم کئے جاویں گے انہی نشانات کو دیکھکر لوگ اسلام میں داخل ہونگے خونریزی اور تلوار کشی کے آپ محتاج نہ ہوں گے۔

صاحب حجج الکرامہ نے اس کے صفحہ ۳۶۵ میں کہا ہے۔ کہ جن علامتوں سے امام مہدی پہچانے جائیں گے ازاں جملہ ایک یہ ہے کہ بادل اُن کے سر پر سایہ فگن ہوگا۔ دوسرے یہ کہ اس بادل کے اندر سے آواز آئے گی کہ یہ شخص مہدی خلیفہ الٰہی ہے۔ اسکی پیروی کرو۔ تیسرے یہ کہ اس بادل سے ایک ہاتھ نکلے گا۔ اور وہ آپ کی طرف اشارہ کرکے کہیگا۔ کہ لوگو یہ مہدی ہے۔ ان کی بیعت کرو۔ چوتھے یہ کہ فرشتہ آپ کی سر پر آئیگا۔ اور کہیگا کہ یہ خدا کا خلیفہ مہدی ہے۔ اس کی بات سنو۔ اور اسکی اطاعت کرو۔ پانچویں یہ کہ مہدی ایک پرند کیطرف اشارہ کرینگے تو وہ اُن کے ہاتھ پر آپڑیگا۔ چھٹے یہ کہ آپ ایک چھڑی کسی درخت کی زمین میں گاڑ دینگے۔ تو وہ فی الفور سبز ہو جائیگی اور پتے نکالے گی۔ ساتویں یہ کہ ایک لشکر شام سے آپ کے مقابلے کے لئے نکلے گا۔ تو وہ مکہ و مدینہ درمیان پیدا زمین میں دھسایا جائیگا۔ آٹھویں یہ کہ آسمان سے ایک آواز آوے گی کہ لوگو خدا تعالےٰ نے تمہارے اوپر سے جبابرہ

آنا علاماتے کہ شناختہ شود بآنہا مہدی موعود علیہ السلام پس آنجملہ آنست کہ بر سر او ابر سایہ کند و منادی ازوے ندا دہد کہ ایں مہدی ست خلیفۂ خدا اتباع او کنید و بروں آید ازوے دستے کہ اشارہ کند بسوئے مہدی بہ بیعت اخرجہ ابو نعیم عن عمرو در روایتے آمدہ کہ فرشتہ باشد بر سر وے و ندا کند کہ ہذا خلیفۃ اللہ المہدی فاسمعوا واطیعوہ اخرجہ ابو نعیم عن ابن عمر والخطیب فی تلخیص المتشابہ عن ابن عمر۔ و علی مرتضےٰ گفتہ اشارہ کند مہدی طرف پرندے پس بیفتد بدست او و بنشاند شاخے از درخت در جائے از زمیں پس سبز شود آنہم و برگ آرد ذکرہ السیوطی یعنی ازاں جملہ آنکہ لشکرے از شام بر سر وے رسد در بیدا ر میان مکہ و مدینہ بزمین فرو رود اخرجہ ابو داؤد عن ام سلمہ فی حدیث طویل و ازاں جملہ آنکہ ندا کنند منادی از آسماں ایہا الناس برید۔ خدائے تعالےٰ از شما جبابرین و منافقین و اشیاع ایشاں را

دوالی گردد برشمار بہترین امت محمد علیہ السلام پس لاحق شوید باو در مکہ گروے مہدی است دانائش محمد بن عبداللہ است واز انجملہ برآوردن زمین ست افلاذ کبد خود را مثل اسطوانہ واز انجملہ برآوردن ست کنز کعبہ مکرمہ را از زیر روے وقسمت نمودن آں در راہ خدا واز انجملہ آنکہ تابوت سکینہ از غار انطاکیہ یا از بحیرہ طبریہ برآوردہ در بیت المقدس نہد و بدیدن او یہود مسلمان شوند الا القلیل منہم واز انجملہ الفاق بجرت برائے او چنانچہ برائے بنی اسرائیل شدہ بود۔ واز انجملہ آنکہ فراہم شود بعیسےٰ بن مریم و نماز گذارد عیسےٰ پس وے حجج الکرامہ صہ ۳۶۵

اور منافقوں کو کاٹ دیا ہے۔ اور امت محمدیہ میں سے ایک بہترین شخص کو تمہارا ولی بنا دیا ہے تم اُس سے مکے میں جا ملو۔ وہ مہدی ہے جس کا نام محمد بن عبداللہ ہے۔ تویں یہ کہ زمین اپنے کلیجے کے ٹکڑے سونے کے ستون نکال دے گی اور مہدی اس کو لوگوں میں بانٹ دینگے۔ دسویں یہ کہ وہ کعبے کے نیچے سے خزانہ نکالیگا گیارھویں یہ کہ بحیرہ طبریہ یا غار انطاکیہ سے آپ تابوت سکینہ (صندوق طمانیت جو بنی اسرائیل میں لڑائیوں کے وقت میں آگے رکھا جاتا تھا) نکالکر بیت المقدس میں رکھدینگے۔ جسکو دیکھ کر یہود (بجز اقل قلیل) مسلمان ہو جائیں گے) بارھویں یہ کہ آپکے لئے دریا پھٹ جائے گا۔ جیسے حضرت موسےٰ علیہ السلام کے لئے پھٹ گیا تھا۔ تیرھویں یہ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام آپ کے ساتھ جمع ہونگے اور آپکے پیچھے نماز میں اقتداء کریں گے۔

ان علامات کے علاوہ بعض علامات اور بھی اس کتاب میں مذکور ہیں۔ ہم نے انکو اس لئے نقل نہیں کیا کہ ان علامات میں انسانی دخل و اثر کا امکان بھی ہے اور ہمارے دعوے کے مؤید و مطلوب صرف آسمانی نشانات ہیں۔ ان علامات سے علامات نمبر ۱ و ۲ و ۹ و ۱۰ کو امام مہدی فاطمی کے منکر اور انکی جگہ مہدی قادیانی کے مجوز مرزائی پارٹی نے بھی ریویو اوف ریلیجنس نمبر ۹ و ۱۱ و ۱۲ جلد ۸ میں تسلیم کیا ہے۔ مگر دجالی تاویلات سے انکے معنے وہ قرار دے رہیں جو انکے خیال میں مرزا میں پائے جاتے ہیں۔ ان دجالی معنے کی دجالیت سے بحث کرنا اس مضمون کا موضوع اور ہمارا اسوقت مطلوب نہیں یہ بحث ہمارے مضمون منتہی المقال فی شان المسیح والمہدی والدجال میں ہوگی۔ اور ہمیں یہ دجالیت انکی

بخوبی ثابت کیجاوے گی

اس مقام میں ان علامات کے ذکر کرنے سے صرف یہہ مقصود تہا کہ جس شخص کی تائید و تصدیق آسمان و زمین کریں درخت جانور۔ فرشتے اسکی گواہی دیں اور ان نشانات کو دیکھ کر یہود جیسے معاند و شدید مسلمان ہو جاویں اس شخص کو کافروں کے مسلمان بنانے یا مقلدین مذاہب اربعہ تقلید ائمہ چہوڑا کر اہلحدیث و بلا واسطہ مجتہدین عامل بالحدیث بنانے کے لئے تلوار چلانے اور خونریزی کرنے کی کیا حاجت پڑے گی۔ لہذا ان لوگوں کا باوجود اعتراف اس امر کے کہ مہدی کسی سوتے کو نہ جگاوے گا۔ اور کسی کا خون نہ بہاویگا یہہ یہ کہنا کہ مہدی علیہ السلام دین اسلام یا عمل بالسنت بزور شمشیر پہلاوے گا۔ قول المتنافیین نہیں اور محض تعصب اور دین میں غلو و تشدد نہیں تو اور کیا ہے۔ الحق بعض مقلدین فقہا حنفیہ کے اس تشدد نے کہ حضرت عیسے نزول فرمائیں گے تو حنفی مذہب کے مطابق حکم کریں گے۔ اُن لوگوں سے یہ غلو و تشدد کرایا ہے۔ یہ گویا انہوں نے ان حنفیوں سے قصاص لیا ہے۔ اور حنفیوں کے ساتھ غیر مسلم اقوام کو بھی محل قتال امام مہدی قرار دیا ہے سو یہ مقصود و مدعا آثار مسلمہ مرویہ ہی حضرت سے بخوبی ثابت ہو گیا ہے۔ وللہ الحمد

اس استدلال میں شاید کوئی سوال کرے کہ اس قسم کے آسمانی نشانات اور ایسی شہادات انبیاء علیہ السلام خصوصاً خاتم الانبیاء والمرسلین آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بھی پائے جاتے تھے۔ اگر نشانات کے ہوتے تلوار اٹھانے اور سیفی جہاد کرنے کی امام مہدی کو ضرورت و حاجت نہوگی تو پہلے انبیاء علیہم السلام اور آخری نبی صلعم کو کیوں حاجت پڑی اور انہوں نے جہاد سیفی کیوں کیا۔ صرف آسمانی نشانات دکھانے پر اکتفا کیوں نہ کیا۔ جیسا مہدی علیہ السلام کرینگے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ مہدی علیہ السلام کا وقت (جو بعینہ حضرت عیسے کی آمد ثانی کا وقت ہے) حکم جہاد کو جو ابتداء بعثت نبوی بلکہ اس سے بھی پہلے نبیوں کے وقت سے مستمر چلا آتا تہا اٹھا دینے کا وقت ہوگا۔ جس کا اٹھایا جانا خود خاتم المرسلین کے حکم اور پیشگوئی سے ثابت و مسلم اہل اسلام ہو چکا ہے۔ چنانچہ نوٹ صفحہ (۸۹) اسکا ثبوت گزر چکا ہے۔ لہذا حضرت امام مہدی بھی حضرت عیسے کی طرح اس منسوخ شدہ حکم کی طرف رجوع کرنے کے محتاج نہ ہونگے۔ حضرت امام مہدی کے ظہور سے پہلے جو ایمان مسلمان کر چکے یا شروع کر چکے ہونگے وہ اس قدیم و مستمر حکم جہاد کے

کے مطابق پوری ہوئی۔ حضرت امام مہدی کے قدوم برکات لزوم کے ساتھ ہی آسمانی نشانوں سے کام شروع ہو جاوے گا۔ جسکا پہلا نمونہ خسف بیل شام ہے۔ بعد ازاں مکہ و مدینہ میں دوسرا نشان ہلاکت سفیانی۔ تیسرا سقوط ہرز و جانب شرقی اور بیشمار تباہیاروں کے فتح قسطنطنیہ۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور ایسی حالت میں امام مہدی علیہ السلام کو سیفی جہاد کی حاجت و ضرورت نہ پڑے گی۔

اس شبہ کے حل ہو جانے سے اور الوقت بسیفی جہاد کی عدم ضرورت ثابت ہونے سے ہمارا دعوے بلا زحمت ثابت ہوا۔ اب ہم اس ثابت شدہ دعوے کا [illegible] کہ اہل اسلام دیگر گورنمنٹ والا مقام ثابت ہوتا ہے اور اسکے اظہار کا [illegible] مضمون ہیں لیکن خود مہدی نے دعوہ کیا تھا۔ اثبات کرتے ہیں وباللہ التوفیق۔

نتائج بحق اہل اسلام

واضح ہو کہ علمائے اسلام اور متکلمین ملت اسلام امام مہدی کی آمد سے انکار و اقبال کی نظر سے تین قسم ہیں۔ قسم اول خواص اہلسنت اہل علم جو قرآن و حدیث میں نظر رکھتے ہیں اور اپنے اعتقاد و عمل میں قرآن و حدیث اور سلف صالحین صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین کے تابع اور انکے اقوال کے پابند ہیں۔ ہندوستان اور اکثر بلاد اسلامیہ میں یہی لوگ عامہ خلائق کے مقتدا و پیشوا ہیں۔ یہ لوگ امام مہدی کی آمد کی نسبت صرف اسی قدر اعتقاد رکھتے ہیں (جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث سے (جس کی صحت پر روئے زمین کے سنی مسلمان متفق ہیں) ثابت ہے کہ وہ آسمانی نشانات اور روحانی برکات سے دین اسلام کی تائید کریں گے جیسا کہ ان کے ثانی اثنین حضرت مسیح علیہ السلام روحانی برکات کی تائید کریں گے ان کے حق میں ہمارے اس مدعا اور اسکے دلائل احادیث صحیحہ کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ان کا اعتقاد کسی شخص کے لئے چہ جائیکہ کسی سلطنت

کے لئے (غیر اسلامی کیوں نہ ہو) کسی اندیشہ اور خوف کا محل نہیں ان کے نزدیک امام مہدی کسی سوتے کو نہ جگائیں گے۔ اور کسی ایک جان کا بھی [illegible] نہ کرینگے۔ تو پھر کسیکو اندیشہ کیسا اور خوف کس کا۔ قسم دوم خواص شیعہ (اہل [illegible]) جنکے خود احادیث و اخبار میں نظر رکھتے ہیں اور اخباری کہلاتے ہیں۔ مگر ان کے ہاں تنقید تحقیق و تصحیح و تضعیف احادیث کا اسقدر اہتمام نہیں جسقدر محدثین اہل سنت میں ہے۔ لہذا وہ ہر رطب یابس حدیث سے اپنے اعتقادیات میں تمسک و استدلال کرتے ہیں۔ انہی لوگوں میں اکثر جہال سنی اور بعض ان کے نیم ملا ہیں جو صحیح و ضعیف کی تمیز نہیں رکھتے اور جو کچھ کسی سے (سنی ہو خواہ شیعی) سن پاتے ہیں۔ اسکو دستور العمل و الاعتقاد بنا لیتے ہیں۔ عشرہ محرم میں جو بدعات شیعہ نے نکالی ہیں۔ ان کے عمل و اعتقاد میں وہ سنی کہلا کر شیعوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اس قسم دوم کے سنی سنائی اعتقادی باتوں میں اگر امام مہدی کی نسبت مزاحمت و بجبر مداخلت مذاہب غیر کا خیال ہے۔ تو اس کے ساتھ ہی امام مہدی کی روحانی برکات اور آسمانی نشانات کی تاخیر کا بھی کامل یقین ہے۔ جو جبری مداخلت اور قہری مزاحمت کے اعتقاد سے انکو روک سکتا ہے خصوصاً ان لوگوں کو جن کو قسم اول کے ہادیوں اور لیڈروں کی ہدایات اور تعلیمات پہنچ جائیں ایسے لوگ اپنی ذاتی راے یا خیال سے کچھ نہیں کرتے جسطرف انکو خاص لیڈر لگائیں اس طرف لگجاتے ہیں۔ لہذا اس قسم کے لوگوں کے خیالات بھی کسی مخالف شخص یا سلطنت کے لئے یقیناً کسی خوف و اندیشہ کا محل نہیں جبتک وہ دائرہ اہل سنت سے خروج نکرینگے۔ اور اپنے خواص لیڈروں (ہادیوں) کے پیرو رہینگے جیسے کہ ابتک ہیں۔

قسم سوم وہ لوگ جو حضرت امام مہدی فاطمی کی آمد سے صاف منکر ہیں۔ اور ان احادیث صحیح بخاری و مسلم کو جو امام مہدی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ مگر انمیں امام مہدی کا صریح نام نہیں ہے غیر صریح ہونے کی وجہ نہیں مانتے اور ان احادیث سنن اربعہ وغیرہ کو جن میں امام مہدی کا خام و حالات بتصریح مذکور ہیں صحیح نہیں جانتے اور اس وجہ سے وہ آمد امام سے منکر ہیں۔ پھر اس قسم سوم کے لوگ دو قسم ہیں ایک قسم پرانے زمانے کے منکر امام مہدی اور وہ فرقہ معتزلہ اور جہمیہ ہے۔ اور بعض محدثین

فرقہ سنیہ میں یہ لوگ آمد اور وجود مہدی سے بالکل منکر ہیں۔ نہ کسی آنے والے مہدی کے قائل اور معتقد ہیں اور نہ اُس کی جگہ کسی دوسرے کو مہدی قرار دیتے ہیں۔ ان کے حق میں ہمارا مدعا اور اسکے دلائل کا اور آمد امام مہدی سے ان کے کلی انکار کا نتیجہ بھی قطعاً یہی نکلتا ہے کہ وہ کسی خوف و اندیشے کا کسی شخص یا سلطنت کے حق میں نہیں ہیں۔ دوسرا قسم اس قسم سوم سے آجکل کا محدثہ (نو پیدا) فرقہ مرزائیہ اور اس فرقے کا لیڈر (ہادی) مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ جو باوجود تصریح اور صریح اقبال اس امر کے کہ جسقدر احادیث متعلقہ امام مہدی صحاح ستہ وغیرہ میں وارد ہیں اور لوگوں کی زبان زد ہیں۔ وہ سب کی سب غیر صحیح و موضوع و بناوٹی ہیں اور امام مہدی فاطمی کوئی آنے والا نہیں ہے نہ اس کی جگہ آنے والا ایک اور شخص تھا جو آچکا ہے اور وہ یہی مرزا غلام احمد ہے جو مہدی موعود بھی ہے۔ اور مسیح موعود بھی ہے۔

---

[1] بانی مذہب و ہادی فرقہ مرزا غلام احمد نے اپنی جھوٹی پیشگوئی ۲۰ نومبر ۹۹ء کے سچ بنانے کے لئے جو اشتہارات ۳-۶-۷ جنوری و ۲۷ نومبر ۹۹ء کو جاری کئے ہیں۔ ان میں جابجا ان احادیث کو موضوع و جھوٹی قرار دیا ہے۔ اُس کے اشتہار ۳ فروری کی عبارت یہ ہے "ہاں ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ بلاشبہ سچا اور صحیح اعتقاد یہی ہے کہ ایسے مہدی کے آنے کی نسبت کوئی حدیث صحت کو نہیں پہنچی اور جسقدر صحاح ستہ میں حدیثیں لکھی گئی ہیں انمیں سے کوئی بھی جرح سے خالی نہیں"۔

اور رسالہ حقیقت المہدی کے سرورق کے صفحہ ۱ میں لکھا ہے "جو میرا اور میری جماعت کا عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ اس قسم کی تمام حدیثیں جو مہدی کے آنے کے بارے میں ہیں ہرگز قابل وثوق و قابل اعتبار نہیں ہیں" اور ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم کے صفحہ ۱۸۵ میں کہا ہے کہ "مہدی موعود کے بارے میں جسقدر حدیثیں ہیں اتمام مجروح و مخدوش ہیں اور ایک بھی انمیں سے صحیح نہیں۔ اور جسقدر افتراء ان حدیثوں میں ہوا کسی اور حدیث میں نہیں ہوا"۔ اور اس فرقہ کے ایک [illegible] نمبر ۱۰ جلد ۷ کے صفحہ [illegible] میں لکھا ہے کہ "[illegible] بہت گری [illegible] ان احادیث کے معتبر [illegible] ہونے کے متعلق [illegible] یہی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ صحیحین [illegible]

استحان قریب) آنی والی ہے۔ اللہ تعالےٰ (سب کی باتیں) سننے والا (سب کے اعتقادوں اور عملوں کو) جاننے والا ہے۔ جو شخص اعتقادی باتوں کے ماننے اور عملی باتوں کو عمل میں لانے میں کوشش کریگا اس کا نفع اسی کو پہنچیگا خدا تعالےٰ (تمام جہان والوں کی نیکی بدی کے نفع نقصان) سے بے پروا ہے۔

(۲) قالت الاعراب امنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم وان تطیعوا اللہ ورسولہ لا یلتکم من اعمالکم شیئا ان اللہ غفور رحیم۔ قل اتعلمون اللہ بدینکم واللہ یعلم ما فی السموٰت وما فی الارض واللہ بکل شیٔ علیم (الحجرات ع ۲)

دوسری آیت میں ارشاد ہے جنگلی (مدعیان ایمان) کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ تو (انکو) کہدے کہ تم (دل سے) ایمان نہیں لائے۔ ولیکن یہ کہو کہ ہمنے (صرف زبان سے) اظہار اسلام کیا ہے (مگر) تمہارے دلوں میں ابھی ایمان داخل نہیں ہوا۔ اور اگر تم (دعوے ایمان میں سچے ہو) تو خدا اور رسول کی فرمانبرداری کروگے اور خدا تعالےٰ تمہارے اعمال کا کوئی نمبر کم نہ کرے گا۔ وہ بخشش کرنے والا مہربان ہے۔ کیا تم (زبانی اقرار بلا دلی تسلیم و ظاہری تعمیل احکام اعتقادیہ و عملیہ کو ایمان قرار دیکر) خدا تعالےٰ کو دین سکھاتے ہو (اور یہ بتاتے ہو کہ یہی دین ہے) خدا تعالےٰ کو آسمانوں اور زمینوں سب کی خبر ہے) وہ ہر چیز کو (جس میں تمہارا زبانی اقرار بھی داخل ہے بخوبی) جانتا ہے۔

تیسری آیت میں ارشاد ہے۔ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ مدعیان ایمان) کو تو کہدے کہ تم کسی دین (الٰہی) کے (باعتبار و لحاظ) پر نہیں ہو جبتک کہ تم (جملہ احکام) تورات و انجیل اور ان

(۳) قل یا اھل الکتاب لستم علی شیٔ حتی تقیموا التورٰۃ والانجیل وما انزل الیکم من ربکم و لیزیدن

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

یہ لوگ دنیا کی شرم و حیا اور آخرت کا خوف عذاب طاق میں رکھکر پہلے تو امام مہدی کی جملہ احادیث اور روایات کو غیر صحیح و موضوع قرار دے چکے ہیں پھر ان احادیث و روایات جو ان کے خیال میں (نہ واقعہ میں اور دوسرے تمام مسلمانان روئے زمین کے اعتقاد میں) مرزا پر لگائی جا سکتی تھیں۔ مرزا پر لگا کر اپنی اس دجالی اصول و تحویل سے کہ ان احادیث کی مرزا پر صادق آنے سے انکی صحت ثابت ہوتی ہے لا صحیح اور لائق دستاویز بھی قرار دیتے ہیں پہلے تو یہ دجالی چال خود مرزا نے اختیار کی تھی ایک حدیث ضعیف دارقطنی کو جسمیں رمضا میں کسوف و خسوف کو امام مہدی کی علامت ٹھہرایا گیا ہے۔ اس دجالی اصول سے صحیح قرار دیکر اس سے اپنا مہدی ہونا ثابت کیا۔ پھر اس کے حامیوں اور پیروان نے ریویو اوف ریلیجنس نمبر ۹ جلد ۷ کے صفحہ ۳۴۲ میں یہی دجالی اصول گھڑ کر اس کے اور اسکے نظائر سے دستاویز کیا۔ اور ان سے مرزا کا مہدی موعود ہونا نکالا۔

ہمارے مدعا اور اس کے دلائل بیّنہ صحیحہ سے (خصوصاً اس حدیث صحیح مسلم سے جسکا صحت میں اول نمبر پر ہونا مرزائیوں نے تسلیم کیا ہوا ہے۔ چنانچہ حاشیہ صفحہ (۱۴۱) میں موجود ہے اور اس کے صریح منطوق اور کھلے کھلے الفاظ سے امام مہدی کا حضرت مسیح سے جدا گانہ ہونا ثابت ہے) اور اس نئے فرقہ کے آمد امام مہدی فاطمی سے صاف انکار کرنے سے اور انکی جگہ مرزا کو مسیح موعود بھی و مہدی موعود قرار دینے اور تجویز کرنے سے اور اس تجویز میں

مہدی کا کوئی باب نہیں رکھا گیا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم نے ان احادیث کو ایسے درجہ صحت پر نہیں پایا کہ ان کو اپنی تصانیف میں جگہ دیتے۔ صرف راویوں کے لحاظ سے ہی احادیث مہدی مجروح نہیں۔ بلکہ احادیث اور روایات بھی خود اس امر کی گواہی دیتے ہیں کہ وہ اس قابل نہیں کہ انکو معتبر قابل قبول تسلیم کر لیا جاوے۔ کیونکہ وہ اختلاف سے بھری ہوئی ہیں مہدی کے نام کے متعلق اختلاف ہے اسکی نسب کے متعلق اختلاف ہے اس کے مکان و زمان ظہور میں اختلاف ہے۔ اس کے زمانہ خلافت میں اختلاف ہے۔ پھر ان اختلافات کو بتفصیل بیان کیا اور بزعم خود اس کا ثبوت دیا اور اس کے پرچہ ۱۱ ستمبر سنہ ۹ء جلد ۷ کے صفحہ ۳۵ میں کہا ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کتب حدیث میں اول نمبر شمار کیجاتی ہیں"۔ اس اعتراف صحت احادیث بخاری و مسلم کو ناظرین یاد رکھیں یہ نتیجہ میں بہت کارآمد ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۹ گذشتہ)

ہیں ان روایات کے موضوع ہونے سے پہلے اس دجالی اصول سے کہ ان احادیث کے مزاحم صادق آنے سے انکی صحت ثابت ہوتی ہے صحیح قرار دینے سے صاف اور قطعی دلیلیں پیش کرتا ہے کہ فرقہ احمدیہ کا مہدی فاطمی اور بکلے انکے اپنے مہدی اقرار دیئے کے تجویز و تقرر سے تمام فرقہ کے اسلام اور تمام گورنمنٹوں کے لئے جو اس فرقہ کے اعتقاد سے مخالف ہیں اور انکے نزدیک وہ خدا تعالےٰ کے نافرمانبردار ہیں۔ جن کے تعلیم اور انکے مالوں اور جانوں کو تلف کر دینے کی نسبت اپنا یہ اعتقاد اپنی کتاب دافع الوساوس میں بصفحہ ۱۰۱ ظاہر و مشتہر کر چکے ہیں کہ جب انسان خدا تعالےٰ کا نافرمان ہو جاتا ہے تو کیا کہ اصل مالک خدا تعالےٰ ہی کی طرف عود کرتی ہے۔ اور یہ اس مالک حقیقی کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو بلا واسطہ رسل نافرمانوں کے مالوں کو تلف کرے اور انکی جانوں کو معرض تلف میں لاوے یا کسی اصول کے واسطے تجلی قہری نازل کرے ایک ہی بات ہے سخت خطرناک اور کمال اندیشہ کا محل ہے۔

جو لوگ ایسے دلیر اور بیباک ہیں کہ خدا تعالےٰ کی شرم اور آخرت کے مواخذہ سے بے ڈر اور بے باک ہوتے ہیں کہ ایک بات کو اپنے موافق ہوتی کہکر پھر اسی مونہ سے اس کو سچی بنا دیتے ہیں۔ اور تضاد اور اختلاف بیانی کی کچھ پروا نہیں کرتے اور ایک شرعی و مذہبی حکم و فیصلہ کو (ارباب صحت احادیث) تسلیم کر کے اس فیصلہ کے برخلاف احادیث صحیحہ سے انکار کر جاتے ہیں اور اُن کے مقابلہ میں جھوٹی روباہی حدیثوں سے تمسک کر لیتے ہیں ان سے کیا بعید ہے کہ وہ اپنی مُنہ بولی ان باتوں کو کہ "آنے والا مسیح و مہدی خونریزی نہ کریگا" اور "ہماری مجاہدیت و جہاد اسی قسم ہے" "ہم مخالفین مذہب گورنمنٹ اور ہمارے مخالفین سے جہاد کرنے کو حرام جانتے ہیں"۔ اور "ہم جنگ و جہاد کے لئے نہیں۔ بلکہ صلح و امن قائم کرنے کے لئے آئے ہیں" جب قابو اور موقعہ پاویں ایک دم کسی دجالی تاویل سے بدل دیں اور مخالفین کی جانوں اور مالوں کو تلف کر دیں اور اپنے اس اصول کو جسکو صفحہ ۱۰۱ دافع الوساوس میں مشتہر کر چکے ہیں عمل میں لاویں۔

یہاں اگر یہ سوال ہو کہ مسیح و مہدی موعود تو مر گیا۔ اب اس تبدیلی خیال اور تضاد و اختلاف مقال کا خوف کس کیطرف سے رہا۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہی خوف و خیال اسکے نائب خلیفۃ المہدی والمسیح اور سٹاف سے ہے۔ کون نہیں جانتا اور مانتا کہ جب

ہو ہی سو ان مارا گیا تو سکے جانشین نظیۃ الہدی نے کیا کیونکہ نہ کیا۔ ان لوگوں کے اس اعتقاد کے ساتھ جسکے وہ واقعی اور صاحب صلاحیت میں مختصر کر چکے ہیں یقین ہوتا ہے کہ وہ کسی کی نصیحت دینے پر راضی نہ ہونگے کی وجہ سے ابھی تک کچھ نہیں کر سکے جب ان کو ہر طرف سے چھینکے تو وہ کسی چڑا کو جہاں ہیں نہ چھوڑیں گے۔ جو شعر ایک پالیٹیشن نے کہا ہوا ہے سچ ہے ؎

مسلمیں اگر پہ استحکم بستحکم از جہاں برداشتے

یہ ان لوگوں پر صادق آتا ہے۔

گورنمنٹ نے پہلے پیشے انتظار کی پھر اقدام کرے اور پیشہ کی طرف نظر تفتیش و تحقیق رکھے اس اگر یہ لوگ کامیابی سے خود مسیحا مہدی و مہدویت کا جھوٹا ہونا ثابت کر لیں اور اسکے اس دعوے کے اصول سے جو واقع اور صاحب صلاحیت میں درج ہو چکا ہے اپنی بیزاری اظہار کریں تو پھر وہ لوگ بھی عام مسلمانوں کی طرح قتل خوف و اندیشہ نہ رہینگے۔

نتیجہ سچی گورنمنٹ

اوپر کے بیان سے یہ مدعا ایسے دلائل سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ اسکی صحت پر اس وقت اور ان لوگوں کے فریب (منکرین و مخالفین آمد مہدی) کا اتفاق ہے گو فریق منکر کا باطل ہونا اس دلائل سے ثابت ہو چکا اور نتیجہ غلط کا تناسب واس مدعا کی غلطی ہیں ہو چکی ہے اور ذکر ہو چکا ہے تو اس مدعا سے گورنمنٹ کے حق میں کیا نتیجہ نکلا۔ گورنمنٹ کو اس ملک کے خواص مسلمانوں کی طرف سے جو قرآن و حدیث کے پابند ہیں اور ان کے عوام سے جو ان خواص کے فالوور (پیرو) ہیں کسی قسم کا خوف نہیں ہے اور نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ آمد مہدی کی نسبت جو ان کا خیال ہے اسکے ابتدائی حالات میں جو یہ ذکر ہے کہ آمد مہدی سے پہلے عیسائی حکومت مشرق میں حد درجہ پہنچ جائیگی اور مغرب میں قسطنطنیہ تک یہ عیسائی گورنمنٹ کے لئے ایک قسم کی خوشی کی خبر ہے نہ کسی خوف و ڈر کی خبر اور جو اسکے آخری نتیجہ میں ذکر ہے کہ امام مہدی حضرت مسیح کی آسمانی نشانوں سے دنیا میں اسلام پھیلائینگے تمام لوگ حتے کہ سنگدل یہودی ان نشانات آسمانی کو دیکھ کر بشوق و ذوق بلا جبر و اکراہ اسلام پر ایمان لے آئینگے۔ پہلی خوشخبری سے بڑھکر گورنمنٹ کے لئے خوشخبری ہے اور خوش قسمتی ہے۔ عیسائی گورنمنٹ امام مہدی حضرت مہدی کی تائید میں حضرت مسیح کی (جنکو وہ اپنا سچا نبی و ہادی مانتے ہیں اور

ن کو وہ اسی طیبہ و علاقہ سے جو آگئی تقدس کی نگاہوں میں وارد ہیں تسلیمات کریں گے اطمینان سے امام برحق مان لینے اور اپنے قومی مفاد سے کام لیتے ہوئے اس کے مطیع ہو جائینگے اور اسی عیسائی سلطنت ہی بنائی جو آئندہ اسلامی سلطنت بن جائیگی۔ تو اس سے بڑھکر گورنمنٹ کے لئے خوشخبری و خوش قسمتی کیا ہو گی سلطنت بھی بحال رہی اور اسلام کی دولت لازوال بھی ہاتھ آئی۔

اگر مسلمانوں کا اعتقاد اور اسکے متعلق پیشگوئی یوں ہی صادق آگئی جیسا کہ خواص اہل اسلام کے اعتقاد میں ہے تو اس میں کسی قسم کا پیچیدگی انقلاب ظہور میں نہ آویگا۔ صرف عیسائی قوموں کا اسلامی خیال سے تبادلہ ہو گا وہی آدمی تبادلہ اس تبادلہ کی نظیر ہو گا جو سلطنت ٹورپول کے قدیم عیسائیوں میں ہوا جنہوں نے برخلاف ترکش گورنمنٹ کے کوئی انقلاب دل میں نہیں لیا اور کوئی اونگشت اعتراض نہیں کیا۔ بلکہ خوشی اور فرح دلی سے مسلمان ٹورپول سے گورنمنٹ کا وہی سلوک ہوا اور ہو رہا ہے جو عیسائی رعایا سے ہوتا ہے۔

اسی تبادلہ اس تبادلہ کی نظیر نہ ہو گا جو دنیاوی سلطنتوں کے انقلاب سے ظہور میں آیا ہے جو بشہادت آیت منقولہ حاشیہ مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ دنیاوی بادشاہ جب کسی ملک پر تسلط و دخل پاتے ہیں

ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا وجعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ وکذلک یفعلون۔ (النمل ع ۲)

تو اسمیں فساد مچاتے ہیں اور اس کے معزز لوگوں کو ذلیل کر ڈالتے ہیں اور ان کی حکومت چھین کر اپنی جگہ خود حاکم بن جاتے ہیں۔

اسپر آفتاب جیسی روشن دلیل جسمیں کوئی اہل بصیرت اور قرآن و حدیث میں صاحب نظر ذرہ بھر اختلاف نکریگا۔ شپر چشم کچھ چوں چرا کریں تو اُن کی کچھ پروا نہیں اور انکے قول کا اسلام اور اہل علم مسلمانوں میں کچھ اعتبار و شمار نہیں۔ چنانچہ کسی پرانے مسلم اہل علم کا قول ہے

گر نہ بیند بروز شپر چشم ✦ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ
راست خواہی ہزار چشم چناں ✦ کور بہتر نہ آفتاب سیاہ

یہ ہے کہ حضرت امام مہدی کی شان میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ شہادت

جو صفحہ (۱۰۹) منقول ہے کہ آپ دین کے اسلام کی حمایت اور اشاعت میں آنحضرت صلعم کی نیابت کرینگے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق عمل درآمد جاری کرینگے اور آنحضرت صلعم کا عمل اپنے تمام زمانہ رسالت میں یہی رہا ہے کہ آپ نے جن سلاطین سلطنت یا اہل شوکت وحکومت کو دعوت اسلام کی ہے انکی سلطنت ریاوی اور انکی ملکیت وحکومت ان سے نہیں چھینی۔ بلکہ عموماً وہ سلطنت وحکومت بدستور قائم و برقرار رکھنی چاہی اور انکے ہاتھ تصرف میں رہنے دی۔

ہر چند حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے سلطان دین تھے ویسے ہی دنیا کے بھی بادشاہ تھے ولیکن آپکی بادشاہی ملک گیری اور دنیا طلبی اور طمع مالی کی غرض ونیت سے نہ تھی بلکہ صرف اعلاء کلمۃ اللہ اور عدل گستری اور مظلوموں کی ظالموں سے دادرسی اور مستحقوں کی حق رسانی آپکی نیت اور غرض تھی۔ لہذا جس غیر اسلامی سلطنت یا حکومت کو آپنے دعوت اسلام کی الخ دعوت کے ساتھ یہ بشارت بھی دیدی کہ تمہاری حکومت اور سلطنت تمہارے اسلام لانے کے بعد تمہارے ہی ہاتھ میں رہیگی تم سے چھینی نہ جاویگی

دنیاوی سلطنتوں کا بڑا بھاری مقصد وہ باج وخراج ہوتا ہے۔ سو آپنے غیر اسلامی سلطنتوں سے انکے اسلام لانے کے بعد باج وخراج لینا نہیں چاہا۔ ہاں انکو اور احکام اسلام نماز وروزہ وحج کی مانند مال کی زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیا اور یہ فرمادیا کہ وہ اپنے ملک کے مالداروں سے زکوٰۃ لیں اور محتاجوں فقیروں پر اسکو صرف کریں اور اگر کسی دولت مند نے اسلام لانے کے بعد وہ مال زکوٰۃ آپکے پاس بھیج دیا یا آپکے نائب ووکیل کے اختیار میں سپرد کرنا چاہا جیسا کہ عمان کے دو رئیسوں سے وقوع میں آیا تھا۔ چنانچہ زاد المعاد کے صفحہ ۵۲۲ میں منقول ہے۔ تو آپنے اپنے اصول مقررہ کے مطابق اسکو مسکینوں میں صرف تقسیم کردیا اور اس مال زکوٰۃ کی نسبت صاف فرمادیا کہ یہ مال زکوٰۃ ہمپر حرام ہے میرے اہلبیت پر حرام ہے اور میرے غلاموں پر حرام ہے۔

آپکے اس حکم نے صاف فیصلہ کردیا ہے کہ جو دنیاوی سلطنت اور پولیٹکل سرداری

قال رسول اللہ صلعم انا لا تحل لنا ولا لآل محمد (صحیح مسلم ص۳۴۶)

وقال رسول اللہ انا لا تحل لنا وان مولی القوم من انفسہم۔ رواہ الترمذی۔ (مشکوٰۃ ص۳۹۶)

اپنے مفتوحہ و مقبوضہ ملک عرب پر (جسپر نہ تو آنحضرتؐ کے پہلے کوئی بادشاہ متسلط تھا اور نہ آپ کے دعوائے نبوت کے بعد کوئی بخوشی مسلمان ہوا) اپنے اختیار فرمائے تھے اس سے آپ کی غرض دنیا طلبی نہ تھی بلکہ محض عدل گستری اور خالق اور مخلوق کی حق رسانی اسی وجہ سے آپکو دنیاوی سلطنت اختیار کرنی پڑی تھی۔ ورنہ آپکو دنیا سے کیا کام۔ آپکا یہ مقولہ تھا کہ مجھے دنیا سے کیا کام۔ میری مثال تو ایسی ہے جیسے ایک رہگذر سوار نے دھوپ کے وقت کسی درخت کے سایہ میں کچھ آرام کیا پھر اسکو چھوڑ کر چلا گیا۔

قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم مالي وللدنيا انما انا كراكب استظل بالشجر ثم تركها وراح - (مشکوٰۃ ص۴۴۲)

ذیل میں آپکا قول و عمل دول خارجیہ کی نسبت نقل کیا جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلطنت روم و فارس و مصر و اسکندریہ و حبشہ و دولت بحرین و عمان و یمامہ و غوطہ و دمشق کے نام جو مراسلات دعوت اسلام روانہ کی ہیں اُن میں سے بعض مراسلتوں میں صاف الفاظ میں تحریر فرمایا ہے کہ اسلام کے بعد ہم تمہارا ملک تمہارے ہی قبضہ و تصرف میں باقی رہنے دیگا اور بعض مراسلتوں میں یہ دعا ان جامع و پُر معانی الفاظ سے ادا فرمایا ہے "اسلم تسلم" یعنی اسلام کو قبول کرلو اور اسکے احکام کو دستور العمل بنالو تمہارے ملک تمہاری جائیں۔ تمہارے مال تمہاری آبرو مزاحمت و مداخلت سے بچ جائینگے۔

ہرقل قیصر روم کے نام جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نامۂ دعوت اسلام تحریر فرمایا ہے وہ حدیث

بسم الله الرحمن الرحيم - من محمد عبد الله ورسوله الى هرقل عظيم الروم سلام على من اتبع الهدى - اما بعد فانى ادعوك بدعاية الاسلام اسلم تسلم الخ (بخاری ص۴ و ۴۱۳ و مسلم ص۹۸ جلد ۲)

میں صحیح بخاری و صحیح مسلم سے منقول ہے۔ اس کے اخیر میں آپ کا یہ ارشاد ہے "اسلم تسلم" جسکے معنے امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں اور قسطلانی نے شرح بخاری میں یہی بیان کیئے ہیں۔ کہ مسلمان ہو جاؤ گے تو دنیا میں لڑائی

قوله اسلم تسلم فى غاية من الايجاز

[illegible] فی [illegible] ما فیہ من
ریح النجاسۃ لقولہ اسلامۃ من
خزی الدنیا بالحرب والسبی والقتل
واحد الدارین [illegible] وعذاب
الآخرۃ (شرح سیرت ص ۲ ج دوم)
فان تسلم تسلم [illegible] من خزی
الدنیا بالحرب والسبی والقتل واحد
الدارین والا [illegible] عذاب الآخرۃ
(قسطلانی - جلد ۵ صفحہ ۱۲۱)
[illegible] ولکن [illegible] فی الفلان
والفلان واذ یقتل [illegible] فقد ابوا
عذا النبی (بخاری صفحہ [illegible]
[illegible] ورسولہ و
[illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
(زاد المعاد صفحہ جلد ۱)

[illegible] من جرجیر عبد اللہ
الی [illegible] عظیم الروم سلام علیٰ
من اتبع الھدیٰ اما بعد فانی ادعوک
بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم فان ابیت
فعلیک اثم الیریسیین کافۃ لانذر من کان حیا
ویحق القول علی الکافرین فانکما ان
اقررتما بالاسلام ولیتکما وان ابیتما ان
تقرا بالاسلام فان ملککما زائل عن ارضکما

سے نکل ہاتھ سے نکل جائے گا اور دل
و دیار و اولاد و چیچے جانے سے بچ رہو گے
اور آخرت میں عذاب سے۔

غیر مروہ حضور کے اس جامع الفاظ
کو سمجھ گیا۔ ان کے شوم شعور
کی نظر سے اس نے اپنے اطراف دیکھا
اسلامی طاقت کو اپنے ایران شکن
میں جمع کر کے ہرقل نے کہا کہ ہم کو یہ
خلافت کرنا چاہئے کہ تم لوگ اس نبی کی دعوت
کو قبول کر کے مسلمان ہو جاؤ گے تو
تمہارا ملک تمہارے لئے ثابت اور
برقرار رہے گا۔

یہی لفظ اسلم تسلم آپ نے کسریٰ کے
خط میں لکھنے میں اس حوالہ ذکر بخاری
کے صفحہ ۴۰۰ و مسلم کے صفحہ ۸۰ جلد ۲
اور اس خط کے لفظ ابن سعد کے
صفحہ ۱۸ میں ہیں

یہی الفاظ اسلم تسلم آپ نے مصر کے بادشاہ
کے بادشاہ مقوقس اور عمان کے دو بھائیوں جیفر اور عبید کے نام کے خطوط
میں تحریر فرمائے اور خاص کر عمانی دو
رئیسوں کے خطاب میں آپ نے صریح الفاظ
بھی تحریر فرمائے کہ اگر تم دونو مسلمان ہو گئے
تو میں تمہارے تک پر تم ہی کو والی قرار دونگا
اور اگر تم نے اسلام لانے سے انکار کیا تو تمہارا

ملک تمہارے ہاتھ سے جاتا رہیگا۔

منذر بن ساوی رئیس بحرین (ماتحت کسریٰ) کے نام جو آپ نے

ابعث رسول الله صلی الله علیه وسلم	کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحریر فرمایا اور اس نے
اعلام بن المنذر من محمد الی المنذر بن	آپکی بیعت کو قبول کر کے اپنی ماتحت
ساوی وکتب الیه کتابا یدعوه فیه	رعایا (اہل اسلام و یہود و مجوس) کا سفر
الی الاسلام فکتب المنذر الی رسول الله	بھی استفسار کیا تو آپ نے دوسرے
صلی الله علیه وسلم اما بعد یا رسول الله	صحیفہ میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی کی
انی قرأت کتابک علی اهل البحرین	خیر خواہی کرتا ہے وہ اپنی خیر خواہی
فمنهم من احب الاسلام واعجبه دینهم	کرتا ہے اور جس نے میرے پیغامبروں کی
من کرهه وبادی مجوس ویهود فما	اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی جو
انی فی ذلک امرك فکتب الیه رسول الله	انکا خیر خواہ ہوا وہ میرا خیر خواہ ہوا اور
صلی الله علیه وسلم بسم الله الرحمن الرحیم	میرے پیغامبروں نے تیری اچھی تعریف
من محمد رسول الله الی المنذر بن ساوی	کی ہے تیری سفارش کو تیری قوم کی
سلام علیك فانی احمد الیك الله	نسبت قبول کیا ہے۔ جو لوگ تمہاری
لا اله الا هو واشهد ان لا اله الا الله	رعایا سے مسلمان ہو گئے ہیں ان کے
واشهد ان محمدا عبده ورسوله اما بعد	اموال و اراضی کو میں ان ہی کے واسطے
فانی اذکرك عز وجل فانه من ینصح	چھوڑتا ہوں اور گنہگاروں کے گناہ
فانما ینصح لنفسه وانه من یطع	معاف کرتا ہوں تم بھی ان کے عذر
رسلی ویتبع امرهم فقد اطاعنی	کو قبول کرو اور میں تمکو تمہاری حکومت
ومن ینصحهم فقد نصحنی وان	سے معزول نہ کرونگا۔ جب تک تم
رسلی قد اثنوا علیك خیرا وانی قد	اصلاح پر رہو گے اور جو یہودیت اور
شفعتك فی قومك فاترك للمسلمین	مجوسیت پر رہنا چاہے اُن پر
ما اسلموا علیه من	جزیہ لگانا چاہیئے
الا من	جو اپنے
من عملك ومن	دعوت اسلام کا اول ہی سے

اقام علی یهودته او مجوسیة فعلیه الجزیة۔ (زاد المعاد ص۵۲)

ان ارکون دمشق عظیم من عظماء النصاری کان عند هوذة فسئله عن النبی صلی الله علیه وآله وسلم وقال جاء فی کتابه یدعوفی الی الاسلام فلم اجبه قال الارکون لم لم تجبه قال ظننت به وانا ملک قومی فان اتبعته لم املک قال بلی والله لاتبعنه فلملک فان الخیرة لك فی اتباعه وانه النبی العربی الذی بشر به عیسے وانه المکتوب عندنا فی التوراة محمد رسول الله (زاد المعاد ص۵۲)

سے کبیری ریاست جاتی رہیگی اسلام قبول نکیا۔ تو اس کو دمشق کے ایک رئیس ارکون نامی عیسائی نے کہا کہ اگر تو مسلمان ہوکر آپکا پیرو ہو جاتا تو وہ تجھ ہی کو تیرے ملک کا مالک بنا دیتا۔ یہ وہ نبی عربی ہے جس کی شہادت حضرت عیسےٰ نے دی ہے اور وہ ہماری انجیل میں محمد رسول اللہ لکھا گیا ہے۔ ارکون عیسائی کی یہ شہادت اور ہوذہ کو مسلمان ہو جانے کی مشورت دینا اسوجہ سے تھا کہ آنحضرت صلعم اور انبیاء سابقین کی پیسنت ارکون کو معلوم تھی جیسی ہرقل قیصر روم کو معلوم تھی۔ اور اس نے اُس کا اظہار اپنے ارکان دولت وملت کے پاس کیا تھا۔

وفی کتابه الی الحارث بن ابی شمر الغسانی وکان بدمشق یغلبها۔ بسم الله الرحمن الرحیم من محمد رسول الله الی الحارث ابن ابی شمر الغسانی سلام علی من اتبع الهدی اٰمن به صدق واتی دعوك الی ان تؤمن بالله وحده لاشریك له یبقی لك ملکك (زاد المعاد ص۵۲)

حارث بن ابی شمر غسانی رئیس غوطہ دمشق کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نامہ دعوت اسلام لکھا تو اُس میں بھی صاف یہ الفاظ تحریر فرمائے کہ تم مسلمان ہو جاؤ گے تو تمہارا ملک تمہارے ہی لئے باقی رہے گا۔

یہ آپکے فرمان اور احکام سلاطین ورؤسا کے نام ہیں۔ اب عام اشخاص کے حق میں آپکا یہی عام حکم سُنو۔

ایک حدیث متفق علیہ بخاری مسلم میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب

فاذا قالوها عصموا منی دمائهم واموالهم الا بحق الاسلام - قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا اسلم الرجل فهو احق بارضه وماله - رواه احمد وابو داؤد بمعناه وقال فیه یا صخر ان القوم اذا اسلموا احرزوا اموالهم و دمائهم - (منتقی الاخبار ص۲۱۳ جلد ۷)

لوگ کلمہ لا الہ الا اللہ کہینگے تو اپنے مال اور جانیں مجھ سے بچا لینگے بجز اس حق کے جو اسلام سے ان پر ثابت ہو۔ جیسے قصاص یا دیت وغیرہ۔ ایک حدیث میں امام احمد و ابوداؤد کی آیا ہے کہ جب کوئی مسلمان ہو جاتا ہے تو وہ اپنی زمین اور مال کا حق دار ہو جاتا ہے۔ ایک حدیث ابوداؤد میں آیا ہے کہ جب کوئی قوم مسلمان ہو جاتی ہے تو اپنے مالوں اور خونوں کو بچا لیتی ہے۔

ان احادیث کو کتاب منتقی الاخبار میں نقل کیا ہے اور ان کو اس مضمون و عنوان کے باب میں وارد کیا۔ اور اس کی دلیل ٹھہرایا ہے کہ جب حربی کافر مسلمانوں کے غلبہ پانے سے پہلے مسلمان ہو جائے تو وہ اپنے مال کو بچا لیتا ہے۔

اسی کے مطابق تمام دنیا کے محدثین کے امام بخاری رح نے اپنی کتاب صحیح میں اس عنوان کا باب عقد کیا اور یہ فرمایا ہے کہ جب کوئی قوم دار الحرب میں مسلمان ہو جائے اور وہاں ان کے مال اور زمینیں ہوں تو ان مالوں زمینوں کے مالک وہی ہوتے ہیں اور اس دعوی پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقیل کے تصرف کو اپنے گھروں کی تملیک میں جائز رکھا۔

باب اذا اسلم قوم فی دار الحرب ولهم مال وارضون فهی لهم - عن اسامة بن زید قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم هل ترك لنا عقیل منزلا - (بخاری ص۴۳۰)

اس مسئلہ کے متعلق اس حکم اسلام پر علماء و مجتہدین اسلام کی میجارٹی۔

وان اسلم فی دار الحرب ثم جاء فظهر علی الدار فاولاده الصغار احرار وما کان من مال اودعه ذمیا او مسلما فهو له وما سوی ذلك فیئ - (هدایه ص۵۶۸ جلد ۱)

(جمہور) کا اتفاق ہے صرف بعض حنفیہ نے (جن کا قول ہدایہ میں منقول ہے اور وہ محض غلط اور صرف عقلی دلیل پر مبنی ہے اور نصوص صریحہ منقولہ کے مخالف ہے)

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

كثيرا منهم ما انزل اليك من ربك طغيانا وكفرا فلا تأس على القوم الكافرين. (المائدة ۱۰۶)

تمام کتابوں کے (جو خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہیں) احکام کو فائز نہ رکھو (اور ان سب کو مانو) اور اگر تم نے کسی کتاب آسمانی کے ایک حکم سے بھی انکار کیا (جیسے یہودی احکام انجیل سے انکار کرتے تھے اور یہود و نصاریٰ دونوں احکام قرآن کے ماننے سے انکار کرتے ہیں) تو تم دعوے ایمان میں جھوٹے ہو) اے رسول جو تیری طرف خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ (قرآن و احکام قرآن) اس سے ان کا انکار کو مان کی سرکشی اور کفر کو زیادہ کرے گا۔ تو ان کافروں پر غم نہ کھا۔

اس قسم (اول) کی آیات میں یہ ہدایت ہوئی ہے کہ ایمان یا اسلام صرف زبانی دعوے سے کہ ہم مومن یا مسلمان ہیں ثابت نہیں ہوتا جبتک کہ مدعی ایمان اسلامی احکام اعتقادیہ و عملیہ پر (جو قرآن یا اور آسمانی ادیان میں واجب التسلیم قرار دیئے گئے ہیں) یقین و ایمان نہ رکھے۔ جسنے مذہب کے احکام اعتقادیہ و عملیہ میں سے ایک حکم کی تسلیم سے انکار کیا وہ مسلمان یا مومن کہلانے کا مستحق نہیں۔ خدا کے نزدیک اس کا کوئی مذہب و دین نہیں ہے۔

آیات قسم دوم

(۱) آمن الرسول بما انزل اليه من ربه والمؤمنون كل آمن بالله وملئكته وكتبه ورسله لا نفرق بين احد من رسله وقالوا سمعنا واطعنا غفرانك ربنا واليك المصير (البقرة ع ۱ خیر)

اس قسم دوم کی پہلی آیت میں ارشاد ہوا ہے رسول اور (واقعی اور سچے) مومن (سب سے پہلے) خدا تعالیٰ کو (اسکی توحید ذات و کمال صفات کے ساتھ اور اسکے استحقاق عبادت و اطاعت کے اعتقاد کے ساتھ مانتے

اسکا خلاف کیا ہے۔

مگر خدا کا شکر کہ حنفی مذہب کے ایک جلیل الشان امام قاضی ابو یوسف ہیں جو امام اعظم علیہ الرحمۃ کے اول درجہ کے شاگرد ہیں اور خود امام اعظم صاحب سے وہ اس قول میں موافق اور متبع ہونگے اس قول سے خلاف کیا ہے اور جمہور علماء کا ساتھ دیا ہے۔ چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں کہا ہے۔ کہ امام بخاری رح نے اس قول سے بعض حنفیوں کے اس قول کو رد کرنا چاہا ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ان حنفیوں سے خلاف کیا ہے اور جمہور علماء کے قول سے اتفاق کیا ہے۔

اشار بذلك الى الرد على من قال من الحنفية ان الحربي اذا اسلم في دار الحرب واقام بها حتى غلب المسلمون عليها فهو احق بجميع ماله الا ارضه وعقاره فانها تكون فيأ للمسلمين وقد خالفهم ابو يوسف في ذلك ووافق الجمهور (فتح الباری شرح صحیح بخاری)	

ایسا ہی نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار میں کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ مسلمان اپنے خونوں اور مالوں کو بچا لیتے ہیں منقول و غیر منقول ہر دو قسم کے مالوں کو شامل ہے جو مسلمان ہو جاوے وہ اپنے سبھی قسم کے مالوں کا مستحق ہو جاتا ہے اور صخر کی حدیث میں یہ بات صاف طور پر آچکی ہے۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول آج زمین اور مال کی صریح موجود ہے۔ اور جمہور علماء کا یہی قول ہے وہ اسمیں فرق نہیں کرتے کہ کوئی شخص دار الاسلام میں آکر مسلمان ہو جائے یا دار الکفر میں رہکر

قوله دماءهم واموالهم يشتمل المنقول وغير المنقول فيكون المسلم طوعاً احق بجميع امواله وقد صرح بدخول الارض في حديث صخر المذكور في الباب لقوله فيه بارضه وماله وقد ذهب الجمهور الى ان الحربي اذا اسلم طوعاً كانت جميع امواله في ملكه ولا فرق بين ان يكون اسلامه في دار الاسلام او دار الكفر على ظاهر الدليل وقال بعض الحنفية ان الحربي اذا اسلم في دار الحرب واقام بها حتى غلب المسلمون عليها فهو احق بجميع ماله الا ارضه وعقاره فانها تكون فيأ للمسلمين	

وقد خالفهم ابو يوسف في ذلك
ووافق الجمهور۔ * * * * *
ويدل على ما ذهب اليه الجمهور
ان النبي صلى الله عليه وسلم اقر عقيلاً
على تصرفه فيما كان لاخويه على
وجعفر والنبي صلعم من الدار والرباع
بالبيع وغيره ولم يغير ذلك والا
انتزعها ممن في يده لما ظهر فكان
دليلا على تقرير من بيده دار او ارض
اذا اسلم وهي في يده بطريق الاولى۔
وقد ترجم البخاري على قصة عقيل
هذه فقال باب۔ اذا اسلم الخ۔
(نیل الاوطار صفحہ ۲۱ جلد ۷)

دونو حالتوں کو شامل ہے بعض
حنفیہ نے کہا ہے کہ اگر کوئی دار الکفر
میں مسلمان ہو جائے اور پھر مسلمان
اس ملک پر غلبہ پائیں تو مال منقول
تو اس کا ہوگا مگر زمین مال غنیمت
سمجھی جائیگی جو سبھی مسلمانوں کا حق
ہوگا۔ مگر امام ابو یوسف نے ان کا خلاف
کیا اور جمہور علماء سے اتفاق کیا ہے۔
مذہب جمہور کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقیل کے
تصرف کو جو انہوں نے اسلام سے
پہلے حضرت علی و حضرت جعفر اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں
پر کر لیا تھا جائز رکھا۔ تو اسلام لانیکے بعد پر تصرف بطریق اولی جائز سمجھا جائیگا۔
امام بخاری نے اس قصہ حضرت عقیل سے اس بات کا استنباط دانبات
کیا ہے۔ چنانچہ اس مضمون کا باب منعقد کیا۔ پھر اس باب کو ذکر کیا جو اوپر بیان ہوا
یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی تشریح ہے۔ اب حضور کا عمل
سنو۔ اور دیکھو جن سلاطین اور رئیسوں ممالک غیر اسلامیہ کو آنحضرت صلعم
نے دعوت اسلام کی ان میں سے جو مسلمان ہو گیا۔ اس کا ملک آپ نے نہ چھینا
اور نہ اس پر کوئی فوج لگایا۔ عمان کے رئیسوں نے مال زکوٰۃ لینے کا (جو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عام رعایا اسلامی سلطنت سے بھی لیا کرتے
تھے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا مبروں کو خود اختیار دیدیا تھا۔
یہ مال زکوٰۃ اسلام میں خاص کر مسلمانوں سے لیا جاتا ہے۔ اور اُن کے
مالوں میں ایک سبب سے حق ہے جیسا کہ انکی باقی نماز روزہ وغیرہ۔ اسکا
مصرف غریب مسلمان ہوتے ہیں نہ غنی مسلمان اور نہ آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم اور اُن کے اہلبیت۔ چنانچہ صفحہ ۱۴۴ میں گذرا۔ اور جزیہ یا خراج حربی یا ذمی غیر مسلم اقوام یا اشخاص سے لیا جاتا ہے جو مسلمانوں کے غلبہ پانے سے پہلے خوشی سے مسلمان نہوئے ہوں چنانچہ صحیح بخاری صفحہ ۴۴۶ میں بیان ہوا ہے

حبشہ کا بادشاہ اصحمہ مسلمان ہو گیا۔ تو بدستور اپنے ملک کا بادشاہ رہا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو سلطنت سے معزول نہ کیا اور نہ اس سے باج وخراج لیا۔

اس کا مسلمان ہو جانا مسلمانوں میں مسلّم ہے اور بدستور حبشہ کا بادشاہ رہنا بھی مسلّم ہے۔ اسپر شہادت نقل روایت لانے کی چنداں ضرورت نہیں تاہم ایک دو روایت نقل کی جاتی ہے۔

قسطلانی شرح بخاری میں کہا ہے۔ یہ نجاشی (جس کی موت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی اور اُس پر غائبانہ نماز جنازہ مدینہ میں پڑھی) وہ ہے جسکی طرف مسلمانوں نے ہجرت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی طرف نامۂ دعوت اسلام لکھا اور سنہ ۶ ہجری میں عمرو بن امیہ کے ہاتھ اس کے پاس بھیجا۔ اور وہ خود حضرت جعفر کے ہاتھ پر (جو خود حبشہ میں ہجرت کر کے رہتے تھے) مسلمان ہو گیا تھا۔

هذا النجاشي الذي هاجر اليه المسلمون كتب اليه صلى الله عليه وسلم كتابا يدعوه فيه الى الاسلام مع عمرو بن امية سنة ست من الهجرة واسلم على يد جعفر بن ابي طالب (قسطلانی جلد ۶ صفحہ ۲۳۳)

امام نووی نے شرح مسلم میں کہا ہے کہ بقول جمہور ام حبیبہ کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے چھٹے سال حبشہ میں نجاشی بادشاہ حبشہ نے کیا۔ کیونکہ وہ اس ملک حبشہ کا امیر اور بادشاہ تھا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول وعمل سے ثابت ہوا کہ جو بادشاہ

قال ابو عبيد وخليفة بن خياط والجمهور تزوجها سنة ست وقيل تسع واختلفوا اين تزوجها فقيل بالمدينة بعد قدومها من الهجرة وقال الجمهور بارض الحبشة واختلفوا فيمن عقده عليها فقيل عثمان وقيل

خالد بن سعید العاصی وقیل النجاشی لانہ کان امیر الموضع و سلطانہ (شرح مسلم صفحہ ۳۰۴ جلد ۲)

یا قوم یا شخص خوشی سے مسلمان ہو جائے تو اس کا ملک اور سلطنت اور گھر اور مال بدستور اس کے تصرف میں رہتا ہے اور یہی سنت خاتم المرسلین ہے۔ اور یہ بات پہلے ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت امام مہدی اور انکے ثانی اثنین حضرت مسیح آئینگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سنت پر عمل کرینگے۔ اور اس سے پہلے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جب حضرت امام مہدی اور حضرت مسیح آئینگے تو تمام لوگ حتے کہ سنگدل یہودی بھی انکے آسمانی نشانات اور روحانی برکات وکرامات دیکھ کر بخوشی مسلمان ہو جائیں گے تو ان تینوں مقدمات (جو مسلمان ہو جائے اسکا ملک و مال بدستور اسکے ملک میں رہتا ہے۔ حضرت مہدی و مسیح سنت سید المرسلین پر عمل کرینگے۔ انکے برکات وکرامات سے تمام لوگ مسلمان ہو جائینگے) ثابتہ مسلمہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ امام مہدی جب آئینگے۔ وہ کسی سابق سلطنت کو ان کے بادشاہ سے نہ چھینینگے اور اسکی سلطنت میں کسی قسم کی دست اندازی نہ کرینگے۔ وہی سابق بادشاہ ان سلطنتوں کے بادشاہ رہینگے وہی ان کے ویسرا۔ وہی گورنر۔ وہی کمانیر وغیرہ وغیرہ ان سلطنتوں میں صرف نام کا تغیر و تبدل ہوگا۔ پہلے وہ غیر اسلامی سلطنتیں کہلاتی تہیں پھر وہ اسلامی سلطنتیں کہلائیں گی وبس۔

اور اسی طور سے وہ پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری ہوگی

عن المقداد انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یبقی علی ظہر الارض بیت مدر ولا وبر الا ادخلہ اللہ کلمۃ الاسلام بعز عزیز وذل ذلیل اما یعزہم اللہ فیجعلہم من اہلہا او یذلہم فیدینون لہا قلت فیکون الدین

جسمیں ارشاد ہے کہ تمام زمین کی پشت پر کوئی گھر خشت و خاک کا یا اون و پشم کا (جیسکہ بادیہ نشینوں اور بنگالوں میں ہوتے ہیں) ایسا باقی نہ رہیگا جسمیں خدا تعالے کلمہ اسلام (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کو داخل نہ کریگا عزت والوں میں عزت

کلہ للہ - رواہ احمد۔
(مشکوٰۃ صفحہ ۸)

سے ہو۔ یا ذلیل لوگوں میں ان کی ذلت سے ہو۔ یا تو ایسا ہوگا کہ خدا تعالیٰ ان لوگوں کو عزت دیگا۔ اور انکو کلمہ گو بناویگا۔ وہ اسلام کی خوبی اور روشنی دیکھ کر خود بخود مسلمان ہو جائینگے (جیسا کہ پہلے ہو چکا اور آجکل یوروپ و افریقہ و امریکہ میں ہو رہا ہے اور ایسا ہی امام مہدی و حضرت عیسیٰ کے وقت میں ہوگا) یا انکو ڈیفسو لڑائیوں سے ذلت پہنچا کر اور نیچا دکھا کر آخر مسلمان بنا دیگا (جیسا کہ بعض سابق سلاطین اسلام کے وقت میں ہوا۔ راوی حدیث مقداد نے کہا آپ کی اس پیشگوئی پر مینے کہا کہ پھر تو تمام زمین میں خدا ہی کا دین ہو جائیگا۔

الحاصل امام مہدی اور انکے ثانی اثنین حضرت مسیح کسی جان کا خون نہ بہائینگے اور صرف آسمانی نشانوں سے دین اسلام دنیا میں پھیلائینگے۔ اور یہی ہمارا اس مضمون سے مدعا و مقصود تھا۔ جو پورا ہوا۔ الحمد للہ اولاً و آخراً ظاہراً و باطناً۔

اب ہم اس مضمون کے متعلق اپنے مخاطبین اخوان اہل اسلام اور قادیانی مرزائی پارٹی سے اس مضمون کے متعلق داد چاہتے اور ان سے ایک ایک سوال کرتے ہیں۔

اخوان اہل اسلام سے یہ سوال ہے کہ اس مضمون میں جو ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت امام مہدی آئینگے تو دین اسلام و سنت خیر الانام کی اشاعت آسمانی نشانات اور روحانی برکات سے کرینگے اسمیں وہ تلوار و تفنگ اور لڑائی و جنگ سے کام نہ لینگے۔ اسلام کی روحانیت اور حضرت امام مہدی کی شان و شوکت اس میں زیادہ تر پائی جاتی ہے یا اس کے برخلاف اس اعتقاد میں جو عوام اور بعض خواص کالعوام میں پایا جاتا ہے کہ وہ جو کچھ کرینگے تلوار کے زور سے کرینگے۔ اور سالہا سال کافروں سے اور مخالف سنت مسلمانوں اور مذاہب اربعہ خصوصاً حنفی مذہب کے مقلدوں سے جنگ و جہاد میں مصروف و میران و سرگردان رہکر ساتوین سال فتح کا منہ دیکھینگے۔ ۱)

جبکہ کتب حدیث میں دور سے یہی نگاہ کرنے کا اتفاق ہوگا وہ اس شق دوم کو ہرگز اختیار نکریگا۔ اور اگر کوئی ایسا ہی شیر بہادر نکلے اور عقل و نقل دونو

کا مقابلہ کرکے شق دوم کی صحت کا مدعی ہو جائے۔ تو اس سے ہم زیادہ نہیں چاہتے وہ صرف ایک ہی حدیث ایسی پیش کرے جسمیں امام مہدی کا تلوار سے کام لینا اور بزور شمشیر اسلام و سنت کو زمین میں پہیلانا ثابت ہو اس بات کے ثبوت میں کسی کشفی یا الہامی یا حاطب اللیل ملا مولوی کا قول بلا دلیل پیش کیا جائیگا۔ تو بحکم کالای بد بریش خاوند وہ قول اسی کے فائل کے منہ پر مارا جائیگا اعتقادیات میں قرآن و حدیث سے قطعی ثبوت پیش کرنا ضروری ہے کسی بے دلیل قول شاذ و نادر کی تقلید کسی مذہب سنی میں جائز نہیں ہے اس کا ثبوت اشاعۃ السنۃ میں بارہا دیا گیا ہے صفحہ (۱۳۲ نمبر ۵ جلد ۸ بلا خط ہو وغیرہ

مرزائی پارٹی سے سوال

دین اسلام اور امام مہدی علیہ السلام کی عالی شان سے جبر و اکراہ کا دہبہ مناٹا اور مخالفین اسلام کی بدگمانی اسلام سے اٹھانا اور غیر اسلامی سلطنت کا اسلامی سلطنت کی نسبت خیال مزاحمت بے جا و مداخلت ناروا کو دور کرنا اور اسلام کی روحانیت اور آمد امام مہدی کی برکت و کرامت کا خیال موافق و مخالف کے دلوں میں جمانا اس بیان و دعوے سے بآسانی اور بے تکلفی سے ہو سکتا ہے جو ہمنے کیا اور اسکو ثابت کر دکہایا ہے یا اس طریق کے اختیار کرنے سے جو تمہارے لیڈر و پیغمبر نے اختیار کیا تہا کہ آنے والا مہدی میرے سوا (جو جہاد کو مطلق حرام جانتا ہوں اور گورنمنٹ کی تعریف میں شب و روز زبان سے اور قلم سے لگ رہا ہوں) اور کوئی نہیں ہے۔ کیا اس بات کو کروڑہا مسلمانوں نے جو آمد مہدی کے منتظر تھے مان لیا اور ان کے مان لینے سے وہ خیال جو مسلمانوں کی طرف سے مخالفین اسلام کو تھا۔ جاتا رہا۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ مٹھی بھر مرزائیوں نے زبان سے (نہ دل* سے) اس بات کو مان ہی لیا ہے تو اس سے تمام اسلامی دنیا پر کیا اثر ہو سکتا ہے۔ اس سوال کا مرزائی کچھ جواب نہ دیں (اور ہرگز نہ دے سکیں گے) تو ہمارے اسلامی بہائی ہی اس کا

* انکا دلی اعتقاد وہی ہے جو اسکی کتاب دافع الوساوس کے صفحہ ۶۰۱ سے نقل کیا گیا ہے۔

بھی جواب دیں اور انصاف سے کہیں کہ اسلامی دنیا کے خیالات پر مرزا کا طریق دعوے مؤثر ہو سکتا ہے یا ہمارا خیال جسکو ہمنے اسلامی دنیا کے مسلمہ و مستند کتابوں سے بتایا اور ثابت کر دکھایا ہے۔

مرزائیوں کے ایک اعتراض کا جواب

کوئی مرزائی یا انکے عقائد مخالفہ اسلام سے ناواقف کوئی انکا حمایتی شاید یہ اعتراض کرے کہ اس مضمون میں جو مرزا کی کتاب دافع الوساوس صفحہ ۱۰ کی عبارت نقل کر کے مرزا اور اسکے خلیفہ اور دیگر پیروان کی طرف سے گورنمنٹ کو بدظن کیا گیا ہے یہ ایک مسلمان فرقہ پر حملہ ہے جو ایک مسلمان کی طرف سے ہونا چاہیئے تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایفسو (پیشقدمی سے) حملہ نہیں ہے بلکہ ڈیفسو (جوابی) حملہ ہے اس نے تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو جو آمد مہدی کے قائل ہیں اس اعتقاد کی وجہ سے گورنمنٹ کا باغی و بدخواہ قرار دیا اور ہز مجسٹی امیر صاحب کابل کو جو گورنمنٹ کے سچے اور وفادار دوست ہیں ان ہی میں شامل کیا تو اس کے جواب ڈیفنس میں یہ جملہ لکھا گیا اس ڈیفنسو جملہ کو کوئی ڈیفنسو حملہ سمجھے تو اسکی بھی ہمکو کچھ پروا نہیں ہے۔ جو کچھ اس نے مخالف مذہب اشخاص کی نسبت (جس میں گورنمنٹ بھی داخل ہے اپنا خیال اس عبارت دافع الوساوس میں ظاہر کیا تھا چونکہ وہ ایک غلط اور مذہب اسلام کے مخالف خیال تھا لہذا ہمارا مذہبی اور منصبی فرض تھا کہ ہم اس خیال کی غلطی ظاہر کرتے اور اسلام اور مسلمانوں کو اس سے بری کرتے سو ہم نے ادا کیا۔

جو شخص کسی مرزا کی حمایت میں جو ہز مجسٹی امیر صاحب افغانستان پر حملہ کیا تھا تنگ ہو وہ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۹ کا صفحہ ۳۴۶ ملاحظہ کرے اور جسکو باقی تمام مسلمانوں پر بے حملہ کرنیں شک ہو وہ اسکا رسالہ کشف الغطاء اور اشتہارات متعلق پیشگوئی مورخہ ۱۵ نومبر ۱۸۹۷ء جلد ۱۹ اشاعۃ السنۃ میں منقول ہے ملاحظہ کرے رسالہ کشف الغطاء کے ضمیمہ میں بصفحہ ۴ وہ لکھتا ہے "اگر اسکے ہم مذہب مولویوں سے جیسے مولوی احمد اللہ امرتسری مولوی رشید احمد گنگوہی مولوی عبدالجبار امرتسری مولوی شیر محمد پالی مولوی عبدالحق دہلوی مولوی ابراہیم آروی مولوی عبدالعزیز لودیانوی

حاشیہ: مسلمانوں پر حملہ کرنا یہ کہ ان کو مہدی کے منتظر ہیں۔

اشاعۃ السنۃ لاہور

اَلْوَقْفُ عَلَى الْاَوْلَادِ وَالْاَقَارِبِ وَغَيْرِهِمْ

ہرچہ داری صرف کن در راہِ او
لن تنالوا البر حتی تنفقوا

یہ آیت جسکو ہمنے اس مضمون کا ماٹو (زیب عنوان مضمون) بنایا ہے نازل ہوئی تو حضرت ابو طلحہ انصاری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھڑے ہوکر عرض کیا کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ تم نیکی تب ہی پاؤگے جبکہ اپنا پیارا مال خرچ کروگے۔ اور میرے مالوں سے مجھے زیادہ پیارا بیرحا ہے (کھجوروں کا ایک باغیچہ تھا جس میں کنواں بھی تھا۔ آنحضرت وہاں جاتے اور اور کا پانی نوش فرماتے) اور وہ خدا کی راہ میں صدقہ (خیرات) میں اسکا نیک اجر اور ذخیرہ اللہ تعالے کے پاس چاہتا ہوں۔ جہاں آپ کی رائے ہو۔ وہاں اسکو لگانے کا حکم دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو اپنے قرابتیوں میں منصرف کر تو انہوں نے اپنے چچا کے بیٹوں وغیرہ قرابتیوں میں اسکو لگا دیا۔

فلما نزلت هذه الآية قام ابو طلحة الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ان الله عز وجل يقول فى كتابه لن تنالوا البر حتى تنفقوا مما تحبون وان احب اموالى الى بيرحا وانها صدقة لله ارجو برها وذخرها فضعها يا رسول الله حيث شئت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ذلك مال رابح قد سمعت ما قلت انى ارى ان تجعلها فى الاقربين فقسمها ابو طلحة بين اقاربه وبنى عمه (البخاری ص۱۹۷ ج۱ مسلم ص۳۲۳ ج۱ مشکوٰۃ صفحہ ۱۶۴)

آیسا ہی حضرت فاروق رضہ سے مروی ہے کہ انکو خیبر میں زمین ملی تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں

عن عمر رضی اصبت ارضا من ارض

خیبر فاتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت اصبت ارضا لم اصب مالا احب الی ولا انفس عندی منہا قال ان شئت تصدقت بہا فتصدق بہا علی ان تباع ولا توہب فی الفقراء و ذوی القربی والرقاب والضیف وابن السبیل لا جناح علی من ولیہا ان یاکل بالمعروف غیر متمول مالا ویطعم (نسائی صفحہ ۴۷۰)۔

وعن ابن عمر قال فتصدق عمر بمال لہ علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان یقال لہ ثمغ ۔۔۔ فصدقتہ ذلک فی سبیل اللہ وفی الرقاب والمساکین والضیف وابن السبیل وذوی القربی (بخاری صفحہ ۳۷۹)

حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے ایسی زمین پائی ہے جس سے بڑھکر مجھے پیارا اور نفیس مال آج تک نہیں ملا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو چاہے تو اسکو صدقہ کر تو نے اسکو اس طور پر صدقہ کیا (یعنے وقف کیا) کہ وہ نہ بیچ ہو۔ نہ ہبہ ہو اور اسکی پیداوار فقیروں اور اُنکے رشتہ داروں اور مہمانوں اور مسافروں کیلئے وقف ہے جو اسکا متولی ہو وہ دستور کے مطابق اسمیں سے کھائے اور دوستوں کو کھلاوے اسکو اپنے لئے جمع نکرے یہی حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو اس زمین کی نسبت دیا جسکو ثمغ کہا جاتا تھا اور وہ مدینہ کے پاس تھی اور ایسا ہی انہوں نے کیا وہ زمین ہی آپکے رشتہ داروں اور مہمانوں اور مسافروں اور مسکینوں کے لئے وقف رہی ہے۔

یہ احادیث اس بات میں نصوص قطعیہ ہیں کہ اسلام میں صدقہ (خیرات) وہی نہیں کہلاتا جو صرف غیروں اور فقیروں کو دیا جاتا ہے۔ بلکہ وہ بھی صدقہ و خیرات کہلاتا ہے جو اپنے خویشوں اور قرابتیوں اور مہمانوں اور مسافروں کو اگرچہ وہ غنی ہوں۔ دیا جاتا ہے اگر اس میں نیت ثواب و ذخیرہ اخروی ہو۔ کوئی معاوضہ یا غرض دنیاوی اسکے مقصود نہو جس کا ثواب آخرت میں نہ ملے۔ اس سے بڑھکر آنحضرتؐ کا حکم اور ارشاد نہو

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان مسلم اذا انفق علی اہلہ نفقۃ وہو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب مسلمان اپنے گھر والوں (بیوی بچوں) پر نیت

يحتسبها كانت له صدقة (صحیح مسلم ص۳۲۴)
وفی بضع احدكم صدقة قالوا يا رسول الله
ياتی احدنا شهوته ويكون له فيها اجر.
قال ارايتم لو وضعها فی حرام اكان
عليه فيها وزر. فكذلك اذا وضعها
فی الحلال كان له فيها اجر.
(مسلم ص۳۳۵)

ثواب خرچ کرے تو وہ بھی اسکے لیے صدقہ ہے۔ اور آپنے فرمایا تم اپنی عورت سے (بہ نیت ثواب واداے حق) ہم بستری کرو تو وہ بھی تمہارے لیے صدقہ (خیرات) ہے لوگوں نے عرض کیا کہ کریں تو ہم اپنی شہوت رانی پر ہم کو اسکا ثواب ہو؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بتاؤ کہ اگر یہ شہوت رانی محل حرام سے ہو تو اسکا بوجہ (گناہ) ہوتا ہے یا نہیں۔ ایسا ہی اس شہوت رانی کا اجر و ثواب ہونا چاہیئے اگر وہ محل حلال سے ہو۔

قال رسول الله صلی الله عليه وسلم دينار
انفقته فی سبيل الله ودينار انفقته فی رقبة
ودينار تصدقت به علی مسكين ودينار
انفقته علی اهلك اعظمها اجرا الذی
انفقته علی اهلك.
(صحیح مسلم ص۳۲۲)

اور آپنے فرمایا ایک دینار (اشرفی) وہ ہے جس کو تم خدا کی راہ (جہاد) میں خرچ کرو ایک وہ ہے جسکو غلام کی گردن چھوڑانے میں خرچ کرو۔ ایک دینار وہ ہے جسکو مسکین پر صدقہ کرو۔ ایک وہ ہے جس کو اپنے گھر والوں پر خرچ کرو۔ سب سے زیادہ اجر و ثواب اس دینار کے خرچ کرنے میں ہے جو گھر والوں پر خرچ کرو اس سے بھی بڑھکر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم و ارشاد سنو کہ مسلمان جو خاص اپنی جان پر خرچ کرتا ہے وہ بھی صدقہ (خیرات) کہلاتا ہے اگر اسمیں نیت اجر ثواب آخرت ہو۔ ایک دفعہ آنحضرتؐ نے صدقہ خیرات کرنے کا حکم سنایا تو ایک شخص بولا میرے پاس ایک

عن ابی هريرة رض قال امر النبی صلی الله
عليه وسلم بالصدقة فقال رجل يا رسول
الله عندی دينار قال تصدق به علی
نفسك قال عندی آخر قال تصدق

دینار ہے آنحضرتؐ نے فرمایا اسکو تو اپنی جان پر خیرات کر۔ اسنے کہا ایک اور بھی ہے آپنے فرمایا اسکو اپنی اولاد پر خیرات کر اسنے کہا ایک اور بھی ہے آپنے فرمایا اسکو اپنی عورت

ہیں۔ اور پھر اسکے فرشتوں کو (کہ وہ خدا تعالےٰ اور اسکے رسولوں کے مابین تبلیغ احکام کے وسائل ہیں) مانتے ہیں۔ اور (پھر) اسکے رسولوں کو (جن کی طرف خدا تعالےٰ کی کتابیں اور احکام نازل ہوئے ہیں) مانتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم خدا کے کسی رسول کی تسلیم وایمان میں دوسرے رسولوں سے تفریق نہیں کرتے اور وہ کہتے ہیں جو کچھ رسولوں نے فرمایا اور پہنچایا ہمنے سن لیا اور قبول کیا۔ (اس اقبال واقرار کے ساتھ) وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب (جو ہم سے تعمیل احکام میں تقصیر ہوتی ہو اسکی بابت) ہم تجھ سے معافی اور بخشش چاہتے ہیں ہم سب کا آخر رجوع (قیامت کے دن) تیری طرف ہے۔

اور دوسری آیت میں ارشاد ہوا ہے جو لوگ اللہ اور اسکے رسولوں سے کفر کرتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اسکے رسولوں کے ماننے نہ ماننے میں فرق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو (خدا تعالےٰ) کو تو مانتے ہیں اور بعض کو (رسولوں کو) نہیں مانتے اور یہ چاہتے ہیں کہ (ایسی) بیچا بیچ کی راہ اختیار کریں۔ یہ لوگ وہی ہیں ٹھیک ٹھیک (پکے) کافر ہیں کافروں کے لیئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(۲) ان الذین یکفرون باللہ و رسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا۔ اولئک ھم الکافرون حقا واعتدنا للکفرین عذابا مھینا (نساء ع ۲۱)

تیسری آیت میں ارشاد ہے۔ خدا تعالےٰ اور علم والے عدالت کو قائم رکھ کر گواہی دیتے ہیں کہ بجز خدا

(۳) شھد اللہ انہ لا الہ ھو والو

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

به علی ولدك قال عندی آخر قال تصدق به علی اهلك قال عندی آخر قال تصدق به علی خادمك قال عندی آخر قال انت ابصر (سنن ابی داؤد ص۴۳ و مشکوٰۃ ص۱۶۳)

پر خیرات کر وہ بولا ایک اور بھی ہے آپنے فرمایا اب تو خود دیکھ اور جان سکتا ہے۔ کہ یہ کس محل پر خرچ کرنا مناسب ہے یعنی جن پر واجبوں کا حق وصدقہ مقدم اور پہلے ضروری تھا وہ بتا یا گیا اب غیروں میں سے جسکو تو مناسب سمجھے اسکو دے۔

ایک اور حدیث صحیح مسلم میں ہے جسمیں ذکر ہے کہ ایک شخص نے اپنا ایک غلام آزاد کر دیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ تیرا مال اور بھی ہے اُسنے کہا اور نہیں ہے۔ آپ نے اوس غلام کو فروخت کر کے اُس کا دام اوسکے حوالہ کیا اور کہا کہ پہلے تو اُس کو اپنے ہی نفس پر خرچ کر۔ اُس سے بچے تو وہ گھر والوں پر اُنسے بچے تو قرابت والوں کو دے اُن سے بچے تو اپنے آگے اور اپنے بائیں یعنے غیروں کو دی

عن جابر انه قال اعتق رجل من بنی عذرة عبدًا له عن دبر فبلغ ذلك رسول الله صلعم قال الك مال غیره فقال لا فقال من یشتریه فاشتراه نعیم بن عبد الله العدوی بثمانمائة درهم فجاء بها الی رسول الله صلعم فدفعها ثم قال ابدء بنفسك فتصدق علیها فان فضل فلاهلك فان فضل عن اهلك فلذی قرابتك فان فضل عن ذی قرابتك فهكذا وهكذا یقول بین یدیك وعن یمینك وعن شمالك (صحیح مسلم ص۴۳۱)

اُس حدیث میں تو قطعی اور صاف طور پر فیصلہ کر دیا ہے کہ اور خویش واقارب ازواج اولاد وغیرہ تو کجا مسلمان جو اپنے نفس وجان پر خرچ کرتا ہے وہ بھی شرعًا صدقہ کہلاتا ہے اور وہ سب سے مقدم ہے جسکا سیر اور فلاسفی یہ ہے کہ صدقہ وہ ہوتا ہے جس میں نیت ثواب آخرت ہو اور یہ نیت ثواب آخرت اپنے نفس پر خرچ کرنے میں بھی ہو سکتی ہے مثلاً اگر اس نیت سے خرچ ہو کہ خدا تعالےٰ نے میری جان وجسم کا حق بھی میرے ذمہ لگایا ہے۔ میں اس حق کو ادا کروں گا تو خدا تعالےٰ سے اجر پاؤنگا میں اس کا

قال رسول الله صلعم ان لجسدك علیك

حقًا وان لعينك عليك حقًا متفق عليه - (مشكوٰة ص)

یہ حق ادا کرونگا۔ تو اس سے دین و دنیا کا کام لونگا۔ جو لوگ اس سے غافل اور فلاسفی اسلامی کو سمجھتے ہیں وہ اپنے ہر ایک کام میں کھانا پینا بول۔ براز کرنا عورت سے ہم بستر ہونا وغیرہ ثواب و اجر پاتے ہیں۔ جو لوگ اس سے غافل ہیں وہ اپنے دنیاوی افعال اور طبعی حرکات و سکنات میں حیوانات سے بڑھکر نہیں

یاکلون کما تاکل الانعام۔

ہیں۔ وہ حیوانوں کی طرح کھاتے ہیں اور حیوانوں کی مانند اپنے ازواج اولاد سے طبعی الفت و میلان کرتے ہیں ان افعال میں ان کی کوئی نیتِ ثواب نہیں ہوتی۔ بلکہ بعض حیوانوں سے بھی بدتر ہوتے

اولئك كالانعام بل هم اضل

ہیں جو میلان طبعی کے علاوہ گناہ کے بھی مرتکب ہوجاتے ہیں۔ محل و غیر محل میں تمیز نہیں کرتے۔ جس سے حیوانات محفوظ ہوتے ہیں۔ کیونکہ انمیں محل و غیر محل کی تمیز کا مادہ نہیں ہوتا۔

ان ہی ارشادات و ہدایات نبوی کی نظر و استدلال سے فقہاء اسلام نے عام وقف کو اور خاص وقف علی الاولاد والاقارب والاغنیاء کو صدقہ جاریہ اور خیرات غیر منقطعہ قرار دیا ہے۔ اور اس سے مقصود ثواب اخروی متعین کر دیا ہے اگر اس میں کوئی ایسا لفظ نہ بولا گیا ہو۔ جو اسکے صدقہ موجب ثواب ہونے کی نفی کرے۔ اور اگر اس میں ایسا لفظ بولا گیا ہو۔ جو اسکے صدقہ موجب ثواب ہونے کی نفی کرے تو پھر وہ فقہاء اسلام کے نزدیک وقف شرعی نہیں ہے۔ وقف باطل کہلاتا ہے بالجملہ وقف شرعی اور ثواب اخروی لازم و ملزوم ہیں اور اسکا دائمی و غیر منقطع ہونا ایک لازمی امر ہے۔

ہدایہ (جو حنفی مذہب کی ایک مشہور و معتبر کتاب ہے) میں عام وقف کی تعریف

الوقف هو عند ابی حنيفة حبس العين على ملك الواقف والتصدق بالمنفعة بمنزلة العارية وعندهما حبس العين على

میں لکھا ہے۔ کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک وقف ایک چیز کو اسکے مالک کی ملک تسلیم کرکے بیدر کھنے اور اسکی پیداوار

حکم ملك الله فيزول ملك الواقف عنه الى الله تعالى على وجه تعود منفعته الى العباد فيلزم ولا يباع ولا يوهب ولا يورث۔
(هدایه ص۶۱۷)

کو صدقہ وخیرات کرنے کا نام ہے اور امام ابو یوسف رح وامام محمد رح کے نزدیک اصل چیز کو خدا کی ملک قرار دیکر بندوں کی اور اسکی آمدن کو صدقہ وخیرات کرنے کا نام ہے۔

ایسا ہی فتاوے عالمگیری اور درمختار میں کہا ہے۔ درمختار میں علاوہ بران یہ بھی کہا ہے کہ اسکی آمدنی کا صدقہ خیرات ہونا اگرچہ کسیقدر اور کسی وقت میں ہو اور اسکا صرف کرنا جسپر وقف کنندہ چاہے اگرچہ غنی ہو۔ اس کے حاشیہ ردالمحتار میں وقف کے صدقہ ہونے

والتصدق بالمنفعة ولو فى الجملة و صرف منفعتها على كل من احب و لو غنيا فيلزم فلا يجوز ابطاله ولا يورث عنه وعليه الفتوى (ابن الكمال وابن الشحنه (درمختار ص۳)

کو اگرچہ فی الجملہ ہو ترجیح دی ہے۔ اور قول ابن کمال جس میں وقف اغنیاء کو بلاتصدق وقف قرار دیا گیا ہے۔ رد کیا ہے۔

چنانچہ کہا ہے تصدق فی الجملہ کہنے سے وہ وقف جو خود وقف کنندہ کے لیے یا اور اغنیاء کے لیے ہو مگر اخیر کو فقیروں کے لیے ہو جاوے داخل ہو گیا۔ یہ شرط (اخیر کو فقراء کے لیے ہو جانے کی) اسلئے لگائی ہے کہ نہر الفائق میں کتاب محیط سے منقول ہے۔ کہ اگر کوئی صرف غنیوں کے لیے وقف کرے تو جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اسمیں قربت الٰہی نہیں پائی جاتی لیکن اگر اخیر کو فقیروں کے لیے کیا جاوے تو وہ فی الجملہ قربت

قوله فى الجملة فيدخل فيه الوقف على نفسه ثم على الفقراء وكذا الوقف على الاغنياء ثم الفقراء لما فى النهر عن المحيط لو وقف على الاغنياء وهم لم يجز لانه ليس بقربة اما لو جعل آخره للفقراء فانه يكون قربة فى الجملة انتهى وبهذا التعميم صار التعريف جامعا واستغنى عما زاده فيه الكمال وتبعه ابن الكمال من قوله او صرف

منفعتها الی مزاحب وقال لان الوقف یصح
لمن یجب من الاغنیاء بلا قصد القربة و
هو ان کان لابد فی آخره من القربة بشرط
التابید کالفقراء ومصالح المسجد لکنه یکون
وقفًا قبل انقراض الاغنیاء بلا قصد وانتهی
افاده فی النهر واجاب فی البحر ایضًا بانه قد
یقال ان الوقف علی الغنی تصدق بالمنفعة
لان الصدقة تکون علی الاغنیاء ایضًا وان
کانت مجازًا عن الهبة عند بعضهم وصرح
فی الذخیرة بان فی التصدق علی الغنی نوع
قربة دون قربة الفقیر انتهی واعترضه
حینئذٍ بان هذا النوع من القربة لو کفی
فی الوقف یصح الوقف علی الاغنیاء من
غیر ان یجعل آخره للفقراء وعلمت تصریح
المحیط بانه لا یصح وسیاتی قبیل الفصل قلت
والجواب الصحیح ان الوقف تصدق ابتداءً
وانتهاءً اذ لا بد من التصریح بالتصدق علی
وجه التابید او ما یقوم مقامه کما یاتی
تحقیقه۔ ولکنه اذا جعل وله علی معینین
صار کانه استثنی ذلک من الدفع الی
الفقراء کما صرحوا به ولذا اذا اوقف علی
بنیه ثم علی الفقراء ولم یوجد الا ابن
واحد یعطی النصف والنصف الباقی

ہو جاتی ہے۔ اس کہنے سے تعریف وقف
جامع ہو جاتی ہے اور جو کمال نے اور اسکے
متابعت سے ابن کمال نے وقف اغنیاء کو
وقف میں شامل کرنے کے لیے تعریف وقف
میں یہ لفظ کہ اسکے نفع کو جس پر چاہے صرف
کرے بڑھا دیا ہے اور اس وقف کے صحیح
بنانے کو یہ کہا ہے کہ وقف اغنیا کے لیے بلا قصد
قربت ہوتا ہے اور اس وقف میں اگرچہ اخیر
کو ہمیشہ کے لیے قربت کا ہونا ضروری ہے۔
لاکن وہ قبل اختتام غنیوں کے بدون صدقہ
وقف رہتا ہے اسکی کچھ حاجت نہیں۔ یہ بات
نہر الفائق میں بیان کی ہے اور کتاب بحر الرائق
میں اس (وقف اغنیاء) کے صحیح کرنے کیلئے
یہ کہا ہے کہ غنی پر وقف بھی صدقہ ہے۔ کیونکہ
غنیوں کے لیے بھی صدقہ ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ
مجازًا ہدیہ ہے۔ اور ذخیرہ میں ہے کہ غنی پر
صدقہ کرنے میں بھی ایک طرح کی قربت ہے۔
اگرچہ وہ قربت صدقہ فقراء سے کم ہے اسپر یہ
اعتراض کیا گیا ہے کہ اگر اسقدر قربت وقف
میں کافی ہو تو چاہیئے کہ غنیوں کے لیے وقف
بدون اس شرط کے کہ وہ اخیر کو فقیروں کیلئے
ہو جاوے صحیح ہو حالانکہ محیط کی روایت سے
معلوم ہو چکا ہے کہ ایسا وقف جو صرف غنیوں

للفقرآء لان مایطل من الوقف علی ابنٍ صار للفقرآء لان الوقف خرج عن ملك الواقف بقوله صدقة موقوفة ابدًا فقد ابتدا بالصدقة وختمه بها کما قاله الخصاف فعلم انه صدقة ابتداء لا یخرجه عن ذلك اشتراط صرفه لمعنیٍ (رد المحتار مصریة ص۵۳۵ - جلد ۳)

کے لیے ہو صحیح نہیں ہے۔ پس صحیح جواب (وقف اغنیاء کے شبہ سے) یہی ہے کہ وقف ابتداء و انتہاء میں صدقہ ہے۔ اس کو صاف طور پر صدقہ کہنا یا ایسے طور پر جس سے صدقہ ہونا مفہوم ہو ضروری ہے۔ چنانچہ اسکی تحقیق آگے آتی ہے۔ لیکن جب اسنے اسکو ابتداء میں خاص لوگوں کے لیے مقرر کیا تو گویا اس ابتدائی مصرف کو عطائے فقراء سے مستثنیٰ کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی اپنی اولاد کے لیے پھر فقیروں کے لیے وقف کرے اور بجز ایک بیٹے کے اس کی اولاد نہ ہو تو بیٹے کو نصف ملے گا۔ اور باقی نصف فقیروں کو اسلیئے کہ جو اس بیٹے سے جاتا رہا وہ فقیروں کا ہو گیا۔ کیونکہ وقف ملک واقف سے صدقہ موقوفہ کہنے سے نکل گیا۔ اس لیے کہ اس نے اسکو پہلے بہی صدقہ یعنی لفظ صدقہ بولا اور اخیر کو بھی صدقہ کہا یعنی لفظ وقف بولا (جو فقیروں کے لیے عرفاً مخصوص ہے۔ چنانچہ اسکی تحقیق بھی اس تحقیق سابق الذکر میں آتی ہے) اس سے ثابت ہوا کہ وقف (اغنیاء پر کیوں نہو) ابتداء میں بھی صدقہ ہوتا ہے۔ اس صدقہ ہونے سے اس کا کسی خاص محل صرف (اغنیاء یا اولاد) سے مشروط ہونا اسکو خارج نہیں کرتا۔

اور نیز در مختار میں کہا ہے وقف تین قسم ہے (۱) یا تو وہ صرف فقراء کے لیے ہوگا (۲) اور یا اغنیاء کے لیے ان کے بعد فقراء کے لیے (یہ وہ وقف خاص ہے جو اپنی اولاد یا دوسرے اغنیاء کے لیے وقف کر دیا جائے اور اسکے ساتھ لفظ صدقہ کہدیا جائے یا وقف برائے خدا (۳) یا وہ وقف جن سے غنی و فقیر سب مساوی طور سے فائدہ اٹھاویں جیسے مہمان سرائے کاروان سرائے قبرستان۔ مقاوہ پل

الوقف علی ثلثة اوجه اما للفقراء او للاغنیاء ثم للفقراء او یستوی فیه الفریقان کرباط دخان ومقابر و سقایات وقناطر ونحو ذلك کمساجد و طواحین وطست لاحتیاج الکل لذلك (در مختار ص۳۹۴)

مسجد و خراس و لگن وغیرہ جسکی طرف سب کو یکساں حاجت ہوتی ہے۔

ان اقسام کے قسم دوم سے وقف خاص اغنیاء کا وقف کہلاتا ہے۔ وہ بھی اسی صورت میں وقف شرعی ہو سکتا ہے جب اسمیں لفظ صدقہ یا اور ایسا لفظ لگایا جاوے جس سے آخر وہ فقراء کے لئے ہو جائے اور اغنیاء کے ختم ہو جانے سے وہ ختم نہ ہو جائے بلکہ وہ ہمیشہ کیلئے رہے اور اگر اسمیں ایسا لفظ نہ لگایا جاوے اور اسکو اغنیاء سے ایسے طور پر خاص کیا جاوے کہ ان اغنیاء کے منقطع اور ختم ہو جانے سے وہ وقف بھی ختم ہو جائے تو وہ وقف شرعی وقف نہیں رہتا۔ بلکہ وقف باطل کہلاتا ہے۔ چنانچہ عبارت ردمحتار میں محیط سے نقل ہو چکا ہے۔ اس مدعا کو برہان شرح مواہب الرحمن اور ہدایہ اور عالمگیری اور ردالمحتار میں اس عنوان سے ادا کیا ہے کہ وقف شرعی تب ہی ہوتا ہے جبکہ اسمیں مصرف منقطع ہونے والا بیان نکیا گیا ہو۔

برہان شرح مواہب الرحمن میں کہا ہے۔ وقف میں دائمی مصرف کا ذکر چھوٹ جاوے تو بھی وقف صحیح ہو جاتا ہے۔ یہی امام مالک اور امام احمد کا قول ہے۔ اور ایک قول امام شافعی کا پھر جب وہ مصرف باقی نرہے گا تو وہ وقف فقیروں کی طرف پھیرا جائے گا یہی قول ہے امام مالک کا اور ایک روایت میں امام احمد کا اور ایک قول امام شافعی کا ہے انکا دوسرا قول یہ ہے کہ وہ وقف وقف کنندہ کے قرابتیوں کی طرف جو محتاج ہونگے پھیرا جاوے گا۔ ایسا ہی امام احمد کا

وصح ترك ذكر مصرف مؤبد بان ذكر جهة تنقطع وبه قال مالك واحمد والشافعي في قول فاذا انقطع صرف الى الفقراء وبه قال مالك واحمد في رواية والشافعي في قول وقال في قول آخر يصرف الى اقارب الواقف المحتاجين وبه قال احمد في رواية وعن احمد يوضع في بيت المال وقال ابو حنيفة ومحمد لا يصح الوقف حتى يذكر مصرف مؤبد لان موجب الوقف

[illegible]

ذوال الملك بدون التمليك وانه موبد كالمعين فاذا كانت الجهة متوهمة الانقطاع لا يتوفر على الوقف مقتضاه ولهذا كان التأقيت مبطلا للوقف كالتأقيت للبيع ولابي يوسف ان المقصود وهو التقرب الى الله تعالى يحصل بالصرف الى جهة تنقطع والى جهة لا تنقطع وقيل التابيد شرط بالاتفاق لان ابا يوسف لا يشترط ذكر التابيد لان لفظ الوقف والصدقة منبئة عنه وعن محمد يشترط لان الوقف قد يقصد بالمنفعة او بالغلة وذلك قد يكون موقتا وقد يكون موبدا فمطلقه لا يصرف الى المؤبد وفي المحيط لو قال اردت بهذه صدقة موقوفة او محرمة او محبوسة ولم يذكر التابيد صح الوقف لا عند ابي يوسف بن خالد السمتي تلميذ ابي حنيفة فان ذكر التابيد عنده شرط والصحيح انه ليس بشرط (برهان شرح مواهب الرحمن من عينه-)

ایک قول ہے - دوسرا قول انکا یہ ہے کہ وہ اسلامی بیت المال میں داخل ہوگا- (جس میں مسکینوں کا حق ہوتا ہے) امام ابو حنیفہ امام محمد کا قول ہے کہ جب تک ایسے مصرف کا جو دائمی ہو ذکر وقف میں نہو وقف صحیح نہیں ہوتا- کیونکہ وقف کا حکم ہے کہ مال وقف سے وقف کنندہ کی ملک بغیر اسکے کہ وہ کسیکو اس کا مالک بنادے دور ہو جاتی ہے اور وہ ہمیشہ کے لیے وقف ہوتا ہے پھر اگر اس کا مصرف ایسا ہو جس میں منقطع ہو جانے کا احتمال ہو تو وقف کا مقتضا پورا نہوا- لہذا اس کا ایسا مصرف مقرر کر دینا جو اسکو موقت و محدود کر دے وقف کا مبطل ہوگا امام ابو یوسف کی یہ دلیل ہے کہ وقف سے مقصود خدا تعالے کا قرب حاصل کرنا ہوتا ہے اور یہ دونو مصرف (محدود و غیر محدود میں حاصل ہو سکتا ہے (یعنے جب تک صدقہ ہے گا اس سے یہ مقصود حاصل ہوگا اور جب مصرف محدود اٹھ جائے گا تب وہ مصرف غیر محدود کی طرف پھیرا جائے گا) یعنے کہتے ہیں کہ

وقف میں ہمیشگی مصرف کا صاحب کے نزدیک ضروری ہے مگر امام ابو یوسف کے نزدیک اس کا ذکر بوقت وقف ضروری شرط نہیں ہے کیونکہ لفظ وقف اور لفظ صدقہ (جو اسکے ساتھ ملایا جاتا ہے) خود اس ہمیشگی کے وجود سے خبر دیتے ہیں- اور یہ ظاہر ہے کہ

اسکا ذکر بوقت وقف شرط ہے۔ کیونکہ وقف میں آمدنی کا صدقہ ہوتا ہے۔ اور وہ کبھی محدود و موقت مصرف میں ہوتا ہے۔ اور کبھی دائمی پھر اگر وہ بے قید رہے تو اس سے دائمی صدقہ مراد نہیں لیا جا سکتا محیط میں کہا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ میری فلاں زمین صدقہ ہے۔ وقف کیا گیا اور بنام خدا لکھا گیا اور خدا کی راہ میں بند رکھا گیا۔ اور ہمیشگی کا اسمیں ذکر نہ کیا گیا ہو تو وہ وقف صحیح ہے۔ مگر ابو یوسف بن خالد سنتی شاگرد امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہمیشگی کا ذکر اسمیں شرط ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ ذکر شرط نہیں ہے۔

اور ہدایہ میں کہا ہے۔ امام ابو حنیفہ و امام محمد کے نزدیک وقف پورا نہیں ہوتا جبتک کہ اسکا اخیر ایسا نہ کیا جائے جو ہمیشہ کو ہے اور منقطع نہ ہو جاوے یعنی فقیروں کے لیے نہ ٹھہرایا جاوے اور امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ اگر اس میں ایسا مصرف مقرر کیا جاوے (جیسے اولاد یا اغنیاء کو مقرر کرنا) تو بھی جائز ہے اور بعد منقطع ہو جانے اس مصرف کے وہ فقراء کے لیے خود بخود ہو جائے گا اگرچہ وقف کنندہ نے انکا نام نہیں لیا انکی دلیل یہ ہے کہ وقف سے مقصود خدا کا قرب حاصل کرنا ہوتا ہے اور وہ دونو صورت (مصرف کو

قال ولا یتم الوقف عند ابی حنیفۃ و محمد حتی یجعل اخرہ لجھۃ تنقطع ابدًا وقال ابو یوسف اذا سمی فیہ جھۃ تنقطع جاز وصار بعدھا للفقراء وان لم یسمھم لابی یوسف ان المقصود ھو التصدق للہ یتوفر علیہ لان التصرف تارۃ یکون فی الصرف الی جھۃ تنقطع ومرۃ بالصرف الی جھۃ تتابد الی قولہ لان لفظ الوقف منبئ علیہ۔

(ھدایہ صفحہ ۶۱۹)

محدود کرنے اور مصرف موبد رکھنے) سے حاصل ہو سکتا ہے اور اخیر کو وقف کا فقراء کے لیے ہو جانا تو عین موجب لازم وقف ہے اور لفظ وقف اور صدقہ خود اس سے خبر دیتے ہیں۔ پھر اگر اس نے نام نہ لیا تو کیا ہوا۔

اور فتاوے عالمگیری میں ہے۔ امام ابو حنیفہ و امام محمد کے نزدیک وقف کی شرطوں میں سے یہ بھی ہے کہ اسکی اخیر مصرف ایسی ہو جو منقطع نہ ہو اگر اسبات کا اسمیں ذکر نہ ہو تو انکی

وفی العالمگیری ومن شروط الوقف ان یجعل اخرہ لجھۃ لا تنقطع ابدًا عند ابی حنیفۃ

ومحمد وان لم یذکر ذلک لم یصح عندهما وعند ابی یوسف ذکر هذا لیس بشرط بل یصح ان سمی جهة تنقطع ویکون بعدها للفقراء وان لم یسمهم ان قصد الوقف ان یکون اخیرا للفقراء وان لم یسمهم فکان تسمیة هذا الشرط ثانیا دلالة

نزدیک وقف صحیح نہیں ہے۔ امام ابو یوسف رح کے نزدیک اس بات کا ذکر کرنا شرط صحت وقف نہیں بلکہ وقف منقطع ہو جانے والی صورت کے ذکر کرنے سے بھی صحیح ہو جاتا ہے پھر وہ وقف بعد منقطع ہو جانے صورت کے خود بخود فقراء کے لئے (یعنے دائمی) ہو جاتا ہے اگرچہ انکا نام نہ لیا ہو۔ یہ فقراء کا نام دلالۃً ومعناً ثابت ہے۔

ایسا ہی در مختار کے حاشیہ رد المحتار میں بہت بسط وتفصیل سے تحقیق کیا ہے کہ وقف مقید ومخصوص باغنیاء واولاد واقارب باطل ہے۔ ایسا وقف تب ہی صحیح وجائز ہو سکتا ہے کہ اسمیں لفظ صدقہ کا یا جاوے۔ یا اسمیں فقراء کو بھی شامل کیا جاوے جس سے اسکا دوامی وغیرہ منقطع ہونا ثابت ہو۔

چنانچہ فرمایا ہے کہ اسعاف میں کہا ہے کہ جب وقف کنندہ کہے۔ میری یہ زمین

قال فی الاسعاف لو قال وقفت ارضی هذه علی ولد زید وذکر جماعة باعیانهم لم یصح عند ابی یوسف ایضا لان تعیین الموقوف علیه یمنع ارادة غیره بخلاف ما اذا لم یعین لجعله ایاه علی الفقراء۔ الا تری انه فرق بین قوله موقوفة وبین قوله موقوفة علی ولدی فصح الاول دون الثانی لان مطلق قوله موقوفة یصرف الی الفقراء عرفا فاذا ذکر الولد صار مقیدا

اولاد زید کے لیے وقف ہے۔ اور ایک جماعت خاص کا ذکر کرے تو یہ وقف ابو یوسف کے نزدیک ہی صحیح نہیں اسلئے کہ اون لوگوں کا مقرر کر دینا دوسروں کی مراد نہونی سے روکتا ہے بخلاف اس صورت کے کہ کسی شخص کو مقرر نکرے اس صورت میں اسنے وقف کو گویا فقیروں کے لیئے کر دیا کیا تجھے معلوم نہیں کہ وقف کہنے اور فلانے کے لیے وقف کہنے میں فرق ہے؟ بصورت اولے وقف صحیح ہے نہ بصورت ثانی اسلیے کہ بلا قید

فلا یبقی العرف فظهر بهذا ان الخلاف بینهما فی اشتراط ذکر التابید وعدمه انما هو فی التنصیص علیه او علی ما یقوم مقامه کالفقراء ونحوهم واما التابید معنیً فشرط اتفاقاً علی الصحیح وقد نص علیه محققوا مشایخ انتهی۔

قلت ومقتضاه ان المقید باطل اتفاقاً لاکن ذکر فی البزازیة ان عن ابی یوسف فی التابید روایتین الاولی انه غیر شرط حتی لو قال وقفت علی اولادی ولم یزد جاز الوقف واذا انقرضوا عاد الی ملکه لو حیاً والا علی ملک الوارث۔ والثانیة انه شرط لکن ذکره غیر شرط حتی تصرف الغلة بعد الاولاد الی الفقراء ومقتضاه انه علی الروایة الاولی یصح کل من الوقف والتقیید وعلی الثانیة یصح الوقف ویبطل التقیید لکن ذکر فی البحر ان ظاهر المجتبی والخلاصة ان الروایتین عنه فیما اذا ذکر لفظ الصدقة اما اذا ذکر لفظ الوقف فقط لا یجوز اتفاقاً اذا کان الموقوف علیه معیناً انتهی قلت یشهد له ما فی الذخیرة لو قال ارضی هذه صدقة موقوفة فهی وقف بلا خلاف

وقف کہنے سے تو وہ بحکم عرف فقیروں کی طرف راجع ہوتا ہے۔ اور جب اس نے وقف کے ساتھ اولاد کا ذکر کر دیا تو لحاظ عرف کا موقع باقی نہ رہا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ صاحبین کا اختلاف لفظ دوام (یا جو اسکے قائمقام ہو) کی زبان سے بولنے میں ہے۔ معنوں میں دوام کا مراد ہونا سب کے نزدیک شرط ہے۔ چنانچہ محققوں نے کہا ہے۔ میں کہتا ہوں (مؤلف رد المحتار کا قول ہے) اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ جو وقف خاص اغنیا۔ یا اولاد سے مقید ہو وہ بالاتفاق باطل ہے۔ لیکن بزازیہ میں ہے کہ امام ابو یوسف سے دو روایتیں ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ دوامی کہنا شرط نہیں حتی کہ اگر صرف اتنا ہی کہے کہ میں نے اولاد کے لیے وقف کیا اور اس سے کچھ زیادہ نہ کہے تو وقف صحیح ہے۔ پھر جب وہ اولاد نہ رہی تو وہ وقف ملک واقف میں آجاتا ہے۔ اگر خود زندہ ہو یا اسکے اور وارثوں کو ملجاتا ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ دوامی ہونا شرط ہے پھر اس کا ذکر کرنا شرط نہیں اسلیے وہ غلہ بعد تمام ہو جانے اولاد کے فقیروں کی طرف مصروف ہوگا۔

العلم قائماً بالقسط لا الہ الا
ھو العزیز الحکیم۔ ان الدین عند
اللہ الاسلام وما اختلف الذین
اوتوا الکتاب الا من بعد ما جاءھم
العلم بغیاً بینھم ومن یکفر
بآیات اللہ فان اللہ سریع الحساب
(آل عمران - ع ۳)

کوئی لائق عبادت نہیں وہ غالب
اور حکمت والا ہے۔ خدا تعالےٰ کے
نزدیک دین (لائق پسند و قبول)
اسلام ہی ہے (جس میں بجز خدا
کسیکی عبادت نہیں اور تمام رسولوں
کی تصدیق ہے) اس دین میں اختلاف
کیا تو اہل کتاب (یہود و نصاریٰ)
نے کیا ہے اس کو حق جان لینے کے بعد حسد و سرکشی سے۔ پس جو (انمیں
سے) خدا کے آیات (احکام) سے انکار کرے گا اللہ تعالےٰ اس کا حساب
جلد لے گا۔

چوتھی آیت میں ارشاد ہے۔ تو کہدے اے اہل کتاب آؤ ایک

(۴) قل یا اھل الکتاب تعالوا
الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان
لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ
شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً
اربابا من دون اللہ فان تولوا
فقولوا اشھدوا بانا مسلمون۔
(آل عمران ع ۷)

ایسے حکم کیطرف جو ہماری کتاب اور
تمہاری کتابوں میں برابر وارد ہے۔
کہ ہم بجز خدا کسیکی عبادت نہ کریں اور
کسیکو اسکا شریک نہ ٹھہراویں۔ اور
(آپسمیں) ایک دوسرے کو رب نہ
بناویں۔ یعنے خدا تعالےٰ کے حکموں
کو چھوڑ کر دین میں اسکا حکم نہ مانیں
وہ لوگ اس حکم سے منہ پھیریں تو (اے مسلمانو) تم انکو کہدو کہ تم گواہ
رہو کہ ہم تو (اس حکم کو مانکر) مسلمان ہو چکے۔ یعنے تم مسلمان نہیں ہو کہ
خدا تعالےٰ کے سوا اپنے دین میں درویشوں کو حاکم بناتے ہو اور اسلام اور

اذا المعين انسان فلو عين وذكر مع لفظ الوقف لفظ الصدقة بان قال صدقة موقوفة على فلان جاز ويصرف بعده الى الفقراء ثم نقل تائيده عن الهداية والخانية والقدوري والملتقى والنقاية وغيرها من المعتبرات ۔ ثم قال والحاصل انه لا خلاف عندهما في صحة الوقف مع عدم تعيين الموقوف عليه اذا ذكر لفظ التاييد او ما في معناه كالفقراء وكلفظ صدقة موقوفة ولله تعالى وكموقوفة على وجوه البر لانه عبارة عن الصدقة وانه لا خلاف في بطلانه لو اقتصر على لفظ موقوفة مع تعيين كموقوفة على زيد خلافا لما في البزازية وانما الخلاف بينهما لو اقتصر بلا تعيين او جمع مع التعيين كصدقة موقوفة على فلان فعند ابي يوسف يصح ثم يعود الى الفقراء وهو المعتمد وقيل يعود الى المالك والمراد بالمعين ما يحتمل الانقطاع كاولاد زيد او فقراء قرية فلان وهم يحصرون۔

فاغتنم تحرير هذا المحل فانك لا تجده في غير هذا الكتاب والحمد لله تعالى على الهام الصواب

(رد المحتار ص۵۲۵ ج ۳)

اس کا مقتضائے یہ ہے کہ بنا بر پہلی روایت کے وقف اور قید منافی دوام دونو صحیح ہیں اور دوسری روایت پر وقف صحیح ہے قید باطل ہے۔ لیکن جب ارائق میں (اس روایت ثانیہ کی تاویل میں) کہا ہے کہ مجتبیٰ اور خلاصہ کے ظاہر الفاظ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ یہ دونو روایتیں اس صورت میں ہیں کہ لفظ وقف کے ساتھ لفظ صدقہ کا بھی ذکر کرے تو بصورت تقرری مصرف کے وقف جائز ہوگا ولیکن اگر صرف لفظ وقف بدون لفظ صدقہ کہے تو بالاتفاق وقف جائز نہوگا۔

میں (صاحب رد المحتار) کہتا ہوں کہ قول صاحب تحریر کا شامی نے جو ذخیرہ میں کہا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ میری زمین صدقہ ہے وقف کیا ہوا۔ تو یہ بلا خلاف وقف ہے۔ اگر کسی آدمی کو اسکے لئے مصرف مقرر نکرے اور اگر کسی آدمی کو خاص کردے تو ساتھ وقف کے لفظ صدقہ بھی ذکر کرے اور یوں کہے کہ یہ صدقہ ہی فلانے شخص پر وقف کیا ہوا تو بھی جائز ہے۔ اور اس شخص کے بعد وہ فقیروں کے لیے ہو جائے گا۔ پھر صاحب رد المحتار نے اسکی تائید ہدایہ۔ خانیہ۔

تحریر ۔ تقریر ۔ نقایہ ۔ مجتبیٰ معتبرات حنفیہ سے نقل کی ہے پھر کہا ہے حاصل یہ ہے کہ

اگر وقف میں کسی شخص کو مصرف مقرر نہ کرے اور لفظ دوام یا جواو سکے معنے میں ہو جیسے لفظ فقراء یا نفس صدقہ موقوفہ یا لفظ وقف شدہ برائے خدا۔ یا لفظ وقف شدہ بصورت خیرات ذکر کرے تو اس وقف کے جائز ہونے میں صاحبین کا اختلاف نہیں ہے۔ اور اگر صرف لفظ وقف (بلا صدقہ) کہے پھر اسکو کسی شخص سے مخصوص و معین کر دے تو اسکی عام جواز میں انکا اختلاف نہیں۔ یہ بات بزازیہ کے مخالف ہے اختلاف صاحبین کا انہی صورتوں میں ہے کہ صرف لفظ وقف (بلا صدقہ) بلا تعیین مصرف کہے یا لفظ وقف کے ساتھ لفظ صدقہ بھی ملائے اور مصرف کو بھی معین کر دے۔ ابو یوسف رح کے نزدیک یہ وقف صحیح ہوگا۔ پھر بعد اختتام ان اشخاص معینہ کے وہ فقراء کے لیے ہو جاوے گا۔ اور اسی بات پر اعتماد ہے اور بعض کہتے ہیں وہ بعد انقراض ان اشخاص کے مالک کی طرف رجوع کرے گا۔ اور مصرف معین سے وہ محل مراد ہے جو منقطع ہو جانے کا محتمل ہو۔ جیسے

زید کی اولاد یا کسی گاؤں کے فقیر جو شمار میں آتے ہوں۔ اس تحریر کو غنیمت سمجھ لے۔ اسکو بجز اس کتاب کے اور کہیں نہ پاوے گا۔ عبارت ہدایہ اور برہان میں جو منقول ہوا ہے کہ وقف سے تقرب الی اللہ مقصود ہوتا ہے۔ ایسا ہی اور کتب معتبرہ حنفیہ وغیرہ میں بیان ہوا ہے۔ عالمگیری میں کہا ہے کہ وقف سے مطلوب اور اسکی علت غائی خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے۔

اما سببه فطلب القرب الخ۔
(عالمگیری)
وسببه ارادة محبوب النفس في الدنيا بين الاحياء وفي الآخرة بالتقرب الى رب الارباب۔
(فتح القدیر)

ایسا ہی فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں کہا ہے۔ ان سب عبارات کتب معتبرہ اور اقوال علماء ائمہ مذاہب اربعہ سے یہ امر بطور اصول موضوعہ ثابت ہے کہ وقف شرعی وہی ہوتا ہے جس سے تقرب بارگاہ الٰہی اور ثواب اخروی مطلوب ہو۔ اور اسکا صدقہ جاریہ غیر منقطعہ ہونا اسکی حقیقت میں داخل ہے جو صرف دو ہی صورتوں سے ہو سکتا ہے (۱)۔ اگر اسمیں نہ صرف وقف ہو لا جائے تو اسکا مصرف ایسا موجود و منقطع متصور

نکر دیا جائے جسکے قطع وختم ہوجانے سے وہ وقف منقطع ہوجائے اور وہ صدقہ جاریہ ٹھہرے (جیسے کوئی خاص شخص یا اسکی اولاد)۔ (۲) اگر لفظ وقف کے ساتھ لفظ صدقہ وخیرات یا فی سبیل اللہ یا بنام خدا بولا جاوے تو اُس صورت میں کسی خاص شخص (اپنی ذات یا اپنی اولاد یا اوراغنیاء) کو مصرف ٹھہرانے کی حالت میں امام ابوحنیفہ وامام محمدؒ کے نزدیک ان اشخاص کے ساتھ عام فقراء کا ذکر کر دینا اور یہ کہہ دینا ضروری شرط وقف ہے کہ اگر وہ خاص اشخاص نہ رہیں تو وہ وقف عام فقراء کو ملے اور امام ابویوسف کے نزدیک یہ ذکر ضروری شرط نہیں ہے جب وہ خاص اشخاص نہ رہیں گے تو وہ وقف خود بخود فقراء ومساکین کی طرف پھیر اجاوے گا اور اون کو شامل ہوجاوے گا یہ عموم وشمول لفظ صدقہ کا بمعنی مفہوم ہے یا محذوف منوی جس کو انگریزی میں انڈرسٹنڈ کہتے ہیں۔ یہ وقف عام ووقف خاص کے متعلق عام اصول فقہا ہے اس اصول پر متفرع چند فروعات عبارات سابقہ کے ترجمہ میں منقول ہوچکے ہیں۔ ان کی مانند تین میں چند فروعات جزئیہ اور نقل کیجاتی ہیں۔

فتاوے عالمگیری میں ہے۔ (۱) ایک شخص نے کہا یہ میری زمین میرے

(۱) رجل قال ارضی صدقة موقوفة علی نفسی یجوز هذا الوقف۔

(۲) ولو قال وقفت علی نفسی ثم من بعدی علی فلان ثم علی الفقراء جاز۔

(۳) ولو قال ارضی موقوفة علی فلان ومن بعده علی او قال علی وعلی فلان او علی عبدی وعلی فلان المختار انه یصح۔

(۴) وکذا لو قال علی ولدی وعلی من

لیے وقف ہے تو یہ وقف جائز ہے۔

(۲) ایک شخص نے کہا کہ میں نے اپنی زمین کو اپنے نفس کے لیے اور میرے بعد فلاں شخص کے لیے پھر محتاجوں کے لیے وقف وخیرات کیا تو یہ وقف جائز ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص کہے کہ میری زمین فلاں شخص کیلئے وقف ہے اور اسکے بعد میرے لیے یا میرے ولے اور فلاں شخص کے لیے یا میرے غلام فلاں شخص کے لیے تو مختار یہ ہے کہ وقف

(۴) واسی طرح وقف صحیح ہے کہ اگر کوئی شخص

یحدث لی من الولد فاذا انقرضوا فعلی المساکین۔	کہ مینے اپنی زمین اپنے بیٹے کے لیے جو آئندہ پیدا ہو وقف کی ہے مگر جب وہ

نہ ہیں تو وہ وقف مساکین کے لیے ہوگا۔

(۵) ولو قال ارضی ھذہ صدقۃ موقوفۃ علی من یحدث لی من الولد ولیس لہ ولد یصح۔	(۵) اگر کوئی شخص کہے کہ میری یہہ زمین اس بیٹے کے لیے وقف ہے جو پیدا ہوگا۔ حالانکہ بالفعل اسکے

لیئے کوئی بیٹا نہیں ہے تو یہ وقف صحیح ہوگا۔

فاذا ادرکت الغلۃ تقسم علی الفقراء فان حدث لہ ولد بعد القسمۃ تصرف الغلۃ التی توجد بعد ذلک الی ھذا الولد ما یبقی ھذا الولد فان لم یبق لہ ولد صرفت الغلۃ الی الفقراء کذا فی فتاوی قاضیخان۔	جب غلہ (آمدنی) وقف کا وقت آ جاوے (اور اولاد پیدا نہو) تو وہ غلہ فقراء پر تقسیم ہوگا اگر پیچھے اولاد پیدا ہو جاوے تو غلہ آئندہ اُن پر صرف کیا جائے گا پھر جب اولاد باقی نہ رہے تو غلہ فقراء پر تقسیم ہوگا۔

ایسا ہی فتاوے قاضی خان میں ہے۔

(۶) رجل قال ارضی ھذہ موقوفۃ علی ولدی کانت الغلۃ لولد صلبہ یستوی فیہ الذکور والانثی واذا جاز ھذا الوقف فما دام یوجد واحد من ولد الصلب کانت الغلۃ لہ لا لغیرہ فان لم یبق واحد من البطن الاول تصرف الغلۃ الی الفقراء (عالمگیری)	(۶) ایک آدمی نے کہا میری یہ زمین صدقہ ہے جو میری اولاد کے لیے وقف ہے تو آمدنی اس زمین کی اس کی صلبی اولاد کے لیے ہوگی (مرد ہوں خواہ عورتیں) اور جب یہ وقف جائز ہو تو جب تک کوئی اسکی صلبی اولاد سے موجود ہوگا آمدنی وقف اسکے لیے

رہیگی اور جب صلبی اولاد سے کوئی نہ رہے گا تو وہ آمدنی فقیروں کی طرف پھیری جائے گی۔ یعنی اولاد کی اولاد کو نہ دی جائے گی۔

آن روایات میں سے دوسری۔ اور چوتھی اور پانچویں روایت میں وقف خاص اشخاص کا عام ہوجانا اسواسطے قرار دیا گیا ہے کہ انہیں وقف کنندہ کی صاف تصریح وبیان سے وہ وقف آخر عام فقراء ومساکین کے واسطے مقرر کیا گیا تھا اور پہلی اور تیسری اور چھٹی روایت میں اسواسطے وقف خاص کو وقف عام قرار دیا گیا ہے کہ اسمیں لفظ وقف اور لفظ صدقہ اسکو عام ہونے سے خبر دیتے ہیں۔ لہذا باوجودیکہ وقف کنندہ نے اسکو خاص وقف قرار دیا تھا وہ خود بخود وقف عام ہوجائے گا جب خاص وہ لوگ نرہینگے۔

آن اصول وفروع فقہیہ سے جیسا کہ اس وقف خاص کا جو اولاد اغنیاء کے لیے کیا جائے۔ مگر آخر کو بعد انقراض واختتام اولاد واغنیا کے اسکو عام فقراء ومساکین کے لیے وقف کنندہ کے تصریح وبیان سے کیا گیا ہو۔ اور اس سے مقصود ثواب آخرت وقرب الہی ٹھہرایا گیا ہو وقف جائز اور وقف شرعی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ویسا ہی اور اسیطرح اس وقف خاص کا جس کو وقف کنندہ اپنی اولاد کے لیے خاص کردے اور اسمیں کوئی ایسا لفظ جو اسکو عام فقراء ومساکین کے لیے کرسکے نہ بولے اور اس سے مقصود ثواب اخروی نہ ٹھہرایا جائے۔ بلکہ صرف ننگ ونام وناموس دنیاوی اور حفظ وضع وخاندان مقصود ٹھہرایا جاوے اور درصورت موجود نہ رہنے کسی فرد اولاد یا خاندان کے اس وقف کی آمدنی کو فقراء ومساکین مسلمین پر صرف کیا جاوے۔ بلکہ وہ ایک غیر اسلامی گورنمنٹ کے ہاتھ واختیار میں چلی جاوے اور وہ اپنی رائے سے

جس کام تعلیمی یا تمدنی میں چاہیئے اسکو صرف کرے وہ وقف شرعی نہیں ہے۔ بلکہ وقف باطل ہے اور ناجائز اسکی مثال وہ وقف خاندانی ہے جسکو تہذیب الاخلاق ماہ ذیقعدہ ۱۲۹۷ھ میں سرسید نے تجویز کیا تھا۔ اور اسکی نسبت گورنمنٹ کو یہ جتایا اور سمجھایا تھا کہ یہ وقف خاندانی اس وقف مذہبی سے جو فی سبیل اللہ امور مذہبی کے لیے کیا جاتا ہے۔ جیسے مساجد و مدارس مذہبیہ وغیرہ) سے علٰحدہ چیز ہے اس وقف للّٰہی و مذہبی سے ثواب آخرت مطلوب ہوتا ہے اور اس وقف خاندان سے اپنی اور اپنے عیال کی پرورش اور خاندان بیت کی حفاظت اور نام و ناموس کا باقی رکھنا نظر ہوتا ہے۔ اور درصورت عدم موجودگی ان تمام اشخاص (یعنے رشتہ داران زوجین) کی جایداد گورنمنٹ میں چلی جاوے گی تاکہ وہ بطور مناسب مسلمانوں کی تعلیمی۔ اخلاقی۔ تمدنی۔ ترقی میں خرچ کریں (مثلاً محمدن کالج علیگڈھ میں لگا دیں۔ یا کسی مسلمان کو بیرسٹری پاس کرنے کے واسطے دیدی) اور چونکہ ایسے وقف خاندانی کا شرع محمدی میں کہیں بھی نام و نشان نہ تھا اسلیے سب سے پہلے رسالہ اشاعۃ السنۃ نے اس وقف مجوزہ سرسید کا خلاف کیا۔ اور نمبر ۳ جلد ۱۴ بابت ۱۳۱۷ھ و ۱۹۰۰ء میں کتب مسلم و یقین سے اس کے خلاف کا ثبوت دیا۔

آسوقت کے قائمقام اور نائب سرسید نعمانی صاحب وغیرہ جو اس وقف خاندانی کو گورنمنٹ سے منظور کرانے کے کارروایاں کر رہے ہیں (جسکو اس خاکسار سے مخفی رکھتے ہیں اور باوجودیکہ میں انکو اخبار وکیل امرتسر میں اپنے رسالہ مذکور کی طرف توجہ دلا چکا ہوں وہ اس طرف توجہ نہیں کرتے) اگر اسی اصول سرسید پر اس وقف کی بناؤ قائم رکھیں گے

تو وہ بھی ہرگز کامیاب نہونگے گورنمنٹ اس وقف باطل کو جس میں فقراء و مساکین کی کبھی شمولیت نہو اور وہ ہمیشہ اغنیاء خاندان کیلئے مخصوص رہے یا بالآخر گورنمنٹ کے ہاتھ میں چلا جاوے ہرگز شرعی وقف تسلیم نہ کریگی اور اگر وہ اس وقف خاندانی کو ایسا عام کر دینگے جس سے وہ بالآخر فقراء و مساکین مسلمین کو شامل ہوجاے جیسا کہ ہمنے بیان کیا اور کتب فقہ مسلمہ سے اسکا ثبوت دیا ہے تو گورنمنٹ کو اسکے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہوگا وہ وقف بعینہٖ ایسا وقف ہوجائیگا جیسا وقف مساجد و مقابر یا یہمان سرا وغیرہ - انمیں اور انمیں فرق ہوگا تو صرف یہ ہوگا کہ یہ اوقاف بالفعل اور دم نقد فقراء و مساکین کو شامل ہیں اور اسکے لیے یہ سامان کا آمد ہیں اور وہ وقف خاندانی ایک وقت کے بعد فقراء و مساکین کو شامل ہوگا جبکہ اغنیاء خاندان سے کوئی نہ رہیگا یا آمدنی و مال وقف اغنیاء خاندان سے کچھ فاضل ہوگی اور بچ رہیگی - اس وقف خاص خاندانی کا اصول و فروع فقہاء کے مطابق خیراتی وقف اور جائز ہونا ثابت ہوا تو اب ہم اس وقف خاص کے متعلق چند ایسے مسائل بیان کرتے ہیں جنسے اس وقف خاص خاندانی کا صدقہ و خیرات ہونا ثابت ہو اور جو وقف صدقہ و خیرات ہونے سے خالی ہو اسکا وقف باطل ہونا ظاہر ہو-

پہلا مسئلہ

ہدایہ وغیرہ میں ہے کہ اگر کوئی اپنے وقف میں یہ شرط کرلے کہ اس وقف کا متولی میں نہونگا اور اس کی آمدنی میں اپنے نفس پر خرچ کرونگا تو یہ شرط امام محمد کے نزدیک جائز نہیں اور امام ابو یوسف

واذا جعل الواقف غلة الوقف
لنفسه او جعل الولاية اليه جاز
عند ابي يوسف -
ولا يجوز على قياس قول محمد
وهو هلال الرازي وهو قال الشافعي
وجه قول محمد ان الوقف تبرع على
وجه التمليك بالطريق الذي قدمنا
فاشتراط البعض او الكل لنفسه يبطله
لان التمليك من نفسه لا يتحقق وصار
كالصدقة المنقذة وشرط بعض
البقعة لنفسه لابي يوسف ما روي
ان النبي صلى الله عليه وسلم كان ياكل
من صدقته والمراد بالصدقة الموقوفة
ولا يحل الاكل منها الا بالشرط
فدل على صحته ولان الوقف ازالة
التمليك الى الله تعالى على وجه القربة
على ما بيناه فاذا شرط البعض او
الكل لنفسه فقد جعل ما صار مملوكا
لله تعالى لنفسه لا ان يجعل ملك
نفسه لنفسه وهذا جائز كما اذا
بنى خانا او سقاية او جعل ارضه

کے نزدیک جائز ہے امام محمدؒ کے
قول کی وجہ یہ ہے کہ وقف ایک قسم کا
احسان ہے ایسے طور پر کہ مال وقف
خدا کی ملک میں آجاوے پھر اسمیں
بعض یا کل کو اپنے نفس کے لیے مقرر
کرلینا اس تملیک الٰہی کو باطل کرتا ہے
اور اپنے نفس کے لیے تملیک متصور
نہیں۔ اور یہ امر ایسا ہے جیسے کوئی
کسیکو دم نقد صدقہ دیدے اور یہ
شرط کرلے کہ اسمیں کچھ میرا رہا۔ یا
ایسا کہ مسجد کا فلاں ٹکڑا میرا رہا۔
امام ابو یوسف کی جواز پر دلیل یہ
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اپنے اس صدقہ سے جسکو وقف کرچکے
ہیں خود بھی کھایا کرتے اسکے جواز کی
(ایک) وجہ عقلی یہ ہے کہ وقف اپنی
ملک کو خدا کی ملک میں کردینا ہوتا ہے
بہ نیت تقرب پھر اسمیں سے بعض
یا کل کو اپنے لئے مقرر کیا تو خدا کی
ملک کو اپنے لئے جیسے کوئی کاروان
سرائے یا سقاوہ بناوے یا اپنی اس

مقبرہ او شرط ان ینزلہ او یشرب منہ او یدفن فیہ ولان المقصود القربۃ وفی التصرف لنفسہ ذلک قال علیہ السلام نفقۃ الرجل علی اھلہ صدقۃ۔ (ھدایہ ص۶۲۳)

زمین کو مقبرہ بنا دے اور یہ شرط کرے کہ وہ خود بھی اس سرائے میں آئیگا اور اس تفاوہ سے پانی پیے گا اور اس مقبرہ میں مدفون کیا جائیگا۔ اور اسکی ایک وجہ (عقلی) یہ ہے کہ مقصود وقف سے خدا کا قرب حاصل کرنا ہے اور یہ اپنے نفس کے لیے تصرف کرنے سے بھی حاصل ہوسکتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی کا اپنے گھر والوں کو خرچ دینا بھی صدقہ ہے۔"

ایسا ہی بعینہٖ برہان شرح مواہب الرحمٰن میں ہے۔ اس شرط کے ساتھ اس وقف کے عام خیرات ہونے کی وجہ یہی ہے کہ اس شخص کی فوت ہوجانے کے بعد وہ وقف عام فقراء کو پہنچیگا۔ اور اسیقدر اسکی عام خیرات ہونے کے لیے کافی ہے۔

عبارت ہدایہ کے اخیر میں جو حدیث منقول ہے یہ حدیث صحیح مسلم سے بصفحہ (۱۵۸) رسالہ میں نقل ہوچکی ہے۔ اور جو قول امام یوسف کی تائید میں حدیث نقل کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صدقہ وقف سے کھایا کرتے یہ صحیح بخاری میں بصفحہ ۹۹۶۔ اور دیگر کتب حدیث میں منقول

لا نورث ما ترکنا صدقۃ انما یاکل آل محمد من ھذا المال (بخاری ص۹۹۶ وغیرہ)

ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث نہو۔ ہم جو کچھ چھوڑ جاویں وہ سب فی سبیل اللہ صدقہ ہے اسمیں ہمارے اہل بیت کھایا کرینگے۔ امام ابو یوسف رح کا

یہ قول چونکہ صریح سنت وصحیح احادیث سے ثابت ہے اسلیے ہمارے نزدیک اور صاحب ہدایہ کے نزدیک وہی واجب العمل والاعتماد ہے۔

دوسرا مسئلہ

وقف کنندہ اپنے لیے یا اپنی اولاد کے لیے متولی وقف ہونے اور کبھی اس تولیت سے معزول نہ کئے جانے کی شرط کرلے تو اس صورت شرط میں بھی اسکا احکام شریعت سے فسق یا مال وقف میں اسکا اسراف وخیانت ثابت ہونے پر وہ معزول کیا جاویگا۔ اور اسکی شرط مذکور کا کچھ لحاظ نہ ہوگا۔

برہان شرح مواہب الرحمٰن میں ہے کہ اگر وقف کنندہ اپنے لیے متولی ہونا شرط کرلے اور وہ امانت دار نہو تو قاضی (یا حاکم وقت) کو پہنچتا ہے کہ وقف کو اسکے ہاتھ سے نکال لے۔ ایسا ہی اس حالت میں قاضی کو اسکے ہاتھ سے وقف کو نکالنے کا اختیار ہے جبکہ وہ شرط کرچکا ہو ہے کہ قاضی کو اختیار نہو گا کہ وقف اسکے ہاتھ سے نکال لے اور غیر کو متولی کردے کیونکہ یہ شرط حکم شرع کے مخالف ہے۔

لو شرط الولایۃ لنفسہ وکان غیر مامون علی الوقف فللقاضی ان ینزعہ من یدہ نظرا للفقراء وکذا ان شرط ان لیس للقاضی ان ینزعہ من یدہ ویولیہ غیرہ لانہ شرط یخالف لحکم الشریعۃ (برہان شرح مواہب الرحمٰن)

درمختار میں ہے کہ متولی وقف اگرچہ وقف کنندہ ہو وقف سے بقول بزازیہ وجوباً اتارا جاویگا وقف کنندہ کے سوا کوئی اور متولی ہو تو وہ بطریق اولےٰ اتارا جائیگا۔ ایسا ہی دربحار میں ہے یہ حکم اس صورت میں ہے کہ

ویُنزع وجوبا (بزازیہ) لو الواقف (د د) فغیرہ اولی غیر مامون اوعاجز ظہریہ فسق کشرب خمر وزنی او کان یصرف مالہ

پیغمبر اسلام کو نہیں مانتے۔

اس قسم دوم آیات میں یہ ہدایت ہوئی ہے کہ خدا تعالےٰ پر ایمان لانے والے اور مومن مسلمان کہلانے والے کے لئے یہ کہنا کافی نہیں ہے کہ خدا تعالےٰ نے ہے بلکہ یہ ضروری ہے کہ اس کی نسبت یہ اعتقاد رکھی کہ اسکے سوا کوئی شخص لائق عبادت و مستحق نہیں اور نہ دین میں اپنا حاکم بنانے کا لائق ہے اور اس اعتقاد کے ساتھ اُس کے رسولوں اور فرشتوں اور کتابوں اور جملہ احکام دین اسلام کو ماننا بھی ایک لازمی شرط ایمان ہے اور احکام اسلام کے مقابلہ میں بجز خدا تعالےٰ۔ اور اُسکے رسولوں کے جو تبلیغ احکام میں خدا کے نائب و فرستادہ ہیں۔ نہ از خود حکم دینے والے کسی کا حکم ماننا خدا تعالےٰ کے ساتھ دوسرا شریک مقرر کرنا ہے جیسے کسی کا آپنے بادشاہ وقت کی نسبت صرف یہ خیال کر لینا کہ اُسنے ہمارے ملک پر جائز تسلط کر لیا ہے۔ اور لوگوں نے اُسکو بادشاہ مان لیا ہے فرمانبردار رعایا بن جانے کے لیئے کافی نہیں بلکہ فرمانبردار۔ اور غیر باغی رعایا ہونے کے لئے یہ ضرور ہے کہ اُس بادشاہ کا رابطہ اطاعت اپنی گردن میں ڈال لے۔ اور اُسکے ملکی احکام کی اطاعت کرے۔ اور اپنے باپ کی نسبت کسی کا یہ خیال کر لینا کہ وہ اُسکے نطفہ سے پیدا ہوا ہے۔ اور اُسکی جورو کے پیٹ سے نکلا ہے کافی نہیں ہے بلکہ سعادت مند فرزند ہونے کے لیئے یہ ضرور ہے کہ وہ آپنے باپ کا ادب و تعظیم کرے اور اُسکے احکام پیروی و اطاعت کرے۔ اور جان و مال سے اُسکی خدمت کرے۔

اُن دونوں قسم کی آیات سے گریجویٹ مسلمانوں کے ایک لیڈر کی غلطی خیال و مقال ظاہر ہوتی ہے جو یہ اعتقاد انہیں شتہر کر چکا ہے۔ کہ کوئی شخص کسی نبی کو نہیں مانتا کسی کتاب آسمانی کو نہیں مانتا۔ کسی حکم مذہبی کو جو حلال

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

فی الکیمیاء (نھر بحثا) وان شرط عدم نزعه - ان لا ینزع قاضی و لا سلطان لمخالفة لحکم الشرع فیبطل - (در مختار ص ۳۹۳)	وہ امانت دار نہو - یا اتہام انتظام وقف سے عاجز و بے وقوف و نالائق ہو یا اس سے کوئی فسق شراب خوری وغیرہ ظاہر ہو - یا مال وقف کو کیمیا

میں لگاتا ہو - یہ بات نہر الفائق میں بحث کے طور پر لکھی ہے - اگرچہ وقف کنندہ یہ شرط کر چکا ہو کہ متولی کو نہ قاضی معزول کرے نہ حاکم وقت - کیونکہ یہ شرط حکم شرع کے مخالف ہی - لہذا باطل ہے لائق لحاظ نہیں -

فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں ہے کہ شرائط وقف کا تب اعتبار ہوگا جبکہ وہ شریعت کے مخالف نہونگی - ایسا ہی رد المحتار میں ہے - ان تصریحات در المختار اور فتح القدیر اور رد المحتار سے صاف ثابت ہے کہ جو فقہا کا قول ہے کہ "شرط الواقف کنص الشارع فی المفہوم والدلالة ووجوب العمل" (در المختار ص ۳۹۹) یعنے وقف کنندہ کی شرط ویسی ہی واجب العمل ہوتی ہے جیسے شارع کا حکم منصوص وہ اسی شرط سے مشروط ہے کہ وہ شرط خلاف شریعت نہو - اس پابندی کے ساتھ وقف جو شرط چاہے اپنے وقف میں کرے - قاضی اور متولی وقف (اگرچہ وہ خود وقف کنندہ ہو) کو لازم ہے کہ اس شرط کے پابند رہیں - یہ مسئلہ فقہیہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے ثابت ہے -

قرآن مجید میں ارشاد ہے - فلاح پانے والے وہ مسلمان ہیں

والذین ھم لامانتھم وعھدھم راعون (المؤمنون ع ۱) اوفوا بالعھد (بنی اسرائیل ع ۴)	جو اپنے امانتوں اور عہد کو نگاہ رکھتے ہیں اور ارشاد ہے - مومنو - اپنے عہدوں اور عقدوں کو پورا کرو -

اوفوا بالعقود - (مائدہ ع ۱)	شروط وقف بھی عہد و عقد میں داخل ہے

صحیح بخاری میں حدیث ہے جو شخص ایسی شرط کرے جو کتاب اللہ کے

ماکان من شرط لیس فی کتاب اللہ فھو باطل وان اشترط مائۃ شرط - (صحیح بخاری ص۳۷۷ و ۳۹۳ وغیرہ)	رو سے صحیح نہو اس کے لئے اس شرط کا کوئی حق نہیں اگرچہ سو دفعہ شرط کرلے۔

صحیح شروط ہوں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پورا کرنے کا

المسلمون علی شروطھم	حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ مسلمان اپنی

شرطوں پر قائم رہتے ہیں۔

اشاعۃ السنہ جلد ۳ نمبر ۳ کے صفحہ ۸۶ میں اور ص۱۰۴ میں بھی اس مسئلہ پوری تفصیل ہوئی ہے۔ سرسید نے اپنی مجوزہ خاندانی وقف میں اس مسئلہ فقہیہ قرآنیہ وحدیثیہ کا بھی خلاف کیا۔

چنانچہ پہلے اپنی تجویز کے نتائج کے بیان میں کیا ہے۔ تیسری یہ کہ جس ترتیب اور جس قاعدہ سے مالک جایداد نے قرار دیا ہو اس قاعدہ اور ترتیب سے کوئی شخص مثلاً بڑا بیٹا بطور متولی جانشین ہوگا۔ چوتھے یہ کہ جانشین کی ترتیب بالکلیہ مالک جایداد کی مرضی پر اور شرع* کے رو سے اختیار ہے کہ مالک جایداد جو مناسب سمجھے اوسکے مطابق طریقہ جانشین مقرر کرے کچھ ممانعت شرع میں نہیں ہے۔ پھر طریقہ جانشین کے بیان میں کہا ہے دفعہ ۲۳ لغایت ۲۸ جو شخص متولی سے قرابت قریبہ رکھتا ہے اور عمر میں بڑا ہے اس شخص کو استحقاق جانشینی ہوگا۔

اس تجویز میں آپنے صرف متولی کی قرابت اور عمر کا لحاظ کیا ہے دین اور

* یہاں لفظ شرع زبان و قلم سے کہا ہے اور طریقہ جانشین کے بیان میں اسکا خلاف کیا ہے۔

چال چلن کو نظر انداز کیا ہے۔ آپ کی اس تجویز کا یہ نتیجہ ہے کہ اگر متولی فاسق اور تارک صلوٰۃ۔ شارب الخمر ہوگا۔ بلکہ اسلام سے مرتد ہوجائیگا اور مال وقف کو بیجا صرف کریگا۔ تب بھی وہی متولی رہیگا جو اس مسئلہ دوم فقیہہ کے صریح برخلاف ہے اور اس وقف خاندانی کو جن میں ایسا متولی ہو ہرگز وقف شرعی نہیں ہونے دیتا۔ قائم مقام و نائبان سرسید بھی متولی کو ایسا ہی عام و بے قید رکھینگے تو انکا وقف بھی شرعی وقف تسلیم کرنے کے لائق نہ ہوگا گورنمنٹ اس کو وقف شرعی تسلیم نہ کرے۔

تیسرا مسئلہ

وقف علی الاولاد والاقارب بھی چونکہ ایک صدقہ یا ہدیہ ہے (جبتک کہ اسکی آمدنی صرف غنیوں پر صرف ہو) اور اسکا تبرع و احسان ہونا ثابت ہوچکا ہے۔ لہذا اسمیں جملہ اقربا و اولاد وغیرہ متعلقین میں مساوات مرعی کرنا واجب ہے اور کسی کو اس وقف کے انتفاع سے بلاوجہ شرعی محروم رکھنا اور ضرر پہنچانا یا ایک کو دوسرے پر (جو درجہ اور استحقاق میں اسکے مساوی ہو) ترجیح دینا جائز نہیں ہے۔ اشاعۃ السنہ جلد ۳ نمبر ۳ میں صفحہ ۷۶ لغایت ۸۴ تک بسط اور تفصیل دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ وقف کل جایداد اگر وارثوں اور حقداروں کو چھوڑ کر غیروں کے لیے کیا جائے تو وہ وقف مضار و ناجائز ہے اور اسکا مرتکب گناہگار ہے اور اگر وہ وقف اولاد و اقارب وغیرہ حقداروں کے لیے کیا جاوے تو پھر اسمیں بعض وارثوں کا بلاوجہ شرعی بالکل محروم کردینا یا بعض کو بعض پر بلاوجہ ترجیح دینا جائز نہیں ہے۔ وقف مضار کی ممانعت پر آیت قرآن غیر مضار اور حدیث نبوی لا ضرر ولا ضرار اور حدیث سعد بن ابی وقاص ان تدع ورثتک اغنیاء اور

حدیث نھی عن الحبس اور حدیث لاحبس عن فرائض اللہ سے استدلال کیا گیا۔ اور اسکی تائید میں عبارات صحیح بخاری و درای مضیہ اور فتح القدیر حاشیہ ہدایہ کو نقل کیا گیا ہے۔ اور ترجیح بعض ورثاء کی ممانعت پر حدیث نعمان بن بشیر سے (جس میں اسکا منجملہ ایک بیٹے کو غلام ہبہ کرنے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اسکو رد کرنے کا حکم دینا مروی ہے۔ اور حدیث ابوہریرہ میں (جس میں دو بیویوں سے ایک۔ بیوی کی طرف جھک جانے پر وعید ہے) استدلال کیا گیا ہے۔

اور چونکہ اس مقام میں زیر بحث وقف علی الاولاد والاقارب ہے لہذا اس وقف کل جایداد کے (جس میں وارثوں کو محروم کرکے غیروں پر وقف کیا جاوے) دلائل پر بحث کرنے اور اسکے ممانعت وارد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں صرف وقف علی الاولاد والاقارب میں بعض کو بعض پر ترجیح دینے اور اس صورت سوا اسکو ضرر پہنچانے کی ممانعت دلائل احادیث مذکورہ کو بیان کیا جاتا ہے۔

کتاب صحیح بخاری میں یہ باب منعقد کیا ہے۔ کہ جب بعض اولاد کو دوروں کے سوا کچھ دیں۔ تو جائز نہیں جب تک سب میں مساوات وعدل نہ کریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنی اولاد کے ہبہ میں عدل کرو پھر نعمان بن بشیر سے روایت کیا ہے کہ میرے باپ نے مجھے کچھ (غلام) دیا تو میری ماں عمرہ نے کہا کہ میں تب خوش ہونگی جب

باب الهبة للولد اذا اعطى لبعض ولده شيئا لم يجز حتى يعدل بينهم ويعطى الاخرين مثله ولا يشهد بمثله وقال النبي صلى الله عليه وسلم اعدلوا بين اولادكم في العطية عن النعمان بن بشير قال اعطاني ابي عطية فقالت عمرة بنت رواحة لا ارضى حتى	

تشهد رسول اللہ صلعم فاتی رسول اللہ صلعم فقال انی اعطیت ابنی من عمرۃ بنت رواحۃ عطیۃ فامرتنی ان اشھدک یا رسول اللہ صلعم قال اعطیت سائر ولدک مثل ھذا قال لا قال فاتقوا اللہ واعدلوا بین اولادکم فرجع فرد عطیتہ (صحیح بخاری ص۳۵۱)

تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے گواہ کرو گے۔ تب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ حال عرض کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اور بیٹوں کو ویسا ہی دیا ہے اس نے کہا نہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا تم اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں انصاف کیا کرو۔ پھر وہ وہاں سے چلا اور اس غلام کو (جو دیا تھا) واپس لیا۔

سنن ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص کی دو عورتیں ہوں اور وہ خاوند ونیرہ حقوق میں ایک کی طرف مائل ہو اسے چاہئے مساوات و عدل نہ کرے تو قیامت کے دن وہ ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کی ایک جانب گری ہوگی (یعنے فالج زدہ ہوگا)

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلعم علیہ وسلم قال من کانت لہ امرأتان فمال لاحدھما جاء یوم القیامۃ وشقہ مائل۔ (سنن ابوداؤد ص)

اس سند وجوب مساوات بین الاولاد کا اتفاق اور کتب فقہ مذہب حنفیہ وغیرہ میں اس وقف کو جس میں کل یا بعض واقعوں کو ضرر پہنچایا جائے ناجائز لکھا ہے اسباب میں ایک رسالہ منشی محمد امیر صاحب مفتی عظیم آباد پٹنہ کا شائع ہوا ہے جس میں مطابق مذہب حنفیہ لکھا ہے۔ لہذا نقل عبارت کتب فقہیہ کی جگہ اس رسالہ کا حوالہ کافی سمجھا گیا ہے۔

سرسید نے اس مسئلہ اتفاقیہ اہل اسلام کا بھی اپنی مجوزہ وقف خاندانی میں خلاف کیا ہے۔ پہلے تو بضمن تمہید یہ لکھا ہے مسلمانوں کی ملکیت میں جو جایداد ہوتی ہے شرع کے بموجب اسکی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ ایک زمانہ حیات مالک میں اور ایک بعد وفات۔ زمانہ حیات میں ہر ایک مالک کو از روے شرع جایداد کی نسبت اختیار کامل حاصل ہوتا ہے۔ چاہے اسکو بیچ کر ڈالے چاہے کسیکو بخش دے۔ چاہے وقف کرے۔ چاہے ایک ثلث کی پابندی قواعد شرع وصیت کردے بعد وفات کے اسکی جایداد اسکے وارثوں کو بموجب فرائض تقسیم ہوجاتی ہے وراثت کا مسئلہ بموجب شرع کے ایسا مستحکم مسئلہ ہے کہ کوئی مسلمان اسکی بجاآوری سے انکار نہیں کرسکتا اور کوئی شخص اس میں دست اندازی کا مجاز نہیں۔ وصیت کا مسئلہ بھی قریب قریب وراثت کے مسئلہ کے ہے۔ یعنی کسی شخص کو ثلث سے زیادہ وصیت کا اختیار نہیں اور ذوالفروض کے حق میں اسکو وصیت کرنیکا اختیار نہیں ہے۔ یہ مسئلہ بھی مثل مسئلہ وراثت ایسا ہے کہ نہ کوئی اسمیں دست اندازی کرسکتا ہے اور نہ اس سے انکار کرسکتا ہے۔ مگر وقف کا مسئلہ جسکا مالک کو بموجب شرع کے اپنے حیات میں اختیار حاصل ہے غور کے قابل ہے۔

پھر اس تمہید کے بعد فتوے عالمگیری کی وہ روایت متعلقہ وقف اولاد جو صفحہ ۱۱۰ میں منقول ہیں اور انکو وقف خاندانی مجوزہ سے کوئی تعلق نہیں نقل کرکے لکھا ہے۔ کہ مذکورہ بالا روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اپنے مذہب کے رو سے علاوہ مسئلہ وراثت و وصیت و وقف واسطے اور مذہبی کے اپنی جایداد کو اپنی ریست کو وقف خاندانی کرنیکا بھی اختیار حاصل ہے۔ جس سے مندرجہ ذیل نتائج پیدا ہونگے۔ پھر جو نتائج جس میں سے

تیسرے چوتھے کا ذکر اس مضمون میں بصفحہ (۱۸۱) ہو چکا ہے۔ بیان کرکے کہا ہے پانچویں یہ کہ مالک جایداد کو اختیار رہے کہ جس جس مقدار سے کہ مناسب سمجھو اور جس جس کے لیے مناسب سمجھے اوسکی آمدنی میں سالانہ مقرر کریں۔ کوئی قید یا مخالفت شرع کے رو سے نہیں ہے۔ پھر طریقہ چاروں بیان کیا جو صفحہ (۱۸۱) منقول ہوا ہے۔ پھر پرورش رشتہ داران کے بیان میں کہا ہے۔ جو دفعہ ۲۹ نہایت ۳۲ پرورش رشتہ داران کے لیے قاعدے بنائے گئے ہیں۔ صوبہ اودھ میں جو ریاستیں تعلقہ داروں کی قائم کی گئی ہیں۔ اونکے رشتہ داروں کی پرورش کا طریقہ جو قانوناً قرار پایا ہے۔ وہی طریقہ اس قانون میں رکھا گیا ہے۔ پھر اس اجمال کی تفصیل میں جو آپنے کہا ہے۔ اسمیں سے پانچ قاعدے ہماری تعرض کے لائق ہیں۔ جو ذیل میں منقول ہیں:۔

(۷) ذکور کو اناث پر ترجیح ہوگی اور وہ ذکور جنکی ماں ایک ہو اور باپ مختلف بزمرہ اناث داخل ہونگے۔

۸۔ کبیر السن کی اولاد کو صغیر السن کی اولاد پر ترجیح ہوگی۔

۹۔ ایک باپ کے دو بیٹیوں سے جو مختلف ماؤں سے ہوں اس بیٹے کو ترجیح ہوگی جسکی ماں سے اسکے باپ کا نکاح پہلے ہوا ہو۔

۱۰۔ درصورت عدم موجودگی رشتہ داران نسبی کے جایداد شوہر یا زوجہ کو (جیسی صورت ہو) ملیگی۔ لیکن اگر ایک سے زیادہ زوجہ ہوں تو اس زوجہ کو ملیگی جسکا نکاح پہلے ہوا ہو۔

۱۱۔ درصورت عدم موجودگی ان تمام رشتہ داران نسبی و زوجین کے جایداد گورنمنٹ میں چلی جاویگی تاکہ وہ بطور مناسب مسلمانوں کی

تعلیمی اخلاقی و تمدنی ترقی میں خرچ کرے دفعہ ۲۹ جب کسی جانشین کے مرنے کے بعد ایسے رشتہ داران باقی رہیں جو آگے مذکور ہونگے تو جانشین وقف کو ایسے ہر رشتہ دار کو اپنے حیات میں یا اسی میعاد تک جو آگے مذکور ہوگی بذریعہ بارہ اقساط مساوی ماہواری کے رواج ملک کے مطابق ایک مواجب سالانہ ادا کرنا ہوگا جو اس تعداد سے زیادہ نہوگا جسکا ذکر آگے آئیگا بشرطیکہ رشتہ داران مذکور بروز وفات جانشین متوفے کے اسکے ساتھ سکونت اور خورد نوش رکھتا ہو اور بدیں شرط کہ یہ رشتہ دار کوئی کافی ذریعہ پرورش کا نرکھتا ہو اور نہ رکھنے والا ہو ٭

دفعہ ۳۰ متوفی کی جدین و والدین و بیوگان کبیرہ کی حالت میں غایت تعداد واجب سالانہ حسب شرح ذیل ہوگی۔

پھر اس شرح میں سات درجہ مواجب کو ذکر کیا اور درجہ ہفتم کے بیان میں فرمایا۔ (درجہ ہفتم) جب مالیت سالانہ چودہ ہزار سے کم ہو تو تعداد ایک سو اسی روپیہ سے زیادہ نہ ہوگی ‡۔

جانشین متوفی کی بیوہ صغیرہ کی حالت میں تعداد مواجب سالانہ اس غایت تعداد سے نصف ہوگی۔ جسکی بیوہ بموجب جزو ما سبق دفعہ ہذا کے مستحق ہوگی۔

جانشین متوفی کے برادران اور پسران نابالغ کی حالت میں غایت تعداد مواجب سالانہ ایک ہزار دو سو روپیہ سے زیادہ نہ ہوگی۔

دفعہ ۳۱ جانشین متوفی کے بھتیجوں کی حالت میں جو یتیم اور نابالغ ہوں غایت تعداد مواجب کی چھ سو روپیہ سے زیادہ نہوگی ⊙

دفعہ ۳۲ جانشین متوفی کی دختران ناکتخدا اور پسران اور برادران کی بیوگان کی حالت میں غایت تعداد مواجب سالانہ کی تین سو ساٹھ روپیہ سے زیادہ نہوگی ⊕

٭ دفعہ ۲۴ ایکٹ ۱۸۶۹ء ‡ دفعہ ۲۵ ایکٹ ۱۸۶۹ء ⊙ دفعہ ۲۶ ایکٹ ۱۸۶۹ء ⊕ دفعہ ۳۰ ایکٹ ۱۸۶۹ء

اس تمہید اور اس تمہید کے تفریع میں جو کچھ سرسید نے کہا ہے وہ قرار داد اسلام اور نفس محکمات قرآن و حدیث و فقہ کے برخلاف کہا ہے اور اسپر بجز ایکٹ ۱۸۶۹ء دفعہ ۲۴ لغایت ۲۷ کے اسلامی کتب میں کہیں روشنی نہیں پائی جاتی۔ قرآن و حدیث و فقہ میں اسکے خلاف پر ایسی روشنی پائی جاتی ہے کہ کسی مسلمان کو بشرطیکہ قرآن حدیث و فقہ میں نظر رکھتا ہو اسکو تسلیم میں تامل نہ ہوگا۔

اشاعۃ السنہ جلد ۳ کے نمبر ۲ و ۴ میں صفحہ ۵۷ سے صفحہ ۱۰۲ تک اس تمہید اور اسکے تفریعات کا برخلاف کتاب قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور روایات کتب فقہ سے ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ پھر صفحہ ۱۰۲ سے صفحہ ۱۱۰ تک اس وقف خاندانی مجوزہ سرسید کا وقف شرعی نہ ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ اس مقام میں ان ۶۴ صفحہ کا خلاصہ ۲ صفحہ میں بیان کیا جاتا ہے جسکا لب لباب چند امور ہیں۔

(۱) مسلمان بحکم قرآن و حدیث جیسے فرائض و وصیت میں پابند احکام شرعی ہیں ایسے ہی وقف و ہبہ و صدقہ میں پابند ہیں۔ ایسے خود مختار و مطلق العنان نہیں کہ جو چاہیں کریں۔ اگر شرع کی طرف سے ایک یہ قید اور اسکی سخت پابندی ہے کہ اگر وہ اپنی جایداد غیروں پر وقف یا ہبہ کریں تو کل نکریں جن سے وارثوں اور مستحقوں کو ضرر پہنچے۔ اور وہ آدمی لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے بھیک مانگتے پھریں اور اگر وہ کل اپنی جایداد اپنی اولاد و اقارب پر وقف یا اسکو ہبہ کردیں تو اس میں مساوات مدنظر رکھیں اور انکی ضرورت و حاجت کا لحاظ کریں و معہذا عام فقیروں و مسکینوں کیلئے بھی اسمیں جگہ و گنجایش رکھیں۔

ایک بیٹے کا اگر وہ عمر میں بڑا ہو اور والد کے ساتھ بود و باش رکھتا ہو اور اسکے سوا کوئی گذارہ رکھتا ہو۔ دوسرے بیٹے پر گو وہ صغیر سن ہو اور والد سے علحدہ کسیکا متبنیٰ ہوکر رہتا ہو۔ اور وہ خود صاحب جایداد بن گیا ہو منافع وقف میں برابر

اور ایک زوجہ کو گو اسکا نکاح پہلے ہو۔ دوسری زوجہ پر گو اسکا نکاح پیچھے ہوا ہو منافع وقف میں ترجیح نہ دیں۔ دوسری قید یہ ہے کہ وقف کنندہ اپنے وقف میں جائز شرط جو چاہے کرے اسپر بحکم مسلمہ فقہیہ شرط الواقف کنص الشارع یعنی وقف کنندہ کی شرط ایسی واجب العمل ہے جیسے شارع کی نص قرآن و حدیث پر عمل و لحاظ ہوگا۔ چنانچہ درمختار وغیرہ سے منقول ہوا ہے۔ مگر اس شرط کیلئے یہ شرط ہے کہ وہ شرط خلاف شریعت قرآن و حدیث نہو۔ جو شرط ایسی ہوگی۔ وہ قابل عمل و نفاذ نہ ہوگی بلکہ رد کی جاوے گی جیسے اسکا بڑے بیٹے یا اور شخص کو جو فاسق یا خائن ہو متولی کر دینا اور اسکو بوقت ظہور فسق و خیانت علیحدہ نکرنے کی شرط کرنا۔ یہہ حکم بھی کتب فقہ و حدیث سے منقول ہو چکا ہے) تیسری قید یہ ہے کہ وہ آمدنی وقف سے اپنے لیے اگر وہ خود متولی ہو یا دوسرے متولی اور اسکے جانشین کے لیے بقدر معروف اور بقدر ضرورت گذارہ لینا مقرر کر دے اسکا یہ اختیار نہوگا کہ وہ اوروں کو تو صرف گذارہ بقدر ضرورت دے اور باقی کل آمدنی وقف کو اپنے لیے جمع کرے یا اس سے ناجائز عیش اڑائے اور اسراف کے ساتھ خرچ میں لاوے جس وقف میں یہہ تینوں امور جو لوازم وقف سے ہیں پائی نہ جائیں گی وہ شرعی وقف نہوگا۔ بلکہ وقف باطل کہلائیگا یا اسکو انگریزی اور ہندوستانی ریاست یا تعلقہ کا ایک حکم کہا جاوے گا۔ اسی وجہ سے سرسید کے مجوزہ خاندانی وقف کو جو ان امور و لوازم وقف سے معرّی تھا ہندوستان کے اکثر باخبر مسلمانوں نے وقف تسلیم نہ کیا تھا۔ اکثر اہل الرائے وکلا و علماء و عامہ رؤسا و شرفاء* کا اس وقف سے خلاف ہوا۔ سرسید کے نائب و قائمقام نعمانی صاحب وغیرہ اگر اپنی مجوزہ وقف کو انہیں اصول سرسید پر (جو ایکٹ نمبر ۱ وغیرہ سنہ ۶۹ء ماخوذ ہیں) مبنی

* یہ خلاف عام اخباروں میں اور اشاعۃ السنۃ نمبر ۳ جلد ۴ میں بصفحہ ۱۱۵ لغایت ۲۲ منقول ہے مانی بر صفحہ ۹۰

و حرام و فرض و واجب قرار دیئے گئے ہیں نہیں مانتا۔ بلکہ صرف خدا واحد کو مانتا۔ اور اسکا اقرار کرتا ہے۔ یا زبان سے اقرار بھی نہیں کرتا۔ بلکہ انکار کرتا ہے۔ مگر صرف دل سے جانتا ہے کہ خدا ہے وہ شخص گو زردشتی نہیں۔ موسائی نہیں۔ عیسائی نہیں۔ محمدی نہیں۔ مگر مسلمان ہے۔ اس لیڈر نے اور اسکے بعد اسکے پیروان نے جو اسکے اس قول پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔ آیات مذکورۂ قرآن (خصوصاً آیات قسم دوم سے دوسری آیت) کو غور سے نہیں پڑھا۔ اور نہ اپنی خداداد عقل کو کام میں لاکر اس اصول عقلی کو کہ صرف بادشاہ یا باپ کو بادشاہ اور باپ مان لینا کچھ فائدہ نہیں دیتا جب تک بادشاہ کے احکام کی تسلیم اور باپ کی تعظیم نہ کی جائے۔ سوچا ہے الحق انہوں نے اپنے علم و عقل سے کچھ کام نہیں لیا۔ اور اپنی اس تجویز سے اپنی بظاہر دیرلے نام مسلمہ کتاب کو۔ اور اس پر ایمان کے دعوے کو جھوٹا کیا۔

فضلوا و اضلوا کثیرا و ضلوا عن سواء السبیل۔ وہ خود اسلام کی راہ ہدایت سے بھٹک گئے اور ہزاروں تعلیم یافتہ مسلمانوں کو احکام اسلام سے ایسا بہکایا کہ اب احکام اسلام کیطرف انکے رجوع کرنے کی بجز توفیق الٰہی و معجزات غیبی کوئی امید نہیں رہی۔ ان میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں ایسے مدعیان اسلام ہیں کہ نماز نہیں پڑھتے پڑھنا کجا اسکو لغو و فضول جانتے ہیں روزہ نہیں رکھتے۔ رکھنا کجا اس کو حماقت خیال کرتے ہیں۔ زکوٰۃ نہیں دیتے نہ دینے کی شکایت نہیں اس کو فرض نہیں جانتے۔ چٹی خیال کرتے ہیں حج نہیں کرتے۔ لنڈن۔ پیرس کے سیر و شکار میں ہزاروں روپیہ صرف کرتے ہیں۔ آتے جاتے اس مقدس گھر کی زیارت بادوری سے سلام نہیں کرتے۔ کعبہ ابراہیمیہ جس کیطرف منسوب ہونے کا انکو دعوے ہے بزبان

ٹھہرائینگے تو وہ وقف ہی لائق تسلیم اہل اسلام نہ ہوگا اور وہ وقف شرعی سمجھا نہ جائیگا۔ گورنمنٹ اسکا خیال رکھے اور اس امر کو اپنے نوٹس میں لاوے۔

چوتھا مسئلہ

منقولات کا وقف بھی جائز ہے۔ چنانچہ غیر منقول (اراضی و مکانات) کا وقف جائز ہے۔ اس مسئلہ میں ائمہ مذاہب حنفی کا اختلاف ہے۔

ہدایہ میں کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مطلقاً عدم جواز کے قائل ہیں۔ امام

ولا یجوز وقف ما ینقل و یحول وعلی هذا الارسال قول ابی حنیفة قال ابو یوسف اذا وقف ضیعة ببقرها وأکرتها وهم عبید جاز وکذا سائر آلات الحراثة لانه تبع للارض فی تحصیل المقصود و قال محمد یجوز حبل الکراع والسلاح معناه وقفه فی سبیل الله وابو یوسف معه فیه علی ما قالوا وهو استحسان والقیاس ان لا یجوز وجه الاستحسان الآثار المشهورة فیه منها قوله علیه السلام اما خالد فقد حبس ادراعه واقراره	ابو یوسف رح کا قول ہے کہ اگر کوئی زمین کو وقف کرے تو اسکے ساتھ اور تابعات میں اسکے متعلق بیلوں اور غلاموں کو جو اس زمین میں کھیتی کرتے ہوں۔ اور دیگر آلات زراعت کو وقف کردے تو جائز ہے امام محمد رح فرماتے ہیں کہ گھوڑے اور ہتھیاروں کا وقف کرنا بھی جائز ہے۔ اور اس میں ابو یوسف بھی انکے ساتھ ہوگئے ہیں یہی استحسان (قیاس مخفی) ہے اور اسکی وجہ وہ آثار صحابہ مشہورہ ہیں جن میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ خالد نے اپنی فوج کے گھوڑے اور راہ

بقیہ فوائد عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد ۱۰ صفحہ ۱۱۵ سے صفحہ ۱۲۲ تک منقول ہے۔
اس مقام میں شمس العلماء امام الحی غیاث الملۃ والدین الفقیہ الکامل مولوی سید حسین صاحب
صاحب مدرسہ کی فرمائش سے وقف مجوز کے خلاف میں نقل کرنا ان سے [illegible]

فی سبیل اللہ وطلحہ حبس فرسا
فی سبیل اللہ ویروی اکراعہ والکراع
الخیل ویدخل فی حکمہا الابل لان العرب
یجاھدون علیھا وعن محمد رحمہ اللہ انہ
یجوز وقف ما فیہ تعامل من المنقولات
کالفاس والمر والقدوم والمنشار و
الخمازۃ وثیابھا والقدور والمراجل و
المصاحف وعن نصیر بن یحیی انہ وقف
کتبہ الحاقا بالصحف وھذا صحیح لان
کل واحد یمسک للدین تعلیما وتعلما
وقراءۃ واکثر فقھا الامصار علی

خدا میں وقف کر چکے ہیں اور طلحہ نے
بھی ذرع اور ایک روایت گھوڑی اوگھوڑ کے
حکم میں اونٹ بھی داخل ہے امام
محمد رحمہ کے نزدیک ہر منقول چیز کا جسکے
وقف کرنے میں تعامل لوگوں کا پایا
جاتا ہو وقف جائز ہے جیسے۔ کسی۔
کلہاڑہ۔ تیشہ۔ آرہ۔ میت اٹھانے
کی چارپائی اور اسپر ڈالنے کا کپڑہ
دیگ۔ ہنڈیا۔ قرآن شریف وغیرہ
کتب اسلامی شہروں کے اکثر
فقہا اسی امام محمد رحمہ اللہ علیہ کے

(تقریر حاشیہ صفحہ)

مولانا نے ارشاد فرمایا ہے کہ منقول مسئلہ وقف میں کلام نہیں۔ مگر جو اس وقف خاندانی میں ہے کہ جو شخص متولی سے قرابت قریبہ رکھتا ہے اور جو میں بڑا ہے اسی شخص کو استحقاق جائیداد کا ہوگا۔ نرخی استقدر کافی نہیں ہے بلکہ باوجود قرابت قریبہ اور کمال سائی کے ہوشیار و دیانت دار ہونا اور مسرف وبدکار نہونا بھی ضرور چاہیئے۔ کہ وقف میں خلل واقع نہ ہو۔ چنانچہ قولہ تعالے لا ینال عہدی الظالمین اسپر شاہد ہے (۱۲) اور جو انہیں مذکور ہے درصورت عدم موجودگی رشتہ داران نسبی کی جائداد منقولہ ہا بازوجہ کو جیسی صورت ہو یعنی۔ لیکن اگر دو متولی کے ایک زائد ازوجات ہوں تو اس زوجہ کو ترجیح دیجائے گی جس کا ایک ساتھ پہلے نکاح ہوا ہو۔ اتنے کلام کا ماحصل کلام کا یہ ہے کہ زوجات کے نان ونفقہ کی خبر گیری کی حیثیت دراصل انکے رشتہ داروں کا ہونا نہونا برابر ہے جس قدر نفقہ کے زوجات کو حاجت ہوگی زوجات پاگئیں بطور مدد معاش کے وقف میں سے اور جتنے رشتہ داروں کو حاجت ہوگی ہر واحد موافق حاجت کے پاگیا اور جو کوئی رشتہ فراوانہ کی الفروض وعصبات ذوالارحام سے نہو تو زوجہ ایک ہو یا زائد ہوں بقدر حرج کے انکو ملیگا باقی اور مصارف فقراء میں صرف ہوگا یا جمع رہیگا آئندہ بمصارف دیگر صرف کیا جائیگا۔ میراث عمدہ کو مستولی باقی نہ رہے کیونکہ عدم موجودگی وارث کے شروط بحالے باقی رہتے ہیں لانوث الواحد کحدیث الحدیث جیسا کہ بوبکر صدیق اور دیگر خلفاء عمل درآمد کرتے ہے اوقاف لمک وغیرہ ہیں قرطبہ وغیرہ میں آنحضرت ﷺ کے ملک باقی رہتے تھے جو ہمین حیات میں اپنے ازواج مطہرات وبنات کو برابر دیتے رہے اور اہل حاجات کو حصہ بقدر دیتے رہے اور نہ ترجیح زوجہ لڑکے کو بہ نسبت زوجہ ثانیہ کے یہی خلاف شرع عمل ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ زوجہ اولاد ثانیہ وثالثہ اور اصل وغیرہ کو برابر دیتے تھے اور بقدر ضرورت سب کے ترجیح نہیں دیتے تھے۔ ہاں اگر اس زوجہ کی حاجت ہو تو حسب بقدر حاجت زائد کھا دیتے تھے اسکا حکم الرسول خود وہ ہا بحکم اللہ فاہم ہوا اور جو انہیں ہے کہ جو فقیر متوفی کے ورثہ صغیر کی حالت میں غایت تفاوت سو حصہ سالانہ کی استطاعت فقط دے سکے ہو یا کم وبموجب ہر فرد انہیں دفعہ ہذا کے مستحق ہوتے۔ یہ قانون مطابق شرع کے نہیں بلکہ بطور مدد معاش حسب حاجت کے دینا کہا جائے۔ اگر دونوں حاجت میں مساوی ہیں تو برابر دینا چاہیئے کیونکہ آنحضرت ﷺ وقف میں سے ہر زوجہ کو نفقہ برابر عطا فرماتے تھے چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ سے واضح ہوتا ہے۔

قول محمد (ہدایۃ ص۶۲)۔

قول پر ہیں۔

ایسا ہی برہان شرح مواہب الرحمٰن میں ہے۔ علاوہ بران آمیں

وصح عند محمد وقف منقول فیہ تعامل کالمصحف وغیرہ من کتب العلم وغیرھا کالفاس والقدوم والمنشار والجنازۃ وثیابھا و الکراع والسلاح وعلیہ الفتوی وعند ابی حنیفۃ لا یصح وعند ابی یوسف یصح تبعا للعقار وفی الکراع والسلاح لابی حنیفۃ ان شرط الوقف التابید ولا تابید فی المنقول لابی یوسف ان النص ورد فی الکراع والسلاح فیقتصر علیہ ولمحمد ان القیاس یترک بالتعامل کما فی الاستصناع لان التعامل اقوی من القیاس لانہ بمنزلۃ الاجماع واکثر فقہاء الامصار علی قول محمد وفی القنیۃ عن المحیط البرھان وقف مائۃ دینارا علی مرضی الصوفیۃ یصح ویدفع الذھب الی انسان مضاربۃ یستغلھا ویصرف الربح وکذلک وقف الدراھم والکیل والموزون (برھان)

یہ بھی کہا ہے قنیہ میں محیط برہانی سے منقول ہے کہ کوئی شخص سو دینار صوفیۃ کے بیماروں پر وقف کردے تو صحیح ہے وہ دینار بطور مضاربت (حصہ نفع پر کسیکو تجارت کے لیے) دیجاویں اور اس سے نفع ہو وہ بیماروں پر خرچ کیا جائے ایسا ہی دراہم اور وزنی اور پیمانہ کی چیزوں کا وقف جائز ہے۔ ایسا ہی درمختار میں ہے اور اسمیں یہ بھی کہا ہے کہ بلکہ درہم و دیناروں کا وقف بھی جائز ہے۔ بلکہ قاضیوں کے نام حکم بھی جاری ہوا تھا کہ وہ اسکے مطابق حکم دیا کریں۔ چنانچہ مفتی ابوالسعود کی معروضات میں ہے اور ہر چیز کا جو لائق وزن و پیمانہ ہو وقف جائز ہے تاکہ اسکو بطور مضاربت یا امانت دیا جاوے۔ ایسا ہی اگر کوئی وزنی یا پیمانہ کی چیز وقف کیجاوے تاکہ جسکے پاس بیج نہ ہو اسکو تخم ریزی کے لیے قرض دیا جاوے

وصح ایضاً وقف کل منقول
قصداً فیہ تعامل للناس کفاس
وقدوم بل ودراهم ودنانیر لا
ودا لامر للقضاۃ بالحکم بہ کما
فی معروضات المفتی ابی السعود
والمکیل وموزون فیباع ویدفع
ثمنہ مضاربۃ او بضاعۃ وعلی
هذا الوقف کذا علی شرط ان
یقرضہ لمن لا بذر لہ لیزرعہ
لنفسہ فاذا ادرک اخذ مقدارہ
ثم افرضہ لغیرہ وهکذا جاز
(خلاصہ) ومنها وقف لبقرۃ علی
ان ما خرج من لبنها او سمنها
للفقراء وان اعتادوا ذلک جاز
ان یجول وقدر وجنازہ وثیاب
ومصحف وکتب لان التعامل
لیترک بہ القیاس لحدیث ما راٰہ
المسلمون حسناً فهو عند اللہ
حسن بخلاف ما لا تعامل فیہ
کثیاب ومتاع وهذا قول محمد
وعلی الفتوی (اختیار)

اور جب درد کا وقت آجاوے تو
اس سے قرض واپس لیکر اوروں کو دیا
جاوے تو جائز ہے یہ خلاصہ میں ہے
اور اسمیں یہ بھی ہے کہ اگر کوئی گائے
وقف کرے یہ کہکر کہ جو اسکا دودھ
یا گھی نکلے وہ فقیروں کو دیا جائے
تو جائز ہے اگر ایسی عادت ہو ایسا
ہی وقف کرنا دیگ۔ چارپائی۔
جنازہ اور کتب کا جائز ہے۔ ہاں
جسکے متعلق لوگوں کا عمل نہ پایا جاوے
وہ وقف جائز نہیں جیسے بارجات
یا اور اسباب کا وقف کرنا یہ امام محمد
رح کا قول ہے اور اسپر فتوے ہے
یہ کتاب اختیار میں ہے۔ اور بحرالرائق
میں کشتی کو اسکے اسباب سمیت اسی حکم
میں ٹھہرایا ہے۔ فتاوے بزازیہ
میں ہے کہ کمبل وغیرہ کا وقف بھی
جائز ہے اگر جاڑوں میں مسکینوں
کو دیئے جاویں اور گرمیوں میں وہ
واپس کردیں۔ امام محمد رح کا یہ مذہب
ہے صریح سنت اور صحیح حدیث

والحق فی البحر السفینة بالمتاع و الیزاریہ جاز وقف الاکسیة علی الفقراء فیدفع الیہم شتاءً ثم یردونہا بعدہ الیہم۔ (در مختار ص۶۸۹)

کے مطابق ہے اسلیے اکثر فقہاء کا اسپر عمل ہے اور اسپر فتوے ہے ہی اسی پر ہمارا عمل اعتقاد ہے۔ ہدایہ کی عبارت میں جن جن آثار حضرت

خالد اور طلحہ کا ذکر ہے وہ کتب احادیث سے صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہ میں مروی ہیں۔

پانچوان مسئلہ

وقف کنندہ اگر اپنے وقف میں یہ شرط کرلے کہ جب وہ خود یا اسکا قائمقام متولی وقف چاہے اور اسمیں وقف اور اسکے مصرف کی بہتری سمجھے تو اس وقف کو بیع کرکے اسکے بدلے اور زمین یا گھر خرید کر وقف کرو تو یہ شرط جائز ہے اور ائمہ مذاہب امام ابو یوسف اس شرط کو جائز رکھتے ہیں اور اسیکے مطابق ہمارا عمل و اعتقاد ہے۔

ولو شرط الواقف ان یستبدل بہ ارضًا اخری اذا شاء فہو جائز عند ابی یوسف وعند محمد رح الوقف جائز والشرط باطل۔ (ھدایہ ص۶۲۳)

ھدایہ میں کہا ہے اگر وقف کنندہ یہ شرط کرے کہ جب وہ چاہے اس وقف کو فروخت کرکے اسکی جگہ اور زمین خرید کرکے وقف کردے تو یہ شرط جائز ہے۔

امام محمد کا یہ قول ہے کہ یہ وقف صحیح ہوگا۔ مگر یہ شرط باطل ہے لائق عمل نہیں ہے۔

اور برہان شرح مواہب الرحمن میں ہے وقف کنندہ کی یہ شرط صحیح

وصح شرط الواقف ان یستبدل بہ

ہے کہ وہ چاہے اس وقف کو فروخت

ای بالوقف ارضًا اخری اذا
شاء ویکون وقفا مکانه والقیاس
انه لایصح الوقف ولا الشرط و
هو قول الشافعی واحمد لانه شرط
خلاف لمقتضی الوقف فکان
ابطالا له ووجهه الاستحسان
ان فیه تحویل الوقف الی ما هو
افضل منه او مثله فکان تقریرا
للوقف لا ابطالا له وعند محمد رح
واهل البصرة وهو وجه احمد رح
ان الوقف جائز والشرط باطل
لان هذا شرط لا یمنع من زوال
الملک قربة الی الله ویتم الوقف
بدونه فکان فاسدًا کالشرط
ان یصلی فی المسجد قوم دون قوم
فان الشرط باطل ووقف المسجد
صحیح وفی شرح الوقایة لا منافاة
بین صحة الوقف وبین الاستبدال
عند ابی یوسف فانه یجوز
استبدال الوقف من غیر
شرط اذا ضاعف من الربع (برهان)

کرکے اسکی جگہ اور جگہ خرید کر وقف
کردے۔ اور قیاس تو چاہتا ہے کہ
یہ شرط جائز نہو۔ کیونکہ یہ ایسی
شرط ہے جو مقتضاے وقف کے
مخالف ہے جواز کی وجہ محض یہ ہے
کہ اسمیں وقف کا ابطال نہیں بلکہ
اسکو پختہ کرنا ہے اور ایسی صورت
سے تبدیلی ہے جو پہلی صورت سے
افضل یا اسکے برابر ہے امام محمد رح
اور اہل بصرہ کا یہ قول ہے اور ایک
روایت میں امام احمد سے منقول
ہے کہ یہ وقف جائز ہے اور یہ شرط
باطل ہے اس شرط سے وقف کا
ملک وقف کنندہ سی دور ہونا قرب
الٰہی کیلئے پایا جاتا ہے جس سی وقف
پورا ہوجاتا ہے اور صرف یہ شرط
شرط فاسد ہی ٹھہرتی ہے جیسے
کوئی مسجد میں یہ شرط کرے کہ اسمیں
فلاں قوم نماز پڑھے فلاں نہ پڑھے
یہ شرط ہی باطل ہے اور وقف مسجد
صحیح ہے اور شرح وقایہ میں ہے کہ

کہ امام ابو یوسف کے نزدیک صحت وقف اور اسکی تبدیلی میں کوئی فرق نہیں وہ اسکو جائز رکھتے ہیں اگر موجودہ صورت وقف سے فائدہ نہ پہنچے۔ گو وقف کنندہ نے شرط نہ کی ہو۔

اور در مختار میں ہے۔ وقف کو دوسری زمین سے بدل لینے کی شرط جائز ہے۔ یا یہ شرط کہ اسکو نقدی سے فروخت کرکے اسکے دام سے بھی دوسری زمین خرید لے جب چاہے جبکہ ایسا کر چکا ہو تو دوسری زمین بھی وقف ہو جائے گی جیسے پہلی تھی اس کے جملہ شروط میں اگرچہ اسکا ذکر دوسری زمین میں نہوا ہو پھر اس دوسری زمین کے بدلے تیسری زمین خرید نکرے کیونکہ یہ تبدیلی بحکم شرط ہوئی اور دوسری زمین کی نسبت یہ شرط پائی نہیں گئی بلا شرط تبدیلی کا اختیار صرف قاضی کو ہے ایسا ہی در بحار میں ہے اور بحر الرائق میں کہا ہے کہ تبدیلی کیلئے یہ شرط ہے کہ پہلا وقف لوگوں کے فائدہ رسانی سے بالکل نکل چکا ہو اور اسکا بدل زمین ہو۔

وجائز شرط الاستبدال به ارضا اخری حینذا وبشرط بیعه و یشتری بثمنه ارضا اخری اذا شاء فاذا فعل صارت الثانیة کالاولی فی شرائطها وان لم یذکرها ثم لایستبدلها ثانیا لانه حکم ینبت بالشرط والشرط وجد فی الاولی لا الثانیة وامّا الاستبدال ولو للساکین بدون الشرط فلا یملکه الا القاضی (درر). وشرط فی البحر خروجه عن الانتفاع بالکلیة وکون البدل عقارا. (درمختار ص۳۹۰)

چھٹا مسئلہ

وقف کے منافع سے وقف کی عمارت [illegible] خرچ [illegible] پہلے ہونا چاہیے چنانچہ ہدایہ میں کہا ہے۔ واجب [illegible] وقف کی آمد نے پہلے اسکی عمارت [illegible]

[illegible] بارتفاع [illegible] ذلک الواقف [illegible] الواقف [illegible] الغلة مؤبدا ولا یبقی دائما الا بعمارته ثم ان کان الوقف علی الفقراء ولا [illegible] هذه [illegible] فیجب فیها ولو کان الوقف علی رجل بعینه وآخره للفقراء فهو [illegible] ماله ای ماله شاء فی حال حیاته (هدایه ص ۶۲۰)

[illegible] وقف [illegible] اندہ نے شرط کی ہو یا نہ۔ یہ اس لئے [illegible]

[illegible] ہو تو [illegible] زندگی تک [illegible] خرچ کیا جاوے [illegible] ہو۔

[illegible] بیان سے بیان مصرف [illegible] وقف [illegible] ہو مگر آخر [illegible] کیونکہ آخر [illegible] وقف [illegible] وقف خیراتی کی مانند [illegible] مذہبی کے لیے کیا جاتا ہے جیسے وقف مساجد۔

[illegible] کھلے طور پر ثابت [illegible]

وغیرہ بھی ایسا ہی خیراتی وقف ہے جیسا کہ عام وقف ہوتا ہے اور اس سے مقصود وہی قرب الٰہی وثواب اخروی ہوتا ہے جو وقف خیراتی سے ہوتا ہے اور اسکے احکام بھی مذاہب اسلام میں وہی تسلیم کیے جاتے ہیں جو عام وقف خیراتی میں تسلیم کیے جاتے ہیں۔

بنا ءً علیہ گورنمنٹ کے حضور میں مودبانہ درخواست کی جاتی ہے کہ اس وقف خاص کو بھی گورنمنٹ ویسا ہی وقف شرعی تسلیم کرے جیسا کہ وقف متعلق امور مذہبی وقف مساجد وغیرہ کو تسلیم کرتی ہے۔ اور اس وقف کو اس قضیہ خاندانی کی جسکو سرسید نے تجویز کیا تھا نظیر سمجھکر اسکو وقف شرعی تسلیم کرنے میں تامل نہ کرے۔ جیسا کہ سرسید کے مجوزہ وقف کی تسلیم میں اسکو تامل رہا ہے۔ ان نقائص واغراضات سے جو سرسید کے مجوزہ وقف میں پائے جاتے تھے۔ ہمنے اسی وقف شرعی کو پاک اور بری کردیا ہے۔ اور وقف مجوزہ سرسید کا جا بجا تعرض اس غرض سے ہوا ہے۔

اور اگر سرسید کے مجوزہ وقف اور اس کی شروط مجوزہ کے سوا بھی گورنمنٹ کو نفس مسئلہ وقف علی الاولاد والاقارب کے شرعی وقف ہونے میں تامل ہے (چنانچہ سنا گیا ہے) تو ہمارے مجوزہ و بیان کردہ وقف علی الاولاد کو ملاحظہ فرمانے کے بعد وہ تامل نہ رہنا چاہیے ہمنے اس وقف کو ان کتب شریعت اور فقہ مذہب اہل سنت (ہدایہ۔ عالمگیری وغیرہ سے) جنکا کتب شریعت اور مذہب اہل سنت ہونا گورنمنٹ کے قانون میں تسلیم کیا گیا ہے۔ ثابت کردیا ہے۔ لہذا اب اس وقف کے وقف شرعی ہونے میں گورنمنٹ کے تامل کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ گورنمنٹ ہمارے مضمون کا ایگزیمینشن جب اسلامی سوسائٹی انسٹیٹیوشن سے چاہے کرے۔ اور کا ترجمہ کراکے خود بھی ملاحظہ کرے۔ یہ تو اس وقف علی الاولاد والاقارب کے وقف شرعی ہونیکا علمی بیان اور ثبوت ہے اب اس وقف کی ایک عملی صورت گورنمنٹ کے حضور میں پیش کیجاتی ہے اور اسکے متعلق مودبانہ التماس ہے کہ گورنمنٹ اس صورت کو اور اسکی مثل اور عملی صورتوں کو جو اغراضات ونقائص سے پاک ہوں وقف شرعی تسلیم کرکے مسلمانوں کی ایک مذہبی ضرورت کو قانون کے عمل

میں لانے کی اجازت عطا فرما کر اپنی نیوٹرلٹی (غیر طرفداری) مذہبی کو انپر ثابت
کر کے انکو اپنے احسانات قدیمانہ کا ممنون و مرہون بنا دے۔ (وہ صورت یہ ہے)
کہ یہ خاکسار اپنی خداداد جائداد منقولہ و غیر منقولہ کو جو خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو عطا
کی ہے۔ اسمیں نہ کوئی حصہ جدی ہے نہ پدری تعلیم و تعلم علوم دینی عربی اور اتباع
شریعت محمدی کے لیے وقف کرتا ہے۔ مگر اسکا مصرف سب مستحقوں سے پہلے اپنی
اولاد و اقارب نسبی و صہری (رشتہ نکاحی) کو قرار دیتا ہے۔ اُن سے جو بچے وہ دوسرے
متعلموں اور دینی تعلیم گاہوں پر جسکی تفصیل اس مضمون میں ہوگی صرف کیا جاوے
اور اگر میری اولاد و اقارب نسبی و صہری سے کوئی فرد سے یا وہ میری شروط وقف کے
پابند نہ رہیں تو میرا مال وقف شدہ سب کا سب دینی متعلمون اور تعلیم گاہوں
اور عبادت گاہوں پر صرف کیا جاوے۔ تعیین مصارف اور بیان شروط کے پہلے
میں تمہیدی ریمارک کرنا چاہتا ہوں جنمیں یہ بیان ہوگا کہ مینے اپنی کل جائداد منقولہ
و غیر منقولہ کو کیوں وقف کر دیا۔ اور اپنی اولاد و ازواج کی تملیک و توریث کے لیے
کہ وہ بھی حکم شرعی ہے کچھ بھی باقی کیوں نہ چھوڑا۔ جس سے غرض مقصود یہ ہے کہ میرے
اسلامی بھائی مسلمان اہلحدیث حنفی وغیرہ بجہہ خلاف شریعت کا الزام لگا کر مجھپر بدگمانی
و غیبت کے مرتکب نہ ہوں اور میرا کوئی رشتہ دار وارث بننے کا حریص کوئی جھگڑا
کھڑا کرنے کا خیال باطل دل میں نہ جما بیٹھے۔ دنیاوی اور قانونی اصول نظر سے
مجھے اپنی جائداد کا کامل اختیار ہے کہ میں جس قسم کا چاہوں اسمیں تصرف کروں
کوئی مجھپر اعتراض نہیں کر سکتا۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ میں شرعی اعتراض کا مورد
نہ ہوں۔ کیونکہ میں پیروی شریعت کا مدعی ہوں۔ پس واضح ہو کہ سب سے پہلے اکثر
مسلمانوں میں اتفاقی وجہ اس وقف کی وہی ہوئی ہے جو ہر ایک وقف شرعی کی
وجہ ہر وقف کنندہ کی نظر میں ہوا کرتی ہے اور اسکا ذکر بیان اغراض وقف میں
ہو چکا ہے کہ طلب زلفی الی اللہ تعالیٰ ہے یعنے خدا تعالیٰ کا قرب چاہنا اور امید
ثواب آخرت رکھنا اسمیں نہ بجز خدا تعالیٰ کسی شخص سے رضا کا خیال ہے

خریداران و معاونین رسالہ اشاعۃ السنۃ سے اس رسالہ کے متعلق آخری فیصلہ

جلد نمبر ۲۱ رسالہ بابت ۱۹۰۶ء بیسویں ۱۹۰۷ء میں شائع ہوئی۔ تو اس کے صفحہ ۲ پر رسالہ کی بابت معاونین کی خدمت میں گذارش کی گئی تھی۔ جس میں بتایا گیا تھا کہ رسالہ نے ۱۸ سال وقت سے پہلے کیا کیا۔ اسوقت وہ کیا کر رہا ہے اور اسکی وجہ کیا ہے۔ اور اس کے دیر سے نکلنے کی وجوہات کیا ہیں۔ اخیر میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ معاونین چندہ وجہی ادا کر دیں۔ تو آئندہ رسالہ ماہ بماہ لیں۔ اس گذارش کا کافی اثر ظاہر نہ ہوا تو اس دفعہ رسالہ آذر بھی دیر سے نکلا۔ [illegible] کر وہ گذارش معمولی سمجھ کر عمداً سے پڑھی نہیں گئی۔ یا پڑھ کر رسالہ کی ماہ بماہ شائع ہو [illegible] ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ یا سہرے سے رسالہ ہی کی ضرورت اہل اعیان قوم کے خیال میں نہیں رہی۔ [illegible] اور آپ رسالہ کی ضرورت انکے خیال میں نہیں رہی کیونکہ حضرات الاہلحدیث [illegible] اخبار نکل آئے ہیں۔ جن میں کچھ تمسخر اور ہنسی کچھ شاعری کچھ مغالطہ دہی اور کچھ آزادی نہ ہی پائی جاتی ہے اور وہ آزادی پسند طبائع سے مذہب کا جوا اتارنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا اولڈ فیشن رسائل کی انکو کوئی ضرورت نہیں رہی۔ تو متبعین سنت سید المرسلین اور پیروان صحابہ و تابعین وغیرہ سلف صالحین کی خدمت میں گذارش ہے وہ اس کو توجہ کامل سے سنیں اور آزادی پسند افراد و فرقہ کو سنا دیں۔ اور اس آزادی سے انکو بچانے کی کوشش کریں۔ وہ گذارش یہ ہے کہ جیسی رسالہ کی ضرورت اس وقت ہے۔ ویسی پہلے کسی وقت بھی نہیں ہوئی پہلے تو یہ رسالہ مذہب اہل حدیث پر بیرونی حملوں متعصبین مقلدین۔ حنفیہ نیچریہ و مرزائیہ دفعت کرتا تھا۔ ان حملوں سے ان کی روک و تھام کر [illegible]

دکو قائم کر دیا۔ اور بڑے

تخلیف نمبر ۱۷ (۱) جس میں بات کیا گیا ہے کہ تخلیف اہل سے بھی بات نہیں ہوئی (۸) جس میں کہ کیا گیا ہے کہ حدیث فاتحہ خلف الامام کے لیے صفحہ ۲ دیکھو

حال اُن کی یہ شکایت کرتا رہتا ہے ؎

بادوستان نوشت بسے نامہ وفا ۔
بر حاشیہ سلام ہم از من دریغ داشت ۔

اور طرفہ یہ کہ وہ لیڈر اُن کو مخاطب کر کے یہ بھی نصیحت کر چکا ہے کہ اسلام یا احکام اسلام کو ترک کر کے تم آسمان کے ستارے بن جاؤ گے تو اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ مگر جب اُنکو اس نصیحت سے پہلے وہ تعلیم دی گئی ہے کہ تمام انبیا تمام کتابوں تمام احکام مذہبی سے انکار کے ساتھ بھی انسان مسلمان رہ سکتا ہے۔ اور ناجی ہو سکتا ہے تو پھر اسکی یہ نصیحت اُنپر کیا اثر کر سکتی ہے

ہر چند اس لیڈر نے اس اصول آزادی کے بیان کے ساتھ یہ عذر بھی کر دیا ہوا ہے کہ اس اصول آزادی کے بیان سے نہ ہمارا یہ مدعا ہے کہ لوگ انبیاء سے انکار کریں نہ ہمارا یہ منشا ہے کہ لوگ کتب الہامی کو نہ مانیں نہ ہمارا یہ مقصد ہے کہ لوگ پابندی احکام چھوڑ دیں۔ بلکہ یہ مقصد ہے کہ تمام موحد ناجی ہیں۔ مگر یہ عذر آپکا بدتر از گناہ ہے۔ آپ کے منشاء و مقصد و مدعا کا فیصلہ تو خدا تعالےٰ کے سپرد ہے جو آپکے دل اور نیت سے بخوبی واقف ہے اور کسی کو آپ کی نیت اور مقصد سے کیا بحث ہے۔ مسلمانوں اور خصوصاً آپ کے پیرو انگریزی تعلیم یافتہ نوجوانوں کو اس اصول کے نتیجہ کو دیکھنا چاہیئے کہ وہ کیا نکلا۔ کیا یہی جو یہاں ہوا ہے کہ انہوں نے احکام اسلام کو یک لخت چھوڑ دیا ہے یا یہ کہ خود پابند احکام اسلام ہو کر اقوام غیر کے موحدوں کو اپنے ساتھ ملایا۔ اسکا جواب وہ انصاف سے دینگے تو بجز اختیار مشق اول کچھ نہ دے سکینگے اس سے ان کو ماننا پڑے گا کہ اس لیڈر کا یہ اصول غلط اور بالکل غلط ہے قرآن کا صریح مخالف ہے اور عقل سلیم کے بھی خلاف ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

نہ کسی پر غصہ پیش نظر ہے اور نہ کسی اَور کی حُب کا نہ کسی کا بغض۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مینے طبقہ اعلےٰ کتب احادیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ کے یہ اقوال پڑھے اور دیکھے ہیں۔

عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلعم ان المکثرین ھم المفلسون (وفی روایۃ ھم الاقلون) یوم القیمۃ الا من اعطاء اللہ خیرًا فنفخ فیہ یمنہ وشمالہ وورائہ وعمل فیہ خیرًا (بخاری صفحہ ۹۵۳)

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم لو کان لی مثل احد ذھبا لسرنی ان لا یمر علی ثلث لیال وعندی منہ شیٔ الا شیئًا ارصدہ لدین (بخاری ص۹۵۴)

وعن اسامۃ بن زید قال قال رسول اللہ قمت علی باب الجنۃ فکان عامۃ من دخلھا المساکین واصحاب الجد محبوسون۔ (بخاری مسلم ومشکوۃ ص۴۲۸)

(۱) آپ کا یہ قول کہ قیامت کے دن مفلس یا کم مال وہ لوگ ہونگے جو دنیا میں زیادہ مالدار تھے بجز ان لوگوں کے جن کو خدا تعالےٰ نے مال دیا تو اونہوں نے دہنے بائیں اور اپنے پیچھے راہ مولےٰ میں اڑا دیا۔

(۲)۔ آپکا یہ قول کہ میرے پاس پہاڑ احد کے برابر سونا ہوتا تو مجھے خوش لگتا۔ کہ مجھپر تین شب نگذریں کہ اسمیں سے کچھ بھی میرے پاس رہے بجز اسکے کہ میں ادا قرض کے لیے رکھوں۔

(۳) آپکا یہ قول کہ میں بہشت کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو میں دیکھتا ہوں کہ اسمیں اکثر مسکین ہی داخل ہوتے ہیں اور غنی (مالدار) دروازہ پر روکے ہوئے ہیں۔

اور روایتوں میں آیا ہے اسوقت تک کہ وہ لوگ غنیوں کے دنیا میں عیش اوڑانے کے بدلے بہشت میں عیش کرلیں۔ اس روکنے کی میعاد مختلف وارد ہے۔ ایک حدیث صحیح مسلم میں چالیس برس ہیں۔ ایک حدیث میں پانچسو (۵۰۰) برس جو مختلف اشخاص کی نسبت ہیں اور میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قول دیکھا جو بصفحہ (۱۰۱) منقول ہے۔ کہ آپ نے اپنی کل اراضی ومال کو راہ مولےٰ میں وقف کر دیا تھا۔ جسمیں سے آپنے عیال واقربا کے لیے صرف گذارہ مقرر کر دیا تھا اور باقی ماندہ اور مصارف خیر کے لیے

ٹھہرایا تھا۔ ہر چند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل تمام انبیا کا خاصہ تھا۔ مگر اسکا خاصہ ہونا بنظر فرضیت تھا۔ یعنی آنحضرتؐ اور دیگر انبیا پر ایسا کرنا فرض تھا۔ دوسرون پر فرض نہیں جیسے نماز تہجد جو بحکم آیت نافلۃ لک پہلے آپ پر فرض تھی امت پر نہ تھی نہ خاصہ بنظر اباحت جو کہ اوروں کے حق میں ممنوع ہوتا ہے۔ جیسے چار عورتوں سے زیادہ سے نکاح جو آپ کے لیے بحکم آیت خالصۃ لک من دون المؤمنین جائز تھا امت کے لیے ناجائز۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء اسلام نے وقف علی الاولاد والاقارب کو مسلمانوں کے لیے جائز رکھا ہے اور اسمیں بعض مال کی قید نہیں لگائی۔ جسکا کافی ثبوت اوپر گذر چکا ہے۔ ان اقوال وعمل نبوی کی نظر سے مجھے مدت سے (جبکہ مجھے جائداد غیر منقولہ اراضی ومکانات ملی) خیال تھا کہ میں دنیا سے آخرت کا سفر کروں تو اس حالت میں نہ جاؤں کہ میں اپنی ملک میں کچھ مال چھوڑ کر جاؤں۔ بلکہ اس حالت میں جاوں کہ دنیاوی مال سے تہیدست ومسکین ہو کر جاؤں اور قیامت کے دن مساکین میں میرا حشر ہو۔

اس بناء پر میں نے ۱۹۰۲ء مطابق ۱۳۲۰ ہجری کا رسالہ اشاعت السنۃ جلد ۱۹ شائع کیا۔ تو اس کے تیسرے صفحہ میں مینے اپنی وصیت شائع کی جسکا خلاصہ یہ تھا کہ میری جائداد غیر منقولہ میرے وارثوں میں بطور وراثت تقسیم نہ ہو۔ بلکہ میرے ان وارثوں کو جو علوم دینی عربی پڑھیں پڑھاویں اور شریعت محمدی کا اتباع کریں اسمیں سے گذارہ ملے اور باقی جائداد کی آمدنی تعلیم کے لیے اسلامی مدارس دینی میں صرف کی جائے۔

اسوقت تک میری اولاد میں تحصیل علوم عربی دینی اور اتباع شریعت محمدیؐ سے انکار۔ اور اسپر اصرار پیدا نہوا تھا۔ لہذا اس وصیت میں مینے صرف بطور ترغیب یہ شرط تعلیم علوم دینی واتباع شریعت نبویؐ لگادی تھی اور یہ امید تھی کہ وہ لوگ ثواب آخرت کی نظر سے نہیں تو میری جائداد سے نفع اٹھانے ہی کی غرض سے دینی علوم عربی کی طرف توجہ کریں گے۔

دینی علوم کی تعلیم کی ضرورت ہر مسلمان کو معلوم ہے اور خاص کر ان اقوام کے لیے جو ہندو مذہب چھوڑ کر مسلمان ہوئے ہوں جس قوم نومسلم شیخان قانونگوئی میں میری پیدائش ونشو ونما ہوا ہے۔ اور وہ مختلف شہروں پنجاب۔ بٹالہ۔ کلانور۔ ہوشیارپور۔ جالندھر۔ وزیرآباد۔ سیالکوٹ۔ لاہور۔ امرتسر وغیرہ میں سکونت پذیر ہیں اسکا یہ حال ہے کہ بعض انمیں سے

عہد سلاطین چغتائی میں برائے نام و بغرض حصول مناصب دنیاوی و انعام مسلمان تو ہوگئے تھے مگر اسلام کا کوئی نمایاں اثر اکثر لوگونکے اعمال و اعتقادات و عادات میں ظاہر نہوا تھا۔ بلکہ اکثر رسوم دنیاوی بیاہ شادی۔ ماتم غمی میں اقوام ہنود کی رسوم پر انکا عمل رہا تھا۔

میری علم و مشاہدہ میں میرے والد مرحوم شیخ عبدالرحیم صاحب عرف شیخ رحیم بخش صاحب رئیس بٹالہ ہی پہلے شخص تھے جنھوں نے اپنی اخیر عمر میں اس قرب و جوار میں اتباع احکام شریعت اور اجتناب رسوم جاہلیت کی بنا قائم کی اور اسمیں انکو کامیابی بھی ہوئی۔ انکے عالی دماغ میں یہ خیال خوب مستحکم ہوگیا تھا کہ اتباع احکام شریعت و اجتناب از رسوم جاہلیت اسی صورت میں قائم رہے گا۔ کہ اس قوم میں دینی علوم کی تحصیل کی رسم عام طور پر جاری ہوجائے گی۔ اس خیال سے انہوں نے اپنی متعدد اولاد کی تعلیم علوم دینی میں کوشش کی جو خدا تعالےٰ کے فضل و توفیق سے اس عاجز کے حق میں بار آور ہوئی۔ اس خاکسار سے پہلے ہماری قوم میں ایک صاحب مولوی عطا محمد نامی ہوشیارپور میں گذر چکے ہیں اور ایک صاحب میرے وقت میں قصبہ کلانور میں میرے برادر و دوست مولوی عبدالحکیم صاحب ہوئے ہیں جو عالم و فاضل وغیرہ متعدد القاب سے ممتاز ہیں۔ مگر ان دونو صاحبوں کو علوم دینی کی درس و تعلیم کا اتفاق نہیں ہوا۔ یا بہت کم ہوا ہے۔ اور انکا زیادہ تر شغل سرکاری ملازمت تعلیم سکولوں و کالجوں سے رہا اور انکی ذریات میں سلسلہ تعلیم و درس علوم دینی بھی نہیں چلا اور آیندہ بھی اسکی کوئی صورت امید نظر نہیں آتی ہے۔ اس وجہ اور فکر و خیال سے یہ عاجز ابتدا سے آجتک اپنی اولاد کی تعلیم دنیاوی کے ساتھ انکی تعلیم عربی علوم دینی کے لیے ساعی رہا ہے۔ اور ابتک ہے۔ مگر افسوس ہے کہ میری سعی کا کافی اثر ابتک میری اولاد پر ظاہر نہیں ہوا۔

میری وصیت مذکورہ اور اسکی ضمن میں ترغیب مزبورہ شائع ہوئی تو میرے پانچ جوانوں لڑکوں پر اسکا برا اثر ظاہر ہوا اور انہوں نے تحصیل علوم عربی دینی سے صاف انکار اور خلاف ورزی احکام شریعت پر اصرار اختیار کیا۔ اور میری نافرمانبرداری اور میری اطاعت سے سرکشی کی جس سے اس جائداد کو وقف کرنے کے لیے دو وجہ اور پیدا ہوگئی ہیں جو ذیل میں معروض ہیں۔

وجہ دوم۔ قرآن مجید میں صاف ارشاد ہے کہ تم اپنے مالوں کو جس کو خدا تعالیٰ نے تمہارے قیام کا ایک سبب بنایا ہے۔ بے وقوفوں (بدکاروں) کو نہ دو اسمیں انکو کھانے اور پینے کو دو جب تک کہ انمیں صلاحیت و رشد نہ دیکھ لو یہ حکم ان بے وقوفوں (بدکاروں) کے مالوں کا ہے جو بذریعہ وراثت دم نقد انکی ملک میں آچکا ہو اور وہ انکے ولیوں کی حفاظت میں بطور امانت ہو۔

ولا تؤتوا السفہاء اموالکم التی جعل اللہ لکم قیاماً وارزقوھم فیھا واکسوھم وقولوا لھم قولاً معروفاً۔ فان آنستم منھم رشداً فادفعوا الیھم اموالھم۔ (نساء ع ۱۱)

اس حکم سے اس مال کا حکم جو ہنوز انکی ملک میں نہ آیا ہو اور وہ صرف اسکے امیدوار بعد موت مورث ہوں اور انکی سفاہت درجہ فسق سے گذر کر درجہ کفر تک پہونچ گئی ہو۔ بطریق اولیٰ ثابت ہوتا ہے۔ جس کو اصطلاح اصول فقہ میں فحوائے خطاب کہتے ہیں۔ اور چونکہ میرے لڑکوں کی سفاہت درجہ فسق کو کامل کرکے درجہ کفر کو پہنچ گئی ہے جسکا بیان میرے مضمون عقوق میں ہو چکا ہے اور تحصیل علوم دینی سے جو رشد و ہدایت کا ایک ہی قوی اور مؤثر ذریعہ اور سبب ہے انکے انکار اور فسق و فجور پر سالہا سال سے انکے اصرار کرنے سے کوئی صورت انکی رشد و ہدایت کی نظر نہیں آتی لہذا میرا اپنی جائداد کو اپنی ملک سے نکالکر وقف کر دینا اور انکی فسق و فجور کے لیے کچھ نہ چھوڑنا اس آیت قرآنی کے الفاظ اور فحوائے خطاب کی پوری تعمیل ہے۔ جو لوگ اپنی اولاد کے فسق و فجور کی حالت میں انکی تملیک و توریث کے لیے اپنی جائداد چھوڑ جاتے ہیں وہ اس آیت کا صریح خلاف کرتے ہیں اور وہ اپنی عاقبت کو خیرباد اور اپنی اولاد کے دین و دنیا کو برباد کرکے دنیا سے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انکے سینکڑوں ہزاروں لاکھوں روپیہ کی جائداد کو ان تھوڑے ہی دنوں میں تلف و تباہ کر دیتے ہیں۔

اسکی مثالیں ایک نہیں دو نہیں۔ ہزاروں ہیں۔ ان نظائر ہزار در ہزار اور واقعات بے شمار کو دیکھکر اپنے لڑکوں کے حالات اور بد اطوار اور علوم دینی سے انکے جہل اور اس جہل پر انکے اصرار کو خیال میں لاکر مجھے ظن غالب قریب بیقین پیدا ہو گیا ہے۔ کہ اگر میں اپنی جائداد کو جو پچیس ہزار روپیہ سے زیادہ مالیت کی ہے۔ اپنی ملک میں چھوڑ کر مرونگا تو ان نالائقوں

میں جو زناکاری۔ شرابخوری میں مبتلا ہیں وہ اس مال کو تھوڑے دنوں میں رنڈی بازی
و شرابخوری میں تلف کر دینگے۔ اور جو ان آفات میں اسوقت تک مبتلا نہیں وہ اس جائداد
کو اپنی ذاتی اغراض [illegible] صرف کرینگے۔ اور [illegible] چھوٹے پانچ بچوں کو اور اپنی سوتیلی والدہ
کو جو دو صغیرہ [illegible] بلکہ وہ اسکو جوٹی سے پکڑ کر گھر سے باہر
نکال دینگے [illegible] اور انکی بدکاری و ظلم کا [illegible]
گردن پر [illegible] اور تظلم کے خوف سے [illegible]
حصہ جائداد [illegible] لیے نہیں چھوڑا اور سب کا سب وقف
کر دینا [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] دیکھا جاوے تو اس تجویز وقف سے جو ان ظالموں [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
اور اگر اس شرط کو پورا [illegible] محروم رہیں گے تو خود محروم [illegible]

وجہ سوم [illegible]

وارث اپنے مورث [illegible]
[illegible] حقوق [illegible] کا [illegible] ہو چکا ہے
میرے لڑکوں [illegible]
میں کوشش کی بھی [illegible]
اور [illegible]

افعال و اقوال سے مجھے ظن غالب قریب بہ یقین پیدا ہو گیا کہ میں اپنی جائداد و مال کو اپنی ملک میں رکھونگا۔ تو ایک نہ ایک دن یہ مال میری جان کا وبال ہو جائے گا۔ اس ظن قریب بہ یقین نے مجھے اس امر پر آمادہ کیا ہے کہ اپنی جائداد و مال کو وقف کر کے اپنی ملک سے نکالدوں اور خدا تعالیٰ کی ملک میں داخل کر دوں جس سے ان ناعاقبت اندیش میرے مخفی دشمنوں کو توریث و تملیک مال کی طمع سے میرے قتل و ہلاکت کا خیال اٹھ جائے۔ اور وہ میری زندگی میں یقین کر لیں کہ اب اس کو ہلاک کرنا فضول ہے اسکی ملک میں ایک کوڑی بھی باقی نہیں ہے تو اب اسکے ہلاک کرنے سے فائدہ ہی کیا ہے۔ اور یہ فقہی خیال میرے دل میں آیا کہ جس حالت میں شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قتل مورث کو موجب حرمان وراثت ٹھہرایا ہے۔ تو جس شخص کو اپنے وارث سے اپنے قتل کا قبل از وقوع یقین ہو اسکو اپنے قاتل کو وارث سے (نہ مطلق انتفاع بمال مورث سے) محروم کرنا اس تعلیل شارع کا عین اتباع ہے۔ اور شارع کی مجوزہ علت سے اسکے معلول تک پہنچتا ہے اور یہ وہ گناہ نہیں ہے جو کسی جائز اور مستحق وارث کو ارث سے محروم کرنے میں۔ ظاہر الفاظ حدیث منقولہ حاشیہ سے

قال صلی اللہ علیہ وسلم من قطع میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ۔ (مشکوٰۃ ص ۲۵۷)

خیال میں گذرتا ہے اور اس شخص کو یہ جائز نہیں اور خلاف عقل و دین و حزم ہے کہ وہ باوجود علم و یقین ارادہ وارث کے اس حکم پر اثر علت مرتب ہونیکا انتظار کرے اور اس بات پر راضی ہو بیٹھے کہ اسکا وارث پہلے اسکو قتل کرے اسکے بعد وہ میراث سے محروم ہو۔ جو ایسا کرے یا اس امر کو جائز رکھے اسکو تفقہ فی الدین سے کوئی مس و تعلق نہیں ہے۔

اس حکم فقہی حدیثی اتفاقی سے مینے اپنی تجویز وقف کا جواز نکالکر اس مضمون کو رسالہ جلد ۲۱ کے نمبر اول میں درج کر کے صرف اسکے پروف علماء و کلاء اور اپنے منشاء میں مشتہر کیے تو دو ہمنام و علم میں ہم رتبہ فاضلوں نے میرے اس استدلال پر یہ اعتراض کیا کہ ارادہ قتل مورث کو کسینے موانع ارث سے شمار نہیں کیا۔ ان کی خدمت میں دوستانہ و برادرانہ گذارش ہے کہ مینے بھی اس ارادہ قتل کو مانع ارث ثابت قرار نہ دیا تھا۔ بلکہ اس خیالی اور فرضی ارث کا مانع و عائق جو ہنوز

وجود میں نہیں آئی اور وہ موت مورث کے بعد حیات وارث کے فرض وجود سے (جو ہنوز موہوم و مفروض ہے نہ یقینی ثابت) وجود اور وقوع میں آتی۔ اگر موت مورث کے بعد انکو زندہ رہنے سے پائی جاتی جسکی پوری تقریر و تفصیل مینے اب کردی ہے وہ حضرات اس تقریر پر غور سے نگاہ ڈالیں اور مجھے اپنی اراء سے دوبارہ آگاہ کریں۔

اس وجہ سوم پر شاید کسی کو یہہ اعتراض پیدا ہو کہ ارادہ قتل تو بعض وارثوں نے کیا اور تمنے اس وقف کی تجویز سے سبہی وارثوں کو جنمیں پانچ معصوم و نادان بچے بھی ہیں ارث سے محروم کردیا۔ لہذا تمپر اس گناہ کا الزام قائم ہوگا۔ جو ظاہر الفاظ حدیث منقولہ بالا سے خیال میں آتا ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اس وقف کی تجویز سے اور کل جائداد کو وقف کرنے سے اس صورت میں معصوم و نادان بچوں کو ارث سے محروم کرنا لازم آتا ہے۔ جبکہ اس جائداد کو صرف غیروں پر وقف کیا جائے۔ اور جس حالت میں یہہ جائداد انپر وقف کیجاوے اور جملہ مصارف و مستحقون سے انکو مقدم کیا جاوے تو یہہ وقف ان بچوں کے لیے ایک دائمی اور ابدی جاگیر ہے اور گو اسپر شرعی اصطلاح میں لفظ ارث بولا نہیں جاتا مگر معنے و مقصود ارث یعنے مال وراثت سے نفع اٹھانا اسپر پورا صادق آتا اور یہ مال اسی صورت میں انکے لیے جاگیر ہوسکتی ہے۔ کہ اسکو وقف کیا جائے اگر وقف نہ کیا جاویگا تو یہہ ظالم و بدکار اسکو چند روز میں خورد برد کرلینگے۔ اور ان بچوں اور انکی عاجز والدہ کی طرف سے عدالت سے چارہ جوئی کرنیوالا بھی کوئی نہ ہوگا۔ تو وہ سب اپنے حقوق سے محروم ہوجائینگے۔ بلکہ غور کرو تو ان فاسقوں بدکار لڑکوں کو بہی اس جاگیر سے گذارہ پانے کی راہ بھی رکھدی ہے۔ اگر وہ شرط وقف کو پورا کرکے اس سے گذارہ لینے کے اپنے آپکو مستحق بنالیں گے اور مسلمان عالم تابع شریعت محمدی بن جاوینگے۔

حدیث مذکورہ بالا کے ظاہر الفاظ سے جو وراثت وارثوں کے قطع کرنے پر وعید وارد ہے تو وہ اس صورت میں ہے کہ کل جائداد غیروں کو دیدیجاوے اور وارثوں کے لیے صورت گذارہ کی تجویز نہ کرکے انکو مفلس و قلاش اوروں کے آگے دست سوال پہیلانیوالا چھوڑا جاوے۔

چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث میں وارد ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے اپنے کل مال کے دو ثلث کو چھوڑ نصف کو غیر و نیز خیرات کرنا چاہا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو اجازت نہ دی اور فرمایا ایک ثلث خیرات کر اور ثلث بھی بہت ہے اور پھر فرمایا اگر تو وارثوں کو غنی چھوڑ جاوے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تو ان کو محتاج چھوڑ جاوے جو لوگوں کے آگے دست سوال پھیلاتے پھریں۔

عن سعد بن ابی وقاص قال قلت یا رسول اللہ صلعم ان لی مالاً کثیراً ولیس یرثنی الا ابنتی۔ افاتصدق بثلثی مالی قال لا قلت فالثلث قال الثلث والثلث کثیر انک ان ترکت ولدک اغنیاء خیر من ان تترکھم عالۃ یتکففون الناس (صحیح بخاری ص۹۹۰)

یہی محل ان احادیث و آثار صحابہؓ کا ہے جن میں حبس فرائض سے نہی وارد ہے اور جو وقف یا خیرات کل ایسی صورت سے کرے جس میں اپنے وارثوں کو وہ حقوق سے محروم کر لے۔ تو وہ اس وعید قطع میراث اور حبس فرائض کا مورد نہیں ہے جس پر آفتاب جیسی روشن دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل موجود ہے کہ آپ نے ساری جائداد کو وقف کر دیا۔ جسمیں سے اپنی اہلبیت کا حق مقدم کیا۔ اور فقہاء سلام کا وقف علی الاولاد والاقارب کو جائز رکھنا اور اسمیں بعض مال کی قید لگانا اس فعل نبوی کو مہت کے لیے لائق اقتدا قرار دیتا ہے۔ کیونکہ مفاہیم کتب بالاتفاق حجت ہیں گو مفاہیم نصوص میں حنفیہ و شافعیہ کا اختلاف ہے (رد المحتار حاشیہ درالمختار دیکھ لو)۔

تمہیدی ریمارک ختم ہوا جس سے ثابت ہو گیا کہ خاکسار کا اپنی کل جائداد کو اولاد۔ اقارب وغیرہ مستحقین پر وقف کرنا کافی وجوہات رکھتا ہے۔ اور وہ کسی شرعی اعتراض کا محل نہیں ہے۔

اب میں اس وقف کی شرائط بیان کرتا ہوں اور اسکے مصارف کی تعیین اور یہ ہی منصفانہ بیمانہ (جس میں نہ ایک بیٹے کو دوسرے بیٹے پر کسی قسم کی ترجیح دی گئی ہے۔ اور نہ ایک بیٹی کو دوسری بیٹی پر۔ نہ ایک زوجہ کو دوسری زوجہ پر) سے اس وقف نامہ کی تقسیم عمل میں لاتا ہوں۔ وباللہ التوفیق ومنہ الوصول الی حق الحقیق

مغربی سرحد پر دیگر اور قبضۂ تصرف میں جائداد غیر منقولہ سے دو مکان سکونتی تخمیناً تقریباً چار ہزار روپیہ (۱) حویلی قدیم (۲) دیوان خانہ ہیں (۳) تیسرے مکان سہندم کی زمینی بلحاظ قیمت تقریباً دو سو روپیہ۔ اور چار مربعہ زمین جو اپر گوگیرہ برانچ سوہ چناب پر چک نمبر ۱۲۳ میں سرکار انگریزی سے عنایت ہوئی ہے۔ اس زمین کی قیمت۔ الحال الوقت بیس ہزار روپیہ اور چار مربعہ زمین بر تعہد (حق کاشت) میں ریاست بہاولپور میں ہے۔ دو مربعہ کے قریب علاقہ ضلع خانپور میں۔ اور دو مربعہ علاقہ نوشہرہ میں۔

زمین سرکار انگریزی کے علاقہ کی آمدنی اسوقت نو سو روپیہ سالانہ ہے۔ جو ایک ٹھیکیدار کاشتکار سے وصول ہوتی ہے۔ اور اپنے اہتمام سے کاشت کرانے پر سہ چند اور کم از کم دو چند ہو سکتی ہے۔ اور ریاست بہاولپور کے علاقہ کی زمین۔ جو غلہ بندار یکسالہ زمیندار کے قبضہ میں ہے۔ اس سے ابتک کچھ آمدنی نہیں ہوئی۔ جو لوگ اس زمین میں میرے شرکاء و حصہ دار ہیں وہی اسکی کاشت کراتے ہیں۔ اور ابھی تک نفع و نقصان مساوی بتاتے ہیں۔ بلکہ ایک فصل کا معاملہ سرکاری مجھ سے چکے ہیں۔ جسکی وجہ یہ ہے کہ وہاں نگرانی کرنے والا میرا اپنا آدمی کوئی نہیں ہے۔ میں عنقریب وہاں خود پہنچکر۔ یا کوئی قائمقام مقرر کرونگا۔ تو امید ہے کہ اسکی آمدنی بھی مجھے کچھ نہ کچھ وصول ہوگی۔ انشاء اللہ العزیز۔

دونو سکونتی مکانات کی نسبت میں صاف اور قطعی لفظوں پر کہتا ہوں کہ وہ فی سبیل اللہ وقف ہیں۔ اسمیں سکونت کا حق میری زندگی میں مجھے ہے اور ہوگا۔ اور میرے اہل عیال کو جو حکم خدا و رسول کے مطابق میری اطاعت میں رہکر اس مکان میں رہنا چاہیں۔ اور اس شرط کے پابند ہیں۔ کہ وہ نماز و روزہ وغیرہ احکام اسلام کے پابند رہینگے۔ اور جو بلحاظ تحصیل علوم دینی کی تعلیم پانے کے لائق ہوں وہ قرآن و حدیث وغیرہ علوم دینی اور انکے بہادی وسائل پڑھینگے اور شریعت کے گناہوں کا علانیہ ارتکاب نہ کرینگے۔ جبکا اوپر درجہ حقہ نوشتی ہے اور جو اولاد کو نکاح پر ترجیح دیتی ہے اسی پر بقیہ گناہوں کو قیاس کرنا چاہیے۔

یہ سب پانچ جوان لڑکوں (۱) عبد السلام۔ (۲) محمد اطہر۔ (۳) احمد حسین۔ (۴) عبد النصیر۔

(جو ایک والدہ سے ہیں) اور عبد الشکور (جو دوسری والدہ سے ہے) میری اطاعت سے بغاوت اختیار کی اور تعلیم دینی حاصل کرنے سے صاف انکار کر کے اور نماز وغیرہ احکام اسلام سے بعض نے عدم التزام و ترک سے اور بعض نے صاف انکار کر کے اور حقہ نوشی سے بڑھکر منہیات شرعیہ اور بعض نے جرائم قانونی (جن کی مثلیں عدالت میں موجود ہیں) کا ارتکاب کر کے بعض نے ظاہر میں صفا چٹ کرا کے بعض خشخشی کرا کے شرط مذکور کا خلاف کیا۔ اور وہ میرے پاس سے چلے گئے۔ اور پہلے تین اپنی والدہ کو بھی میری اجازت کے بغیر بلکہ صریح ممانعت کے ساتھ ہمراہ بنا کر اپنے پاس لے گئے ہیں۔ لہذا ان میں سے کوئی میرے مکانات میں سکونت رکھنے کا حق نہیں رکھتا۔ بجز اس حالت کے کہ وہ اپنی سرکشی اور بغاوت اور نشوز اور جرائم شرعیہ سے تائب ہو کر مسلمان اور تعلیم پانے کے لائق بنیں وہ تعلیم صوم و صلوٰۃ میں مصروف ہو کر عالم باعمل ہو جاویں۔

پانچ لڑکوں کے علاوہ میری تین جوان لڑکیاں صاحب اولاد و بعض صاحب اولاد اولاد (امۃ السلام۔ امۃ الرشید۔ مریم) ہیں یہ جب تک صغیر سن رہیں میری تربیت و تعلیم سے میری اطاعت میں رہیں۔ اور جب جوان ہوئیں۔ اور انکی شادی ہو گئی تو وہ تینوں بحکم مقولہ سعدیہ النساء علی دین ملوکھم اپنے شوہروں کے جو تینوں (کوئی دینی اختلاف کی وجہ سے کوئی دنیاوی اغراض فاسدہ کی وجہ سے) میری مخالف ہیں میری اطاعت سے خارج اور شرط وقف کے مخالف ہو گئیں۔ اور بعض انہیں سے نماز و روزہ کی پابند بھی نہیں رہیں۔ لہذا وہ تینوں اور انکے شوہر ان مکانوں میں سکونت کرنے یا ایک دن یا رات عارضی قیام کرنے کے لیے بھی مستحق نہیں ہیں۔

بالفعل ان مکانوں میں سکونت کرنے کے مستحق میرے علاوہ میری متعلقین سے قطعاً سات اشخاص ہیں اور وہ معلق و مشروط بہ شرط۔

اول میری ہمنام زوجہ (والدہ عفیفہ و رقیہ) دوم اسکی لڑکی صفیہ (جو چھ سال عمر میں ہے) سوم اسکی لڑکی رقیہ (جسکی عمر دو سال ہے) چہارم اسکی والدہ میری خوشدامن (جو بہت ضعیف العمر ہے) پنجم میری لڑکی فاطمہ (جو گیارہ سال کی

ولہذا اگر قرآن پر ان کا اعتقاد ہے تو اس اصول کی تغلیط اور ترک تقلید ان پر واجب ہے۔

آیات قسم سوم

اس قسم سوم کی پہلی آیت میں ارشاد ہے کہ نیکی صرف یہی نہیں

(۱) لیس البرّ ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولٰکنّ البرّ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر والملٰئکۃ والکتاب والنبیّین و اتی المال علےٰ حبّہ ذوی القربےٰ والیتمیٰ والمساکین وابن السّبیل والسائلین وفی الرقاب. واقام الصّلوٰۃ واٰتے الزکوٰۃ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا والصّابرین فی الباساء والضّراء وحین الباس اولٰئک الذین صدقوا واولٰئک ھم المتقون. (بقرہ ع ۲۲)

کہ تم مشرق یا مغرب کی طرف کو (کسی وقت کی نماز میں) منہ پھیر لو (اور اسکو اپنا قبلہ بنالو) ولیکن نیکی والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے خدا تعالے کو (اعتقاد توحید ذات و صفات و استحقاق عبادت و اطاعت کے ساتھ) مانا اور قیامت کے دن اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں کو مانا اور خدا تعالے کے نام پر اپنا پیارا مال قرابتیوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کو اور مانگنے والوں کو اور لوگوں کی گردنیں (غلامی اور قید سے) چھوڑانے میں دیا اور نمازوں کو قائم کیا اور زکوٰۃ کو ادا کیا اور وہ لوگ جو اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے اور فقیری میں اور بیماری میں اور لڑائی کیوقت صبر کرنیوالے ہیں وہی لوگ نیکی کے دعوے میں سچے ہیں اور وہی خدا کے گناہ اور عذاب سے بچنے والے ہیں۔

اور دوسری آیت میں ارشاد ہے نماز کو قائم رکھو۔ اور (اسکو

عمر میں ہے) ششم اسکا بھائی عبد الباسط (جو تیرہ سال کی عمر کا ہے) ہفتم اسکا بھائی ابو اسحٰق (جو پندرہ سال کی عمر کا ہے) اور معلق و مشروط بشرط ایک میری وہ زوجہ ہے جو نشوز اختیار کرکے بیٹوں کے پاس چلی گئی ہے وہ ان نافرمان بیٹوں سے بے زار ہوکر میری زندگی میں میرے پاس چلی آوے تو وہ مستحق سکونت ہوسکتی ہے۔ ورنہ نہیں۔

دوسرے میری ربیبہ یعنی ایک سرکش لڑکے عبد الشکور کی زوجہ ہے جسکا نکاح عبد الفتح دوبارہ اس لڑکے سے میری مرضی کے برخلاف ہوا ہے۔ اس کا قیام اس گھر میں دو شرط سے مشروط ہے۔ اوّل یہ کہ اسکا شوہر سرکشی چھوڑکر اور نیک چلن ہوکر اسکو اپنے پاس نہ رکھے۔ اور اسکی خبر گیری نہ کرے۔ دوسری یہ کہ جب تک وہ بدچلن ہے وہ اس گھر میں اسکے پاس نہ آوے۔ اور جب وہ مسلمان تائب عالم باعمل ہوکر میری شرط وقف کا پابند ہوجائیگا تو وہ اور اسکی زوجہ دونو مستحق سکونت ہونگے۔

یہ میری زندگی میں ان مکانات سے فائدہ اٹھانے کے شروط ہیں۔ اور میری فوت ہوجانے کے بعد ان دونوں مکانات کو انجمن اہلحدیث حنفیہ وغیرہ۔ جو میری قائم مقام و متولی ہوگی بحکم مسلمہ (پنجم) فروخت کرکے اسکے بدلے دو یا ایک مکان لاہور میں یا جہاں مناسب سمجھے اور وہاں میرے پسماندگان کی تربیت و تعلیم کی نگرانی کرسکے خرید کر اسکو وقف کردیں۔ اسمیں بھی ان ہی مستحقوں کو اسی شرط مذکور سے استحقاق سکونت ہوگا۔ اور جو حصہ مکان انکی رہایش سے خالی ہو اسکو کرایہ پر دیکر اسکی آمدنی کو غلہ وقف میں شامل کیا جائیگا۔ اس تجویز فروخت میں وقف اور اسکے مستحقوں کا فائدہ یہ ہے کہ میری وفات کے بعد اتنے بڑے مکانوں کی ان پسماندگان کو رہایش کے لیے ضرورت نہیں۔ اور میرے بعد اس شہر و محلہ (پوریاں بٹالہ) میں انکی خبر گیری اور خیر خواہی کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ میرے اقارب کا لقارب میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو انکو باامن ان مکانوں میں رہنے دیگا۔ بلکہ وہ ان مکانات سے انکو باہر نکالکر انمیں اپنا بیجا تصرف کرلینگے۔ اور قرآن و حدیث پڑھنے کی جگہ وہ ان مکانات میں بدکاریاں کرینگے۔

میری اس تجویز کا میری قائم مقام انجمن خلاف کریگی تو اس وقف اور اسکے مستحقوں کو سخت نقصان پہنچانے والی ہوگی۔

تیسرے مکان منہدم کی زمین وملبہ کی نسبت میں اپنی وصیت مندرجہ نمبر ۱ جلد ۱۹۔ رسالہ اشاعۃ السنہ میں مشہور کر چکا ہوں۔

"منہدم مکان کو میری زندگی میں اسکا ملبہ (خشت وچوب) اپنے تصرف میں لاکر میری بیٹی امۃ السلام جو صاحب اولاد ہے۔ اپنے خرچ سے تعمیر کرلے۔ یہ مکان اسکے اور اسکی اولاد کے لیے وقف رہے۔ میرے کسی وارث کا حق نہوگا کہ وہ اس مکان سے اسکو بے دخل کرلے یا سکونت میں انکی مزاحمت یا مشارکت کرے۔ ہاں وہ اپنی مرضی سے جسکو چاہے ساتھ رکھے"

پھر جب اسنے وہ مکان تیار کرنا چاہا تو مجھ سے دوبارہ اجازت چاہی۔ میں نے اسکی نافرمانبرداری کے کچھ آثار دیکھکر اسکو شرطی اجازت دی اور وہ شرط ایک کاپی پر جو انکے پاس ہے لکھکر انکے حوالہ کردی اور پھر اس شرط کا خلاصہ رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۲ جلد ۲۱* میں درج کرکے اسکی متعدد کاپیاں ان لوگوں میں اور متعدد علماء (مولوی عبداللہ صاحب مدرس آرہ۔ مولوی عبداللہ صاحب مفتی وناظم مستشار العلماء اور وکلا (خان بہادر میاں محمد شفیع صاحب میاں فضل حسین صاحب بیرسٹر ایٹ لا) کے پاس بھیجدیں۔ اس مقام میں اس خلاصہ کی نقل بعینہ کیجاتی ہے۔

اس رسالہ کے صفحہ ۳۳ و ۳۴ میں ہے:۔ بڑی لڑکی (امۃ السلام) نے میرے منہدم مکان اور اسکی زمین وملبہ (جسکی قیمت دو سو روپیہ قرار پائی ہے) لے کر میری اجازت مندرجہ وصیت اوّل کے مطابق اپنی زر سے تعمیر کرالیا ہے وہ اس مکان کی سکونت کا فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ اگر میری وصیت باقی رہی اور قانون انگریزی نے منسوخ نہ کردی تو وہ مکان اسکے اور اسکی اولاد کی سکونت کے واسطے وقف ہے۔ اسمیں اسکو اور اسکی اولاد کو سکونت کا اختیار ہوگا۔ اسکو یا اسکے کسی اولاد کو بیع وہبہ ورہن کا اختیار نہ ہوگا۔ اس وقف کے واسطے بھی وہی شرط ہے کہ وہ اور اسکے متعلقین جو اس مکان میں رہیں احکام شریعت کا خلاف نہ کریں۔ اور اسمیں کسی گناہ شرعی کا (جیسے نماز۔ روزہ وغیرہ فرائض ترک کرنا۔ یا کسی امر معروف شرعی میں میری نافرمانبرداری کرنا۔ یا بیاہ شادی وغیرہ مواقع پر کسی گناہ یا رسم جاہلیت کا ارتکاب کرنا) عمداً ارتکاب اور اسپر اصرار نکرے اور اگر وہ اس شرط کا خلاف کریں تو وہ بھی نافرمانبردار لڑکوں کی مانند اس مکان سے سکونت کا فائدہ اٹھانے سے

* یہ نمبر عام لوگوں میں شائع نہیں ہوئے عام لوگوں میں جو جلد ۲۱ شائع ہوئی ہے اسمیں یہ نمبر بدلے گئے۔

محروم کیے جاویں۔ اس صورت میں مکان کی رائج الوقت قیمت تشخیص کراکے اس میں دو سو روپیہ قیمت زمین وملبہ وضع کرکے باقی روپیہ اسکو دیا جاوے۔ اور اس مکان سے علیحدہ رکھا جاوے۔ اور اگر وہ بلا اسکا شرط مذکور اپنی خوشی و مرضی سے اس مکان کو خود چھوڑنا چاہے تو اس صورت میں بھی قیمت رائج الوقت تشخیص کراکے اسمیں سے دو سو روپیہ قیمت زمین وملبہ وضع کرکے باقی روپیہ اس کو دیا جاوے۔

یہ بات تعمیر مکان سے پہلے انکو کہی گئی تھی۔ اور ایک کاپی پر جو ان کے پاس ہے لکھکر دی گئی تھی۔ اس خاکسار نیچ کار کا اپنے سبھی متعلقوں کے ساتھ رہتے ہوں یا لڑکیاں۔ ازواج ہوں یا انکی اولاد ایک ہی اصول پر عمل ہے۔ کہ وہ میرے گھر میں اور میرے مال میں خدا کا کوئی گناہ عمداً نکریں اور اسپر مصر نہ ہیں۔ اور اگر میری وصیت کو قانون نے توڑ دیا۔ اور میری جائداد لائق تقسیم قرار پائی تو پھر اگر میری جائداد میں سے اس لڑکی کا حصہ دو سو روپیہ سے زیادہ نکلا تو باقی بقدر زائد اسکو دیا جاوے۔ اور اگر دو سو روپیہ سے کم نکلا تو قدر فاضل واپس لیا جاوے۔ اور باقی وارثوں پر تقسیم کیا جاوے۔ پھر جب امۃ السلام باتباع شوہر اور اپنے چھوٹے بھائی عبد السلام کے (جو کہ سب سے چھوٹا ہے عبد السلام کی بیٹی سے اسکے بیٹے کی نسبت تجویز ہوئی ہے) اور اسوجہ سے جیسا کہ لڑکوں میں اول درجہ کا میرا نافرمان بردار و تنکبہ و رزش وہ لڑکا ہے ویسے ہی لڑکیوں میں اول درجہ کی نافرمان بردار رزش و تنکبہ وہ لڑکی ہے) میری اطاعت سے زیادہ سرکش ہوگئی اور میری شرط وقف سے اسکے گھر میں پوری مخالفت ہونے لگی۔ اسکے گھر میں نماز برائے نام رہ گئی ہے نہ اس کا شوہر التزام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے جوان بیٹیاں اور بیٹا اور نواسہ داماد ذاہڑی صفاچٹ کراکے اسکے گھر میں آتا اور ٹھہرتا ہے۔ اور نمازوں کے وقت بے نمازوں میں بیٹھا رہتا ہے۔ اور نماز نہیں پڑھتا جس سے مجھے اسقدر رنج آتا ہے۔ جس کو میں ظاہر نہیں کرسکتا اور حقہ نوشی کے علاوہ اس گھر میں افیون خوری بھی کھلم کھلا جاری ہے۔

وہ جو مکان اسنے تعمیر کرایا ہے اسکو اسنے اپنی ملک جانا لیا ہے وقف نہیں رہنے دیا۔ اس مخالفت شرط کی وجہ سے جبکہ اسلام سے حسب قرار داد مذکورہ بالا زمین اور طلبہ کی قیمت دو سو روپیہ واپس لینا یا اسکی تلافی کا سبب پیدا ہوا کہ مکان سے علیحدہ کرنا چاہا تو اسنے زمین طلبہ کا واپس دینا منظور کر لیا۔ اور میں نے واپس لیا۔ پھر اسکے شوہر نے اس زمین و طلبہ کو قیمت ڈیڑھ سو روپیہ مجھسے خرید لیا۔ اور کچھ روپیہ اس وقت دیدی باقی دیا۔ اور باقی کے ادا کا وعدہ عرصہ چھ ماہ تک کیا وصول شدہ روپیہ کی زیورکی مجھسے لکھوالیں جن میں میرا وعدہ درج کرالیا کہ باقی ماندہ رقم وصول کر کے میں اس زمین و طلبہ کے بیع کی رجسٹری اسکے نام کر دونگا۔

باقی روپیہ ادا کرنے کا وعدہ تو چھ مہینے کا تھا۔ اور عرصہ ایکسال سے زیادہ گزر گیا ہے۔ اب مجھی تقاضہ وعدہ پر وعدہ کر کے ٹالتا ہے۔ اور لوگوں میں یہ کہتا ہے کہ اس مکان کا طلبہ اور زمین وہ بیٹی کو ہبہ کر چکے ہیں۔ لہذا اب وہ اسکا معاوضہ مجھسے نہیں لے سکتے۔ جن برادری کے لوگوں نے میرا اور اسکا یہ معاملہ کرایا تھا۔ وہ بھی اسکو سمجھا چکے ہیں پر وہ نہیں سمجھتا لہذا میرا ایمانی اور مذہبی فرض ہے کہ اگر وہ روپیہ باقی ماندہ دا نہ کرے۔ تو میں اسوقف مال کو اس ظالم و غاصب سے چھڑاوں اور اسمال وقف کو کسی آباد وقف گاہ مسجد یا مکان وقف میں لگاؤں اور اگر وہ عدالت میں دعوی دائر کرے کے جبرا اسکو نہ چھوڑے۔ تو عدالت کے ذریعہ اس سے اس مال کو چھڑاؤں یہ میرے سے قطعی فیصلہ ہو چکا ہے۔ ہاں علماء دین کی اسمیں کچھ اختلاف ہو تو وہ مجھسے اس سے اطلاع دیں میں اسپر عمل کرونگا۔ انشاء اللہ تعالے۔

بالفعل زمین رسی کے حق کا شت تہجد کرتا ہوں اگر خدانخواستہ میرا انتقال ہو جائے تو حکم شرعی یہ ہے کہ میرا جملہ مال وقف کرتا ہوں جب وہ زمین میری ملک میں آجائیگی تو اسوقت جملہ میں کو وقف کرونگا۔ سرکار انگریزی کا علاقہ ہندوستان تو ایسے ہے کہ اگر کسی سلمان کی ملک بے وارث مر جائیگی۔ اور علیحدہ ریاست ہوا ہو تو جب مولوی عبداللہ صاحب اسٹنٹ اور مولوی رحیم بخش خانصاحب بقابہ پریزیڈنٹ کونسل کی نظر توجہ ہوگی۔ اسٹنٹ صاحب پالنسو بیگا اور نہری زمین عطا کرنیکا بھی وعدہ ہے۔ وہ وعدہ پورا ہوا تو میں اس زمین کو بھی اسی وقف میں شامل کر دونگا۔ انشاء اللہ تعالے۔

فی کاشت تہجد کی آمدنی کی تقسیم میں اپنی فرمانبردار عیال میں اس ایک ہی منصفانہ حصے لگاؤ پیمانہ سے (جسکا واجب العمل ولازم ہونا مسئلہ سوم میں بیان ہوا) کرتا ہوں۔ کہ ان سات

* شیخ عنایت اللہ سیالکوٹی اپیل نویس لائل پور۔ ** تصرف بھی مطابق قانون ہر یک حق بیع بھی ہو سکتا ہے اور یہ بھی شرط کہ انتظام کے روسے [illegible] ہو جائے ثابت اور یہ تعلق نزدیک [illegible]

یا آٹھ یا نو اشخاص کو خرچ خوراک فی کس یا بحر روپیہ ماہوار کے حساب سے (اگر سات ہوں) و روپیہ (یا اگر آٹھ ہوں) تو نو روپیہ (اگر نو نہوں) دس روپیہ اور خرچ لباس وغیرہ ضروریات فی کس ۱۰ روپیہ سالانہ کے حساب سے (اگر سات ہوں) تو ستر روپیہ (اگر آٹھ ہوں تو اسی روپیہ اگر نو ہوں تو نوے روپیہ) اور تعلیم کا خرچ علاوہ براں سرکاری سکولوں میں تعلیم پاویں تو انکی فیس اور کتابوں کا خرچ معمولی دیا جاوے اور اگر وہ انجمن حمایت اسلام یا مدرسہ کے مدرسہ میں داخل کیے جاویں تو فی کس تعلیم کی شرح سے ادا کی جاوے اور جو ان بچوں کے تعلیمی میں ہے۔ اور جو انہیں عالم باعمل ہو جاوے اسکا اور سکونی کا خرچ ماہوار اس کے مضاف فی کس ماہوار ۱۰ روپیہ اور میاں بیوی دونوں کو ۱۰ روپیہ اور خرچ لباس وغیرہ سالانہ فی کس ۱۰ روپیہ اور انکی اولاد کا (اگر خدا عطا کرے) حالت تعلیمی میں کم روپیہ اور عالم ہو جانے کے بعد ۱۰ روپیہ انکی شادیوں کا خرچ لڑکا ہو یا لڑکی بحالت طالب علمی بدستور اور بعد عالم ہو جانے کے تین سو روپیہ میعادی خرچ خوراک و پوشاک کی تقسیم ہو غیر معمولی خرچ بقدر ضرورت و حسب صوابدید متولی کے (اس کی شرح سے میرا اور میری زندگی میں میری زوجہ علیہ کا خرچ خوراک ماہوار ۱۰ روپیہ اور خرچ پوشاک فی سالانہ ۱۰ روپیہ ہے غیر معمولی حسب ضرورت و حسب اس تقسیم کر دہ کے لڑکا خرچ آٹھ اشخاص کا سات سو بالا اور خاکسار کا سات سو روپیہ ہوگا ہیا اور متعلق مشروط دو اشخاص سے ایک زوجہ عبدالحکیم کو ملنے سے سات سو ستر روپیہ سالانہ ہوتے ہیں۔ باقی ایک تہائی ۱۳ روپیہ بچت ہے۔ اس اراضی کی بچت موجودہ مقررہ قدیمی اراضی علاقہ سرکار انگریزی سے ہے بدیانت بہاولپور کی اراضی سے جو آمدنی ہوگی وہ علاوہ بریں غلہ وقف میں جمع رہیگی اس بچت سے وقتاً فوقتاً حسب ضرورت سلہ کی مسجد اہلحدیث اور علاقہ تبت کی (موضع غوالی۔ بوگو کریس) کے مدارس نشیاں اہلحدیث میں حسب ضرورت صرف کیا جائے۔ ان سے کچھ بچے تو درجہ دوم مدرسہ حدیث مولوی عبدالمنان صاحب مدیر آبادی کو۔ اس سے کچھ بچے تو درجہ سوم انجمن اہلحدیث کی رائے سے یہاں ضرورت ہوئے صرف ہو۔ اس تسہیم و توسیع کو صرف خیالی نہ سمجھا جائے علیہ ریاست بہاولپور کی آمدنی میں خدا تعالیٰ برکت دی تو ان سب مدارس کو وقف سے کافی مدد مل سکتی ہے۔ ان مصارف اور ان مستحقوں پر اس وقف کی آمدنی سے اس وقت کچھ صرف کیا جاویگا۔ جبکہ اس وقف اراضی کو قائم رکھنے کے لیے (بحکم مسئلہ ششم) جو روپیہ خرچ کیا جاویگا وہ پہلے اس آمدنی سے نکالا جاویگا۔ وہ

---

۱۲ اٹھ دو چار شتر کے شامل ہونے سے اگر وہ شتر دو چار سال میری زندگی میں میرے پاس رہے۔ اور وہ بذریعہ شکر کی مدد بوجہ بیک

بائیس ہزار روپیہ کے قریب ہے۔ جو اس زمین کی قیمت میں سرکار کو قرض اٹھا کر دیا جاویگا۔ جسکے باج سنہ ۱۹۳۶ء تک وضع کرنے کی ضرورت ہے۔ اس روپیہ کے ادا ہو جانے کے بعد جو غالباً دو سال میں ہو جائیگا) اسکی آمدنی کے مصارف نہ کورہ پر سات سو روپیہ صرف ہو جانے کے بعد جو دو سو روپیہ سالانہ کی بچت رکھائی گئی ہے۔ وہ گورنمنٹ کی نگاہ میں اس وقف کے عام خیراتی وقف ہونے کے لیے کافی ہے۔ فقہا اسلام نے تو اس صورت وقف کو کہ وقف کنندہ ساری آمدنی وقف کو اپنے واروثوں کے لیے مخصوص کر دے۔ صرف اس وجہ سے کہ وہ انکی موت کے بعد تو وہ وقف الاولاد ہو جائیگا۔ وقف شرعی قرار دیا ہے۔ اور وقف مجوزہ خاکسار میں تو دو سو روپیہ سالانہ دم نقد اور شخصوں کے لیے موجود ہے۔ پھر اس وقف کے وقف شرعی تسلیم کرنے میں گورنمنٹ کو تامل کرنے کی کوئی وجہ نہیں اس سجوزہ دم نقد بچت کے مقابلے میں اگر یہ موہوم خیال ہو کہ نا فرمانبردار لڑکے کو نہیں ہے دو یا تین اس شرط وقف (عالم باعمل ہونے) ہونیکو چھڑا کے اس بچت روپیہ کا بھی وہ مستحق ہو جائینگے۔ اور غیروں کے لیے کچھ نہ بچیگا تو اسکے مقابلہ میں یہ بھی خیال کرنا چاہیے کہ ان شخصوں کے عالم باعمل ہونے تک موجودہ شخصوں سے خصوصاً وہ وقف کنندہ جو اپنی عمر کے آخری حصے (عشرہ ہشتم) کو پہنچا ہے فوت نہ ہوگا اور اپنی جگہ خالی نہ کریگا۔ اور اگر خدا کے فضل و توفیق سے سب کے سب ہدایت پاکر اور شرط وقف کو ہمارا کر کے مستحق خرچ ہو جائینگے۔ اور کوئی بھی انمیں سے اپنی جگہ خالی نہ کریگا تو اس شرح ماہوار کو گھٹا کر بچت نکالنے کا ستوفی کو اختیار رہوگا۔ جیسے عمول کی صورت میں کیا جاتا ہے۔ اور اگر کسی بھی اپنی جگہ خالی کی تو پھر فقہائے کی وہ وجہ اور دلیل کہ جب کوئی فوت ہوگا تو تبھی اسکا حصہ فقرا کو پہنچیگا اس وقف کو وقف شرعی بنانے کے لیے کافی ہوگی۔ اور خیال کرنا چاہیے کہ کیا اسوقت تک اس وقف کی آمدنی میں کچھ اضافہ نہ ہوگا۔ خصوصاً۔ اراضی ریاست بہاولپور کی اوس زمین سے جو کہ خاکسار کے تعہد میں ہے یا جسکے عطا ہونیکا وعدہ ہو چکا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ موجودہ آمدنی موجودہ کو اپنی مستحقوں اور مصارف وقف سجوزہ یا دم کو لہذا اسکو وقف غیر اتی ہونے میں تامل کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

اور میری جائداد منقولہ سے زیادہ قیمت کی کتابیں ہیں۔ وہیں انکے سوا بہت قلیل۔ آٹھ دس جاریاں چار فرشی چوکیاں۔ ظروف بھی بہت تھوڑے جنکی قیمت دس پندرہ روپیہ کی بھی نہیں ہوگی۔ بن صندوق۔ تین الماریاں۔ بار جات پوشیدنی بہت کم۔ چار جوڑی ثابت کیسے میرے گھر میں نکلینگے نہ کچھ بھی نہیں۔ نقد وہی ہوتا ہے جو میری جیب میں رہتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ ایکہزار روپیہ کبھی پاس ہوا ہوگا۔ دو تین مہینے سے زیادہ میرے پاس نہیں رہا۔ میرے بعد کوئی لگا بندھا کہے کہ میں نے کچھ

[illegible] میرا ابا سط کے آنا [illegible] ہیں [illegible] کرکے [illegible] وقف [illegible] ادا [illegible] ہیں [illegible] کرکے [illegible] ہیں [illegible] کرکے [illegible] ہیں [illegible] کرکے

فقط گھر میں چھوڑا۔ اس کے بعد کہ (جو میری جائداد ہو) بحکم مسئلہ چہارم مروجہ ۱۸۹۴ء میں فی سبیل اللہ وقف کرتا ہوں۔ جب تک زندہ ہوں میری تولیت و تصرف میں رہیگی۔ بعد ہ اگر میری اولاد میں کوئی عالم باعمل ہوا۔ تو اسکی تولیت و تصرف میں رہیں۔ ورنہ حسب صواب دید انجمن اہل حدیث کسی دینگاہ یا مکتب میں بھیجی جاویں تبت کے مدارس احمدیہ میں کتب حدیث کی ضرورت ہو تو وہ اولادوں سے مقدم ہیں۔ میری جائداد کے وقف کا بیان پورا ہوا جیسا کہ ایں۔ ایں یہ کہ جو شروع مضمون میں بیان ہوا وہی مطابق عمل ہوا۔ اب آخر میں پھر گورنمنٹ کی حضور میں مؤدبانہ التماس ہے کہ میرے اس وقف کو وقف شرعی تسلیم کرکے اسکے نفاذ کا حکم صادر فرماوے تاکہ میری زندگی کے بعد وارثوں کو جھگڑا اٹھانے کی گنجایش باقی نہ رہے۔ اور تمام مسلمانوں کے لیے اپنی نالائق اولاد کے دست برد سے اپنی جائداد بچانے اور نہ بچانے اور انکو قائم و بحال رکھنے کی صورت شرعی و قانونی پیدا ہو جاوے جس سے تمام مسلمان گورنمنٹ کے کمال ممنون ہونگے اور اسکے نیوٹرلٹی کے شکر گزار ہونگے۔ الراقم ابو سعید محمد حسین

مشار العلما پیر ندوۃ العلما لکھنؤ و سفیرہ اسلامی علماء اہل اقتا سے سوال متعلقہ وغیرہ جلد ۲۲ رسالہ اشاعت السنہ کے مضمون وقف علی الاولاد والاقارب میں جو کچھ لکھا گیا ہے یہ قرآن و حدیث و فقہ مذہب حنفی کے مطابق ہے یا نہیں۔ سوال دو ہم اس مسئلہ فقہی و حدیثی کے مطابق جو ایک خاص صورت تفصیل سائل نے اپنی وقف کردہ جائداد کے متعلق بیان کی ہے۔ اس میں علماء اہل افتا کو کوئی شرعی اعتراض تو نہیں۔ اسلامی وکیلوں بیرسٹروں سے سوال نفس مسئلہ وقف علی الاولاد میں اور خاص اس صورت میں جو سائل نے بیان کی ہے۔ کوئی قانونی اعتراض تو نہیں؟

السائل ابو سعید محمد حسین ایڈیٹر اشاعۃ السنہ لاہور

۱؎ رسالہ ہذا جہاں شائع ہوتا ہے کو مستثنیٰ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ میں کاتب ہوں اور مال متقوم ہونا میری ذات سے وابستہ ہے۔ بذات خود کوئی متقوم چیز نہیں ہے جائداد سے اتنا قریبی تعلق ہے جو رسالہ کا نہیں۔ میری زندگی میں اس کا نفع و نقصان میری رائے سے ہے اس کے اجرا میں حرج و خسوب ہوگا۔ میرے بعد اگر میری اولاد میں اسکو جاری رکھنے والا کوئی نکلا تو وہ اسکا مستحق ہوگا ورنہ میری قائم مقام انجمن متولی وقف اسکی مستحق ہوگی ہاں جو اسکی پچھلی جلدیں جلد کرا کے میں نے اپنی کتب میں شامل کر دی ہیں وہ اور کتب کی طرح وقف ہیں۔

(اسلامیہ پریس لاہور میں چھپا)

عقوق

ہر کس از دست غیر نالہ کند + (مختصر) از دست خویشتن فریاد

سعدی

قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ اے ایمان والو۔ تمہاری بعض بی بیاں۔ (ازواج) اور بعض اولاد تمہارے دشمن ہیں۔ ان سے بچتے رہو۔ اور اگر (اس دشمنی کو) معاف کرو اور (ان سے) درگذر کرو اور انکو بخشو تو خدا تعالےٰ (بھی تمہارے گناہ) معاف کرنے والا اور تم پر رحم کرنے والا ہے (مگر اس معافی اور درگذری میں تمکو یہ لحاظ رہے) کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد (تمہاری) آزمایش (کا محل) ہیں اور (تم ان سے درگذر کرو اور انکو معافی دو تو ایسے طور پر دو کہ تمہارے لیے) خدا تعالےٰ کے پاس بڑا ثواب ہو۔ یعنی ایسے طور پر اور اس صورت سے معافی نہ دو کہ اس میں تم گنہگار ہو جاؤ۔ اور معصیت کے مددگار بنو۔ مثلاً وہ گناہ کریں اور تم مال سے یا جان سے انکو مدد دو۔ یا اس گناہ پر تم ان سے خوش رہو۔ بالجملہ تم اپنا حق ان کو چھوڑ دو خدا تعالےٰ کا حق نہ چھوڑو اور نہ چھوڑنے پر انسے راضی ہو۔

یا ایھا الذین آمنوا ان من ازواجکم واولادکم عدوًا لکم فاحذروھم وان تعفوا وتصفوا وتغفروا فان اللہ غفور رحیم۔ انما اموالکم واولادکم فتنۃ۔ واللہ عندہ اجر عظیم۔ (سورہ نون ع ۲)

ان آیات میں صاف اور قطعی افادہ فرمایا ہے۔ کہ اولاد و ازواج میں ایسے بھی ہوتے ہیں جو باوجود تعلق نسب و رشتہ ازدواج اہل ایمان سے انکا تعلق قطع ہو جاتا ہے۔ اور وہ دشمن کہلاتے ہیں۔ اس دشمنی کے کئی مراتب و درجات ہیں جنمیں سے بعض سے عفو کا ارشاد ان ہی آیات میں ہوا ہے۔ اور جو قابل عفو نہیں ان سے ان ہی آیات کے آخیر میں روکا بھی گیا ہے۔ ناقابل عفو دشمنی سے ایک تو اختلاف دین ہے۔ دوسرا قتل مورث۔ مورث مسلمان ہو۔ اور وارث اسلام کا معتقد نہو۔ یا بعد قبول اسلام سے مرتد ہو جائے تو وہ اس کا وارث نہیں رہتا۔ اور اگر وہ اسکو قتل کر ڈالے تب بھی محروم الارث ہو جاتا ہے۔

یہ دونو مسائل جملہ مذاہب اسلام میں اتفاق سے مسلم چلے آتے ہیں۔ اور قرآن و

حدیث انکی صحت میں شاہد ناطق ہیں۔

فرائض سراجی میں ہے۔ دوسرا مانع ارث وہ قتل ہی۔ جسپر قصاص یا کفارہ لازم ہو۔

والثانی القتل الذی یتعلق بہ وجوب القصاص او الکفارۃ۔ والثالث اختلاف الدینین فلا یرث الکافر من المسلم اجماعاً (شریفیہ وسراجی مطبوعہ مصطفائی ص۱۴ و ۱۷)

تیسرا مانع اختلاف دین ہے لہذا کافر مسلمان کا وارث نہوگا۔ اور اسپر اجماع ہے۔

اور حدیث میں ہے۔ دو مذہب مختلف کے لوگ آپس میں وارث نہونگے اور یہ بھی ارشاد ہے۔ قاتل مقتول کا وارث نہ ہوگا۔

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلعم لا یتوارث اھل ملتین شتی رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ۔

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القاتل لا یرث رواہ الترمذی وابن ماجۃ (مشکوٰۃ)

رہا یہ امر کہ کفر وارتداد کن کن اقوال و اعمال واعتقادات سے ثابت ہوجاتا ہے سو یہ بھی ایک طے شدہ امر ہے ہمارے ہی رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۱ کے نمبر ۱۱ و نمبر ۱۲ میں مضمون کفر و کافر، اور اس جلد ۲۲ کے پہلے نمبر میں مضمون گریجویٹ مسلمان اور اسلام کو ملاحظہ کرنے سے ناظرین کو یقین ہوگا کہ اہل سنت و جماعۃ کے قرار داد موافق ہر ایک فعل معصیت کا ارتکاب یا ہر فعل اطاعت کا ترک کرنا موجب کفر وارتداد نہیں ہوتا۔ بلکہ قطعی احکام قابل اطاعت سے انکار اور انپر استہزا اور قطعی معصیت کا استحسان اور انکا استخفاف موجب کفر وارتداد ہوتے ہیں کیونکہ ان دونوں (انکار واستخفاف) میں دین اسلام کی تکذیب پائی جاتی ہے۔ اس مسئلہ کی صحت پر یہی قرآن وحدیث شاہد ناطق ہیں۔ جن کا ذکر ہمارے مضامین مذکورہ بالا میں ہوچکا ہے۔

اسمقام میں ایک کتاب علم عقائد کی عبارت نقل کی جاتی ہے۔ **فقہ اکبر** میں کہا ہے۔

استحلال المعصیۃ صغیرۃ کانت او کبیرۃ کفر اذا ثبت کونھا معصیۃ بدلالۃ قطعیۃ وکذا الاستھانۃ بھا کفر

گناہ کو (چھوٹا ہو خواہ بڑا) حلال جاننا کفر ہے۔ جبکہ اس کا گناہ ہونا دلیل قطعی سے معلوم ہوجائے۔ ایسا ہی گناہ کو ہلکا

بان یعدها هینة سهلة وارتکبها من غیر مبالاة ویجریها مجری المباحات فی ارتکابها وکذا الاستهزاء علی الشریعة الغراء کفر لان ذالك من امارة تکذیب الانبیاء قال ابن الهمام وبالجملة فقد ضم الی تحقق الایمان اثبات امور الاخلال بها اخلال بالایمان اتفاقا کترك السجود للصنم وقتل نبی والاستخفاف به او بالمصحف او بالکعبة وکذا مخالفته ما اجمع علیه وانکاره بعد العلم به یعنی من امور الدین فان من انکر وجوبها او شیئا علی لایکفر قال ابن الهمام وقد کفر الحنفیة من واظب علی ترك سنة استخفافا بها بسبب انها فعلها النبی لزیادة او استقباحها کمن استقبحها من اجل جعل بعض العمامة تحت حلقه او اخفاء شاربه قلت وقد روی ان ابا یوسف رحمه ذکر انه علیه السلام کان یحب الدباء فقال رجل انا ما احبها فحکم بارتداده وعلی هذا لاصل تنتفی الفروع التی ذکرت فی الفتاوی الی ان ذکر مسائل عن الفتاوی من صفحہ ۱۲۱ - الی صفحہ ۱۲۶ - ثم قال کذا فی النوازل الکفر فی الاستقبال کفر

جاننا اور بے پروائی سے اس کا مرتکب ہونا۔ اور اسکو امر سہل کیطرح سمجھنا اور شریعت کے احکام کو ٹھٹھا کرنا کفر ہے۔ کیونکہ ایسی انبیاء کی تکذیب پائی جاتی ہے۔ شیخ ابن الہمام نے کہا ہے کہ حاصل کلام یہ ہے کہ باتفاق علماء کسی کا ایمان ثابت ہونے کے لیے ایسے امور کا اسمیں پایا جانا اور ثابت ہونا ضروری ہے۔ جنکے خلل سے ایمان میں خلل واقع ہوتا ہے۔ جیسے بُت کے آگے سجدہ کرنا اور نبی کو قتل کرنا یا اسکی یا قرآن کی یا کعبہ کی اہانت کرنے کو ترک کرنا اور ان امور سے بچنا ضروری ہے اور اسکا خلاف (سجدہ صنم و قتل نبی و توہین کعبہ) کفر ہے۔ ایسا ہی اسلامی اجماعی مسائل و امور کی مخالفت و دیدہ و دانستہ کفر ہے۔ اس سے وہ امور اجماعی مراد ہیں جو داخل و متعلق دین ہیں۔ کیونکہ جو ہر داخل دین نہوں۔ جیسے حاتم طائی کی سخاوت یا حضرت علی رضہ کی شجاعت ایسے امور سے انکار کفر نہیں۔ شیخ ابن الہمام نے کہا ہے کہ حنفیہ نے اس شخص کو کافر کہا ہے۔ جو ہمیشہ سنت کو ہلکا جانکر ترک کرے یا اسکو بُرا سمجھے۔ جیسے عمامہ کا شملہ رکھنر کو یا لبوں کے بال کٹوانے کو بُرا جاننا۔ امام یوسف رح سے روایت ہے کہ انہوں نے

(۲) اقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین۔ (الروم ع ۴)

چھوڑ کر عمل میں اور برتاؤ میں) مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔ (ایسا کرنا انہیں کا کام ہے)۔

اور تیسری آیت میں ارشاد ہے بہشتی دوزخیوں سے پوچھینگے تم کو دوزخ میں کون چیز لائی وہ کہیں گے ہم نماز نہ پڑھتے تھے اور مسکینوں کو کھانا (جو زکوٰۃ وغیرہ ہمارے ذمہ تھا) نہ دیتے تھے اور باتیں بنایا کرتے تھے اور اعمال کا بدلہ لینے کے دن (قیامت) کو نہ مانتے تھے یہانتک کہ ہم پر موت آگئی۔

(۳) فی جنات یتساءلون عن المجرمین ماسلککم فی سقر قالوا لم نک من المصلین ولم نک نطعم المسکین وکنا نخوض مع الخائضین حتی اتانا الیقین۔ (المدثر ع)

الا المصلین الذین ہم علی صلوتہم دائمون۔ والذین ہم علی صلوتہم یحافظون۔ (المعارج ع ۱)

نماز قائم کرنے سے یہ مراد ہے کہ ہمیشہ نماز پڑھیں۔ اور اسکی اوقات کی محافظت کریں اور ان کے اوقات میں ادا کریں اور دلی عاجزی سے پڑھیں۔ چنانچہ دوسری آیات میں اسکی تشریح آچکی ہے۔

تعلیم یافتہ مسلمانوں میں سے بعض تو نماز کو ایک وحشیانہ اور خلاف تہذیب حرکت جانتے ہیں اور سر نیچے اور چوتڑ اوپر کرنے کو خلاف وضع فطرت سمجھکر اسکے پاس نہیں پھٹکتے کئی ایسے ہیں جنہوں نے علاوہ عید وبقرعید کے کبھی نماز نہ پڑھی ہوگی۔ بعض عید وبقرعید کے نماز بھی نہیں پڑھتے بعض کبھی کبھی پڑھتے ہیں تو یہ وضو ہی دفع الوقتی کر لیتے ہیں اور بعض کبھی جمع مسلمانوں میں پڑھنے کر وضو کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں

فی الحال ص ۱۴۷۔
المنجد الازھر شرح فقہ الاکبر

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کدو کو پسند کرنا۔ بیان کیا تو ایک شخص نے کہا کہ مجھے تو کدو ناپسند ہیں۔ اس پر امام ابو یوسف نے اس شخص پر مرتد ہو جانے کا حکم فوراً لگا دیا۔ اسی قاعدہ پر کہ کدو کی اہانت کفر ہے۔ بہت سے فروعات بنی ہیں جنہیں کتب فتاوے میں حکم کفر لگایا گیا ہے۔ ان فروعات کی تفصیل شرح اکبر کے ص ۱۴۱ سے ص ۱۴۶ تک ہوئی ہے۔ صفحہ ۱۴۶ میں کہا ہے کہ جو شخص آئندہ کافر ہو جانے کا ارادہ ظاہر کرے وہ فی الحال کافر ہو جاتا ہے۔

اہل دنیا کے اکثر اشخاص کی ازواج اولاد ان دونوں قسم کی دشمنی اپنے والدین سے کرتے ہیں۔ وہ اس دشمنی کو محسوس نہیں کرتے انکو دوست سمجھتے رہتے ہیں۔ ہم انکی فہمائش کے لیے کسی قدر تفصیل بطور تمثیل عمل میں لاتے ہیں۔ اکثر اشخاص جب ازواج و اولاد کے طالب ہوتے ہیں اور نکاح کی تجویز و سامان کرنے لگتے ہیں۔ تو خدا تعالے کے گناہ جوق جوق انکا استقبال کرتے ہیں۔ اور انکے گھروں پر ڈیرے لگا لیتے ہیں۔ سودی روپیہ قرض لیکر اس سے ناچ و رنگ کی تیاری آتشبازی کی خریداری دھوم دھام کی برات فخر و نمائش کی دعوت وغیرہ اسباب معاصی بہم پہنچائے جاتے ہیں۔ بیوی گھر میں آئی اور پسند خاطر ہوئی تو پھر جو کچھ وہ چاہتی ہے۔ سو یہاں سے گناہ کے کام کرا لیتی ہے۔ اولاد پیدا ہوئی تو گناہوں کی آؤ بھگت ہونے لگی۔ آج کیا ہے چھٹی (عقیقہ) ہے جس میں برات نکالی جاتی ہے۔ انگریزی باجہ ساتھ ہے۔ ناچ ہو رہے ہیں۔ کل کو سنت (ختنہ) ہے۔ اس سنت کے ساتھ ناچ کی معصیت بھی شامل ہے۔ لڑکے کی بسم اللہ شروع ہوئی اسمیں بھی رنڈی کا ناچ ہی۔ رات کو آتشبازی ضرور ہوتی ہے۔ اکثر دنیا دار اور بعض دیندار لوگ (مگر امتی اور بے علم) مسلمان ایسے ہی ہوتے ہیں کہ وہ بذات خود نماز روزہ وغیرہ فرائض اسلام کے پابند ہوتے ہیں۔ اور محرمات و منہیات شرعیہ کو برا سمجھتے ہیں اور ان سے اجتناب رکھتے ہیں اور بذات خود انکے ارتکاب کو پسند نہیں کرتے مگر بیاہ شادی کے موقعہ پر وہ اپنی ازواج و اولاد سے دیکھ بھی جرائم کے ارتکاب پر چشم پوشی اختیار کر لیتے۔ اور یہ کہتے ہیں کہ ہم تو ان سب واہیات کو پسند نہیں کرتے مگر کیا کیا جائے

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

مستورات نہیں مانتیں۔ لڑکا یہ کہتا ہے کہ اگر میری شادی پر ناچ نہ ہوگا تو میں نکاح ہی نہ کرونگا۔ اور آخر انکے مال سے انکی اجازت سے سب ہی منکرات کا سامان مہیا کیا جاتا ہے۔ گو بعض لوگ خود ان مجالس منکرہ اور افعال قبیحہ میں شریک نہیں ہوتے مگر جو کچھ ہوتا ہے ان ہی کے روپیہ سے ہوتا ہے اور انکی اجازت سے۔ باپ چہرہ پر ڈاڑھی رکھتا ہے۔ اور اسکو منڈوانا کبھی جائز نہیں رکھتا۔ مگر اسکا بیٹا برابر چہرہ پر استرہ پہرواتا اور ڈاڑھی صفاچٹ کرواتا ہے۔ پھر بھی والد کو اسپر غصہ نہیں آتا۔ اور وہ اس کو اپنے گھر سے نہیں نکالتا۔ والد پانچوقت نماز پڑھتا ہے۔ زکوٰۃ دیتا ہے۔ کعبہ کا حج بھی کیا ہے۔ مگر بیٹا نماز کا نام تک نہیں لیتا۔ شراب پیتا ہے۔ رنڈی بازی کرتا ہے۔ پھر وہ والد کے گھر میں آجاتا ہے۔ اور جو چاہتا ہے۔ گھر سے لے جاتا ہے۔ اسپر بھی والد اس کو گھر میں آنے سے نہیں روکتا۔ اور نہ اپنے مال میں اس کو تصرف کیجا کرنے سے مانع ہوتا ہے۔ بلکہ یہ کہتا ہے کہ میرا مال اولاد ہی کے واسطے ہے۔ میری زندگی میں بھی یہی مالک ہیں۔ میرے مرنے کے بعد بھی یہی مالک ہونگے۔ والد نے اگر کسی گناہ پر غیرت کرکے بیٹے کا ہاتھ اپنے مال سے روک بھی لیا تو پھر والدہ اس روک کو اٹھا دیتی ہے اور بیٹا جو مانگے وہ دیدیتی ہے۔ پھر اس کے حکم کو والد بھی نہیں ٹلا سکتا۔

یہ فرضی و خیالی مثالیں نہیں۔ بلکہ چشم دید مشاہدات ہیں جو بہت سے وضیع گھروں اور شریف و رفیع خاندانوں کو تباہ کرچکی ہیں۔ یہ نادان و بے علم مسلمانوں کا ہی حال و ذکر نہیں۔ بعض ازواج و اولاد اپنے چڑھے لکھے متعلقین داناؤں کو بھی نادان بنا دیتے ہیں۔

اس زمانہ کے بڑے دانائی اور ظاہری و باطنی علوم میں امامت کے مدعی مہاراج کرشن قادیانی (علیہ ما یستحقہ) کا حال سنو کہ ایک فرضی و خیالی زوجہ (محمدی بیگم) دختر مرزا احمد بیگ ساکن پٹی کی محبت آپ کے دل میں سمائی تو آپنے اُسکے واسطے یہ پیشگوئی گھڑ کر شائع کی کہ اگر وہ عورت مجھے چھوڑ کر کسی اور شخص کے نکاح میں دیجاویگی تو اتنے عرصہ میں اسکا باپ فوت ہوجائیگا۔ اور اتنے عرصہ میں اسکا وہ شوہر جس سے اسکا نکاح کیا جائیگا فوت ہوجاویگا۔ اور پھر وہ بیوہ ہوکر میرے

نکاح میں آجائیگی۔ پھر آپنے اس پیشنگوئی کے وقوع اور اسکی تصدیق کے واسطے تائید آسمانی کے انتظار پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ دوسرے شخص (مرزا سلطان محمدؒ) سے اسکی تجویز نکاح کا حال سُنکر اس ایک تدبیر نادانی کا بھی ارتکاب کیا کہ ایک اشتہار جس کا عنوان یہ تھا "اشتہار نصرت دین وقطع تعلق از اقارب مخالف دین متین" اور اس کا مائو یہ شعر تھا ؎

چو بدنداں تو کرمے اوفتاد + آں ندندانے بکن اے اوستاد۔

اس مضمون کا شائع کردیا۔ کہ اگر اس کی قدیمہ زوجہ اور اسکے بطن سے اسکے دونوں فرزند (مرزا سلطان احمد و مرزا فضل احمد) اس نکاح کی تجویز و تائید سے دستکش نہ ہونگے تو اس زوجہ قدیمہ پر طلاق ہوگی۔ اور اسکے دونو فرزند عاق ہونگے مگر یہ تدبیر آپکی کارگر نہوئی۔ اُس بیوی کا نکاح دوسرے شخص مرزا سلطان محمد سے ہوگیا۔ اور وہ ابتک زندہ* اپنے شوہر کے گھر میں خوش و خورم آباد ہے اور صاحب اولاد ہوگئی ہے۔ اس اجمال کی تفصیل اشاعۃ السنہ نمبر ۶ جلد ۱۶ میں ہوچکی ہے۔

اس واقعہ میں اگر حق بجانب کرشن مہاراج تسلیم کیا جائے جسکے وہ لوگ مدعی ہیں تو پھر انکی وہ قدیمہ بیوی اور اسکے دونو فرزند کرشن مہاراج کے دشمن اور آیت مذکورہ صدر کے مصداق ٹہیرتے ہیں۔ اور اگر حق بجانب پارٹی مخالف (زوجہ قدیمہ و فرزندان کرشن مہاراج) تسلیم کیا جائے۔ تو پھر انکی وہ خیالی و فرضی زوجہ (جس کا نکاح انسے انکے خیال میں خدا تعالےٰ نے آسمان پر کردیا ہوا ہے۔ (دیکھو نمبر مذکور اشاعۃ السنۃ) انکے دشمن اور آیت مذکورہ کے مصداق ٹھیرتے ہیں۔ اور طرفہ ظلم و عداوت یہ کہ اس خیالی بیوی کرشن جی نے ہنوز خود انکے گھر میں آکر اسکو آباد اور انکے دلکو شاد اور انکی پیشنگوئی کو سچا و صادق المیعاد نہ کیا تھا کہ مہاراج مذکور اس دنیا سے چل بسے اور اپنی ازواج و اولاد مذکور کی عداوت پر مُہر لگا گئے۔ بلاریب انکی دونو بیویاں قدیمہ واقعی اور جدیدہ خیالی فرضی اور قدیمی کی اولاد ان کے دشمن اور آیت مذکورہ کے مصداق ٹھہرتے ہیں۔ ایک بیوی آپکی اَور ہے جو الہامی کہلاتی ہے۔ اور آپکی ایک جماعت میں ام المومنین کے لقب سے ملقب ہے۔ وہ اور اسکی اولاد اور وجہ سے آپکو دشمن ہوچکے ہیں۔ اسنے آپکی جائداد کو لیتے

* سنا ہے کہ اسکے فوت ہونے کے بعد وہ بھی فوت ہوگئی ہے۔ ایک مرزائی نے یہ سنکر کہا کہ اب انکا نکاح عالم بالا میں ہوگا۔

م رہن کرا لیا ہے اور اس حیلہ میں سے دوسرے وارثوں کو محروم کر دیا ہے۔
سکی تصدیق سرکاری کاغذات ضلع گورداسپور سے ہو سکتی ہے۔ اور یہ مثال دشمنی ازواج
ولاد کی کچھ کم عبرت خیز و حیرت انگیز مثال نہیں ہے۔

ان تمثیلات کے ذکر سے ایک مقصود تو اس امر کا اظہار ہے۔ کہ بعض اولاد و بعض
ازواج عوام کے تو کجا۔ بڑے بڑے مدعیان تقدس کو بھی نہیں چھوڑتے۔ دوسرا
مقصود یہ ہے کہ اس مضمون میں جو ہمنے اپنے پانچ لڑکوں کا حال بیان کرنا ہے۔
اسکو پڑھکر مہاراج کرشن جی کی پارٹی کی رال نہ ٹپک پڑے اور وہ اس حال کو پڑھکر
اسکو اپنے گرو کی کرامت نہ بنالیں۔ اور کسی قسم کی شماتت نہ کریں۔ بلکہ اپنے گریبان
میں منہ ڈالکر اپنے گرو کی ازواج و اولاد کا حال دیکھ کر سکوت اختیار کرلیں۔ اور اس
مثل ہندی کو سوچیں کہ چھاج تو بولتا ہے چھلنی کیا بولیگی۔ جسمیں ہزار چید ہوتے ہیں
ایسے ہی لوگ آیات مذکورہ بالا میں مخاطب ہیں۔ اور انکی اولاد اور ان کی
ازواج انکے دشمن قرار دیئے گئے ہیں۔ انکو ان آیات میں یہ حکم ہوا ہے کہ وہ ان
دشمنوں سے بچتے رہیں۔

اور دوسری آیات میں ارشاد ہے۔ کہ اے ایمان والو اپنے آپ کو
اور اپنی اولاد کو دوزخ کی آگ سے
(جو گناہوں کا نتیجہ ہے) بچاؤ اور انکی
ایسی محبت نہ کرو جیسے کہ خدا کی چاہیئے
ایسا کروگے تو تم انکو خدا کا شریک
ٹھہرانے والے ہوگے۔
مومن ایسے نہیں ہوتے کہ خدا و رسول
کے مخالفوں (نافرمان برداروں)
سے محبت رکھیں گو وہ نافرمانبردار ما
باپ ہوں۔ یا بیٹے ہوں۔ یا بھائی
ہوں یا قبیلہ۔
انسے بچنے اور بچانے کی یہی صورت

یا ایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم
واھلیکم نارًا (تحریم ع ۱)
ومن الناس من یتخذ من دون
اللہ اندادًا یحبونھم کحب اللہ
والذین اٰمنوا اشد حبًا للہ ط
(بقرہ ع ۲۰)
لا تجد قومًا یومنون باللہ والیوم
الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ
ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم
او اخوانھم او عشیرتھم۔
(مجادلہ ع ۳)

ہے کہ وہ انکے کہنے سے کوئی گناہ کا کام نکریں اور کسی گناہ کے کام میں انکو مدد نہ دیں۔ اور جس صورت سے بن پڑے اور ہو سکے ہاتھ سے زبان سے ان کو گناہوں سے روکیں۔ وہ نہ مانیں تو دل سے ان سے بیزار رہیں۔ اور انسے علیحدگی اختیار کریں۔ اور اپنے گھروں سے اور اپنے اموال سے ان کو علیحدہ کر دیں۔

قرآن مجید ارشاد ہے۔ نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔ اور گناہ اور زیادتی میں مدد گار نہ بنو۔

وتعاونوا علی البر والتقوٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (مائدہ ع۱)

حدیث شریف میں ہے جو شخص کوئی بری بات دیکھے اسکو طاقت ہو تو ہاتھ سے اسکو مٹا دے۔ یہ طاقت نہو تو زبان سے ہٹا دے اور یہ طاقت بھی نہو تو دل سے

من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ ولیس وراء ذالک حبۃ خردل من الایمان۔ (رواہ مسلم وغیرہ فی المشکوٰۃ ص۴۲۵)

اسپر انکار متوجہ رکھے اسکے بعد (یعنے اسکے بغیر) دانہ رائی کے برابر ایمان نہیں رہتا۔

اور یہ حدیث بھی رسالہ جلد ۲۰ میں گذر چکی ہے۔ کہ ایک بستی کو الٹا کر پھینک دینے کا جبرائیل علیہ السلام کو حکم ہوا۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ اس بستی میں ایک ایسا شخص ہے جسنے ایک لحہ گناہ نہیں کیا۔ تب حکم ہوا کہ اسکو بھی اس حکم عذاب میں شامل کرو۔ کیونکہ وہ میرے گناہوں پر غیرت کرنے سے ایک ساعت چین بجبیں بھی نہیں ہوا۔

بنا بر اعلے ہذا۔ یہ خادم قوم۔ خیر خواہ برادران دین اُن حضرات کو جن کی اولاد و ازواج خدا کے گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں اور اسی حال میں وہ مال سے انکو مدد دیتے ہیں۔ اور خوشی اور الفت سے ان کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ نصیحت کرتا ہے کہ وہ اپنی اولاد و ازواج کو خدا کا شریک نہ بنا دیں۔ اور خدا کے گناہوں میں انکی محبت و اطاعت سے دستکشی اختیار کریں۔ اور اپنے

خدا داد اموال کو انکے دستِ ظلم سے بچا دیں۔ انکو یہ تقسیم کرنے سے پہلے اس خاکسار شرمسار نے خود اسپر عمل کیا ہے۔ جبکہ اپنے پانچ جوان لڑکوں کو خدا کی معاصی میں مبتلا پایا۔ اور دینی علوم عربی سے (جو خدا تعالےٰ کی اطاعت کا توفیق الٰہی سے ایک ہی کامل ذریعہ ہے) روگردان دیکھا تو جلد نوزدہم رسالہ بابت سنہ ۱۳۲۰ ہجری مطابق سنہ ۱۹۰۲ء کے پہلے نمبر میں مضمون وصیت شائع کر دیا۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ میری جائداد غیر منقولہ مکانات و میری مقبوضہ اراضی میرے وارثوں میں تقسیم نہ ہونے پاوے۔ بلکہ وہ میری اولاد و اقارب پر جن کا نفقہ میرے ذمہ واجب ہے۔ وقف رہیں۔ اور ان سے میرے اقارب نفع اٹھاویں۔ اور گذارہ لیں۔ بشرطیکہ وہ نماز روزہ وغیرہ احکام اسلام سے پابند رہیں۔ اور علم دین (قرآن و حدیث) پڑھیں پڑھاویں۔

میری اس وصیت کو میری اولاد نے منظور نکیا اور اسکے برخلاف بعض اخباروں میں مضمون مشتہر کر دیا۔ تو میں نے اسی جلد کے نمبر ۹ میں ایک اور مضمون شائع کیا۔ جس کا عنوان یہ تھا "میری وصیت سے میرے بعض وارثوں کی ناخوشی اور اسکا نتیجہ۔ انکی محرومی" خلاصہ جسکا یہ تھا۔ کہ اگر تم میری وصیت کو منظور نکروگے تو میں جائداد وقف اغیار کر دونگا۔ یا کسی غیر کے نام ہبہ کر دونگا تم اپنی بہتری چاہتے ہو تو میری وصیت کو مان لو اور تمام جائداد سے تم ہی نفع اوٹھاؤ۔

میرے یہ دونوں مضمون جلد انمیں میں شائع ہوئے۔ تو میری اولاد و متعلقین خلاف وزرئے احکام شریعت اور تحصیل علوم دینی سے انکار پر مصر ہو گئی بعض نے میرے منہ پر صاف کہدیا کہ تو ہمارا باپ نہیں۔ اور بعض غائبانہ کہنے لگ گئے کہ یہ ہمارا باپ کیسا ہے کہ ہمارے لیے کچھ دولت چھوڑنا نہیں چاہتا۔ سب سے بڑا لڑکا عبدالسلام ہے۔ دوسرا اس سے چھوٹا محمد المہر تیسرا اس سے چھوٹا احمد حسین چوتھا اس سے چھوٹا عبدالنور (جو ایک والدہ سے ہیں) پانچواں عبدالشکور جو دوسری والدہ سے ہے۔ ان سب میں اول درجہ کا متکبر اور میری اطاعت سے سرکش عبد

اول ہے۔ اُسنے سرکشی اختیار کی تو پھر جو سرکش ہوگیا وہ تحصیل علوم دینی سے انکاری ہوکر بھاگا۔ اوسکو اُسنے اپنے پاس جگہ دی اور روپیہ پیسہ سے اُسکی مدد کی۔ اور سب سے بڑھکر بدچلنی اختیار کرنے والا اور مجھے جانی ومالی ایذا پہنچانے والا نمبر چہارم وپنجم ہے۔ اور احکام شریعت نماز وغیرہ کا استخفاف اور تحصیل علوم دین کے انکار سے تو کوئی بھی خالی نہیں۔ اُن میں بعض ایسے ہیں جو اسلام چھوڑکر عیسائی یا آریہ ہوجانے کا ارادہ کرچکے تھے۔ بعض جو میرے جبرسے نماز میں کھڑے ہوگئے تو بے وضو بلا استنجا بول وبراز اور بعض نماز کو صریح گالیاں بھی دے چکے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہیں جو قانونی جرائم کے بھی مرتکب ہوگئے ہیں اور اُن کے مقدمات کی شلیں عدالت میں موجود ہیں اور بعض میری جان کو نقصان پہنچانے کا ارادہ بھی ظاہر کرچکے۔ اور اسکے وسائل بہم پہنچانے میں بھی سعی کرچکے ہیں خیر وہ کامیاب نہ ہوئے۔ اس امر کو میرے متعلقین بخوبی جانتے ہیں۔

میری وصیت مذکورہ سے ناراض ہوکر اور نیز اپنے شوہر کی مطابقت اور موافقت اختیار کرکے میری تین جوان لڑکیوں نے بھی میری اطاعت سے سرکشی اختیار کی سب اولاد سے بڑی لڑکی اُمۃ السلام ہے۔ وہ لڑکیوں میں اول درجہ کی سرکش وتکبر ہے جیسے لڑکوں میں اول درجہ عبدالسلام ہے۔ جیسے وہ بھاگ کر باہر چلے جانے والوں کا مددگار بن رہا ہے ویسے وطن میں رہکر میرا مقابلہ کرنے والی لڑکوں کی یہ مددگار اور اپنے گھر میں اُنکو جگہ دینے والی بنی رہی۔ دوسری اُمۃ الرشید ہے۔ یہ بذات خود تو سرکش نہ تھی۔ مگر اوس کے شوہر نے (جو کہ انگریزی خوان گریجویٹ بی اے ہے) اور مذہب میں مجھ سے مخالفت رکھتا ہے۔ اُسکو سرکش بنا دیا ہے۔ اور وہی ان لڑکوں کا قانونی مشیر ہے۔ اور مواخذۂ عدالت سے اُنکو بے ڈر کرکے میرے مقابلہ کے لیے آمادہ کرتا ہے۔ یہی شخص ہے جسنے میری پہلی وصیت کے جواب میں میرے بعض لڑکوں سے اپنے ایک ہندو دوست بریڑ وائی گریجویٹ چیف کورٹ پنجاب کی معرفت نامنظوری وصیت کا نوٹس دلوایا تھا۔ جس کا ذکر میرے رسالے جلد ۹ نمبر ۱۹ میں ہے۔ میں نے ایک لڑکے کو اس سے نفض من کا خوف کرکے اُسپر زیر دفعہ ۱۲۴ تعزیرات ہند استغاثہ دائر کرنے سے ڈرایا۔ تو اس گریجویٹ نے میرے مُنہ پر یہ کہا۔ کہ اگر آپکی

خلاف استغاثہ کروگے تو میں اسکی ضمانت دونگا اور تمہارے برخلاف استغاثہ
کرکے تمہاری ضمانت ہوجانے کی کوشش کرونگا۔ اور یہ بات اُسنے اُس لڑکے کی
والدہ (اپنی خوشدامن) کو بھی کہلا بھیجی۔ تیسری لڑکی مریم ہے۔ جو شادی ہونے سے
پیشتر تو بالکل سادہ طبع اور بے کینہ تھی۔ مگر اُسکی شادی ایک مولوی فاضل صاحب سے
ہوئی۔ جو دینی علم وفضل کے ساتھ خشیۃ اللہ وتقویٰ ومروت ووفا وشکر احسان
سے بہت کم حصہ رکھتے ہیں۔ اور اپنے علم وفضل کا فائدہ زیادہ تر وہ دنیا میں بذریعہ
ملازمت وغیرہ اوٹھا رہے ہیں وبس۔ ولعل اللہ یحدث بعد ذٰلک امرًا۔ اور وہ
بٹالہ میں رہکر اپنی ہم زلف امۃ السلام کے شوہر (جو ایک عامی دنیا دار اور اتباع
احکام شریعت نماز وغیرہ سے بے پرواہ ہے) کے تابع ہوگئے ہیں۔ اور انہوں نے
اس سادہ لوح لڑکی کو بھی میری اطاعت سے سرکش کردیا ہے۔ ان اٹھوں (پانچ لڑکوں
اور تین لڑکیوں) نے اپنی ایک والدہ کو بھی مجھ سے نشوز اختیار کراکے اپنے ساتھ
کرلیا ہے۔ اِن گیارہ اشخاص (پانچ لڑکوں اور تین لڑکیوں اور اُنکے تینوں
شوہروں) کا میرے برخلاف اتفاق اور جتھہ دیکھکر میری وہ زوجہ جو پہلے چار
لڑکوں اور دوسری لڑکی کی والدہ ہے مجھ سے نشوز اختیار کرکے اپنے بیٹوں کے
پاس چلی گئی۔ ان سب کے جتھے نے شاید میری نسبت یہ خیال کرلیا ہوگا۔ کہ ہم سب
اس سے جدا ہوجاوینگے۔ تو یہ تنہا رہ جائیگا اور عاجز ہوکر ہماری متابعت اختیار کریگا
اس خیال سے وہ بٹالہ میں یا اور جگہ جہاں میں رہوں رہکر مجھ سے نہیں ملتے
میرے پاس سے گذر جانے پر بھی سلام نہیں کرتے وعلیٰ ہذا القیاس۔ مگر ان نادانوں کو
یہ علم واعتقاد نہیں کہ ہماری علٰحدگی سے وہ اکیلا نہ رہیگا ایک زبردست طاقت
والا آسمان وزمین کو قائم رکھنے والا جسپر اُس کا بھروسہ ہے اور اُسی کی رضامندی
کے واسطے اُس نے یہ وصیت کی تھی جسنے ہم سب کو اُسکا مخالف بنا دیا ہے۔ اُس کے
ساتھ ہوگا وہ انّ اللہ معنا وان معی ربّی کہتا ہوا کسی مخالف حق کی پرواہ نہ کریگا
اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مقابلہ میں کسی مخلوق کی رضا یا غضب کی پرواہ نہیں کیا
کرتا اور اُسی روش پر اُسکی عمر کے ستر سال گذر چکے ہیں۔ جوانی میں اُسنے مخلوقات
کے خوف ولحاظ سے خالق ومالک کو نہیں چھوڑا۔ تو اب بڑھاپے میں وہ اپنے اس

محسن قدیم کو چھوڑ کر مخلوق کو کب اپنا معبود بنا سکتا ہے۔ میری نافرمانبردار اولاد اور اسکے متعلقین پر آیت قرآن محولہ بالا جس نے مومنوں کو اسکے دشمن سے بچنے اور اس سے بچکر رہنے کا حکم دیا ہے۔ پوری صادق آتی ہے۔ اسلیے میں نے بامثال حکم قرآنی انکو اپنا دینی دشمن قرار دیا ہے۔ اور انکی دشمنی سے بچنے کے لیے اور نیز ذخیرہ ثواب آخرت حاصل کرنے کے لیے اپنی کل خداداد جائداد کو خدا تعالیٰ اور اسکے دین کی تعلیم کے لیے وقف کردی ہے۔ جسکی شروط و مصارف کی تفصیل میرے دوسرے مضمون وقف علی الاولاد والاقارب میں ہوچکی ہے۔ اس مضمون میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ وہ پانچوں لڑکے اور تینوں لڑکیاں اور ان کے متعلقین میرے عاق و نافرمانبردار ہیں اور جبتک کہ وہ موجودہ حالت عقوق و دشمنی پر قائم رہیں میری وقف شدہ جائداد سے اور مستحقوں کی طرح فائدہ اٹھانے کے مستحق نہیں۔ ہاں اس عقوق و نافرمانبرداری و دشمنی سے نادم و تائب ہوکر حکم اللہ تعالےٰ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق میرے فرمانبردار ہوجائینگے اور میری اطاعت کرینگے۔ تو پھر وہ میرے وارث ہیں انکا اس اطاعت کی دو صورتیں ہیں اعلیٰ اور ادنےٰ اعلےٰ یہ ہے کہ وہ لوگ علم دین حاصل کرکے اسکے مطابق اپنا عمل کرکے منافع وقف سے حصہ لینے اور نفع اوٹھانے کے مستحق نہیں۔ اور ادنےٰ یہ کہ وہ کم از کم میری نافرمانبرداری و سرکشی سے تائب ہوکر میری وقف اور وصیت کو تسلیم کریں صرف اس صورت کو اختیار کرنے سے گرچہ وہ منافع وقف سے حصّہ لینے کے مستحق ہونگے۔ مگر عقوق اور اسکی سزا عذاب جہنم و محرومی نعیم جنت سے تو بچ جائینگے۔ اگر وہ یا انمیں سے کوئی اسلام کو مانتے اور قیامت کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ ان ہی مدعیان اسلام و معتقدین اعتقاد قیامت کو خصوصاً مولوی فاضل صاحب جو فاضل کجاہوں کو تابع ہوگئے ہیں کہ میں یہ وصیت بھی کرتا ہوں کہ وہ دین اور دنیا کے مضار و منافع میں موازنہ کرکے خود یہ سوچیں اور ان لوگوں کو سمجھادیں کہ باپ وہ نہیں ہوتا جو اولاد کے لیے وراثت چھوڑ جاوے اور اسکے احسانات اولاد پر وراثت چھوڑ جانے سے بڑھکر ہیں۔ پہلے انکا وجود ہی باپ کے ذریعہ ہوا ہے۔ اس احسان کو شاید آزاد منش انگریزی خوان نہ مانیں اور یہ کہیں جیسا بعض کہتے ہیں کہ والدنے اپنی ضرورت و خواہش نفسانی کو پورا کیا جس سے ہم قدرتی طور پر پیدا ہوگئے۔ ہم پر کچھ

کیا احسان کیا۔ اسکا جواب وہ خود سوچیں کہ پیدا ہونے کے بعد کیا وہ پرورش بھی گھاس پھوس کی طرح قدرتی طور پر پا گئے ہیں یا انکی پرورش میں باپ کا بھی خرچ ہوا۔ اور باپ انکو گود میں اٹھائے لئے نہیں پھرا۔

پھر جس کمال یا روٹی کمانے کے ذریعہ کو وہ پہنچ گئے وہ قدرتی طور پر انکو حاصل ہوا ہے باپ کا اسمیں کوئی دخل نہیں ہے؟

اور یہ بھی سوچیں کہ باپ سے قطع تعلق کرکے اولاد کی عزت ہی کیا ہے۔ اور قوم و سوسائٹی میں جسکے باپ کی عزت نہ ہو اسکو کیا عزت ہو سکتی ہے۔ اور جسکے باپ کی عزت ہو اسکو باپ سے علیحدگی و انحراف سے وہ عزت کب حاصل ہو سکتی ہے۔ اور قوم و برادری میں اسکا رشتہ ناطہ کیونکر ممکن ہے۔ رشتہ ناطہ دینے والے جیسے کہ وہ کو دیکھتے ہیں گھر کو بھی دیکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان لڑکوں میں تین کی جسکے وہ مجھ سے سرکش ہو گئے تھے۔ اپنی قوم میں اور اچھے گھروں میں شادیاں ہو گئی ہیں۔ اور باقی ماندہ اس سرکشی کی وجہ سے اب تک رنڈوے بیٹھے ہیں۔ ان سب باتوں اور دنیاوی مضار و منافع کے علاوہ انکو یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ دنیا کو چھوڑنے کے بعد جو بحکم کل من علیھا فان ہر ایک متنفس کو لازم ہے انکو دوسرا عالم اخروی بھی درپیش ہے۔

قال رسول اللہ صلعم لا یدخل الجنۃ عاق۔ رواہ النسائی مشکوٰۃ (ص۴۲۰)

عن ابی امامۃ ان رجلا قال یا رسول اللہ ما حق الوالدین علی ولدھما قال ھما جنتک و نارک۔ رواہ ابن ماجۃ مشکوٰۃ (ص۴۲۱)

اسمیں صاف قطعی حکم ہو گا۔ ماں باپ کا نافرمانبردار بہشت میں داخل ہونا نہ پاوے۔ آنحضرت ؐ سے کسی نے پوچھا کہ والدین کا اولاد پر کیا حق ہے۔ تو آپنے فرمایا کہ دونوں تیری بہشت یا دوزخ ہیں۔ یعنی انکی فرمانبرداری کرے وہ تیرے لیے بہشت ہیں ورنہ دوزخ۔

وعن ابن عباس ؓ قال رسول اللہ صلعم من اصبح مطیعا للہ فی والدی اصبح لہ بابان مفتوحان الی الجنۃ وان کان واحدا فواحدا ومن اصبح عاصیا للہ

اور آپنے ارشاد فرمایا ہے جو شخص خدا تعالیٰ کے واسطے (یعنی نہ بغرض دنیاوی) ماں باپ کا مطیع ہوتا ہے اسکے لیے بہشت کی طرف دو دروازہ کھل جاتے ہیں ایک ماں یا باپ

تو صرف ہاتھ مُنہ دھو لیتے ہیں پاؤں کا دھونا ضروری نہیں جانتے۔ اور رکوع سجود کے وقت صرف ذرا سا سر جھکا کر سٹر پٹر دو ٹکریں لگا لیتے ہیں خشوع یا عاجزی کہاں۔ اور پانچ وقت کا التزام کجا۔ ایسا کرنے کی اجازت انکو انکے لیڈر نے دی رکھی ہے اور اسی صورت کی نماز انکو سکھائی ہے چنانچہ ایک آرٹیکل میں وہ لکھتے ہیں۔ اسمیں کچھ کلام نہیں کہ پانچ نمازیں ہر ایک مسلمان پر فرض ہیں اور کسی حالت میں جب تک کہ فطرتی ہوش و حواس قائم ہیں وہ ان کے ادا کرنے سے معاف نہیں ہو سکتا۔ مگر ہمارے زمانہ کے کاہل لوگ خصوصًا انگریزی خوان نوجوان سمجھتے ہیں کہ پانچ وقت نماز کی قید اور اس کا اوقات معینہ پر ادا کرنا نہایت سخت اور مشکل کام ہے اور مذہب اسلام میں بھی ایک سختی ہے جس کی تعمیل نہایت مشکل ہے مگر ان کاہل اور سُست لوگوں کو (جن میں ہم خود بھی داخل ہیں) یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگرچہ افضل و اولے یہی ہے کہ پانچوں نمازیں پانچ وقت میں جیسا کہ اہل سنت و جماعت کے ہاں ہے پڑھی جاویں۔ مگر مذہب اسلام میں کچھ تنگی نہیں ہے۔ کیونکہ ان پانچوں نماز کے لیئے صرف تین وقت مقرر ہیں۔

پھر ان تینوں وقتوں کی یہ تفصیل کہ ایک نماز صبح کو ہو۔ اور دو (ظہر و عصر) دن ڈھلے سے غروب تک۔ اور دو (مغرب و عشاء) غروب سے نصف شب تک بیان کر کے وضو کی نسبت یہ حکم دیا اور کہا ہے کہ سُست لوگوں کو (جن میں مَیں بھی داخل ہوں) نماز کے لیئے وضوء کرنا ایک نہایت مُہم معلوم ہوتی ہے۔ لیکن وضوء میں سب سے اہم (بڑی مہم) کام پاؤں کا دھونا ہے۔ ہاتھ مُنہ دھو لینا اور مسح کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ پاؤں کا دھونا اولےٰ افضل امر ہے لیکن قرآن مجید کے

لی والدیہ اصبح لہ بابان مفتوحان الی النار وان کان واحدًا فواحدًا۔ قال رجل وان ظلماہ قال وان ظلماہ ق ان ظلماہ وان ظلماہ رواہ البیہقی۔ (مشکوٰۃ ص۴۲۱)

ہو تو ایک دروازہ۔ اور جو شخص خدا کا نافرمانبردار ہو کر ماں باپ کا نافرمان بردار ہو اسکے واسطے دو دروازے دوزخ کی طرف کھل جاتے ہیں ایک ہو تو ایک کسی نے عرض کیا کہ اگرچہ ماں باپ ظلم کرتے ہوں تو آپنے تین دفعہ فرمایا کہ ہاں اگرچہ ظلم کرتے ہوں۔

وعن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلعم رضی الرب فی رضی الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد رواہ الترمذی۔ (مشکوٰۃ ص۴۲۱)

اور آپ نے فرمایا خدا کی رضامندی باپ کی رضامندی میں ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا غصہ باپ کے غصہ میں ہے۔

یہ احادیث نبوی صاف فیصلہ کرتی ہیں کہ جس بیٹے یا بیٹی پر باپ راضی نہیں۔ اس پر خدا تعالیٰ بھی راضی نہیں اور اسکے واسطے دوزخ کے دروازہ کھلے ہیں اور جنت کے بند۔ اور یہی قرآن مجید کا فیصلہ ہے جس میں جابجا ماں باپ کے

وبالوالدین احسانًا

ساتھ احسان کرنے کا حکم ہے۔ ہاں اس حصول رضامندی اور وجوب اطاعت کے لیے لازمی شرط ہے۔ کہ خدا کے گناہ میں ماں باپ کی اطاعت ہو۔ اور نہ کسی ایسے امر میں جو اولاد کی طاقت سے باہر ہو سو خدا کے فضل و توفیق سے میں نے کبھی کسی گناہ میں اولاد سے اطاعت نہیں چاہی اور نہ انکی طاقت سے باہر انکو کسی کام کی تکلیف دی ہے۔ میں نے ان سے یہی چاہا ہے کہ وہ دینی علوم عربی پڑھیں اور نماز باوضو ادا کریں اور حقہ نوشی غیر منہیات شرعیہ کے مرتکب ہوں۔ اور کسی سے اپنی خدمت مالی نہیں چاہی۔ اور نہ اسکے ترک پر خفگی کی ہے۔ بدنی خدمت کا بھی مجھے خدا تعالیٰ نے اولاد کا محتاج نہیں کیا۔ اور نہ ہی اُن سے یہ خدمت چاہتا ہوں۔ جب تک کہ وہ صغر سنی کی حالت میں رہے عام دستور کے موافق گھر کے کام کرتے رہے اور جب سن بلوغ کو پہنچ گئے تو گھر کے کام بھی چھوڑ بیٹھے اور خود کار فرما بن گئے۔ اور اپنی جنسلینی وضع قائم رکھنے کے لیے بجائے اسکے کہ میری خدمت کریں ناجائز طور پر میری دنیا میرے گھر کا مال

مارنا اور لوٹنا شروع کر دیا۔ کبھی والدہ کا زیور گھر سے نکال کر لے گئے۔ کبھی چھوٹی ہمشیرہ کا اتار کر لے گئے وعلیٰ ہذا القیاس۔

یہاں یہ سوال ہوگا کہ سب کے سب لڑکے کیوں ایسی بدچلنی و سرکشی و آوارگی کے طریق پر نکلے۔ یہ تمہاری تربیت کا قصور ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ میری تعلیم و تربیت تو الگے حق میں اس طرح ہوئی ہی ہے (جس کو میرے اقربا دوست آشنا بخوبی جانتے ہیں) کہ جب میرا کوئی بچہ بولنا سیکھا تو میں نے اسکو اللہ تعالیٰ کا نام لینا سکھایا۔ پھر تھوڑے تھوڑے کر کے عقائد اسلامی اور نماز پڑھنا سکھایا۔ میری لڑکی صفیہ تین سال کی ہے۔ اس سے بہت لوگوں نے حمایت اسلام کی دوسری کتاب کی نظم حمد و نعت کے اشعار سنے ہیں۔ اور جو چاہے سنے:۔

خدا ایک ہے کوئی اس سا نہیں ۔ کسی کام میں سا بھی اسکا نہیں

نہیں اسکی کچھ ابتدا انتہا ۔ سدا سے ہے وہ اور رہے گا سدا الخ

پھر جب وہ مکتب کے لائق ہوئے۔ تو معلمین قرآن کے سپرد کیا۔ اور ساتھ ہی اسکے اردو کے رسالے انکو پڑھانے۔ جب سکول کے لائق ہوئے تو سکول میں داخل کیا۔ اور جب چھٹی جماعت تک پہنچے تو مدرسہ میں بھی عربی پڑھوائی اور ایک گھنٹہ گھر پر خود عربی صرف و نحو پڑھائی اور حلقہ درس قرآن میں ہمیشہ انکو شامل رکھا۔ نماز کے لیے اپنے ساتھ مسجد میں لے جانا اور اپنے وطن میں ہونے کی حالت میں انکو اوارہ لڑکوں کے ساتھ کھیلنے سے روکنا برابر جاری رکھا۔ ہاں میں جب کبھی سفر میں جاتا تھا۔ تو میرے قائم مقام نگرانی کرنے والا کوئی نہ ہوتا تھا۔ اور میرے وطن میں ہونے کی حالت میں بھی سکول کے چھ گھنٹوں میں انکو صحبت ان لڑکوں کی اور سکول کے ماسٹروں ٹیچروں کی جو مذہب غیر اسلامی رکھتے یا وہ مذہب سے بالکل آزاد تھے رہی جنکے خیالات کو بے شک خراب کرتی رہی۔ اسوجہ سے میری تعلیم و تربیت کا اثر بہت کم ہوا۔ اور سکول کی صحبت و تعلیم کا اثر زیادہ ہوا۔ میرے اصول دینی کے مطابق یہ مجھ سے سخت غلطی ہوئی کہ میں نے ان لڑکوں کو قبل استحکام عقائد و اعمال شرعیہ غیر اسلامی سکولوں میں تعلیم کے لیے سپرد کیا۔ اور ہز ہیجسٹی امیر صاحب افغانستان کے بیان فرمودہ اس سر کا

جو انجمن حمایت اسلام کے بنیادی پتھر رکھنے کے موقعہ پر بیان فرمایا تھا۔ ؎

ہمچو ما کاریم یک پا در شریعت مستقیم ٭ پائے دیگر سیر نہتاد و دو ملت کردہ ایم کا خلاف کیا۔

میری اس تعلیم و تربیت کے ساتھ سب سے پہلے لڑکے نے تعلیم عربی علوم دینی ضروری کے علاوہ سکول کی تعلیم بھی چھوڑ دی اور صرف مڈل پاس کر کے سرکاری نوکری اختیار کی۔ اسکی پیروی دوسرے۔ تیسرے۔ چوتھے اور پانچویں نے اختیار کی۔ اور کسی نے ان میں سے مڈل بھی پاس نہ کیا۔ اور عربی میں کا فیہ۔ شرح جملا سے اوپر نہ پڑھا۔ آپ منصفین انصاف سے کہیں کہ میری تعلیم و تربیت کا کیا نتیجہ تصور ہے۔ آور وہ آیات قرآن و شعار و اقوال ذیل کو بھی عبرت کی نگاہ سے ملاحظہ فرماویں۔

ونادی نوح ربہ فقال رب ان ابنی من اھلی وان وعدک الحق و انت احکم الحاکمین۔ قال یا نوح انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح۔ (سورۃ ھود۔ ع ۴)

آیت قرآن میں ارشاد ہے۔ اور نوحؑ نے اللہ تعالیٰ کو پکارا کہ میرا بیٹا بھی میرے گھر والوں سے ہے۔ اور تیرا وعدہ کہ میں تیرے گھر والوں کو بچاؤنگا یہ حق ہے تو خدا نے فرمایا کہ وہ تیرے گھر والوں سے نہیں ہے۔ کیونکہ وہ بد عمل ہے۔ ؎

پسر نوح با بداں بنشست ٭ خاندانِ نبوتش گم شد

؎ حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم
زِ خاک مکہ ابو جہل ابن چہ بُوالعجبی ٭

؎

تہیدستان قسمت را چہ سود از بہر کامل ٭ کہ خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را

ع

تربیت نا اہل را چوں گردگاں بر گنبدست ٭

راقم ابو سعید محمد حسین اڈیٹر اشاعۃ السنہ
لاہور۔

عیسائیوں کا توحید سے تثلیث نکالنے میں پولوسی مکر و اجترا

اور

توریت و انجیل و قرآن پر کذب و افترا۔

عیسائیوں کے مقدس پولوس کا یہ قول ہے کہ میں یہودیوں کو درمیان یہودی سا شریعت والوں میں شریعت والا۔ بے شریعت لوگوں میں بے شریعت سا (یعنی میوں کیواسطے سب کچھ بنا۔ (قرنتیون ۹: ۲۰) اور یہی اس کا عمل تھا جسکی خبر وہ یوں بھی دیتا ہے "مسیح کی خبر سچائی سے خواہ مکاری سے (فلپیون ۱: ۱۸) اسی قول و عمل کے مطابق اکثر عیسائیوں کا جو اس مذہب کی اشاعت بذریعہ تحریر و تقریر و منادی و مباحثہ کرتے ہیں عمل ہے ہندوؤں کو بہکانیکے لئے وہ لوگ ہندو بنکا سا بھاس پہنکر ہندوؤں کے سے پیتل کے برتن ہاتھ میں لیکر ہندی بھاشا بولکر ہندو بنجاتے اور ہندوؤں کو عیسائی بنانے میں جاہل مسلمانوں کو پھانسنے کے لئے وہ قرآن مجید ہاتھ میں لیکر آیات قرآنی کا مطلب بگاڑ کر انکو سناتے اور بہکاتے۔ عیسائی بنانا چاہتے ہیں۔ انہوں ایک مضمون بہ عنوان "ثالوث مقدس کی توحید" نولکشور پریس لاہور میں چھاپ کر انہوں نے شائع کیا ہے اور وہ بر خوردار خانچند ایم اے برن چمبہ یعنی ہوت منسوب ہے۔ اور اسکی کاپی مشن ہاؤس کے ایک پادری پارس ناتھ صاحب نے خاکسار کے پاس بھیجی ہے۔ اور یہ سفارش کی کہ اور مولویصاحبان کو بھی یہ کاپی دکھائی جاوے۔ اس مضمون میں وہی پولوسی مکر عمل میں لایا گیا ہے کہ قرآن مجید

بلہ اس قول کے بعد وہ ان بریکٹ دو صفائی خفظ ما یرید ہر چند میں خدا کو زد یک ہیں شریعت ہیں مگر ایک نئی شریعت کے تابع ہیں۔ مگر یہ قول بھی انکا مکاری سے خالی نہیں مسیح کی شریعت اسکے نزدیک وہ ہوگی جو شریعت توریت کے مخالف ہو جس پر آج تمام عیسائیوں کا شریعت توریت کے بخلاف عمل ہے۔

کی سورۂ نور کی چند آیات اور انکا ترجمہ نقل کیا ہے جنمیں خدا تعالیٰ کو آسمانوں اور زمین کا نور کہا گیا ہے پھر اسکے نور کی تشبیہ ایک چراغ سے دی ہے جو ایک موتی کے سے صفا شیشے میں ہو اور وہ چراغ یا شیشہ ایک طاق میں ہو۔ اور وہ چراغ ایسے تیل زیتون سے روشن کیا گیا ہو جو نہ شرقی ہو نہ غربی بلکہ وسطی اور ایسا صاف اور قابل چمک ہو کہ اگر اسکو آگ نہ چھوئے تو بھی قریب ہے کہ وہ خود بخود چمک اُٹھے۔ پھر اس کی متصل ہی کہا ہے۔

(۲) عام قاعدہ ہے کہ چراغ تب روشنی دیتا ہے کہ جب اس کا تیل آگ سے جلے۔ مگر قرآن کی اس مثال میں بتایا گیا ہے کہ اللہ جو نور ہے وہ لاثانی اور بذاتِ خود قایم ہے اور چراغوں کی طرح کسی وسیلہ کا محتاج نہیں۔ زیتون کا تیل صرف اسکا مظہر ہے جیسا کہ موسیٰ کیوقت جھاڑی نور کا مظہر تھی۔

(۳) پھر اسکے متصل ہی کہا ہے کہ خدا کس معنی میں نور ہے؟ محمدی مفسرونکو ابھی تک اس کا پتہ ہی نہیں لگا۔ وہ اپنی عقل کیموافق مختلف معنی لگاتے ہیں۔ (دیکھو تفسیر حسینی) مگر امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ نور درحقیقت نام ہے ایسی چیز کا جو اپنی ذات میں ظاہر ہو اور وہ دوسری چیزونکے ظاہر کرنیوالی ہو۔ تفسیر حسینی والا کہتا ہے کہ محققین کے نزدیک نور حقیقی خدا تعالیٰ ہی کی ہستی ہے کہ سب موجودات اسکے سبب سے ظاہر ہیں۔ اور وہ سب سے پوشیدہ ہے۔

(۴) پھر اسکے متصل ہی کہا ہے اس مثال سے نہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا کی ذات نور ہے اور وہ بذات خود قایم ہے۔ بلکہ یہ بھی ہے کہ اس نور میں تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث موجود ہے۔ نور کا ایک حصہ شیشے کی چمنی کے جوف کے اندر ہے۔ دوسرا حصہ چمنی کی موٹائی کے اندر ہے تیسرا حصہ چمنی کے باہر۔ تاہم یہ تین نور نہیں اور نہ ہی ایک نور کے ایسے حصے ہیں جو کبھی ایک دوسرے سے جدا ہوئے ہوں۔ یا ہو سکیں ذات کے واحد ہونیکے سبب ایک نور دوسرے سے پہلے یا پیچھے نہیں۔ ایک دوسرے سے بڑا چھوٹا نہیں ایک تین میں اور تین میں ایک ہے۔

(۵) اگر کوئی انجیل شریف کی تعلیم سے روشنی حاصل کرکے قرآن کی اس مثال کو پڑھے تو اسکو معلوم ہوجائیگا کہ مقدس تھائیسن کا عقیدہ لفظاً لفظاً اس مثال پر ٹھیک بیٹھتا جسنی کے جوف کے اندر والے نور کا نام باپ رکھدیں۔ باپ کسی سے مصنوع ہے نہ مخلوق نہ مولود جسنی کے اندر والے نور کا نام رکھدیں بیٹا (بیٹا صرف باپ ہی سے ہے نہ مصنوع و نہ مخلوق بلکہ مولود سچے خدا سے سچا خدا۔ نور سے نور فٹ لوٹ پدر نور پسر نور لیت مشہور از یخانم کن نور علی نور ہادی تعریفی) جسنی کے باہر والے نور کا نام رکھدیں روح القدس یا اوپر بیٹے سے ہے۔ نہ یہ مصنوع نہ مخلوق نہ مولود۔ بلکہ صادر ہے۔

(۶) خدا کی مثل تو وہ سراسر الٰہی نہیں اسکے واسطے صرف مثالیں ہیں قرآن نے ایک مثال دیکر سمجھ میں اس کا مطلب آیا ہے فی التثلیث فی التوحید کا ذات الٰہی میں بھید اس مثال سے روشن کردیا۔ مثال میں شیر خان کی دم نہیں ہوتی طالب الحق محمدی اس مثال میں بہ نظر انصاف دیکھیں کہ تین میں ایک اور ایک میں تین ممکن ہیں عقل کے برخلاف نہیں

ان پانچوں (۲ سے ۶ تک) **فقرات** میں جو شیر بنے اور خود نمبر لگا دیئے ہیں جو حضرات عیسائیوں نے پولوسی مکر اور قرآن اور تورات و انجیل پر اور علماء اسلام پر افترا کئے ہیں وہ واقف حال اہل علم پر مخفی نہیں۔ ناواقفوں کی گاہی کیواسطے ہم ان مکروں و افتراؤں کی تفصیل تشریح کرتے ہیں

فقرہ نمبر ۲ میں قرآن اور تورات پر انہوں نے یہ افترا کیا ہے کہ تینوں کا قائل اور جھاڑی جس خدا تعالیٰ کے جو نور ہے۔ اور بذات خود قائم ہے مظہر ہیں قرآن مجید میں تینوں کو ذات خداوندی کا مظہر نہیں ٹھیرایا۔ اور نہ تورات نے جھاڑی کو مظہر ذات خدا کہا ہے۔ بلکہ **تورات** میں اس آگ کو جو جھاڑی میں نظر آئی تھی ایک فرشتہ کا مظہر قرار دیا ہے چنانچہ خروج باب تین میں ہے اور موسیٰ اپنے خسر یترو کے جو یہوواہ کا کاہن تھا گلے کی نگہبانی کرتا تھا تب اُسنے گلے کو بیابان کے ایک طرف ہانکے یا اور خدا کے پہاڑ حورب کے نزدیک آیا (۲) اس وقت خداوند کا فرشتہ ایک بوٹے

میں آگ کے شعلے میں اس پر ظاہر ہوا۔

اور قرآن نے تیل و چراغ کو کسی کا بھی مظہر نہیں بتایا۔ بلکہ خدا کے اس نور کو جو آنحضرتؐ میں با اور مومنوں اور عارفوں کے دلمیں پایا جاتا ہے (جس کا بیان تفسیر حسینی کے مضمون آئندہ میں آتا ہے) نہ اس نور کو جسکا اطلاق اسکی ذات پر ہوا ہے۔ اور وہ بذات خود قائم ہے۔ اور اسکا قیام کسی اور ذات سے نہیں ہے۔ چراغ والے نور کی مثل بفتح میم اور مشابہ قرار دیا ہے۔ اور یہ بات ہر عقلمند جانتا ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ دونو متغائر بالذات اور فی الوجود ہوتے ہیں۔ شیر اور ہے جو ایک حیوان درندہ ہے۔ اور زید ایک بہادر جو اسکے مشابہ ہے اور ہے جو انسان ہے نہ یہ اس کا مظہر ذات ہے نہ وہ اسکا مظہر ذات۔ پھر راقم مضمون کا یہ کہنا کہ قرآن میں زیتون کی تیل کو اس نور کا (جو بذات خود قائم ہے) مظہر بتایا ہے محض دروغ اور قرآن پر افترا نہیں تو اور کیا ہے فقرہ نمبر ۳ میں انہوں نے مفسرین اور علماء اسلام پر افترا کیا ہے۔ کہ انکو پتہ نہیں لگا۔ کہ خدا کس معنی میں نور ہے اور پھر بحکم دروغ گو را حافظہ نباشد۔ امام غزالی اور مولف تفسیر حسینی سے ان معنی کا پتہ لگ جانا ہی نقل کیا ہے امام غزالی سے یہ نقل کیا ہے کہ نور درحقیقت نام ہے ایسی چیز کا جو اپنی ذات میں ظاہر ہو اور دوسری چیزوں کو ظاہر کرنیوالی ہو اور تفسیر حسینی سے یہ نقل کیا ہے کہ محققین کے نزدیک نور حقیقی خدا تعالیٰ کی ہستی ہے کہ سب موجودات اسکے سبب سے ظاہر ہیں اور وہ سب سے پوشیدہ ہے۔ ان دونو تفسیروں کو حضرات عیسائیوں نے باہم متخالف سمجھکر اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ان مفسرونکو اس نور کا پتہ نہیں لگا اسلئے وہ اس نور کی تفسیر میں اختلاف کر رہے ہیں۔ اور درحقیقت ان دونوں تفسیروں کا مآل ایک ہے۔ اور انمیں کسی قسم کی مخالفت نہیں ایسی ہی جسقدر نور کی تفسیریں مفسرین نے بیان کی ہیں وہ سب کی سب باہم متوافق ہیں اور سب کی سب خدا کی ذات پر اس چراغ والی تشبیہ پر چسپاں ہو سکتی ہیں۔ اور ہر ایک سے قرآن مجید کا اعجاز اور فصاحت و بلاغت میں کمال ثابت ہوتا ہے اور وہ تفسیریں اس بیت عربی کا مصداق ہیں ؎

عَبَارَاتُهَا شَتّٰی وَحُسْنُكَ وَاحِدٌ ۔ وَكُلٌّ اِلٰی ذَاكَ الْجَمَالِ يُشِيْرُ

یعنی ہمارے بیانات جن سے ہم تیرے حُسن کی تعریف کرتے ہیں مختلف پیرائوں میں ہیں مگر سب کی سب ایک ہی کی طرف اشارہ کرنے والی ہیں

اس مقام میں ان سب تفسیروں کو جنمیں وہ دو تفسیریں بھی داخل ہیں جن کی ہم نے بیان کر کے ہم ثابت کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی ذات پر اس چراغ والی مثال پر وہ سب تفسیریں بلا مزاحمت صادق آتی ہیں پس واضح ہو کہ اس آیت میں لفظ نور کا اطلاق دو جگہ ہوا ہے۔ ایک جگہ تو ذات خدا تعالیٰ پر ہوا ہے جہاں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کا نور ہے دوسری جگہ اس چیز پر جو خدا کی طرف مضاف ہے۔ اور اس سے مغائر نہ عین ذات خدا تعالیٰ جیسے کہا جاتا ہے غلام زید کا۔ تو غلام کو کوئی شخص عین ذات زید نہیں سمجھتا۔ پہلے لفظ کی تفسیر میں جس کا اطلاق خدا تعالیٰ کی ذات پر ہوا ہے مفسرین کے چار اقوال ہیں جو تفسیر بیضاوی اور تفسیر کبیر اور تفسیر امام غزالی اور تفسیر معالم اور تفسیر حسینی وغیرہ میں بیان ہوئے ہیں۔ قول اوّل ہی جو ان حضرات نے امام غزالی و تفسیر حسینی سے رد و مخلص قول سمجھکر نقل کئے ہیں اور درحقیقت وہ ایک قول ہی کہ خدا تعالیٰ بذات خود موجود اور ظاہر ہے۔ اور اپنے سوا سب چیزوں کا موجد اور ظاہر کرنیوالا ہے نور بذات خود ظاہر ہوتا ہے۔ اور دوسری چیز کو ظاہر کرنیوالا ہوتا ہے ظہور کا اصل وجود ہے جیسا کہ خفا کا اصل عدم ہے اور چونکہ خدا تعالیٰ بذات خود موجود ہے اور دوسری اشیاء کو عدم سے وجود میں لانیوالا ہے اس لئے اسپر اس معنی سے نور کا اطلاق ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ کا نام ظاہر بھی ہے اور باطن نیز خدا تعالیٰ کا ظاہر ہونا بنظر اسکے آثار و افعال کے ہے جو غیر موجود مخلوقات شاہد ہے۔ و معہذا وہ بنظر کنہ و حقیقت باطن ہے جسکو کوئی مخلوق جسمانی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا۔ لا تدرکہ الابصار و ھو یدرک الابصار و ھو اللطیف الخبیر مخلوق کی جسمانی آنکھیں اسکو نہیں پاتیں وہ سب کی نکھوں اور انکی سب حرکات کو دیکھتا ہے وہ باریک بین اور خبردار ہے۔ دوسرا قول یہ کہ وہ ہادی ہے۔ آسمانوں اور زمین میں جسقدر ہدایات ظاہری باطنی اور ادراکات جزئیہ کلیہ حسیہ عقلیہ پائی جاتی ہیں وہ سب کی سب ابتدا بلا واسطہ اور وحی و ملائکہ انبیاء کی بعد بالواسطہ خدا تعالیٰ کے فیض سے ہیں لہذا اسی

معنی کر اسکا نور ہونا ہی صحیح ہے۔ اور یہ ایسا ہے جیسا کہ حاکم عادل کو عدل اور ایک رحیم کو رحم کہنا جاتا ہے۔ تیسرا قول یہ کہ وہ آسمانوں اور زمینوں کا اور جو کچھ انمیں ہی ناظم و مدبر ہے اس معنی سے شہر کے حاکم و رئیس کو نور کہتے ہیں۔ چنانچہ جریر شاعر مشہور نے اپنے ممدوح کو کہا ہے ؎

أَنْتَ لَنَا نُورٌ وَغَيْثٌ وَعِصْمَةٌ

یعنی تو ہمارے لئے نور ہے اور باران رحمت اور عصمت ہے ایک اور شاعر اپنی ممدوح کی تعریف کہتا ہے ؎

إِذَا صَارَ عَبْدُ اللهِ مِنْ مَرْوَ لَيْلَةً * فَقَدْ سَارَ مِنْهَا نُورُهَا وَجَمَالُهَا

از انجا کہ آسمان اور زمین کا سارا انتظام و تدبیر خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے لہذا اس معنی سے ہی اسپر اطلاق نور صحیح ہوا۔ چوتھا قول یہ کہ وہ آسمان و زمین کو ظاہری و باطنی انوار سے منور کرنیوالا ہے آسمان میں سورج چاند۔ ستارہ وغیرہ پیدا کرکے۔ اور زمین کو انبیاء اور صالح علماء و عقلا کے وجود سے اُسنے منور کیا ہے۔ ان چار اقوال کو جو لفظ نور کی تفسیر میں وارد ہیں انصاف اور غور سے ملاحظہ کرنیوالا یقین کریگا۔ کہ انمیں باہم کوئی مخالفت نہیں جس معنی (موجد یا ہادی یا مدبر یا منور) سے خدا تعالیٰ پر نور کا لفظ بولا جاوے۔ اسی معنی سے اسکا نور ہونا صحیح ہے۔ اب رہا وہ نور جسکو خدا تعالیٰ کیطرف مضاف کیا ہے اور اسکو چراغ والے نور کی مثل قرار دیا ہے۔ اور اس سے ذات خدا تعالیٰ ہرگز مراد نہیں ہو سکتی ہے بلکہ کوئی اور چیز مراد ہے جو اس محدود نور سے جو چراغ میں ہے مشابہت رکھتی ہے اس میں بھی مفسرین کے متعدد اقوال ہیں جو آپسمیں سب کے سب متفق ہو سکتے ہیں اور ایک دوسرے کا مخالف نہیں وہ اقوال اکثر تفاسیر (تفسیر کبیر تفسیر معالم تفسیر بیضاوی و تفسیر حسینی وغیرہ) میں منقول ہیں مگر چونکہ حضرات عیسائیوں نے اپنے مضمون میں تفسیر حسینی کا حوالہ دیکر اس مثال قرآنی سے حضرت مسیح کا بیٹا ہونا اور خدا تعالیٰ کا باپ ہونا مدعا قرآن قرار دیا ہے۔ لہذا ہم اسی تفسیر سے وہ اقوال نقل کرکے ناظرین پر ظاہر کرتے ہیں۔ کہ تفسیر حسینی میں جو متعدد اقوال دوسرے نور کی تفسیر میں نقل کئے ہیں وہ سب باہم متفق ہیں اور از انجملہ کسی قول میں خدا کو باپ اور مسیح کو بیٹا نہیں کہا گیا یہ عیسائیوں کا قرآن پر اور تفسیر پر محض افترا اور دروغ بے فروغ ہے اور کذب ہے تفسیر حسینی میں کہا ہے کہ اس آیتہ

وگفته اند آں نور نور معرفت اسرار الٰہی ست
یعنی چراغ معرفت از زجاجه دل عارف و
مشکوٰة سینه او افروخته است از بابرکت زیتونه
تلقین شجرهٔ وجود مبارک محمدی که نه شرقی
ست و نه غربی بلکه مکی ست و مکه ناف
عالم ست و از فرا گرفتن عارف آں اسرار
را از تعلیم سید ابرار سر نور علیٰ نور معلوم تواں
کرد قول آنست که آں نور قرآن ست
و قلب مومن زجاجه و زبان او مشکوٰة و
قرآن مصباح و شجرهٔ وجود حق تعالیٰ که نه
مخلوق ست و نه بمخلوق نزدیک ست
که هنوز قرآن ناخوانده دلائل و حجج او بر همگناں
واضح شود پس چوں قرأت بداں کند نور علیٰ نور
شود در روح الارواح آورده که آں نور محمدی است
مشکوٰة آدم باشد و زجاجه نوح و زیتونه ابراهیم
که نه یهودیست مائل ست چه یهود غرب را قبله
ساخته اند و نه نصرانیت چه نصاریٰ روی
بمشرق آورده اند مصباح پیغمبر علیه السلام یا مشکوٰة
ابراهیم ست و زجاجه اسمٰعیل و مصباح حضرت
رسالت پناه علیه السلام و شجره شجره نبوت که نه
کذب ست و نه هزل یا مشکوٰة مشروحه

میں نور سے مراد معرفت اسرار الٰہی ہے یعنی
چراغ معرفت اور شیشہ سے مراد عارف کا دل اور
طاق سے مراد اسکا سینہ وہ چراغ اس بابرکت زیتون
سے روشن ہوا ہے جس سے تلقین وجود مبارک حضرت
محمد صلعم مراد ہے جو نہ شرقی تھی نہ غربی بلکہ مکی
تھی۔ اور مکہ عالم کی ناف ہے ان اسرار کو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب سمجھنے سے عارف کے
دل پر نور علیٰ نور کا بھید ظاہر ہو جاتا ہے۔
(۲) نور سے اور چراغ قرآن مراد ہے اور مومن کا
دل شیشہ ہے اسکی زبان طاق ہے اور شجرہ زیتون
سے مراد وجود حق تعالیٰ ہے جو نہ مخلوق ہے
نہ مخلوق کے سامنے انکی نظر میں ہے جسکے دلائل
عقلی و آثار مومن پر قرآن پڑھنے سے پہلے
واضح ہوتے ہیں۔ اور جب وہ قرآن پڑھ لیتا ہے
تو وہ اور بھی کھلتے ہیں اور نور علیٰ نور ہو جاتا ہے
(۳) نور چراغ سے مراد محمد صلعم ہیں مشکوٰۃ سے مراد
آدم علیہ السلام شیشہ سے مراد حضرت نوح ع
زیتون سے مراد حضرت ابراہیم ع جو نہ یہودی تھے جو
مغرب کو قبلہ بنائے ہوئے تھے۔ نہ نصرانی
جو شرق کیطرف منہ کرتے تھے۔
(۴) یا طاق سے مراد حضرت ابراہیم ہیں شیشہ سے

مطابق صرف اس پر مسح کر لینا کافی ہے۔

پھر یہ تجویز بتا کر کہ پاؤں یا بوٹ پر مسح کر لیا کریں کہا ہے کہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ نماز کو کسی نہ کسی طرح پڑھ لینا چاہیئے۔ نماز کا ادا کرنا جیسا کہ اس کا حق ہے۔ ان لوگوں کا کام ہے جو نماز سے زیادہ کسی چیز کو مزیدار نہیں سمجھتے۔ مگر ہم لوگوں کو ضرور ہے سٹرپٹر جس طرح ہو سکے ڈوٹکریں لگا لیں"!

اس آرٹیکل میں جو انگریزی تعلیم یافتہ مسلمانوں کے لیڈر نے اُن کو نصیحت کی ہے اور بجائے پانچ وقت ..... نماز پڑھ لینے کی انکو اجازت تین وقت کی دیدی ہے۔ پاؤں دھونے کی جگہ پاؤں پر مسح کرنے کی اجازت دی ہے۔ بجائے حضور و پوری توجہ کے سٹرپٹر ڈوٹکروں ہی سے سہی یہ باوجودیکہ اصل ہدایت آیات منقولہ بالا کے برخلاف بھی ہے ان میں کچھ کارگر و مؤثر نہیں ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے۔ جبکہ ان کو صاف اور کھلے طور پر یہ تعلیم دے رکھی ہے کہ کسی حکم مذہب سے انکار بھی کفر نہیں ہے تو اس سے انہوں نے یقیناً سمجھ لیا ہے کہ نماز وغیرہ احکام کی پابندی ایمان اسلام اور ایمان میں پاس ہونیکے لئے کمپلسری (لازمی) شرط نہیں ہے بلکہ یہ اوپشنل (اختیاری) مضمون ہے جسمیں فیل ہونے سے بھی مسلمان پاس ہو جاتا ہے اور وہ ناجی مسلم کہلاتا ہے تو پھر انکو ان بکھیڑوں کی کہ پانچ وقت یہی تین وقت ہی ہاتھ منہ دھوئیں اور بیچ کر سیاں چھوڑ کر سر زمین پر رکھ کر ڈوٹکریں لگا لیں کیا ضرورت باقی رہتی ہے کہ وہ ذاتی اور قومی دنیاوی کام (وکالت تجارت حکومت) انگریزی یا دکرنے میں سٹڈی (محنت) چھوڑ کر اس غیر ضروری فعل میں اپنے قیمتی اوقات کو خراب کریں۔

وہ آزادی کے خیال میں مجبور و مخمور ہو چکے ہیں تو پھر انکو کسی قید سے

آنحضرت علیہ السلام و زجاجہ دل صافی مظہر او و مصباح علم کامل او و شجرہ خلق شامل بود۔ کہ نہ در جانب غلو و افراط ست و نہ در جانب تقصیر و تفریط بلکہ بطریق اولیٰ اعتدال کہ خیر الامور اوسطہا۔ و صراط سوی عبارت از آنست و در عین المعانی فرمودہ۔ کہ نور محبت حبیب یا نور خلت خلیل نور علیٰ نور ست ؎

پدر نور و پسر نور یست مشہور
ازینجا فہم کن نور علیٰ نور

(تفسیر حسینی)

مراد حضرت اسمٰعیل اور چراغ سے مراد حضرت محمد صلعم اور شجرۂ زیتون سے مراد آنحضرت صلعم کا سینہ ہے جو فراخ کیا گیا۔ اور شیشہ سے مراد آپ کا دل مصفیٰ اور چراغ سے مراد آپکا علم کامل اور زیتون سے مراد آپکا حلم وسیع جسمیں نہ غلو و زیادتی ہے نہ تقصیر و کمی بلکہ کمال اعتدال مصداق خیر الامور اوسطہا (۶) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نور محبت حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے نور خلت سے بلکہ نور علیٰ نور کا مصداق ہے۔ جس پر یہ بیت صادق آتا ہے ؎ پدر نور و پسر نور یست مشہور ازینجا فہم کن نور علیٰ نور (حضرت ابراہیم حضرت محمد)

اس نور تمثیل والے میں جسقدر اقوال بیان ہوئے ہیں وہ سب باہم متفق ہیں اور ہر ایک معنی نور کے اس مثل میں مراد خداوندی ہو سکتے ہیں اس بیان تفسیر حسینی سے جیسا کہ فقرہ دوم مضمون میں ان حضرت کا افترا ہونا ثابت ہوتا ہے ویسا ہی انکے فقرہ پنجم کا محض دروغ ہونا اور اسمیں قرآن اور مؤلف تفسیر حسینی پر افترا کرنا ثابت ہوتا ہے جس کا مفصل بیان آئندہ ہوگا۔

فقرہ چہارم میں قرآن پر یہ افترا کیا ہے کہ اسکی مثال میں تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث موجود ہے۔ اور پھر اسکی تفصیل چراغ کے نور کے تین حصوں سے کی ہے۔ اہل عقل و انصاف ادنیٰ توجہ سے بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اس تثلیث کا قرآن کی مثال میں نام و نشان و اشارہ تک پایا نہیں جاتا۔ ان ہی حضرات نے خود اس کو گھڑا ہے اور قرآن پر تھوپ دیا۔

اور اگر یہ خیال ہو کہ واقعہ میں اس نور کے جو چمنی میں ہے تین حصے ہو سکتے ہیں اور جب قرآن نے اس مثال میں اپنے نور کو بیان کیا۔ تو گویا ان تین حصص واقعیہ کے وجود کو مان لیا تو اس کا ابطال

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

یہ ہے کہ مثل بفتح میم یا مثال میں ایک تشبیہ ہوتی ہے اور تشبیہ صرف بعض اوصاف میں ہوتی ہے۔
نہ جملہ صفات و حالات واقعیہ میں۔ شیر خان نامی انسان میں جسکو تشبیہاً شیر کہا جاتا ہے
دم کا نہونا ان حضرات نے فقرہ ششم میں خود مان لیا ہے۔ لہذا ضروری نہیں کہ جو حصص واقعہ چمنی کے نور
کے ہو سکتے ہیں۔ وہ قرآن کی مراد یا مسلمہ ہوں یہ بات ہم پہلے جتا چکے ہیں کہ اس آیت
میں خدا تعالیٰ نے اپنی ذات کی جو نور ہے اور بذات خود قائم ہے چمنی والے نور سے تشبیہ
نہیں دی بلکہ اس نور کی جو اسکے خواص بندوں (آنحضرت صلعم یا اور مومن عارف انبیاء و صلحا)
میں پایا جاتا ہے۔ اور وہ اسکا عطیہ ہے اور اسکا ظل ہے۔ تشبیہ دی ہے لہذا جو حالات اس مثال میں
پائے جاتے ہیں وہ واقعی بھی ہوں تو ذات خدا تعالیٰ کیطرف رجوع نہیں کر سکتے۔ بلکہ وہ اگر مراد
خداوندی ہونگے تو اس نور کیطرف رجوع کرینگے جس نور کو اس چمنی کے نور سے تشبیہ دیگئی ہے
مگر اس فرق و بیان کو سمجھنے کیلئے عیسائی عقل و فہم کافی نہیں مشکوٰۃ نبوت محمدیہ کے چراغ
سے نور کا فائض ہونا اسکے فہم کیلئے لازمی شرط ہے۔ اور علوم شرقی منطق ذہنی اور علم
معانی میں کافی نظر ہونا ضروری ہے انکی فہمائش کیلئے ہمارا وہی سابق قول کافی ہے
کہ جو تثلیث تمنے گھڑی ہے مثال قرآنی میں اس کا ذکر و بیان نہیں ہے اور نہ وہ مراد خداوندی
ہو سکتی ہے۔ تم سچے ہو تو بتاؤ کہ اس مثال کے کس لفظ سے تمنے یہ تثلیث نکالی ہے؟
پانچویں فقرہ میں ایک تو انکا افترا قرآن مجید پر ہے۔ کہ اسکی مثال سے ثابت ہوتا ہے
کہ اس نور میں تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث موجود ہے اور اسکا افترا ہونا ظاہر
ہے مثال مذکور میں باپ بیٹے روح القدس کا ذکر یا بیان یا اشارہ تک پایا نہیں جاتا ہے جس کا
بیان اظہار افترا فقرہ چہارم میں گذرا۔ دوسرا افترا مولف تفسیر حسینی پر کہ جو اسنے شعر مذکور فقرہ
پنجم میں خدا کا باپ ہونا اور مسیح کا بیٹا ہونا مان کر انکو نور علیٰ نور کہا ہے اسکا افترا ہونا
ناظرین اصل عبارت تفسیر حسینی پر جو منقول ہوئی مخفی نہ رہیگا۔ اس عبارت میں خدا تعالیٰ کو
باپ اور مسیح کو اسکا بیٹا قرار دیکر نور علیٰ نور نہیں کہا۔ بلکہ ابراہیم کو باپ اور حضرت محمد رسول اللہ کو

ان کا بیٹا سمجھکر نور علی نور کہا ہے تیسرا افترا خدا تعالیٰ پر یہ کہ وہ مسیح کا باپ ہے چوتھا افترا خدا تعالیٰ پر یہ کہ مسیح اسکا بیٹا اور اس سے مولود ہے پانچواں افترا خدا تعالیٰ پر یہ کہ روح القدس اس سے صادر ہے اور معہذا وہ روح خدا ہے یا خدا کے برابر نہ اس سے چھوٹا نہ بڑا نہ پہلے نہ پیچھے بلکہ خدائی کمیٹی میں تین ممبروں سے ایک تیسرا ممبر "وَن آف تھری ایکل گاڈز"۔ ان آخری تین افتراؤں کا افترا ہونا ان تینوں کے مفہوم سے ثابت ہوتا ہے ؎

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

اور عقل جسکے سبب انسان مکلف بایمان ہے۔ اسپر گواہ ہے باپ اور بیٹے میں تقابل تضایف پایا جاتا ہے ایسا ہی صادر میں اور محل صدور میں جو فاعل ہے۔ تقابل ہے۔ لہذا بحکم عقل ممکن نہیں بلکہ محال ہے۔ کہ دو متقابل ایک شئی ہو جیسا کہ ناممکن محال ہے کہ عدد زوج بھی ہو اور فرد بھی ہو اعتقاد تثلیث کی تاریکی سے عیسائیوں کو جو معتقد تثلیث ہیں عقل میں فتور آگیا ہے لہذا وہ ایسی اجلی اور بدیہی بات کو سمجھ نہیں سکتے جسکو معمولی عقل کے منطق دان سمجھ سکتے ہیں چھٹا افترا انجیل پر کہ تثلیث کا عقیدہ (جو اننا نیسس کا عقیدہ کہلاتا چلا آتا ہے) انجیلی تعلیم ہے۔ اور اسپر انجیل شریف کی تعلیم سے روشنی پڑتی ہے اس افترا کے ثبوت کیلئے محمدیوں کو از خود لکھنے کی کچھ حاجت و ضرورت نہیں۔ بلکہ بحکم کفی اللہ المؤمنین القتال یعنی خدا تعالیٰ مومنین کی طرف سے لڑائی کو خود کافی ہو گیا ہے۔ خود بعض فرقہ عیسائیوں یونی ٹیرین (موحدین عیسائیوں) سے اس دعویٰ کا افترا ہونا تاریخی شہادت اور انجیلوں کے بیان سے ثابت کر دیا ہوا ہے۔ اس مقام میں ان ہی کی عبارات کا نقل کر دینا کافی ہے۔ اس بیان کے ذمہ وار وہی ہیں۔

ڈاکٹر احمد شاہ جو بظاہر مؤلف امہات المومنین ہیں اپنی کتاب ماخذ التثلیث میں پہلے یہ بیان کر کے کہ عقیدہ تثلیث رومی اور ہندوستانی و تبتی وغیرہ بت پرست قوموں سے اخذ کیا گیا ہے اور اسپر بڑے بڑے مشہور عیسائی مصنفوں کے اقوال و عبارات بطور

شہادت پیش کر کے صفحہ ۲۰ میں لکھتے ہیں (۱) یہاں پر مختصر تواریخ توحیدی عیسویت کے غیر مروج اور تثلیثی عیسویت کے مروج ہو جانیکی عرض کی جاتی ہے مسٹر اکبر مسیح کے رسالہ تنقیح تائید التنقیح سے ثابت ہو گیا۔ کہ تثلیث کو عیسائیوں کے صحف ایمانیہ یعنی انجیل جلیل سے کوئی مدد نہیں ملتی۔ اور اس سوال کا جواب کہ یہ مسئلہ تثلیث عیسائیوں میں کہاں سے آگیا اس مختصر ترجمہ سے دیا گیا۔ ان دونوں امروں کی مناسبت زمانہ مابین کی تاریخ بخوبی دکھلاتی ہے۔

عیسائیوں کے درمیان فی الحال ۴ عقائد مروج ہیں تین تو پراٹسٹنٹ و رومن کیتھلک دونوں کے متفق علیہ ہیں چوتھا صرف رومن کلیسیا کا عقیدہ ہے جس میں پراٹسٹنٹ لوگوں کی تعلیم سے خاص طور پر مخالفت کی گئی ہے ان چاروں کی (عقیدوں) کی نسبت میں رومن کیتھلک لوگوں کی مستند کتاب Manual of Christian Doctrine (مینول آف کرسچن ڈاکٹرائن) حصہ اول باب ہفتم سے نقل کرتا ہوں۔

(۱) سب سے پرانا خلاصہ تعلیمات کلیسیا سے جامع وہ ہے جو رسولوں کے عقیدہ کے نام سے مشہور ہے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ رسولوں نے انجیل کی منادی کیواسطے دنیا کے مختلف حصوں میں جدا ہو کر جانیکے قبل اس عقیدہ کو تصنیف کیا۔ جو انکے نام سے معروف ہوا۔ اسطور سے مومنین کی تعلیم میں آسانی ہوئی۔ ایمان کی تمام جہان میں یکسانی بہت فصاحت سے ظاہر ہوئی۔ ہمارے خداوند کے شاگرد اسی ایمان کے اظہار سے بیدینوں پر ممتاز ہوئے۔ اور سادہ و نادان لوگوں کا ایمان بھی خالص ہو کر محفوظ رہا بعضوں کا گمان ہے کہ مقدس پولوس تمطاؤس کو تاکید کرنے میں اسی رسولی عقیدہ کیطرف اشارہ کرتے ہیں "اُن صحیح باتوں کو جو تو نے مجھ سے سُنیں ایمان اور محبت کے ساتھ جو یسوع مسیح میں ہے نمونہ بنا رکھ ۲ تمط ۱/۱۳ اور مقدس ایرینس جسکا استاد مقدس پولیکارپ مقدس یوحنا کا شاگرد تھا۔ اس رسولوں کے عقیدے کی نسبت یوں فرماتا ہے کہ "کلیسیا نے جو تمام روئے زمین پر پھیلی ہوئی ہے اس ایمان کو جو ایک خدائے قادر مطلق باپ پر الخ ہے رسولوں سے اور انکے شاگردوں سے پایا ہے۔

جب بدعتیں پیدا ہوگئیں جو گورسولی عقیدے کے الفاظ کو قبول کرتے تھے ہم اسکی ایمانی صداقتوں سے منکر تھے تو ضرور ہوا کہ کوئی خلاصہ تعلیمات کلیسیا مرتب کیا جائے جو صاف اور غیر مشتبہ زبان کیساتھ ان عقائد پر مشتمل ہو جو متنازعہ ہوگئی تھی پس جب ایریس اپنی بدعت پھیلانا شروع کی اور مسیح کی خدائی کا انکار کیا۔ تو ۳۲۵ء میں ایک کونسل عام بمقام نائیس منعقد ہوئی جسمیں ایریس ملزم ٹھیرایا گیا اور وہ عقیدہ تصنیف ہوا جو اسوقت سے عقیدہ نائیس کہلاتا ہے۔

بعد اس کے کہ یسوع مسیح کی الوہیت اور اسکے باپ کیساتھ ہمذات ہونیکا مسئلہ کونسل نائیس میں طے ہوگیا۔ ایک دوسری کونسل عام ۳۸۱ء قسطنطنیہ اس غرض سے منعقد ہوئی۔ کہ روح القدس کی الوہیت سے ڈومیوں اور یونومیوں کی بدعت کو خلاف قرار دے۔ اس کونسل میں چند توضیحی الفاظ عقیدہ نائیس میں داخل کئے گئے۔ اور بعد ان الفاظ کے "میں اعتقاد رکھتا ہوں روح پر" یہ اضافہ ہوا۔ "جو خداوند اور زندگی کا بخشنے والا ہے جو باپ سے نکلتا ہے" یہ الفاظ جو اس موقعہ پر کئے گئے عقیدہ نائس مصلحات کے بعض اوقات عقیدہ قسطنطنیہ کہلاتا ہے۔ بالآخر انہوں نے جو نے جنکی بدولت یہ الحاق و تشریح ضروری سمجھی گئی کلیسیا کو چند مزید الحاقات کرنے پر راغب کیا جنمیں سے بہت اہم وہ ہے جو روح القدس کو باپ اور بیٹے سے تسخر ج ہونیکی بابت ہے۔

۳۔ عقیدہ اتھانا سیس ایک دوسرا خلاصہ ایمان ہے جسکو عالمگیر کلیسیا نے قبول کرلیا ہے۔ مستند عالم آلبن ٹیلر کی رائے ہے کہ وہ پانچویں صدی میں زبان لاطینی میں تالیف ہوا۔

۴۔ ان بڑے ایمان کے خلاصوں میں جو تمام کلیسیا میں عام طور سے جاری ہیں سب سے پچھلا وہ ہے جو عقیدہ پوپ پائس چہارم کے نام سے مشہور ہے۔ یہ عقیدہ فوراً کونسل ٹرینٹ کے بعد میں مرتب ہوا جسمیں لفظ بلفظ عقائد نائس و قسطنطنیہ کا اعادہ ہوا ہے اور جسکی بعد ان خاص خاص مسائل ایمانی کی تفصیل آئی جنکی مقدس کونسل ٹرینٹ نے مصلحین کے اغلاط کی رد میں تشریح کی۔

پس کلیسیا کا ایمان ہمیشہ واحد اور یکساں ہے خواہ اسکا اظہار مختصر خلاصہ رسولی عقیدہ سے کیا جاوے خواہ زیادہ کامل اور واضح عقیدہ پوپ پائس سے کیا جاوے۔" مگر ہم دکھلاتے ہیں یہ عقیدہ نہ واحد ہیں۔ اور نہ یکساں انمیں مناسبت مجمل و مفصل کی نہیں ہے۔ بلکہ بالبدایت ایک دوسرے کے مبطل ہیں چنانچہ پہلا عقیدہ اپنی اصل میں ان سب عقیدوں سے قدیم ترین ہے۔ یہ عقیدہ رسولی کہلاتا ہے کیونکہ رسولی زمانہ کے عقائد پر شاہد ہے اسکا بنانیوالا کوئی ایک شخص نہیں نہ کوئی خاص زمانہ اسکی تصنیف کا تعین کیا جاتا ہے رسولی زمانہ سے یہ چلا آیا۔ اور رسولی کہلایا۔ اور ہمیشہ بطور انجیلی ایمان کے نو مریدوں کیواسطے متصور ہوا یہ توحیدی ایمان پر بہت بڑا اور قدیم ترین شاہد ہے اور ہماری طرح پکارتا ہے "میں اعتقاد رکھتا ہوں خدائے قادر مطلق باپ پر جو آسمان و زمین کا پیدا کرنیوالا ہے"۔ نہ اس میں تثلیث ہے نہ اسمیں تثنیہ نہ اسمیں مسیح کی الوہیت ہے۔ نہ روح القدس کی الوہیت یا شخصیت جب لوگ انجیل سے بہکے اور "خدا قادر مطلق باپ" کی الوہیت سے راضی نہوئے۔ تو انہوں نے اس عقیدہ حقہ کو اپنے ایمان کیلئے کافی نہ سمجھا۔ اور وحدت سے تثنیہ کیطرف رجوع ہوئے۔ کونسل نائیس ۳۲۵ء میں منعقد ہوئی۔ اسمیں پہلا حصہ اس عقیدہ کا مرتب ہوا جو اس کونسل سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اسمیں نہ خالص وحدت ہے نہ خالص تثلیث بلکہ دو خداؤں کی تعلیم ہے ایک بڑا بزرگ خدا جسکو ایک خدا قادر مطلق باپ آسمان و زمین اور سب دیدنی و نادیدنی چیزوں کا بنانیوالا کہا دوسرا چھوٹا خدا جسکو ایک خداوند جو خدا سے خدا سچے خدا سے سچا خدا مصنوع نہیں بلکہ "مولود کہا"۔ "خدا سے خدا" یعنی خدا میں سے خدا نکلا۔ اسلئے اس کو مصنوع نہیں بلکہ "مولود" کہا بہرکیف یہ ایک خدا قادر مطلق باپ سے کمتر ہے اور یہ دو مختلف درجوں کے خداؤں کی تعلیم ہے۔ ایک خدا مقدم دوسرا خدا مؤخر ایک خدا بالذات دوسرا خدا "خدا سے خدا"۔ اخیر فقرہ اس عقیدہ کا صرف یہ تھا۔ "میں روح القدس پر اعتقاد رکھتا ہوں"۔ جس میں نہ تو روح القدس کی الوہیت اور نہ اسکی شخصیت تسلیم کیگئی۔ اب دیکھو ۴۰۰ برس ختم ہونیکو آتے ہیں مگر تثلیث گر ابھی اپنی تثلیث کی تصویر پوری نہیں بنا چکے جب اس نوبت تک پہنچی تو

تو اور بڑھی کونسل نائس میں روح القدس کا مسئلہ طے نہ ہو سکا کیونکہ جیسا ترجمہ میں دکھلایا گیا مصر والے بجائے روح القدس کے کنواری مریم کو لانا چاہتے تھے پس ۵۰ برس کی غور و فکر کے بعد روح القدس کا مسئلہ بھی داخل کیا گیا ۳۸۱ء میں دوسری کونسل قسطنطنیہ میں منعقد ہوئی اسمیں روح القدس کو خدا خداوند اور زندگی کا بخشنے والا کہہ کے اسکی الوہیت و شخصیت کو قبول کر لیا مگر اب بھی تثلیث پوری نہیں بنی اس عقیدے میں روح القدس کی بابت یوں آیا تھا "جو باپ اور بیٹے سے نکلتا ہے" اسکی بھی مرمت فرض تھی چنانچہ ۴۴۷ء میں ملک اسپین میں دوسری کونسل نے اس حملہ کو یوں گڑھا۔ جو باپ اور بیٹے سے نکلتا ہے" مگر تثلیث اب بھی پوری نہ ہوئی۔ کیونکہ عقائد نائس باوجود ان سب ترمیموں کے ایک خدا پر جو قادر مطلق باپ ہے" اعتقاد رکھتا ہے اور یسوع و مسیح کو اور نیز روح القدس کو صرف "خداوند" کہتا ہے۔ گو ایک کو باپ سے مولود اور دوسرے کو باپ بیٹے سے مستخرج اور یوں تثلیث کا عقیدہ ناقص اور غیر کامل رہا جاتا تھا پس آٹھویں صدی عیسویں میں اصلی تثلیث کا عقیدہ یہ کہتا ہوا کسی سرزمین انجیلی سے برآمد ہوا "عقیدہ جامع یہ ہے کہ ہم تثلیث میں واحد خدا کی اور توحید میں تثلیث کی پرستش کریں" باپ بیٹے اور روح القدس کی الوہیت ایک ہی ہے جلال برابر عظمت ازلی یکساں جیسا باپ ہے ویسا ہی بیٹا ویسا ہی روح القدس ہے" باپ خدا بیٹا خدا اور روح القدس خدا تسپر بھی تین خدا نہیں بلکہ ایک خدا" مابعد کے تمام عقائد اسی کے مقروض ہیں اسپر اضافہ ہوتا گیا۔ مگر اسمیں کمی نہیں کی گئی پس پہلی تین صدیوں میں جملہ عقائد "ایک خدا سے قادر مطلق باپ پر جو آسمان و زمین کا پیدا کرنیوالا ہے" ہمزبان انجیل کے ایمان رکھواتے تھے اور توحید خالص کیطرف دعوت کرتے تھے۔ چوتھی صدی کے اوائل میں بجائے خالص وحدت کے ناقص وحدت مروج ہوئی "جو ایک خدائے قادر مطلق باپ سے" ایک خداوند" کے مولود ہونیکی قائل ہوئے۔ اور اس مولود کو دوسرے درجہ کا خدا مانا۔ چوتھی صدی کے اواخر ایک تیسرا خدا وضع کیا گیا جسکی شخصیت کی خبر اب تک کسی کو نہ تھی۔ اور جو دوسرے کا ہمسر ہوا مگر نہ مولود ہو کر۔ بلکہ

مستخرج ہو کر پانچویں صدی کے نصف تک اس تیسرے شخص کو تیسرا درجہ دیا گیا۔ اور اسکو پہلے اور دوسرے دونوں سے مستخرج مانا۔ پھر آٹھویں صدی میں پوری تثلیث تین ہمسر برابر شخصوں کی وضع ہوئی جو آجتک کم و بیش رائج ہے۔

مگر یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اس تثلیث کے بارہ میں تثلیثی ہم ایمان ہیں۔ ہرگز نہیں نہ لفظاً نہ معناً۔ معناً تو اختلاف اس وجہ سے ہے کہ ہر تثلیثی اپنے ذہن میں ایک نرالی تثلیث سمجھے ہوئے ہے۔ لفظاً ایک بڑا فرق یہ ہے کہ یونانی کلیسیا جسکو مشرقی کلیسیا بھی کہتے ہیں روح القدس اقنوم ثالث کو صرف اقنوم اول سے مستخرج مانتے اور اسکے اقنوم ثانی سے مستخرج ہونیکی منکر ہے۔ مگر مغربی کلیسیائیں اسکو اقنوم اول و ثانی دونوں سے مستخرج مانتی ہیں۔ یہ عظیم اختلاف ہے اور اسی پایہ کا ہے۔ کہ کوئی اقنوم ثانی کو بجائے صرف باپ کی روح القدس سے بھی مولود سمجھے یا باپ کو بیٹے سے مولود یا بیٹے اور روح القدس سے مستخرج سمجھے پس مشرقیوں کی تثلیث اور مغربیوں کی اور دوسری صدی کی نسبت تثلیثی مورخ موشیایم کا یادگار یہ قول ہے کہ "عیسائی مذہب نے اسوقت تک اپنی اصلی حسن و سادگی کو بچا رکھا تھا۔ اور اسکے چند مختصر عقائد تھے۔ اور دین کے معلم سوائے اُن تعلیمات کے جو رسولوں کے عقیدے میں سکھائی گئیں کوئی اور تعلیم علانیہ نہ سکھاتے تھے" (دوسری صدی حصہ دوم)

یہ ماخذ التثلیث کا ایک تاریخ ولادت تثلیث کے متعلق بیان ہے جس سے صاف ثابت ہے کہ عقیدہ اتھانیسیس انجیلی عقیدہ نہیں ہے۔ اور نہ یہ انجیلی تعلیم ہے۔ بلکہ عیسائی مذہب میں پانچویں صدی میں ایک بدعت پیدا ہوئی ہے۔ انجیلی تعلیم اس عقیدہ بدعی کے برخلاف خدا تعالےٰ کی توحید کا اعتقاد ہے۔ چنانچہ مسٹر اکبر مسیح توحیدی عیسائی نے بیان کیا ہے۔

مسٹر اکبر مسیح رسالہ تنقیح الوہیت مسیح تثلیث کے صفحہ ۱۵۲ میں۔ لکھتے ہیں۔

باب ہشتم خلاصہ شہادت انجیل

(۱) انجیل کی اُن ۱۳۲۶۔ آیات میں جنمیں خدا مذکور آیا ہے ایک آیۃ بھی ایسی نہیں جس میں

کثرت فی الوحدت کا اشارہ ہوا۔ (۲) جن آیات میں باپ کو ایک اور اکیلا خدا کہا ہے وہ شمار میں ۱۷ ہیں۔
(۳) جن آیات میں باپ کو خدا کا لقب مطلقاً باعتبار بزرگی و جلال کے دیا ہے وہ ۳۲۰ ہیں۔
(۴) جن آیات میں باپ کو خدا کہا۔ اور ساتھ ہی اس کے مخصوص القاب و خطاب وصفات کا تذکرہ آیا جس طرح بیٹے کا تذکرہ نہیں آیا۔ وہ ۱۰۵ ہیں۔
(۵) جن آیات میں یہ لکھا ہے کہ تمام دعا و حمد باپ ہی کی خدمت کرنا لازم ہے اور عزت وجلال مطلقاً اسیکو سزاوار ہے۔ وہ ۹۰ ہیں۔
(۶) خداوند مسیح کو ۱۲۰ جگہ بیٹا کہا ہے۔ .....
... ۵۶ جگہ خدا کا بھیجا ہوا۔ ۸۶ جگہ ابن آدم۔ ۷۲ جگہ آدمی۔ ۱۹ جگہ نبی اور بہت جگہ خادم کہا ہے
(۷) خدا باپ کو ۶۸ جگہ یسوع مسیح کا باپ کہا ہے اور ۲ جگہ یسوع مسیح کا خدا کہا ہے۔
(۸) جن آیات میں بیٹے کی نسبت صریحاً یا ضمناً کہا گیا کہ وہ باپ سے کمتر اور اپنی ہستی کے لئے خدا کا محتاج ہے اور تمام اختیارات اُسنے خدا سے حاصل کئے ہیں۔ اور سب کچھ وہ خدا کی مرضی کے مطابق کرتا ہے۔ وہ ۳۰۰ ہیں۔
(۹) جن مقامات میں خدا کی نسبت ایسے مخصوص خطاب استعمال کئے گئے جن میں سے ایک بھی مسیح کے حق میں استعمال نہیں کیا گیا وہ ۴۵۰ ہیں۔

شاید تثلیثی عیسائی ان توحیدی عیسائیونکے جواب میں یہ کہیں۔ کہ یہ لوگ تثلیثی نہیں تو عیسائی بھی نہیں بلکہ بدعتی ہیں۔ انکا قول ہمارے نزدیک لائق التفات نہیں ہے یا یہ کہیں کہ اب یہ لوگ توحیدی نہیں رہے تثلیثی لوگ ہیں۔ اور انکے اعتقاد بدل گئے ہیں چنانچہ مسٹر اکبر مسیح کی نسبت بٹالہ کے ایک عیسائی ڈاکٹر عنایت اللہ نے کہا تھا۔ اس کا **جواب** یہ ہے کہ اگر وہ عیسائی نہیں تو جن لوگوں کے اقوال وہ اپنے بیان کی تائید میں لاتے ہیں وہ تو مسلم عیسائی ہیں۔ اگر انکے اعتقادات اب بدل گئے ہیں تو انکے دلائل اور وہ تاریخیں کتابیں تو نہیں بدلیں۔ لہذا انکے اقوال کی تسلیم یا جواب انکے ذمہ لازم ہے اور جب تک وہ اسکا جواب نہ دیں ان کو یہ ماننا پڑیگا۔ کہ یہ تعلیم انجیلی تعلیم نہیں۔ بلکہ پانچویں صدی کی بدعت ہے۔ اس فقرہ

پہ تجھ میں سات تو اور لیرا۔ افترا و مغالطہ آمیز مکر و خداع یہ ہے جو کہا گیا ہے۔ کہ خدا کی مثل تو در سر نہیں نہیں الخ حالانکہ اس سے پہلے خدا تعالیٰ کو جس نور کی مثال بنا کر اسکے تین حصہ مساوی کئے ہیں جنمیں کوئی چھوٹا بڑا نہ پہلے نہ پیچھے اور یہ عموماً تثلیثی عیسائیوں کا خدا کی نسبت عقیدہ ہے کہ وہ ون آف تھری ایکل گاڈ یعنی تین مساوی درجہ کے خداؤں میں سے ایک خدا اس عقیدہ کے ساتھ یہ کہنا کہ خدا کی مثل در خدا ہی نہیں کذب و مغالطہ و مکر و خداع میں تو اور کیا ہے عیسائیوں کے اعتقاد میں خدا کی تین الگ الگ اشخاص ہونیکی تشریح آئندہ جواب اعتراضات قرآنیہ میں بھی ہوگی۔ عیسائیوں کا یہ کہنا کہ تثلیث ایک بھید ہے۔ اور پھر اسکے تشریح میں از خود کرنا ہی ایک مغالطہ دہی ہے جس چیز کو بھید خدا کا کہا جاتا ہے اسکی تشریح بجز اس خدا تعالیٰ کے جسکا وہ بھید ہو کون کر سکتا ہے عیسائی عقل انصاف سے کام لیکر یا تو تثلیث کو الٰہی بھید کہنا چھوڑ دیں یا اسکی کوئی تشریح از خود نکریں۔ قرآن مجید و توریت و انجیل پر افترا زدائی ان حضرات کا بیان ہو چکا ہے تو اب ہم ان حضرات کے ان تین ترانیوں کا جواب دیتے ہیں۔ جو الوہیت مسیح پر اعتراضات قرآنیہ کے جوابوں پر عمل میں آئی ہے اول مثال مذکور کے متعلق افترا پردازی کے بعد پادری صاحب نے کہا ہے۔ اس چراغ والی مثال کی روشنی کے آگے وہ ساری اعتراضات تاریکی کی طرح دور ہو جاتے جو کہ قرآن کے مصنف نے اللہ شدید کی واحدانیت کا بھید سمجھنے کے سبب مسیح کی الوہیت پر کئے ہیں۔

اعتراض (۱) خدا کا بیٹا کہاں سے ہو۔ اور کیونکر ہو جبکہ اسکی کوئی جورو ہی نہیں (سورہ انعام ۱۲ ع ۱۰۱۔ آیت) **جواب** ضروری نہیں کہ جنی کے لئے مذ والا نر جنی کے ساتھ نکاح پڑھائے پھر اسکے ساتھ جماع کرے تب وہ جنی کے بعد جنی کی موٹائی کے اندر باپ سے الگ ایک بیٹا نہ پیدا ہو۔ **جواب الجواب** جنی کی جوت والا اور اسکی موٹائی کے اندر لالا اور جنی کی باہر والا تینوں حصے مخلوق اور حدوث و لیپ کے بنی کے ساتھ قائم ہیں ایسی حقیقی نور (خدا تعالیٰ) کی جو بذات خود قائم ہے مثل نہیں ہو سکتی۔ اور نہ قرآن نے ان تینوں کو

ہلکی سے ہلکی ہی کیوں نہو مقید کرنا کب انکی توجہ وسماعت کے لائق ہوسکتا ہے۔ کیا وہ اس قید وحکم کے مقابلہ میں یہ شعر پیش نہ کرینگے ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردۂ باز مے گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

چوتھی آیت میں ارشاد ہے۔ جو لوگ سونے اور چاندی کے خزانے جمع کرتے ہیں اور اسمیں سے خدا کی راہ میں (زکوٰۃ مفروضہ) کچھ خرچ نہیں کرتے انکو عذاب دردناک کی خوشخبری سنادے۔ (اسکو خوشخبری کہنا تہکم ہے) جسدن اس سونے چاندی کی (تختیاں بناکر) آگ میں گرم کی جائیں گی پھر اسسے انکی پیشانیوں پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغ دیا جائے گا اور کہا جائے گا یہ وہ خزانہ ہے جو تم اپنے لئے جمع کرتے تھے اب چکھو جو جمع کرتے تھے۔

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون۔ (التوبہ ع ۶)۔

اس حکم ادائے زکوٰۃ کو بھی اکثر انگریزی تعلیم یافتہ مسلمان اوپشنل (غیر لازمی) سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں میں سے (بجز پرانے انگریزی خوانوں کے جو ایم۔ اے و بی۔ اے کی ڈگریاں نہ پائے تھے۔ اور وہ اولڈ (قدیم) اسلام کے پابند تھے جن کو ہم ایک ہاتھ کی انگلیوں پر شمار کرسکتے ہیں) کوئی ایک بھی ایسا نہیں دیکھا اور نہ سنا کہ اپنی آمدنی سالانہ کا حساب کرکے اسکی زکوٰۃ نکالتا ہو۔ ہاں اگر کوئی قومی کام جس میں ان کو اپنی اپنی قوم کی دنیاوی وجاہت وثروت ودولت کی امید ہو پیش آجائے تو انکی قومی حمیت میں جوش پیدا ہوجاتا ہے۔ اور انکی اس ٹوٹی پھوٹی حالت میں بھی ہزارہا بلکہ لکھہا روپیہ جمع ہوجاتا ہے کون نہیں

خدا تعالیٰ کی مثل بتایا ہے عیسائیوں نے قرآن پر افترا کیا ہے۔ کہ جس کو خدا تعالےٰ کی مثل قرار دیا ہے۔

ایک مخلوق و محدود و قائم بغیر کہ خدا تعالیٰ کی (جو مخلوق نہیں بلکہ خالق ہے) محدود نہیں بلکہ لامحدود ہے قایم بغیر نہیں بلکہ بذات خود قایم ہے مثل قرار دینا ان ہی لوگوں کا کام ہے جنکا دل تثلیث کی تاریکی سے سیاہ ہو چکا ہے اور آفتاب توحید ان خفاش سیرت کو نظر نہیں آتا

جب ایک چیز کو دوسری سے مولود کہو گے تو ضروری ہے کہ انہیں شرعی یہی حدتی ہی ہی ازدواج ہو جو عموماً حیوانات و نباتات میں بلا واسطہ یا بواسطہ ہوا اور کھیوں کے وقوع میں آتا ہے پھر ایک کے انشقاق و انفاخ سے دوسرا متولد ہوتا ہے اور جس حالت میں خدا تعالیٰ ان لوازم جسمیہ سے منزہ و پاک ہے۔ لہذا اسکی طرف توالد و مولود نسبت کرنا کمال ظلم اور افترا ہے

اَنّٰی یَکُوْنُ لَہٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَکُنْ لَّہٗ صَاحِبَۃٌ (انعام - ۱۳۶)

اور اسی پر خدا تعالیٰ کی یہ حجت کہ اسکا بیٹا کیونکر ہو اسکی جورو تو ہے ہی نہیں۔ قطعی طور پر قایم ہے۔ مسٹر اکبر مسیح پر افسوس ہے کہ یونی ٹیرین ہو کر انہوں نے قرآن کی اس استدلال کو نہیں سمجھا۔ اور ضمیمہ تنقیح تثلیث الوہیت مسیح میں قرآن پر الزام قایم کیا کہ قرآن نے مسیح کی ابنیت کے مفہوم کو نہیں سمجھا تب ہی یہ استدلال پیش کیا۔

عیسائیوں میں اگر مسیح کو صرف ابن کہا جاتا نہ مولود خدا تو قرآن مجید انکے مقابلہ میں یہ استدلال نکرتا۔ اور تسلیم کر لیا جاتا کہ انکے قدیم محاورہ اور بول چال میں ابن کا اطلاق مجازاً محبوب پر بھی ہوا ہے۔ جو مسیح اور مسیح کے علاوہ عام ہدایت یافتہ اشخاص کے حق میں پایا گیا ہے۔ مگر جب انہوں نے یہ غضب ڈھایا کہ مسیح کو خدا تعالیٰ کا ولد اور مولود ہی بنا دیا تو قرآن مجید کو استدلال کا حق پیدا ہو گیا۔ کہ خدا کی جورو نہیں تو ولد کیونکر ہوا۔

اس استدلال قرآنی کو یوحنا (۱/۱۳) کا یہ قول کہ وہ لہو سے جسم کی خواہش سے نہ مرد کی خواہش سے مگر خدا سے پیدا ہوئے ہیں محل اعتراض نہیں بتاتا۔ کیونکہ یہ قول عام لوگوں کی نسبت ہے جو خدا کے فرزند کہلاتے ہیں چنانچہ یوحنا (۱/۱۲) میں ہے ۱۲ جنہوں نے

اسے قبول کیا اُسنے انہیں اقتدار بخشا کہ خدا کے فرزند ہوں یعنی انہیں جو اسکے نام پر ایمان لائے"۔ اور انکے خدا سے پیدا ہونیکے یہی معنی متعین ہیں۔ کہ خدا نے ان کو پیدا کیا اور وہ خدا کی مخلوق ہیں۔ ان معنی کر خدا کا فرزند ہونا اُسی مجازی محاورہ کی رو سے خدا کا محبوب ہوتا ہے مسیح کو عیسائی خدا کا ولد اور مولود بتاتے ہیں جو جَوْر و ہونیکا مقتضی ہے۔ یا جورو کی مانند اور محل تولد ہو۔ جو عموماً حیوانات و نباتات میں پایا جاتا ہے۔ لہذا استدلال قرآن بلا معارضہ صحیح ہے۔ اور بالکل صحیح مسٹر اکبر مسیح پر اس سے بڑھکر یہ افسوس ہے۔ کہ وہ برہمو ازم کو اسلام پر اس دلیل سے ترجیح دیتے ہیں۔ کہ برہمو عیسائیوں سے سیکھ کر مسیح کو خدا بیٹا اور خدا کو سب کا باپ کہتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے وہ آپس میں اخوت کی نسبت کا خیال کر کے محبت رکھتے ہیں۔ اور محمدی خدا کو صرف حاکم اور ایک شخصی بادشاہ سمجھکر اس سے ڈرتے اور کانپتے ہوئے اسکی اطاعت کرتے ہیں۔ اور اسکو ابا کہکر اور باپ سمجھکر اس سے باپ کی سی محبت نہیں رکھتے اور نہ تمام بنی آدم سے اسکو اپنے باپ (خدا) کے بیٹے اور اپنے بھائی سمجھکر ان سے بھائیوں کی سی محبت رکھتے ہیں۔

افسوس مسٹر اکبر مسیح کو اسلام کے ماخذ (قرآن و حدیث) پر جو قرآن کی شرح ہے کافی نظر نہیں ہے اسلام نے ماں باپ سے بڑھکر خدا تعالیٰ کو رحم اور محبت کرنیوالا بتایا ہے قرآن میں خدائے تعالیٰ کا ایک نام وَدُوْدٌ ہے جس کے معنی ہیں۔ محبت کرنیوالا۔

اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ وَدُوْدٌ (ھود ع ۸)
وَھُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ (بروج ع ۱)
عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
اِنَّ لِلّٰہِ مِائَۃَ رَحْمَۃٍ اَنْزَلَ مِنْھَا
رَحْمَۃً وَّاحِدَۃً بَیْنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ
وَالْبَھَائِمِ وَالْھَوَامِّ فَبِھَا یَتَعَاطَفُوْنَ

حدیث نبوی میں خدا کے رحم و محبت کی یہ شرح ہوئی ہے کہ جسقدر رحمت تمام مخلوق میں (جن میں جنوں انسانوں کے ساتھ حیوانات اور درندے بھی اپنی اولاد پر رحمت کرتے ہیں شریک ہیں) پائی جاتی ہے وہ خدا تعالیٰ کی رحمت کا سواں حصہ ہے خدا تعالیٰ اس

وَهِيَ تَرْحَمُونَ وَهِيَ تَلْطُفُ أَنْ تَخْشَ عَلَى وَلَدِهَا وَأَخَّرَهَا اسْتِغْفَارًا لِمُسْتَغْفِرِينَ يَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صحیح مسلم صفحہ ۳۵۶ قَدِمَ عَلَى رَسُولِ اللهِ سَبْيٌ فَإِذَا امْرَأَةٌ مِنَ السَّبْيِ تَبْتَغِي إِذَا وَجَدَتْ صَبِيًّا فِي السَّبْيِ أَخَذَتْهُ فَأَلْصَقَتْهُ بِبَطْنِهَا وَأَرْضَعَتْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَرَوْنَ هٰذِهِ الْمَرْأَةَ طَارِحَةً وَلَدَهَا فِي النَّارِ قَالَ لَا وَاللهِ وَهِيَ تَقْدِرُ لَا يَطْرَحُهُ فَقَالَ اللهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ هٰذِهِ بِوَلَدِهَا (صحیح مسلم صفحہ ۳۵۶) إِنَّ رَحْمَتِي سَبَقَتْ غَضَبِي (صحیح مسلم ص ۳۵۶ و صحیح بخاری ص ۱۱۱۰) إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ (الحجرات ع ۲) لَا يَنْهَاكُمُ اللهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (ممتحنہ ع ۲) وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ (نساء ع ۴) إِنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو ذَبَحَتْ لَهُ شَاةً

کے ننانویں حصے قیامت کے دن بندوں پر رحمت کریگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیوقت قیدیوں میں ایک عورت اپنے بچے کی تلاش میں پھرتی تھی جب اسکو ملگیا تو اُسنے پیٹ سے لگالیا آنحضرت نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈالیگی صحابہ نے کہا کہ مقدور نہیں کہ ڈالیگی۔ آنحضرت نے فرمایا بیشک خدا تعالیٰ اس عورت سے بھی زیادہ اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے یعنی جہانتک اسکے قانون میں گنجائش ہوگی کسیکو آگ میں نہ ڈالیگا۔ اور حدیث قدسی میں ارشاد ہوا ہے کہ میری رحمت میرے غصہ سے بڑھکر ہے اور قرآن میں کل مومنوں کو باہم بھائی بھائی قرار دیا ہے۔ بلکہ مومنوں کے علاوہ ان کافروں کے جو مسلمانوں کو اپنی ملک میں سکھ سے رہنے دیں اور ساتھ ہی نیکی و سلوک کا حکم دیا ہے خصوصاً جو ہمسائے ہوں کسی وجہ سے نہ ستانیوالے اور قرآن میں ہمسایوں سے سلوک احسان کا حکم تاکید سے ہوا ہے۔ جو تمام لوگوں اسلام ہوں خواہ کافر۔ پرہیزگار ہوں خواہ بدکار و دوست ہوں خواہ دشمن شامل ہے اس نظر سے حضرت ابن عمرؓ صحابی کے

فی اھلہ فلما جاء قال اھدیتم لجارنا الیھودی؟ اھدیتم لجارنا الیھودی؟ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوصی بالجار حتی ظننت انہ سیورثہ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۶ جلد ۲)

والقدر المرفوع منہ (فی البخاری ص۸۹۰) واسم الجار یشمل المسلم والکافر والعابد والفاسق والصدیق۔ وقد حمل ابن عمر علی العموم فامر لما ذبحت لہ شاۃ ان یھدی لجارہ الیھودی (فتح الباری) قال رسول اللہ صلعم لا یرحم اللہ من لا یرحم الناس (بخاری ص۸۹۰) قال رسول اللہ صلعم الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ (مشکوٰۃ) عن ابی ھریرۃ کان رجل یسقی الکلب فشکر اللہ لہ فغفر لہ قالوا یا رسول اللہ صلعم ان لنا فی البھائم اجرا؟ قال فی کل کبد (طبیۃ) اجر۔ وعن اسماء قال رسول اللہ صلعم دخلت منی النار فاذا امرأۃ حبست تخدشھا ھرۃ۔ قال ما شان ھذہ الھرۃ قالوا حبستھا حتی ماتت جوعا (بخاری ص۲۱۸ وغیرھا)

گھر میں بکری ذبح ہوئی تو انہوں نے کہا کہ کیا ہمارے یہودی ہمسایہ کو گوشت بھیجا ہے۔؟

ایک حدیث نبوی میں عام لوگوں کا فرمخلوق کی نسبت کہا گیا کہ جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا خدا اس پر رحم نہیں کرتا۔ ایک حدیث نبوی میں لوگوں کے علاوہ مخلوق کی نسبت ارشاد ہوا ہے کہ سب مخلوق خدا کا عیال ہے اور جو سب کو پالتا ہے لہٰذا خدا کا سب سے زیادہ پیارا شخص وہ ہے جو خدا کے عیال کے ساتھ احسان کرے۔ ایک حدیث نبوی میں بیان ہے کہ ایک شخص نے پیاسے کتے کو پانی پلایا تھا اسکی وجہ سے وہ بخشا گیا۔ یہ حدیث سنکر لوگوں نے آنحضرت سے سوال کیا کہ کیا جانوروں پر رحم کرنے میں بھی اجر ہے تو آپ نے فرمایا ہر تر زندہ کلیجہ پر رحم کرنے میں اجر ہے اور ایک حدیث نبوی میں آیا ہے کہ ایک عورت بلی کو باندھ رکھا اور بھوک سے مر گئی اس پر عذاب ہوا آنحضرت کو دکھایا۔

ان آیات اور احادیث (جن کو اسلام و مسلمانوں میں طبقہ اعلیٰ کی صحیح حدیثیں تسلیم کی جاتی ہیں) صاف پایا جاتا ہے۔ کہ اسلام نے خدا تعالیٰ کو باپ سے بڑھکر مہربان

قرار دیکر نہ صرف بنی آدم میں (مومن ہوں خواہ کافر) رشتۂ اخوت قایم کردیا ہے۔ بلکہ حیوانات اور درندوں کے بلیوں تک رحم و محبت کرنیکا حکم دیا ہے مسٹر اکبر مسیح نے ان آیات و احادیث سے غافل و بیخبر ہونے کی وجہ سے اسلام کو تعلیم اخوت سے خالی سمجھکر عیسائیت اور برہموازم کو تعلیم اخوت خدا و نسبت بنی آدم کے سبب جو ان مذاہب میں پائی جاتی ہے۔ اسلام پر ترجیح دی ہے۔ اب ان آیات و احادیث کو پڑھکر مسٹر اکبر مسیح بتاویں۔ کہ خدا تعالیٰ میں اور اسکی مخلوقات میں رحم و اخوت کا تعلق پیدا کرنا خدا تعالیٰ کو مخلوقات کا رب (پروردگار) اور رحیم اور ودود مان لینے اور تمام مخلوقات کو اسکا عیال سمجھکر اپنا ہم جنس خیال کرلینے سے (جیسا کہ اسلام نے سکھایا ہے۔ آسانی اور ایسی خوش اسلوبی سے ہو سکتا ہے۔ جس میں کسی قسم کا شبہ یا عیب خدا تعالیٰ کی نسبت کسی کے خیال میں نہیں گذرتا) یا اس تعلق کو پیدا کرنیکے لئے خدا تعالیٰ کو باپ بنانا اور مسیح کو اُس کا اکلوتا بیٹا۔ اور درجہ اول کا فرزند بنانا۔ اور دوسرے نیک بندوں کو (نہ کافروں کو) کیونکہ کافر لوگ عیسائی مذہب میں ہلاکت کے فرزند ہیں۔ نہ خدا کے فرزند۔ (روم ۹/۱۲) کو دوسرے درجہ کے بیٹے بنانا ضروری ہے۔ (جس سے ذات خدا تعالیٰ کی نسبت ولد و مولود کا عیب لگا۔ پھر چوتھی صدی عیسوی میں (۳۲۵ء میں) کونسل نائس میں خدا تعالےٰ کی الوہیت میں اس کے ایک ہم ذات اور ہم کفو بیٹے کو اس کا شریک بنانے کا بہتان قایم ہوا۔ اور خدا واحد کا تثنیہ تجویز ہوا پھر ۳۸۱ء میں روح القدس کی الوہیت کا بہتان قایم ہوا۔ اور اس تثنیہ کے بعد تثلیث قایم ہوئی۔ اور پانچویں صدی

میں وہ عقیدہ اتھانیسس قرار پایا۔ اور ان بتانوں کو دُور کرنے اور اس تثنیہ اور تثلیث کو باطل کرنے کے لئے آپ کو کتاب تنقیح الوہیت مسیح و تثلیث تالیف کرنی پڑی۔ اگر ضروری ہے۔ تو کیوں اور کس وجہ سے؟ مسٹر اکبر مسیح ہم کو اس سوال کا جواب دیں۔ اور ضرور دیں۔

مسٹر اکبر مسیح نے اس ضمیمہ میں اس استدلال قرآنی پر کہ خدا کا بیٹا کیونکر ہو۔ اس کی جورو تو ہے ہی نہیں۔ ایک یہ اعتراض بھی کیا ہے۔ کہ اسلام میں خدا تعالےٰ کا ہاتھ بیان ہوا ہے اس پر یہ سوال کیوں نہ ہوا۔ کہ اس کا کندھا تو ہے ہی نہیں۔ ہاتھ کیونکر ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جہاں قرآن میں خدا کے ہاتھ اور آنکھیں۔ سُننا۔ دیکھنا۔ اور خدا تعالیٰ کا غصہ اور رحم وغیرہ صفات بیان ہوئے ہیں۔ وہاں ایک جامع آیت میں صاف فرما دیا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کی مانند کوئی چیز نہیں۔ وہ سُننے دیکھنے والا ہے۔ جس نے قطعی فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کی نسبت جو صفات و الفاظ تشبیہی وارد ہیں۔ انمیں خدا تعالیٰ کی مماثلت مخلوقات سے ہرگز مراد نہیں۔ اور نہ ان کی حقیقت صفات مخلوق کی حقیقت سے مشابہ ہے۔ وہاں صرف نتیجہ اور افعال میں تشبیہ ہے۔ اُسکا ہاتھ وہی ہے جسکا نتیجہ آسمان و زمین وغیرہ مخلوق کو بنانا ہے۔ اور اسکی حقیقت اس ہاتھ کی مانند نہیں جو کندھے کو چاہتا ہے۔ اسکی آنکھیں وہ ہیں جن کا فعل انکشاف مبصرات

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (شوریٰ ع ۲)

ہے۔ اور اس کی حقیقت اُس آنکھ کی مانند نہیں ہے۔ جو سیر کو چاہتی ہیں۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔

عیسائی مذہب کی جن کتابوں میں مسیح کو خدا تعالےٰ کا ولد مولود کہا گیا ہے۔ اگر وہ کتابیں خدا تعالےٰ کی طرف سے ہوتیں۔ اور یہ الفاظ خدا تعالےٰ کے ہوتے۔ تو وہاں بھی اس آیت قرآنی کے مضمون کی کوئی ایسی آیت ہوتی جس میں تصریح ہوتی کہ خدا کا ولد مولود ہے۔ پر نہ ایسا جیسا کہ انسان یا حیوان یا نباتات کا ہوتا ہے۔ اِس صورت میں اس کے ولد مولود کی نسبت انسان یا حیوان یا نباتات کی مانند مولود ہونے کا کسی کو خیال پیدا ہوتا۔ اور نہ قرآن اس کے مقابلہ میں استدلال قایم کرتا کہ اس کی جو رد نہیں۔ تو اس کا ولد کیونکر ہو سکتا ہے ان کتابوں کے مصنفوں نے خدا تعالےٰ کے لئے ولد مولود کا لفظ تو گھڑ لیا مگر اسکے ساتھ ایسا لفظ جس سے مخلوق سے اسکی مماثلت کی نفی ہو درج کرنا بحکم "دروغ گو را حافظہ نباشد" بھول گیا۔ تو انکا خدا تعالےٰ پر یہ افترا کرنا اس اعتراض کا محل بن گیا سچ کہا گیا ہے "عیب کرنکو بھی ہنر چاہیئے"۔ اس مماثلت کی مثانیکو جو یوحنا کا قول مسٹر اکبر مسیح نے نقل کیا اور اس آیۃ قرآنی کا مضمون اور انیس کتابیں مفصل اوپر ہو چکا ہے مسٹر اکبر مسیح نے اس ضمیمہ میں کئی اور جگہ ایک یہ غصٹ دھایا ہے اور آنحضرتؐ پر یہ اتہام باندھا ہے کہ آنحضرتؐ یہودی عیسائی مرتدوں کے شاگرد و متعلم تھے۔ اور "لوگ کہتے ہیں کہ یہ معلم (حاشیہ تنقیح مخبر) یہ افترا و اتہام آنحضرتؐ کی زندگی میں بھی پھیلایا گیا تھا۔ اور اسکا جواب خدا تعالےٰ نے اسی وقت دیدیا تھا۔ ہمقام میں ہم اسی جواب کو معہ تصریح نقل کرتے ہیں سورۂ نحل میں ارشاد ہوا ہے۔ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ۝ ترجمہ ہم جانتے ہیں کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ اس (محمدؐ) کو کوئی آدمی تعلیم کرتا ہے۔ اور وہ یہ بیہودہ افترا کرتے ہیں کہ جس شخص کی طرف اس تعلیم کو

کلام عجمی (غیر عربی) ہے اور یہ قرآن کلام عربی ہے۔ وہ باتیں ظاہر کرنیوالا جنکی ان معلموں کو خبر تک نہیں۔ اور اگر ہے تو اسمیں انکا اختلاف ہے جس کا فیصلہ یہ قرآن کرتا ہے اور اسوجہ سے یہ رسول ان لوگوں کا معلم ٹھیرا۔ نہ اُنکے تعلیم حاصل کرنیوالا۔ اور یہ قرآن پچھلی کتابوں کا محافظ و رقیب ٹھیرا نہ اُن سے ماخوذ و مستفاد۔ اس مضمون کو دوسری آیت میں اس پیرایہ میں ادا کیا ہے۔

إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَقُصُّ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ (النمل ع ۱)
وَقُرْآنٍ مُبِينٍ (الحجر ع ۱ یٰسٓ ع ۳)

بنی اسرائیل کی اکثر باتوں کو جنمیں وہ اختلاف کرتے ہیں بیان اور فیصلہ کرنیوالا ہے۔ اور اسی معنے سے کئی جگہ قرآن کو بیان کرنیوالا کہا گیا ہے۔

جو احکام کتاب حلال و حرام کے بیان کے علاوہ اختلافی اہل کتاب کے بیان کرنے کو بھی شامل ہے۔ اس معنی سے اس قرآن کو مُہَیْمِن یعنی پہلی کتابوں کا مصدق و محافظ و رقیب کہا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔

أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ط (مائدہ ع ۷)

ہم نے تیری طرف کتاب اُتاری ہے۔ پہلی کتابوں کو (تحریفات یہود و نصاریٰ سے چھانٹ کر) سچا کرنے والی اور ان پر رقیب و محافظ۔

اس سوال و جواب کو اور جگہ اس پیرایہ میں ادا کیا گیا ہے۔

وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَىٰ عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا. قُلْ أَنْزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا (الفرقان ع)

"یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ قرآن پہلوں کی کہانیاں ہیں۔ اسنے لکھالی ہیں جو صبح شام اس کو پڑھ پڑھ کر سُنائی جاتی ہیں تو کہدے یہ قرآن اس نے اتارا ہے جو زمین و آسمان میں بھیدوں کو جانتا ہے۔ (یہود و نصاریٰ تو ایک طرف رہے۔ اُن بھیدوں کو زمین آسمانوں میں کوئی بھی جانتا تھا۔ وہی جانتا تھا۔ جسنے وہ بھید اُتارے ہیں لاسلئے) کہ وہ معاف کرنے والا رحم والا ہے۔"

خدا تعالیٰ کا یہ جواب جو کلام الملوک ملوک الکلام کا مصداق ہے مسٹر اکبر مسیح کو بتلاتا

تعلیم کا پورا جواب ہے۔ مگر شاید وہ اس جواب پر واقعات سے شہادت طلب کریں۔ اور یہ سوال کریں کہ وہ کونسے مسائل احکام اسرار ہیں جو اہل کتاب جانتے تھے۔ یا ان میں باہم اختلاف رکھتے تھے۔ اور قرآن اور آنحضرت صلعم نے انکو بیان کر کے فیصلہ کیا ہے۔ اور وہ یہودی نصاریٰ کے استاد بنے ہیں۔ اسکا جواب یہ ہے۔ کہ وہ ایک نہیں دو نہیں بیسیوں ہیں۔ مگر اس مقام خطاب پروٹسٹنٹ میں انکا بیان اجنبی ہے۔ سر دست ہم اسی مسئلہ توحید کو پیش کرتے ہیں جسپر یونی ٹیرین (توحیدی عیسائیوں) کو ناز ہے۔ جس طرز و توضیح و تفصیل سے قرآن نے اس توحید کو بیان کیا ہے۔ کہ نہ تو خدا کی ذات میں خدا تعالیٰ کا کوئی شریک رہتا ہے۔ نہ صفات میں نہ استحقاق عبادت میں۔ اس توضیح و تفصیل سے وہ توحیدات ثلثہ کو توریت اور انجیل اور اسکے حواشی سے بلا مزاحمت تعارض و تناقض نکال دیں۔ اسکے بعد ہم اور احکام و اسرار کو پیش کرینگے جنمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہود و نصاریٰ کا اور قرآن کا پہلی کتابوں کا استاد ہونا ثابت ہوگا نہ شاگرد۔ کجا بودا شہب کجا تافتم۔ خطاب تو پروٹسٹنٹ عیسائیوں سے تھا اور میں چلا کہاں گیا خیر اب میں پھر ان ہی کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

۱ اعتراض اول اور اسکے جواب کے بعد اس مضمون میں کیا ہے۔

اعتراض ۲ مسیح اللہ نہیں۔ کیونکہ اللہ اگر اس کو ہلاک کر ڈالنا چاہے تو کوئی چیز اس کو روک نہیں سکتی۔

جواب۔ نور تاریکی کو فنا کر سکتا ہے۔ اپنی ذات کو نہیں چمنی کے جوف کے اندر کا باپ نور چمنی کی موٹائی کے اندر والے بیٹے نور کو ہلاک نہیں کرتا۔

جواب الجواب

چمنی کے اندر والا نور بذاتِ خود قایم نہیں بلکہ وہ چراغ کی بتی اور اسکے تیل سے قایم ہے۔ جب تیل کم ہوا اور چراغ گل ہو۔ تو چمنی کے جوف والا نور بھی کافور ہوا اسکے کافور ہونے سے چمنی کی موٹائی کے اندر اور چمنی کے باہر والے نور بھی دور ہوئے اور تاریکی چھا گئی۔ ان میں سے کوئی نور بھی اس حقیقی نور کی جو بذاتِ خود قایم ہے شل نہیں ہے

وہ جس نور کی مثل ہے۔ وہ خدا کی مخلوق ہے۔ اور خدا کا عطیہ اور اس کے نور کا ظل ہے بحکم كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ زوال پذیر ہیں۔

اعتراض ۳۔ وہ کیونکر خدا ہو سکتا ہے۔ حالانکہ وہ کھانا کھاتا تھا۔ عیسائیوں کو عربیت کا مذاق نہیں رکھتے معلوم نہیں کہ کھانا کھانا کنایہ ہے پاخانہ پھرنے سے۔ لہٰذا صریح مفاد اس دلیل کا یہ ہے کہ وہ پاخانہ پھرتا اور پیشاب کرتا تھا۔ اور ہگنے موتنے والا شخص کیونکر خدا ہو سکتا ہے۔

جواب

چمنی محتاج ہے۔ کہ خاک سے بنے اور کریمپ اس کو اٹھا رکھے۔ مگر اس چراغ دانی مثال میں نور بذات خود قائم ہے۔ آگ کا محتاج نہیں مسیح کا جسم کھانے کا محتاج تھا۔ اس کی الوہیت کا نور کھانے سے قائم نہیں تھا چمنی میں سے نور کا گذرنا نور کو چمنی کا محتاج نہیں بناتا۔ اور نہ ہی چمنی کے ٹوٹ جانے سے نور تاریکی بن جاتا ہے۔ تمہارے حاجان خود ہی کہہ رہے ہیں۔ شعر

آدم کو خدا مت کہو آدم خدا نہیں ٭ لیکن خدا کے نور سے آدم جدا نہیں

جواب الجواب:۔ چمنی کو تو تم نے محتاج مان لیا ہے۔ کریمپ جس میں وہ چمنی رکھی ہے۔ چمنی کی طرح طاق کا محتاج ہے جس میں وہ رکھا ہوا ہے۔ ان دونوں کا محتاج ہونا اور محدود ہونا بتا رہا ہے۔ کہ جو نور ان میں نظر آ رہا ہے۔ وہ اس نور حقیقی کے جو قائم بذات خود ہے۔ مثال نہیں ہے۔ اور نہ وہ نور الوہیت ہے۔ بلکہ وہ عطیہ اور مخلوق الٰہی ہے۔ جو نورانی بندگان خدا کو عطا ہوتا ہے۔ اور وہ نور چمنی اور کریمپ اور طاق اور تیل سب کا محتاج ہے۔ ان میں سے ایک کوئی فنا ہو تو وہ نور فنا ہو جاتا ہے مسیح اور اس کے مصداق میں اگر اس کا جسم بھی شامل و داخل تھا۔ تو تمہارے اعتقاد کے مطابق مسیح دو چیز سے مرکب ٹھیرا۔ ایک الوہیت دوسری انسانیت۔ اور یہ لوازم حدوث و افتقار و احتیاج ہیں۔ اور ایسا خدا جو حادث و غیر حادث سے مرکب ہو خدائی کے لائق نہیں ہوتا اور وہ ہرگز خدا نہیں ہو سکتا۔ شاعر محمدی نے جو شعر کہا ہے اس میں آدم کو خدا کہنے

جاتا کہ صدی کے ایک کوارٹر (چہارم حصہ) میں انہوں نے بہت کچھ کر دکھایا ہے تعلیم انگریزی کے لئے سکول و کالج قائم کر دیئے۔ جسمیں انہوں نے اپنی بیش رو اور سابق قدم اقوام ہنود وغیرہ کو بتا دیا ہے کہ ہم بھی کچھ ہیں۔ تمہاری مثل نہیں تو اسکے لگ بھگ تو ہو ہی رہینگے انکی اس ہمت اور قومی حمیت پر ہم بھی مرحبا کہتے ہیں (کیونکہ ہم مسلمانوں کی دنیاوی ترقی کے مانع نہیں اگر وہ بجا بندی مذہب ہو) اور مصرع۔ آزیاد دیریں ہمت مردانہ تو، پیشکش کرتے ہیں۔ مگر اے کاش وہ اپنے مذہب کے علوم کی تعلیم اور احکام مذہب کی تبلیغ و تعمیل میں بھی ایسی ہمت دکھاتے اور نہیں تو جسقدر جوش انہوں نے وسائل عزت و ثروت دنیاوی مہیا کرنے میں دکھایا ہے اسکا عشر عشیر بھی تعلم علوم دینیہ اور تعمیل و اجرا احکام اسلامیہ میں دکھاتے۔

پانچویں آیت میں ارشاد ہے۔ تبصرہ (اے مسلمانو!) روزہ رکھنا ایسا ہی فرض کیا گیا ہے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض تھا۔ اس لیئے کہ تم (روزہ کی برکت سے روحانی اور جسمانی امراض اور گناہوں سے) بچ جاؤ۔ تھوڑے ہی دن ہیں (صرف سال بھر میں ایک مہینہ رمضان کا) پھر جو (روزہ رکھنے سے یا پہلے ہی سے) بیمار ہو۔ تو دوسرے دنوں سے گن کر رکھ لے (بعض) لوگ (جیسے بچہ کو دودھ پلانے والی یا حاملہ عورت

(۵) کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ایاما معدودات، فمن کان منکم مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین ومن تطوع فھو خیر لہ وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون. شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس وبینات من الھدی والفرقان

نور کا فیض و اثر قرار دیا ہے۔ جو اس کی ہر ایک مخلوق کو پہنچا ہے۔ اور تب ہی وہ وجود میں آیا۔ اسی طرح اگر حضرت مسیح علیہ السلام میں خدا کے اس نور کا فیض پایا جانا تجویز کیا جائے تو اس میں کسی محمدی کو کلام نہیں ہے۔ چشمِ ما روشن دلِ ما شاد۔

اعتراض ۴۔ قرآن کا مصنف خیال کرتا ہے۔ کہ عیسائی تین خدا مانتے ہیں اور اس واسطے وہ ان کو منع کرتا ہے۔ کہ تین خدا مت کہو۔ اور اس پر یہ دلیلیں دیتا ہے۔ (۱) خدا کے ساتھ اَور خدا ہوتے تو بعض بعض پر چڑھائی کرتے (۲) وہ صاحبِ عرش کے ساتھ جھگڑے کی راہ ڈھونڈتے۔ (۳) تب آسمان و زمین تباہ ہو جاتے۔

جواب

عیسائی کبھی الگ الگ تین خدا نہیں مانتے۔ وہ ثالوث مقدس میں توحید اور توحید میں تین اقانیم مانتے ہیں۔ جو کہ تینوں ذات و صفات میں ایک ہیں۔ ایک دوسرے کے اوپر غلبہ نہیں چاہتا۔ اور نہ ایک دوسرے کے انتظام کو تباہ کرتا ہے۔ کبھی کسی نے نہیں دیکھا یا سنا ہوگا۔ کہ چمنی کی موٹائی کے اندر کا نور یا چمنی کے باہر کا نور چمنی کے جوف کے اندر والے نور کے دشمن بنکر اس کو دور کرنے کے واسطے جھگڑے کی راہ پکڑتے ہوں۔ یا ان تینوں نوروں سے ایک دوسرے پر غلبہ چاہتا ہو یا ان کا اس میں نفاق ہو۔ اور اس نفاق کے باعث لیمپ تباہ ہو گیا ہو۔

جواب الجواب

یہ جو کچھ کہا گیا ہے۔ محض دروغ بے فروغ اور الفاظی گلٹ سازی ہے۔ دیگر ہیچ۔ عیسائیوں کے تین خدا الگ الگ اقنوم یعنی شخص و شخصیت رکھتے ہیں۔ اور ہر ایک اقنوم کے (یعنے شخص) کے نام و احکام و صفات و خواص جداگانہ ہیں شکل جداگانہ عیسائیوں کے نزدیک اقنوم (شخص) اول کا نام خدا اور باپ ہے۔ اور اس کا وصف ابوت اور خالقیت اور تولید اور اس کی شکل جسمانی آنکھ سے کسی نے نہیں دیکھی۔ مگر بت پرستوں نے بنا کر دکھائی ہے۔ جو ماخذ التثلیث کے صـ ۴ و ۵

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

میں منقول ہے۔ اقنوم (شخص) دوم کا نام عیسیٰ مسیح اور اس کا وصف بنوت (بیٹا ہونا اور مولود ہونا) اور شکل انسانی جو عام انسانوں کے دیکھنے میں آئی ہے

سوم کا نام روح القدس اور صادر یا مستخرج اور اس کا وصف صادر ہونا ہے اور اس کا کام خدا کی طرف سے مسیح کا پیغام لانا۔ اور شکل فاختہ یا کبوتر کی ہے۔ اس کا ذکر بھی ماخذ التثلیث کے صفحہ ۳ میں ہوا ہے۔ پروٹسٹنٹ عیسائی اگر اس کتاب کو جو ایک توحیدی عیسائی کی تصنیف ہے نہ مانیں تو لوقا ۳/۲۲ میں روح القدس کا کبوتر کی شکل میں ہونا تو انکو ماننا پڑیگا۔ جس سے اس کی شکل کا شکل اقنوم اول و دوم سے جداگانہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس امتیاز صفات و اشکال کے ساتھ کہ "ایک باپ ہے اور دوسرا بیٹا اور تیسرا کبوتر یا فاختہ کی شکل میں باپ کی طرف سے بیٹے کے واسطے شہادت اور تسلی لانیوالا اور بیٹا اقرار کرتا ہے کہ باپ مجھسے بڑا ہے۔ اور میں اس سے کمتر ہوں۔ اور مینجو اقتدار حاصل کیا ہے۔ خدا سے کیا ہے۔ اور وہ عاجزی کے ساتھ خدا سے دعا کرتا ہے۔ کہ اَبَّا اَیُّہَا لَمَا سْتَطِیْعُ یہ پیالہ موت صلیبی مجھے ٹال دے۔ اور خدا تعالیٰ اس پیالہ کو نہیں ٹلاتا عیسائیوں کا یہ کہنا۔ کہ وہ الگ الگ تین۔ اقنوم نہیں مانتے۔ ایک سفید جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔ اور جھوٹ بول کر لوگوں کو بہکانا۔ اور دام میں لانا نہیں تو جھوٹ بولنا کس چیز کا نام ہے۔

چمنی کے نور کی مثال جو بار بار پیش کی جاتی ہے۔ اس کا بارہا جواب دیا گیا ہے کہ اس چمنی میں جو نور ہے۔ وہ اس نور حقیقی کی جو قایم بذات خود ہے مثال نہیں ہے۔ بلکہ اُس نور کی مثال ہے۔ جو خدا کی طرف سے اس کے نیک بندوں کو عطا ہوا ہے۔ وہ نور مخلوق ہے۔ اور محدود اور قایم بذات غیر ہے۔ اِس کے تینوں حصّوں میں کمی و بیشی ہے۔ اور ان کی نسبت بارہا بہت لوگوں کے مشاہدہ میں آگیا ہے کہ بمقدار مُناسب سے زیادہ بتی نکل جاتی ہے۔ تو بھَبھَب کر کے وہ چمنی کو توڑ دیتی ہے۔ بلکہ لیمپ بھی اُس سے ٹوٹ جاتا ہے۔ اور آخر جب بتی جلکر خاک ہو جاتی ہے۔ تو وہ چمنی کا نور خود ہی کافور ہو جاتا ہے۔ اور اس سے باقی دو نور بھی فنا ہو جاتے ہیں۔ ایسی فانی مثالیں

خدا باقی کے شان کے شایاں نہیں ہیں۔ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ۚ قرآن مجید نے خدائے واحد کو جو حقیقی نور ہے۔ اور بذاتِ خود قائم ہے۔ جسمی والے نور سے تشبیہ نہیں دی۔ بلکہ خدا تعالےٰ سے نور یافتہ بندوں کو تشبیہ دی ہے۔ عیسائیوں نے قرآن پر افترا کیا ہے۔ کہ تشبیہ و مثل کو خدا کی مثل قرار دیا ہے۔ اخیر مضمون میں اِن حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے تابعین مسلمانوں پر یہ طعنہ زنی کی ہے۔ کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کو جو حقیقی نور ہے۔ نہیں دیکھا۔ چنانچہ صحیح مسلم سے ابوذر سے منقول ہے۔ کہ نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاہُ۔ یعنے خدا نور ہے۔ میں اس کو کیونکر دیکھوں۔ اور یہ بھی انہوں نے فرمایا ہے مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ۔ ایسا ہی ایک اسلامی شاعر مرزا بیدل نے کہا ہے۔ اور مسیح اور ان کے تابعین کی نسبت یہ لاف زنی کی ہے۔ کہ مسیح نے خدا کو دیکھا ہے۔ اور وہ جس کو چاہے۔ دِکھا سکتا ہے۔ پھر اس سے تناقض و متضاد یہ بھی لاف زنی کی ہے کہ مسیح خود نور تھا۔ اور اس کے مومن جس کو وہ روح القدس دیتا ہے کہتا ہے تم خود دنیا کے نور ہو۔ جو خوش ہو کر کہتے ہیں۔ ہماری شراکت باپ کے ساتھ اور اس کے بیٹے یسوع مسیح کے ساتھ ہے۔ اور اس لاف زنی کے ثبوت تائید میں حوالجات ذیل کو پیش کیا ہے۔ یوحنا ۱/۱۳ یوحنا ۱/۱۴ ۱کرنتھیوں ۱/۱۰ یوحنا ۱۷/۱۱ متی ۵/۱۴ افسیون ۵/۱۴ ۔

طعنہ زن کا جواب

جس کتاب صحیح مسلم میں حضرت ابوذر سے یہ روایت ہے کہ خدا نور ہے میں اُس کو کیونکر دیکھوں۔ اُسی صحیح مسلم میں بصفحہ ۹۸۔ اُسی روایت کے ساتھ دوسری یہ روایت بھی اُسی حضرت ابوذر سے مروی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔

رَاَیْتُ نُوْرًا یعنی نور کو دیکھا۔ اور ان دونوں لفظوں کی باہم موافقت و تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ جسم کی آنکھ سے نہیں دیکھا دل کی آنکھ سے دیکھا۔ دل کی آنکھ وہ ہے جس سے انسان نیکی کی باتیں بھی واقعات کو دیکھتا ہے جس سے نہ تو کسی مومن کو انکار ہے نہ کافر کو، چنانچہ اسی صحیح مسلم میں صفحہ ۹ حضرت ابن عباسؓ سے

عن عطاء عن ابن عباس قال رآہ بقلبہ وعن ابی العالیہ عن ابن عباس قال ما کذب الفؤاد ما رای ولقد رآہ نزلۃ اخری قال رآہ بفؤادہ مرتین صحیح مسلم ۹ وھذا الذی قالہ ابن عباس معنا الرای النبی صلعم ربہ سبحانہ وتعالیٰ شرح مسلم ۱ جلد

مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کو دل کی آنکھ سے دو دفعہ دیکھا۔ اس حدیث کی شرح میں امام نوویؒ نے کہا ہے کہ جو قرآن میں ارشاد ہوا ہے۔ کہ دل نے جھوٹ نہیں دیکھا۔ اور ایک جگہ اور بھی دیکھا۔ اس سے مراد آنحضرت کا خدا تعالیٰ کو دیکھنا ہے

لاف زنی کا جواب

جس شخص کو یوحنا ۱/۱ ۱ یوحنا ۹/۱ و ۱۲ و تیمتھیس ۵/۱ ۱۴ میں خدا کہا گیا ہے وہ خدا کی نیک بندہ نہیں پایا جاتا ہے اسکو تو عرصہ دیکھا ہے مسیح کی اولاد سے تابعین کی اسکی رویت سے کیا خصوصیت ہے اور جو نور ذات خود قائم ہے اور اس سے مراد خدا تعالیٰ و تقدس ہی کی ذات ہے اسکو مسیح کا یا اسکے متبعین کا دیکھنا ان حوالجات میں یا تین جا یوحنا ۱/۱ ۱ یوحنا ۹/۱ و ۱۲ میں اس نور کا ذکر ہے تین ۳ میں پہلی لاف زنی کے متضاد و متناقض دوسری لاف زنی پائی جاتی ہے کہ مسیح اور انکے تابعین نور ہیں اسپر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر وہ خود نور ہیں پھر انکا کسی نور کو دیکھنا اور جاننا کیا معنی رکھتا ہے دوسرا یہ کہ اس سے اگر حقیقی نور جو قائم بذات خود ہے مراد ہے تو محض دعوے ہے حضرت مسیح کے یہ شان ہرگز نہیں کہ انہوں نے ان معنی کر نور ہونیکا دعوی کیا جسحالت میں کہ اسکے برخلاف انجیل کی دو سو تمام میں انکے یہ دعوی پائے جاتے ہیں کہ وہ باپ سے کمتر ہے اور اپنے نفس کیلئے خدا کا محتاج ہے اور تمام اختیارات اسنے خدا سے لئے ہیں دیکھو متی ۲۸/۱۸ اور اس دعوی دروغ کو انکے حق میں عیسائی اندھا دھند مان لیں گو انکے تابعین کے حق میں اسکو کیونکر تسلیم کرینگے اور وہ ان معنی کو نور ہونے میں مسیح اور اسکے باپ کا شریک کیونکر ہو سکینگے جب کہ یوحنا ۱۷/۱ میں کہا گیا ہے اور اگر اس سے مراد ہی نور ہے جو تمام نیک بندگان و دیگر مخلوقات خدا میں خدا کی طرف سے پایا جاتا ہے تو پھر یہ لاف زنی جب تو فضول ہے مسیح اور اسکے تابعین کا اس نور سے کیا خصوصیت ہے خدا کے سبھی نبی و انکے برگزیدہ اس معنی کر نور ہیں جانکر مدتوں گذر گئے ہیں۔

التماس بٹالہ کے پادری پارس ناتھ صاحب اور دیگر پروٹسٹنٹ عیسائیوں سے ہماری ناصحانہ التماس ہے کہ اس مضمون کو توجہ سے پڑھیں اور خدا تعالیٰ واحد قایم بالذات اور قیوم عالم کی ذات و صفات میں اسکی جناب میں عاجزی کرنیوالے ایلی ایلی پکارنیوالیکو اسکا بیٹا اور شریک نہ بناویں۔ قرآن کی تعلیم قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ

ترجمہ: یعنی تو کہدے کہ اللہ ایک ہی وہ بے نیاز بے احتیاج ہے وہ نہ کسی سے جنا گیا اور نہ اُسنے کسیکو جنا اور نہ اسکا کوئی ہمتا اور برابر ہے۔ وہ فائدہ اُٹھانا نہیں چاہتے تو توریت و انجیل اور اسکے حواشی کی تعلیم منقولہ ذیل کو غور سے پڑھیں اور اس سے فائدہ اُٹھاویں۔ ۷ میرے آگے تیرا کوئی دوسرا معبود نہ ہو اپنے لئے تراشی ہوئی صورت یا کسی کی صورت جو اوپر آسمان پر یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہے مت بنا اور تو انہیں سجدہ نہ کر (استثنا ۵ تا ۷ و ۸۰-۴) سن لے اے اسرائیل خداوند تمہارا خداوند اکیلا خداوند ہے۔ تو اپنے سارے دل اور سارے جی اور اپنے سارے زور سے خداوند اپنے خداوند کو دوست رکھ (استثنا ۶/۴ و ۵) سب حکموں سے پہلے یہی ہے کہ اے اسرائیل وہ خداوند جو تمہارا خدا ہے ایک ہی خداوند ہے۔ (مرقس ۱۲/۲۹) ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھکو اکیلا خدا اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں (یو ۱۷/۳) مسٹر اکبر مسیح سے جو توحیدی عیسائی کہلاتے ہیں دوستانہ التماس ہے کہ وہ بھی ہمارے اس مضمون کو جو انکے خطاب میں ہے۔ توجہ سے پڑھیں اور مسیح کے بیٹے اور خدا کے باپ ہونے کے اعتقاد سے توبہ کریں یہی باپ بیٹے ہونے کی تعلیم ہے جسنے عیسائیوں سے توحید چھوڑائی اور تثلیث کی تاریکی انمیں پھیلائی جس سے آپکو خدا تعالیٰ نے نجات دی۔ پھر آپ اسی ذریعہ تاریکی کو اختیار کرتے ہیں۔ اور اسکے انجام سے نہیں ڈرتے

الراقم ابو سعید محمد حسین ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ از بٹالہ

فٹ نوٹ: گھر میں لگی آگ کو بجھانا باہر کی آگ بجھانیسے مقدم ہوتا ہے۔ لہذا عیسائیوں وغیرہ مخالفین اسلام سے مخاطب ہونیکا ہمکو کم اتفاق ہوتا ہے۔ اسکی نوبت تب ہی آتی ہے جبکہ وہ لوگ ہمکو اسطرف توجہ دلاتے ہیں۔ بٹالہ کے پادری پارس ناتھ صاحب نے ہمکو ڈاکٹر برخوردار خاں کا رسالہ بھیجا۔ تو ہمکو اسکا جواب دینا پڑا۔ دیکھئے اب عیسائی صاحب اسپر کیا نوٹس لیتے ہیں جو صاحب اس باب میں کچھ خامہ فرسائی کریں۔ اس کی ایک کاپی مجھے بھی بھیجدیں۔ ۱۲

اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپا

محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس

جیسا کہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے برخلاف ہم ایک مختصر ریمارک نوٹ صفحہ ۹۴ نمبر ۲ جلد ہذا میں کر چکے ہیں ویسا ہی ہم اسکی تائید میں اور اسکو مفید اسلام بنانے کے لئے ایک مختصر ریمارک کرتے ہیں۔ خدا کرے حامیان و بانیان کانفرنس خصوصاً نواب وقار الملک صاحب کی اسطرف توجہ ہو اور وہ کانفرنس اسلام و مسلمانوں کے لئے مفید ثابت ہو۔

کانفرنس کی جسقدر توجہ مغربی علوم اور مسلمانوں میں اسکی اشاعت کیطرف ہو رہی ہے۔ اس سے دو چند ہو تو ہمکو اس سے مسرت ہے چشم ما روشن دل ما شاد۔ کیونکہ ہم مغربی علوم انگریزی کے مخالف نہیں۔ بلکہ موافق و مؤید ہیں۔ اشاعۃ السنہ جلد ۵ نمبر ۶ صفحہ ۱ وغیرہ ملاحظہ ہو مگر یہ اسی صورت و حالت میں ہے کہ مغربی علوم دینی کی طرف اسکا نصف یا ربع یا کم از کم اس کا عشر ہی توجہ ہو۔

علوم دینی سے معری رہکر جسقدر مسلمان مغربی علوم میں ترقی کرینگے اسیقدر وہ اپنے دین و اسلام کو گھٹائینگے۔ اور رفتہ رفتہ ایتھیسٹ (دہریہ) ہو جائینگے۔ اور اگر مغربی علوم کا دسواں حصہ بھی وہ عربی علوم دینی میں دستگاہ پیدا کر لینگے تو وہ بفحوائے ان یکن منکم مأۃ صابرۃ یغلبوا مائتین۔ والحق یعلو ولا یعلی مغربی علوم کے دس حصہ سے مقابلہ کرکے انکی مضرت سے بچکر ان پر غالب آجائینگے۔ کاش مسلمان مغربی علوم کی توجہ سے دسواں حصہ ہی عربی علوم دینی کی طرف توجہ کریں اور بانیان و حامیان کانفرنس اسی قدر کی طرف ان کو توجہ دلاویں اور کانفرنس کے جلسوں میں منجملہ دس رزولیوشنز ایک ہی رزولیوشن ضرورت تعلیم عربی علوم دینی کی متعلق بھی پاس ہوا کرے۔

اگر کوئی شخص ابتداء بنیاد کانفرنس سے سال گذشتہ کے جلسہ تک جسقدر رزولیوشن کانفرنس میں پاس ہوئے ہیں ان کو شمار کریگا تو عربی علوم دینی کی اشاعت کے متعلق اتنا ذکر بھی نہ پاویگا جتنا آٹے میں نمک ہوتا ہے یا بقول ایک نامی لکچرار مولوی حافظ دہلوی کے چلتے گاڑی کے پہیے کو تیل لگایا جاتا ہے۔ بلکہ ایک جلسہ کانفرنس میں تعلیم مذہبی کی بابت کسی نے سوال اٹھایا تھا تو اس کا جواب ملا کہ مذہبی تعلیم کے متعلق علماء

وقت کافی کوششیں کر رہے ہیں۔ کانفرنس کو اسکے متعلق کچھ کرنے کرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ گذشتہ را صلوات آیندہ ہی کانفرنس اس تعلیم مذہبی کی طرف توجہ کرے اور اپنے رزولیوشنوں میں مسلمانوں کو توجہ دلاوے۔

سال حال کے جلسہ میں ہمارے مضمون "گریجوایٹ مسلمان اور اسلام" کی طرف کانفرنس کی توجہ ہو۔ اور تعلیم یافتہ مسلمانوں خصوصاً ممبران کانفرنس کو اسکی طرف توجہ دلائی جاوے اور ہمارے مضمون پولیٹکس اور اسلام کے ضمن میں جو مذہبی تعلیم پر بحث ہوئی ہے اور سرکاری سکولوں میں مذہبی تعلیم کی ایک صورت تجویز کرکے زائد و فضول حصہ تعلیمات کو سکولوں سے خارج کرنے پر گورنمنٹ کو توجہ دلائی گئی ہے۔ اسپر کانفرنس بحث کرے پھر اگر اسکو توجہ گورنمنٹ کے لائق سمجھے تو گورنمنٹ کو اسکی طرف توجہ دلاوے۔

اس کانفرنس کے مفید اسلام و مسلمانان ہونے کے لئے ایک اس امر کی بھی سخت ضرورت ہے کہ اسکی عملی کارروائی میں کسی متفق علیہ قرارداد قدیم مسلمانوں کا خلاف عمل میں نہ آیا کرے جیسے کہ اسدفعہ کے جلسہ پر مقام امرتسر سید بانی کانفرنس کی تصویر کا آویزان کرنا عمل میں آیا ہے۔ جو قدیم مسلمانوں کی وحشت کا موجب ہوا ہے اور کانفرنس کے پاپولر (عام پسند) اور یوسفل (مفید عام) ہونے کے لئے سد راہ ہے۔ ہر چند نئے فیشن کے مسلمانوں میں تصویروں کا اپنے مکانوں کے کمروں میں لٹکانے اور اپنی جیبوں میں دوستوں کی تصویریں رکھنے کا ایسا رواج ہے جیسے انکا ڈاہڑی کا صفایا کرنے اور بلا تکلف اور بلا روک سونے اور ریشم پہننے اور اتفاقیہ احکام اسلام صوم و صلوٰۃ حج و زکوٰۃ کو خیرباد کہنے کا عام رواج ہے۔ مگر حامیان کانفرنس سے جو ہنوز احکام اسلام صوم و صلوٰۃ کے پابند ہیں اور اپنے بابرکت چہروں پر ڈاہڑیاں رکھتے ہیں وہ تو ان اتفاقی ممنوعات سے کانفرنس کے جلسوں کو بچایا کریں۔ اور اگر سبھی حضرات حامیان و ممبران و شرکاء جلسہ کانفرنس ڈاہڑیاں والے اور ڈاہڑی مونڈے نمازی اور بے نماز سونا ریشم پہننے کو حرام جاننے والے اور پہننے والے ذی روح کی تصویر کو جائز جانتے ہیں تو از راہ نصیحت و ہدایت ہمکو اسکے جواز کے دلائل سے آگاہ کریں اور احادیث صحیحہ اتفاقیہ منقولہ ذیل میں جو ان تصاویر کے گھر میں رکھنے اور بنانے پر لعنت وغیرہ وعید آئی ہے اسکا جواب دیں

(۱) عن عائشۃ رض قالت اشتریت نمرقۃ	(۱) حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ

(بقیہ صفحہ ۲۶۷) تو ہم پرستی یا یوں کہو کہ تصویر پرستی ان میں الٰہی سے شروع ہو گئی ہے۔ ایڈیٹر پیسہ اخبار اور اس کے مینیجر کی تصویریں شائع ہوئیں تو کسی خریدار پیسہ اخبار نے عطر سے ان دونوں تصویروں کو تواضع کی اور اس مژدہ کو کمال فخر و فرحت سے ایڈیٹر اخبار نے اس اخبار میں چھاپ کر مشتہر کیا اور کسی نے اس اخبار کے ناظرین سے اسپر اعتراض نہ کیا۔ اس سے اہل فہم و فراست سمجھ سکتے ہیں کہ اس فعل تصویر کے عام رواج نے اب تک ان مہذب مسلمانوں پر کیا اثر کیا ہے اور آیندہ کیا اثر کریگا۔ اس بات کو سوچنے سمجھنے سے آنحضرت صلعم کی دور اندیشی اور انجام فہمی اس حکم تصویر میں مسلمانوں کے لیے واجب التسلیم و التعمیل ہے آیندہ کانفرنس کو اختیار ہے اس حکم نبوی کی تعمیل کرے یا اس کو دین سے اٹھا دے۔ وما علینا الا البلاغ۔ ہماری ان گذارشوں پر کانفرنس کی توجہ ہوئی تو آیندہ

فیھا تصاویر فذا جاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام علی الباب فلم یدخل فعرفت فی وجھہ الکراھۃ قالت قلت یا رسول اللہ اتوب الی اللہ والی رسولہ ماذا اذنبت فقال رسول اللہ صلعم مابال ھذہ النمرقۃ قالت اشتریتھا لتقعد علیھا و تو سدھا فقال رسول اللہ صلعم ان اصحاب ھذہ الصور یعذبون یوم القیمۃ یقال لھم احیوا ما خلقتم وقال ان البیت الذی فیہ تماثیل لا یدخل فیہ الملائکۃ۔ متفق علیہ

(۲) وعنھا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اشد الناس عذابا یوم القیمۃ الذین یضاھؤن بخلق اللہ۔ متفق علیہ۔

(۳) وعن ابی ھریرۃ رض قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول قال اللہ تعالیٰ ومن اظلم ممن ذھب یخلق کخلقی فلیخلقوا ذرۃ ولیخلقوا حبۃ او لیخلقوا شعیرۃ۔ متفق علیہ۔

(۴) وعن ابن مسعود قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اشد الناس عذابا المصورون متفق علیہ۔ مشکوٰۃ ص۳۲۶

(۵) عن عائشۃ ان ام حبیبۃ وام سلمۃ ذکرتا کنیسۃ یقال لھا ماریۃ بالحبشۃ فیھا تصاویر لرسول اللہ صلعم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اولئک اذا کان فیھم الرجل الصالح فمات بنوا علی قبرہ مسجدا و صوروا فیھا تلک

مینے ایک تکیہ خریدا جسمیں تصویریں تھیں۔ آنحضرت صلعم گھر میں آنے لگے۔ تو دروازہ پر کھڑے ہو گئے۔ گھر میں داخل نہ ہوئے۔ مینے عرض کیا کہ مینے کونسا گناہ کیا۔ میں اوس سے توبہ کرتی ہوں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ یہ تکیہ کیسا ہے۔ مینے عرض کیا کہ آپکے بیٹھنے کے لئے خریدا ہے۔ آپنے فرمایا کہ ان تصویروں کے بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب کیا جاویگا اور کہا جاویگا۔ جو تمنے بنایا ہے اُنمیں جانیں ڈالو۔ اور فرمایا فرشتے (رحمت کے) اُس گھر میں داخل نہیں ہوتے جسمیں تصویریں ہوں

(۲) ان ہی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا قیامت کے دن سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو خدا کی مانند خالق بنتے ہیں۔

(۳) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت کو یہ قول خداوندی بیان فرماتے سنا کہ اس سے بڑھکر کون ظالم ہے جو میری مخلوق کی مثل پیدا کرنے یعنے تصویریں بنانے لگتا ہے کوئی ایک ذرہ یا دانہ یا جو تو پیدا کرکے دکھاوے۔

(۴) ابن مسعود سے روایت ہے کہ مینے آنحضرت صلعم کو یہ کہتے سنا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب میں مبتلا مصور ہونگے۔

(۵) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ام حبیبہ اور ام سلمہ نے حبشہ میں ایک گرجا جسمیں تصویریں تھیں دیکھا اور آنحضرت کے پاس اسکا ذکر

(بقیہ ص۲۶۸) پھر اسکا علاج یہ بتایا کہ ان الاولیاء لا یموتون بل ان دار الی دار ینتقلون وہ بزرگ نہ مرتے ہیں

التصاویر اولئک شرار الخلق عند الله یوم القیمة (صحیح بخاری ص صحیح مسلم ص ۲۰۱)

(۶) وعن ابی جحیفة قال لعن رسول الله المصورین (بخاری ص ۲۸۰)

(۷) وعن ابن عباس قال سمعت رسول الله یقول من صور صورة فان الله یعذبه حتی ینفخ فیها الروح ولیس بنافخ فیها ابدا۔ فربا الرجل ربوة شدیدة واصفر وجهه فقال ویحک ان ابیت الا ان تصنع فعلیک بهذا الشجر وکل شئ لیس فیه روح۔ (صحیح بخاری ص ۲۹۶)

کیا۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی مرتا۔ تو وہ اسکی قبر پر مسجد بنالیتے۔ اور اوسمیں وہ تصویریں بناتے۔ وہ لوگ اللہ کے نزدیک قیامت کے دن برے لوگوں سے ہونگے۔

(۶) ابو جحیفہ نے کہا کہ آنحضرت نے مصوروں کو لعنت کی ہے

(۷) ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرتؐ کو یہ کہتے سنا۔ جو کوئی تصویر بنا دیگا تو اللہ اسکو عذاب کریگا۔ جبتک کہ وہ روح نہ پہونکیگا اور یہ کام کبھی اوس سے نہ ہوگا۔ ایک آدمی نے (جو تصویر بناتا تھا) بڑی سخت ٹھنڈی سانس لی۔ اور اسکا چہرہ زرد ہوگیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا۔ تجھپر افسوس ہے تو تصویر بنانے سے نہ رہ سکے۔ تو درخت وغیرہ کی بنا۔ جس میں جان نہ ہو۔

ان احادیث کے مقابلہ میں اگر کوئی تصویر دوست وہ آیت سبا پیش کرے جسمیں یہ

یعملون له ما یشاء من محاریب وتماثیل (سبا ۲۶ پ ۲۲)

ذکر ہے کہ جن حضرت سلیمانؑ کے لیے تصویریں بنایا کرتے جو وہ چاہتے تو اس کے جواب میں کانفرنس کے پابند شریعت ممبران کو یہ کہیں کہ اولاً اس آیت میں یہ ذکر نہیں کہ وہ تصویریں جاندار چیزوں کی تھیں کیوں جائز نہیں کہ وہ مکانات باغات کی ہوں وثانیاً۔ اگر فرض کیا اور مان لیا جاوے کہ وہ جاندار چیزوں کی تھیں تو جبکہ ہماری شریعت محمدیہ میں اس کے برخلاف ذی روح اشیاء تصویروں کی ممانعت آچکی ہے تو پھر ایک سلیمانی عمل وتقریر کی پیروی کیونکر جائز ہے۔ ہم محمدیؐ ہیں نہ سلیمانی۔

اور اگر کوئی صاحب تصویروں کے مجوزہ احادیث نمبر ۱ لغایت ۴ و نمبر ۶ و ۷ سے آنکھ بند کرکے اور صرف حدیث نمبر ۵ کے ظاہر الفاظ سے ہاتھ مار کر یہ عذر کرے کہ شریعت محمدیہ میں تصویر کی ممانعت اسوجہ سے ہوئی تھی کہ عیسائی لوگ تصویروں کی عبادت کرتے اور ان کو عبادت خانوں میں رکھتے تھے اس زمانہ میں تو ہم پرستی اٹھتی جاتی ہے اور مورتی پوجا

ڈالا کہ انکی صحبت کی برکت سے جو لذت وحلاوت عبادت حاصل ہوتی تھی وہ اب نہیں رہی (بقیہ بر صفحہ ۲۰۰)

۷۸۶

کیا حنفی اہل حدیث نہیں ہوتے؟

تمہیدی ریمارک

یہ مضمون عرصہ تقریباً دو سال سے راقم مضمون نے طبع و اشاعت کی غرض سے ہمارے پاس بھیجا ہوا تھا۔ یہ پہلے بعض عمائد حنفیہ کو ملاحظہ کرایا گیا۔ پھر بعض اعیان اہلحدیث امرتسر کی نظر سے گذرا۔ ان میں سے کوئی تو اسکا موافق و مصوب ہوا۔ اور کسی نے اسکے خلاف کا اظہار کیا اور اسی وجہ سے اسکی اشاعت کو ضروری نہ سمجھا گیا۔ اور اس میں التوا ہوتا چلا گیا۔ ان دنوں لاہور میں ایک مجلس اہلحدیث کے نام سے نام زد ہو کر قائم ہوئی ہے۔ جس کے صدر ہونے عزت اس ناچیز خاقوم کو بخشی گئی ہے۔ اسمیں یہ امر بحث میں آیا تھا۔ کہ اہلحدیث کی (جسکی طرف یہ انجمن منسوب ہوتی ہے) کی کیا تعریف ہے۔ اور اہلحدیث کے نام سے کون شخص موسوم ہو سکتا ہے۔ (جو اس انجمن کے ارکان اور مجلس منتظم میں داخل ہونے کا استحقاق رکھتا ہو اور اس کا تصفیہ رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۲۰ کے صفحہ ۱۵۹ کے (جو اہلحدیث کا (قوم اور گورنمنٹ میں) مسلم ایڈوکیٹ اور ریپریزنٹیٹو ہے) اس بیان سے ہو گیا کہ اہلحدیث وہ ہے جو اپنا دستور العمل والاستدلال احادیث صحیحہ اور آثار سلفیہ کو بتادے۔ اور جب اسکے نزدیک ثابت و محقق ہو جاوے کہ انکے مقابلہ میں کوئی معارض مساوی یا اس سے قوی پایا نہیں جاتا تو وہ ان احادیث و آثار پر عمل کرنے کو مستعد تیار ہو جاوے۔ اور اس عمل سے اسکو کسی امام یا مجتہد کا قول بلا دلیل مانع نہو۔

فمن شهد منكم الشهر فليصمه ومن كان مريضا او على سفر فعدة من ايام اخر يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر ولتكملوا العدة و لتكبروا الله على ما هدٰكم ولعلكم تشكرون ۔ (بقرہ ع ۲۳)

یا شیخ فانی بہت بڈھا) جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھیں (یا تکلیف سے رکھ سکتے ہوں) وہ ایک روزہ کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا دیدیا کریں زیادہ دو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور اگر تکلیف اٹھاکر روزہ رکھو تو اور بھی بہتر ہے رمضان کا مہینہ وہ (بابرکت مہینا) ہے جسمیں (پہلے پہل) قرآن نازل ہوا تھا جو لوگوں کے لیئے ہدایت ہے اور کہلے کہلے نشان ہدایت ہیں اور حق اور باطل میں فارق نشان (یہ روزہ اسی نعمت کے شکریہ میں یادگار قائم کی گئی ہے) پس جو اس مہینے میں سفر میں نہو وہ اس مہینے کا روزہ رکھے۔ جو مریض ہو اسکو پھر بھی اجازت دی جاتی ہے کہ (وہ) دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرے خدا تعالےٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تنگی یا تکلیف نہیں چاہتا۔

اس حکم روزہ کو بھی اکثر انگریزی تعلیم یافتہ مسلمان نہ صرف فضول بلکہ ایک فعل مضر و حرکت نامعقول جانتے ہیں۔

اسی ماہ رمضان گذشتہ کا ذکر ہے کہ لاہور میں ایک تعلیم یافتہ مسلمان نے روزہ رکھا تو اس کو اتفاقیہ کسی اور سبب سے قولنج ہوگیا۔ اسنے ایک مسلمان ڈاکٹر کے پاس اس کا ذکر کیا اور کہا کہ مجھ سے کوئی بے احتیاطی اور بدپرہیزی نہیں ہوئی۔ ڈاکٹر مسلمان نے جواب میں کہا کہ روزہ رکھنا ہی خود ایک بے احتیاطی اور حماقت ہے۔ نیچر انسان کو پیاس اس لیئے لگاتا ہے کہ غذا کو پتلا کرکے اسمیں سے زہریلے مادہ کو پیشاب کے راستہ سے نکال دے۔ جب

آنجناب کہ اس تعریف کی رو سے بہت سے بے تعصب و منصف مزاج مقلدین مذاہب اربعہ حنفیہ وغیرہ (جو عمل بالحدیث کو جائز رکھتے اور سعادت سمجھتے ہیں اور تقلید مذہب اسکو اس عمل سے مانع نہیں ہوتی) داخل ہو سکتے ہیں۔ نظر برآں اس انجمن کے صدر (پریسیڈنٹ) خاکسار کی یہہ رائے قرار پائی۔ کہ اس انجمن کے نام میں ایسی تعمیم و توسیع ہو جانی چاہیئے کہ اسکا نام سنتے ہی وہ مقلدین جو عمل بالحدیث کو سعادت سمجھتے ہیں بھی داخل سمجھے جاویں۔ بناءً علیہ اسکے تجویز یہ ہوئی کہ لفظ انجمن اہلحدیث کے ساتھ اون بریکٹ (دو خطوط توسی یا وحدانی ہیں) لفظ حنفیہ وغیرہ بڑھا دیا جاوے جسکے معنے یہ سمجھے جاوینگے کہ یہہ انجمن ان اہلحدیث کی ہے جو عمل بالحدیث کو جائز اور موجب سعادت سمجھتے ہیں۔ پھر وہ دو قسم ہیں۔ ایک وہ جو اہلحدیث ہونے کے ساتھ حنفی بھی کہلاتے ہیں۔ دوسرے وہ جو بجز اہلحدیث کسی دوسرے نام حنفی یا شافعی کو اپنے لیے تجویز نہیں کرتے۔

صدر انجمن (خاکسار) چونکہ باوجود اہلحدیث ہونے کے حنفی بھی کہلانا جائز رکھتا تھا۔ لہذا اس امر کا اظہار اپنے ماہوار رسالہ اور سراج الاخبار کے ذریعہ کر دیا۔ یہ امر ہمارے ایک روحانی فرزند ایڈیٹر اہلحدیث کو جو صرف اہلحدیث کہلاتے ہیں اور وہ حنفی وغیرہ کہلانا پسند نہیں کرتے ناگوار گذرا اور انہوں نے خاکسار کے اس اظہار کے برخلاف اپنے اخبار اہلحدیث میں یہ نوٹ مشتہر کر دیا۔

علماء کے اس معمولی تساہل نے آج امت کو یہ برا دن دکھایا ہے جو کوئی اسی نسبت حنفی شافعی کو اپنے ساتھ نہ لگائے اسکو اہلسنت میں جگہ نہیں ملتی ہم آزادی سے کہتے ہیں۔ کہ آپ اپنے لئے بے شک اہلحدیث کے ساتھ حنفی کا لقب ملائیں۔ مگر یہ آپکی ذاتی رائے ہوگی۔ غالباً جماعت اہلحدیث پر اسکا کوئی اثر نہ ہوگا کل کو ایڈیٹر سراج الاخبار یا کوئی اور ہمکو نہ دھمکا دیں۔ کہ تمہارے فلاں بڑے عالم نے یہ نسبت

اختیار کی ہے۔ انکے ایسا کہنے پر ہم ایک ہی سنائینگے۔ ؎

"کسیکا ہو رہے کوئی نبی کے ہو رہینگے ہم"

یہ نوٹ دیکھکر خاکسار کو یہ فکر و اندیشہ پیدا ہوگیا۔ کہ اہلحدیث ہوکر کسیکا اپنے آپکو حنفی کہنا ایسا جرم مبداء فساد سمجھا گیا ہے۔ جیسا کہ متعصب مقلدین میں حنفی و شافعی نہ کہلوانا۔ اہل سنت سے خروج کا موجب سمجھا جاتا ہے۔ اس فکر و اندیشہ نے اس وقت ضرورت پیدا کردی ہے۔ کہ اس مضمون کو رسالہ میں شائع کردیا جاوے۔ تاکہ دونوں فریق متعصب مقلدین اور دلیر و بہادر اہلحدیث اس مضمون کی نسبت اپنے دلوں کے بخار نکال کر اسپر دلائل ظاہر کریں (فریق اول) یہ بیان کری اور اسکے دلائل بتاویں کہ کیوں ہر ایک مسلمان کو ہر مسئلہ میں ایک بیکا مقلد ہو رہنا اور غیر مجبور کیطرح بے اختیار ہوکر حدیث صحیح و آثار پر عمل نکرنا جائز ہے۔ اور دلیر بہادر اہلحدیث یہ تاویں اور اسکی دلیل بیان کریں کہ جو شخص عمل بالحدیث کو تقلید پر مقدم کرے اور معہذا وہ جس مسئلہ میں کوئی دلیل نہ پاوے اسمیں کسی سنی امام مسلم الاجتہاد کی تقلید کرلے اور اس وجہ سے وہ حنفی بھی کہلاتا صرف جائز نہ واجب سمجھے تو یہ امر اسکے لیے کیوں ناجائز ہے۔ اور جو اس قسم کا حنفی ہو۔ وہ کیوں اس انجمن اہلحدیث کا رکن نہ بنایا جاوے۔ اور جو بظاہر اور منافقانہ طور پر عمل بالحدیث کو جائز یا واجب کہے۔ اور درحقیقت وہ بعض احادیث صحیحہ کو جو نص و تصریح رسول اللہ صلعم قرآن کی مفسر ہوں قرآن کی تفسیر قرار نہ دے۔ اور یہ عقیدہ جکڑا ہوا رکھتا ہو کہ قرآن سمجھنے کے واسطے حدیث نبوی و آثار سلفی کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور یہ عقیدہ مرزائی رکھتا ہو کہ احادیث نبوی جو متعلق قصص و اخبار ہوں۔ ان میں حقیقت شرعی کا مراد ہونا لازم نہیں۔ اور یہ عقیدہ پیر نیچر رکھتا ہو (جس میں وہ ابوسلم جاحظ معتزلی کا مقلد

ہے) کہ چار جانوروں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مختلف پہاڑوں پر رکھکر بلایا تھا۔ انکو ذبح کرکے ایک کا گوشت دوسرے سے ملا کر پہاڑوں پر متفرق نہ کیا تھا۔ بلکہ ایک ایک جانور کو زندہ ایک ایک پہاڑ پر رکھ دیا تھا۔ وہ انجمن اہلحدیث کے انتظامی ارکان میں شامل رہکر بعض اوقات غیر حاضری صدر انجمن میں صدر انجمن بھی بنایا جائے۔ کیا یہ امر اس شعر کا مصداق نہیں ؎

پری ہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز
بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

ہماری اس تجویز کو انجمن نے منظور نہ کیا۔ اور انجمن کے نام میں وہ لفظ بڑھایا اور اسی قسم کے منافق اہلحدیث کو انجمن کا انتظامی منبر بنایا تو ہم کو ایک نہ ایک دن صدر ہونے سے استعفا داخل کرنا پڑے گا۔

اس نوٹ کے آخیر میں جو مصرعہ ہمارے روحانی فرزند نے لکھا ہے اسکا جواب خاکسار اسکے بوڑھے روحانی باپ کے خیال میں یہ گذرا ہے۔

نبی کے ہیں شیعی حنفی نہ مرزائی نہ بکڑالی۔ نہ معتزلی جو مسلم جامع مردود کی کرتے ہیں شاگردی۔ وہ بھی ہدیہ ناظرین ہے۔

ریمارک ختم ہوا۔ اب اصل مضمون نقل کرتے ہیں۔

مذہب کی نسبت قدیم سے یہ طریقہ چلا آتا ہے۔ کہ ہر شخص اپنے مذہب کو عین صواب سمجھکر اسکے لیے وہ نام تجویز کرتا ہے جو اس کے خیال میں عمدہ و مستحسن ہو۔ اور ان لوگوں کے لیے جو اسکے مخالف یا پورے ہمخیال نہوں اس نام کا اطلاق جائز نہیں رکھتا۔ گو وہ نام اپنے مفہوم کے لحاظ سے ان پر صادق آتا ہو یا اس کا صدق

؎ یہاں حنفی سے مراد وہی حنفی ہیں جو عمل بالحدیث کو سعادت سمجھتے ہیں۔ اور تقلید مذہب الکواس امر سے مانع نہیں ہوتی۔ اور جو حنفی ایسا نہیں۔ وہ ہمارے نزدیک حنفی کجا پورا مسلمان بھی نہیں ہے۔
اسکی تفصیل ہم عنقریب اسی مضمون میں کریں گے جسکا عنوان یہ ہوگا۔
؎ ہمارا حنفی ہونا کس معنی کر ہے لا

ان پر بطریق اولے ہوسکے یا صرف انہیں کے ساتھ مخصوص ہو۔

دوسری صورت کی مثالیں (یعنی اس نام کا غیر پر بطریق اولے صادق آنا یا غیر کے ساتھ مخصوص ہونے کی) بکثرت پائی جاتی ہیں۔ از انجملہ دو مثالیں ذکر کیجاتی ہیں۔ (۱) مشرکین مکہ (جو اپنے آپکو پیرو ملت ابراہیمی خیال کرتے تھے)۔

(۲) یہود و نصاریٰ جو حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ السلام کو یہودی و نصرانی ٹھہرا کر اپنے آپکو ان کا پیرو بیان کرتے تھے۔ مگر چونکہ ملت ابراہیمی کا مفہوم ان پر صادق نہیں آتا تھا۔ اور درحقیقت یہ لقب ان کے اغیار (مسلمانوں) پر بطریق اولے صادق آتا تھا۔ تو اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں پر اس لقب کا صدق بطریق اولے جائز کرنے اور یہود و نصاریٰ کو اس ادعائی لقب سے الگ کرنے کے لیے فرمایا۔ وما کان ابراھیم یھودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما وما کان من المشرکین۔ ان اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ وھذا النبی ص (سورۃ آل عمران ع ۷)

پہلی صورت کی مثالیں (یعنی وہ صورت جسمیں وہ لقب اور نام دوسروں پر بھی صادق آتا ہو) بہی بہت ہیں۔ ان میں سے ایک مثال جس سے ہمیں اسوقت بحث کرنا منظور ہے۔ بیان کی جاتی ہے۔ وہ مثال لقب "اہلحدیث" ہے۔ مگر یہ مثال عندیہ عوام کے لحاظ سے ہے خواص اہل تحقیق اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اس مذہب کے عوام پیروان کا یہ خیال و ادعا ہے۔ کہ لقب اہلحدیث ہمارے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ اور ہم ہی اس خطاب سے مخاطب کیے جاسکتے ہیں۔ گویا یہ لقب ان کا رجسٹری کرایا ہوا ہے۔ لہذا کسی دوسرے کو انکے خیال میں اپنے حق میں اس لقب کے اطلاق و استعمال کا اختیار و گنجایش نہیں ہے۔ مگر کسی خطاب سے مخاطب ہونے یا کسی لقب کا مستحق بننے یا اس کی نسبت دعوےٰ خصوصیت کرنے کے واسطے محض ادعا کافی نہیں ہوسکتا۔ ورنہ مشرکین مکہ اور یہود و نصاریٰ بھی ملت ابراہیمی میں داخل و مخصوص ہوجائیں۔ اور اسی طرح ہتیرے گمراہ فرقے جو اپنے آپکو خطابات حسنہ مذہبیہ کا مستحق یا ان القابات کو اپنے واسطے مخصوص جانتے ہیں۔ صرف ادعا کی وجہ سے اپنے دعویٰ

میں سچے ہو جائیں۔ مثلاً مرزائی۔ اہل قرآن۔ معتزلہ (جو اپنے آپ کو اصحاب التوحید والعدل سمجھتے ہیں) روافض۔ خوارج وغیرہ۔ بلکہ اسکی شناخت اور واقعی اس خطاب کا مستحق بننے کے لیے کوئی معیار ہونا چاہیے۔ وہ کیا ہے (صدق مفہوم وتسلیم اصول) پس جو شخص اس معیار میں پورا اُترا وہ اس خطاب کا مستحق سمجھا جائے گا۔ اور اسی کے لیے وہ لقب زیبا ہوگا۔ ورنہ اسکا محض ادّعا وخیال خام متصور ہوگا۔

اس معیار کے رو سے اہلحدیث کو بھی جانچنا چاہیے کہ کیا یہ لقب احناف پر بھی صادق آسکتا ہے یا نہیں؛ اور آیا فی الواقع عوام اہلحدیث کا ادعا خصوصیت وخیال رجسٹری بجا ہے یا بے جا؛

ان کے نزدیک اگر اہلحدیث سے مراد وہ اشخاص ہوں جو احادیث صحیحہ اور آثار کو اپنا دستور العمل بنا دیں اور جب ان کے نزدیک یہ بات ثابت ہو جائے کہ فلاں حدیث صحیح ہے اور کوئی دلیل شرعی اسکے معارض نہیں تو وہ بے کھٹکے اسپر عمل کرنے کو تیار ہو جاویں اور کسی امام ومجتہد کے قول مخالف حدیث کو اس کے لیے عائق ومانع نہ جانیں۔ جیسا کہ مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۲۰ کے صفحہ ۱۵۹ میں بجواب سوال "مذہب اہلحدیث کیا ہے" فرماتے ہیں کہ "ان کا مذہب صحیح حدیث ہے جس کو اکابر مجتہدین نے (رضوان اللہ علیہم اجمعین) "اذا صح الحدیث فھو مذھبی" کہکر اپنا مذہب بتایا ہے۔ تو اس معنی کے لحاظ سے جیسا کہ فرقہ اہلحدیث معروف اس لقب خطاب کا مستحق ہے اسی طرح احناف وغیرہ مذاہب اربعہ کی پیرو بھی جو احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں کسی امام یا مجتہد کے قول کو حجت نہیں سمجھتے اس لقب کے مستحق ہیں۔ کیونکہ جب وہ اس معیار کے رو سے جو پہلے تجویز ہو چکا ہے (یعنی تسلیم اصول وصدق مفہوم) اس لقب کے اصول کو تسلیم کرتے ہیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ اہل حدیث کا اطلاق ان پر جائز نہو۔ بلکہ وہ اس کے ضد ومقابل ٹھہرائے جائیں اصول فقہ حنفیہ میں صاف طور پر اس اصول کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اور حدیث صحیح کو قیاس پر بدرجہا فوقیت وترجیح دی گئی ہے۔ حنفیہ کے نزدیک خبر واحد

وحدیث مرسل وغیرہ بھی حجت ہیں اور ان کے مقابلہ میں قیاس کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ حنفیہ کے نزدیک ضعیف حدیث کو بھی قیاس سے مقدم کیا گیا ہے حدیث نبوی تو اعلےٰ درجہ پر ہے۔ قول صحابی بھی ان کے نزدیک قیاس سے مقدم ہے۔ ان امور کی تائید وثبوت کے لیے چند عبارتیں کتب معتبرہ اصول وفروع حنفیہ سے نقل کیجاتی ہیں

میزان کبریٰ شعرانی میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے وہ میری سر آنکھوں پر ہے میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اور ہمیں اسکی مخالفت کی مجال نہیں اور جو کچھ آپکے اصحاب رضوان اللہ علیہم نے فرمایا ہے وہ بھی ہمیں منظور ہے۔ اور جو کچھ ان کے ماسوا کسی اور نے کہا ہے تو وہ بھی آدمی ہیں جیسے ہم بھی۔

وفی روایۃ اخری انہ کان یقول ماجاء عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعلی الراس والعین وما جاء عن اصحابہ تخیرنا وما جاء عن غیرھم فھم رجال ونحن رجال (میزان صفحہ ۷۰)

حسامی میں ہے کہ قول صحابہ کی تقلید واجب ہے اس کے موجود ہونے پر قیاس کو چھوڑ دینا چاہیئے کیونکہ اسمیں صحابی کا اس قول کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سننے کا اور آنحضرت کے مطلع ہونے کا احتمال ہے نیز وہ تنزیل قرآن کے احوال کے مشاہدہ واسباب تنزیل کی معرفت کے لحاظ سے بھی اپنی رائے غیروں کی رائے پر فضیلت رکھتی ہے۔

تقلید الصحابی واجب بترک بہ القیاس لاحتمال السماع والتوقیف ولفضل اصابتھم فی نفس الرای بمشاھدۃ احوال التنزیل ومعرفۃ اسبابہ۔ (حسامی صفحہ ۹۴)

درالمختار میں ہے اگر کسی نے اصحاب حدیث پر کوئی چیز وقف کی ہو تو اس میں وہ شافعی جو طلب حدیث میں نہوں داخل نہوں گے۔ اور حنفی طلب حدیث میں ہوں خواہ

وقف علی اصحاب الحدیث لایدخل فیہ الشافعی اذا لم یکن فی طلب الحدیث ویدخل الحنفی کان فی طلبہ اولا یزاد یہ

لکونہ یعمل بالمرسل ویقدم خبر الواحد علی القیاس۔ (درالمختار ص۴۰۱)

نہوں سب داخل ہو جائینگے۔ کیونکہ وہ حدیث مرسل پر عمل کرتے ہیں اور خبر واحد کو قیاس پر مقدم کرتے ہیں۔

چنانچہ اسی لحاظ سے مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۲۱ میں فرماتے ہیں۔ جسکا ماحصل یہ ہے:۔ کہ "مذاہب اربعہ ان مجموعہ مسائل کا نام ہے جو کتاب اللہ حدیث رسول اللہ۔ اجماع و قیاس سے ماخوذ ہیں۔ اور مذہب اہلحدیث از انجملہ خاصکر اصل اول و اصل ثانی حدیث و آثار سلفیہ سے ماخوذ ہے۔ مذاہب اربعہ اور مذہب اہلحدیث میں نسبت تضاد نہیں بلکہ عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے۔ اور اہل مذاہب اربعہ اور اہلحدیث میں نسبت عموم خصوص من وجہ ہے۔ اہل مذاہب اربعہ میں سے بعض حنفی شافعی وغیرہ بھی کہلاتے ہیں اور اپنے اماموں اور مجتہدوں کے اقوال کے مقابلہ پر استدلال بالحدیث کی وجہ سے وہ اہلحدیث کہلانے کے بھی مستحق ہیں۔ کوئی کہے یا نہ کہے جیسے متقدمین سے امام ابوجعفر طحاوی اور فقہاء عراق اور بعض فقہاء ماوراء النہر اور متاخرین سے شاہ ولی اللہ صاحب اور انکی اولاد امجاد جن کا اہلحدیث اور پھر حنفی ہونا انکی مدت العمری عمل سے عیاں ہے

اسی طرح اہلحدیث سے بھی بعض حنفی کہلا سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ نص قرآنی و حدیث نہ ملنے کے وقت حنفی مذہب کی کتب متون و شروح کے مطابق فتوے دیتے ہیں۔ جیسے شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین صاحب شمس العلماء دہلوی اور خود مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب اور حنفیہ سے بعض اہلحدیث کہلانا نہیں چاہتے اور اہلحدیث سے بعض حنفی شافعی وغیرہ کہلانا پسند نہیں کرتے۔"*

* اہلحدیث زمانہ قدیم میں بہت گذرے ہیں۔ جو حنفی۔ شافعی نہ کہلاتے۔ اشاعۃ السنہ جلد ۸ میں مضامین: "اہلحدیث قدیم ہیں یا جدید۔ اور اہل حدیث انکا پرانا لقب ہے" ملاحظہ ہوں۔ اور اس زمانہ میں تو اکثر اہلحدیث عامی بھی حنفی شافعی نہیں کہلاتے وہ جو مجتہد بنے ہوئے ہیں۔ حنفیوں میں اہلحدیث نہ کہلانے والے زمانہ قدیم میں تو کم تھے۔ مگر اس زمانہ میں بمقابلہ عوام اہلحدیث وہ بھی بڑھ گئے ہیں۔ (باقی بر صفحہ آئندہ ۱۷۷)

اس اصول اور فرزاد مولانا ابوسعید صاحب سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ مذہب حنفی اور مذہب اہلحدیث میں نسبت تضاد نہیں جیسا کہ عوام کا خیال ہے۔ اور تسلیم اصول کے لحاظ سے حنفی بھی اہلحدیث کہلا سکتے ہیں۔ کوئی انہیں اہلحدیث یا نہ کہے۔ اسی طرح اہلحدیث بھی حنفی کہلا سکتے ہیں جبکہ وہ فتاوے احناف پر نص نہ ملنے کے وقت عمل کریں۔ اس اجتماعی مادہ میں احناف و اہلحدیث کا فرق ہو گا تو صرف اتنا فرق ہو گا کہ محققین حنفیہ مختلف حدیثوں کی ترجیح و تطبیق میں زیادہ تر اپنے متقدمین اصحاب مذہب پر اعتماد کرینگے اور انکی روش کو پسند کرینگے اور جس صورت میں کہ حدیث و مذہب بالکل مخالف ہوں تو بلا وجہ حدیث کو نہ چھوڑینگے بلکہ اس وقت اذا صح الحدیث فھو مذھبی پر عمل کرینگے۔ اور اہل حدیث اس ترجیح و تطبیق میں اس روش کو ضرور نہ سمجھینگے اور بوقت عدم نص مذہب حنفی پر فتوے دینگے۔ مگر یہ کوئی معتد بہ فرق نہیں اور اس صورت میں وہ ایک درخت کی دو قوام شاخیں ہیں ایسی صورت میں خیال تفرقہ بے جا ہے یہ اختلاف اسی اختلاف کا نمونہ ہو گا جو سلف صالحین صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین و تابعین و تبع تابعین میں ہوا کرتا تھا۔

اس اتحاد کی تائید و تصدیق اور حنفی مذہب کے مذہب اہلحدیث ہونے کے ثبوت میں ہم شاہ ولی اللہ صاحب کی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ کی شہادت پیش کرتے ہیں جس سے ناظرین کو بخوبی معلوم ہو جائیگا کہ مذہب حنفی اپنے اصول کے لحاظ سے مذہب حدیث کے ساتھ کیا نسبت رکھتا ہے۔ اور اصلیت اور حقیقت کیا ہے۔ جس سے ان لوگوں کی غلط فہمی بھی دور ہو جائے گی جو مذہب حنفی کو مجموعہ آراء اور مبائن حدیث خیال کرتے ہیں۔

واصل مذھبہ فتاوی عبد اللہ ابن مسعود و قضایا علی رضی اللہ	شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ حضرت ابراہیم نخعی اور ان کے

ہمارے نئے دوست ایڈیٹر سراج الاخبار جن کو ہم دوست بناتے ہیں۔ اور وہ ظاہر و نص حدیث پر عمل کرنیکو ناجائز بتا کر اور امام بخاری جیسے مجتہدین اہلحدیث کو مقلد شافعی بنا کر ہم سے دشمنی اور لڑائی کے سامان مہیا کرتے ہیں۔ الٰہی خیر۔ حنفی یہ طرح سناتا ہے خدا خیر کرے غیر عالم اللہ تا ہی خدا خیر کرے۔ ایڈیٹر

عنهما و فتاواه وقضايا شريح وغيره من قضاة كوفة فجمع من ذلك ما يسره الله تعالى ثم صنع في آثارهم كما صنع اهل المدينة في آثار اهل المدينة (ص ۱۴۹)

ہمعصر فقہاء کے مذہب اور اصل کے پابند تھے جس میں انہوں نے اپنی دقت نظر کو خرچ کرکے استنباط و استخراج مسائل کیا اور مذہب ابراہیم کا ماخذ فتاوے عبداللہ بن مسعود رضہ (جنکی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "اللهم فقهه في الدين" کی دعا مستجاب فرمائی ہے) اور فتاوے و فیصلجات حضرت علی رضی اللہ عنہ (جن کی نسبت اقضی الناس ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہوا ہے) اور نیز قاضی القضاۃ قاضی شریح وغیرہ کے فیصلجات ہیں جن کو انہوں نے جمع کرکے علماء مدینہ سعید بن المسیب وغیرہ کی طرح ان سے استنباط مسائل کیا

پھر صفحہ ۱۵۱ میں فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالے عنہ ابراہیم

وكان ابو حنيفة رضي الله عنه الزمهم بمذهب ابراهيم واقرانه لا يجاوزه الا ما شاء الله - وكان عظيم الشان في تخريج على مذهبه دقيق النظر في وجوه التخريجات مقبلاً على الفروع اتم اقبال (ص ۱۵۱)

اور ان کے ہمعصر علماء کے مذہب پر لزوم سے چلتے تھے اور اس سے ہرگز تجاوز نہ کرتے تھے الا ماشاء اللہ اور ابراہیم ؑ کے مذہب پر استنباط مسائل میں عظیم الشان تھے اور وجوہ استنباط میں دقیق النظر اور فروع کی طرف پورے طور پر متوجہ تھے۔

پھر فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے

وكان احسنهم تصنيفاً والزمهم درساً محمد بن الحسن وكان من خبره انه تفقه على ابي حنيفة وابي يوسف ثم خرج الى المدينة فقرء الموطاء على مالك ثم رجع الى نفسه فطبق مذهب اصحابه

محمد بن الحسن زیادہ ملازم درس اور بہت عمدہ تصنیف والے تھے ایسا ہوا کہ انہوں نے ابوحنیفہ اور ابو یوسف رحمہما اللہ سے فقہ سیکھی پھر مدینہ جاکر امام مالک رحمہ اللہ سے موطا پڑھا پھر اپنی حالت کی طرف

علی المؤطا مسئلة مسئلة فان وافق فیها والا فان رای طائفة من الصحابة والتابعین ذاهبین الی مذهبه فکذلك وان وجد قیاسا ضعیفا او تخریجا اینا یخالفه حدیث صحیح فیما عمل به الفقهاء او یخالفه عمل اکثر العلماء ترکه الی مذهب من مذاهب السلف مما یراه ارجح ما هناك ++++ فصنف محمد رحمه الله وجمع رای هؤلاء الثلثة ونفع کثیرا من الناس فتوجه اصحاب ابی حنیفة رضی الله عنه الی تلك التصانیف تخلیصا و تقریبا او شرحا او تخریجا او تاسیسا او استدلالا ثم تفرقوا الی خراسان وما وراء النهر فیسمی ذلك مذهب ابی حنیفة رضی الله عنه۔

متوجہ ہوئے تو اپنے اصحاب رضؓ کے مذہب کا ایک ایک مسئلہ مؤطا کے مطابق کیا اگر موافق نکلا تو بہتر ورنہ اگر صحابہ وتابعین کے کسی گروہ کا وہ مذہب ہوتا تو بھی خیر اور اگر وہ مذہب کوئی قیاس ضعیف یا استنباط رفیق ہوتا جس کے کوئی حدیث صحیح مخالف ہوتی یا اکثر علماء کا عمل اسکے مخالف ہوتا تو اپنے اصحاب کے مذہب کو چھوڑ کر سلف صالحین کے مذہب میں سے جس کو سب سے راجح جانتے اختیار کرتے۔ پھر فرماتے ہیں اس روش پر امام محمد رح نے کتابیں تصنیف کیں اور ان تینوں کی راؤں کو جمع کیا اور بہت لوگوں کو نفع پہنچایا۔ پھر اصحاب ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ان تصانیف کی طرف توجہ کی اور ان کا خلاصہ کیا قریب الفہم بنایا کسی کی شرح کسی کی وجہ اور استدلال بیان کئے پھر خراسان اور ماوراء النہر کی طرف پھیل گئے اور یہ (مجموعہ) مذہب ابو حنیفہ کے نام سے موسوم ہوا۔

ان عبارات سے کئی فوائد حاصل ہوئے۔ ایک تو یہ ہے کہ مذہب ابو حنیفہ اس مجموعہ کا نام ہے جو فتاوے عبد اللہ بن مسعود اور فتاوے و فیصلجات حضرت علی اور فیصلجات قاضی شریح اور دیگر قضاۃ کوفہ سے حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ نے مرتب کیا اسکے بعد حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنی دقت نظر سے اس میں غور کیا اور استنباط مسائل کیا بعدہ قاضی

پیاس کے وقت پانی نہ پیا جائے گا تو وہ زہریلا مادہ جسم میں رہے گا اور فساد پیدا کرے گا۔ آجکل لاہور میں کئی آدمیوں کو قولنج کا ہونا سنا گیا ہے جس کا سبب یہی (حماقت) روزہ ہے۔ اس شخص نے جواب دیا کہ میرے سوا اور جن لوگوں کو آجکل لاہور میں قولنج ہوا ہے ان میں سے صرف میں نے ہی روزہ رکھا تھا۔ اور تو سب کے سب ہندو تھے۔ پھر ڈاکٹر صاحب نے اس کا کوئی جواب نہ دیا وہ جواب کیا دیتے قولنج یا اور بیماریوں کے اسباب ایک نہیں ہوتے۔ پھر اس مرض کو روزہ کا نتیجہ قرار دینا اسلام اور احکام اسلام پر بدگمانی کی وجہ سے نہیں تو اور کیا وجہ رکھتا ہے۔ ہزاروں لاکھوں مسلمان روزہ رکھتے ہیں۔ مگر کبھی پچاس برس کے عرصہ میں ہمنے یہ نہیں سنا کہ کوئی شخص روزہ رکھ کر مبتلا قولنج ہوا ہو بلکہ ہمارا اور اکثر روزہ دار مسلمانوں کا تجربہ ہے کہ روزہ بہت سی بیماریوں کا جن کا سبب امتلاء اور فضول رطوبات ہوں (جیسے نزلہ۔ اسہال۔ سوء ہضم وغیرہ) علاج اور شفا ہے اسی نظر سے اس روزہ کے بیان فائدہ میں "لعلکم تتقون" فرمایا گیا ہے اور ہمنے اس کے ترجمہ میں روحانی بیماریوں کے ساتھ جسمانی بیماریوں سے بچ جانا بھی اسکا فائدہ بیان کیا ہے۔

اور اگر کسی شخص کی طبیعت میں یبس و حرارت کا غلبہ ہو اور روزہ رکھنے سے اسکو شدت پیاس تبخیر بعلالت پیدا ہو جائے۔ اور کوئی مرض سر درد یا پیٹ میں درد وغیرہ پیدا ہو جائے تو اسکو قرآن کریم نے فوراً افطار کی اجازت دی ہے۔ اور یہ حکم روزہ کا حکم تبخیر کے بر خلاف نہیں پھر اسکو حماقت کہنا کونسی عقلمندی و انصاف ہے۔

چھٹی آیت میں ارشاد ہوا ہے (مسلمان) لوگوں پر خدا کی رضامندی

ابو یوسف اور محمد بن الحسن رح احادیث مؤطا کے مطابق کر کے ان قیاسات کو جو مخالف صحیح حدیث کے تھے ترک کر دیا اور اُس کے مقابلہ میں سلف کے مذاہب سے جس کو زیادہ راجح اور قوی دیکھا اسے اختیار کر لیا۔ پس یہ مذہب مجموعہ کتاب اللہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آثار سلفیہ و فیصلہ اکابر مجتہدین ہوا جو یکے بعد دیگرے منقح ہوتا ہوا حنفی مذہب کے نام سے موسوم ہوا

پس تمسک بالحدیث جیسا کہ سابقاً ظاہر ہو چکا ہے اس مذہب میں سلف صالحین کے طریقہ پر موجود ہے۔ جسکی وجہ سے حنفی اہلحدیث کہلا سکتے ہیں اور ان کا مذہب مذہب اہل حدیث کے مخالف اور اس کا قسیم نہیں ٹھہر سکتا۔

نیز اہل انصاف پر یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ حنفی مذہب کی پیروی محض تقلید شخصی نہیں جیسا کہ عموماً لوگ کہا کرتے ہیں۔ بلکہ یہ ایک ایسے مذہب کا اتباع ہے جو فقہاء و قضاۃ صحابہ و تابعین و تبع تابعین مجتہدین کی تحقیقات و فتاوے کو دیگر احادیث صحیحہ مؤطا وغیرہ کے مطابق کر کے بڑی چھان بین کے بعد مرتب کیا گیا ہے۔ صرف شخصی قیاسات کا نتیجہ نہیں ہے جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے اور اس کا اتباع محض اس خیال سے کیا جاتا ہے کہ اس مجموعہ کے مرتب کرنے والے علم شریعت میں کامل تھے اور وہ کمال ہم میں نہیں ہے۔ تاکہ ہم بھی از خود ایسی تحقیقات کر سکیں اور جو کچھ انہوں نے کہا ہے وہ خدا و رسول کے احکام ہیں نہ انکی رائے جیسے عوام کسی طبیب معتقد فیہ یا عام طبیب کسی بڑے حاذق و ماہر طبیب یا چند اطباء حذاق کے فیصلہ کو تسلیم کرتے ہیں ان کا اتباع اس خیال سے نہیں کہا جا سکتا تاکہ یہ لوگ امام ابو حنیفہ رح وغیرہ بالذات مفترض الطاعۃ تھے۔ اور وہ کسی چیز کو اپنی طرف سے حلال یا حرام کر سکتے تھے۔ ایسا خیال تو حسب روایت ترمذی جو آیت اتخذوا احبارھم ورھبانھم الآیہ کی تفسیر میں وارد ہے۔ ایک قسم کا شرک ہے۔ جو کسی اہل حق کے نزدیک جائز نہیں ہو سکتا۔

شاہ ولی اللہ صاحب جواز تقلید کی وجہ میں اس بیان کے بعد کہ مذاہب اربعہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

کی تقلید جو مدوّن ہیں باجماع امت جائز ہے اور اس میں کسی معتد بہ شخص کا خلاف نہیں اور اس میں بہت مصلحتیں ہیں خصوصًا ایسے زمانہ میں جبکہ ہر ایک شخص اپنی ہی راے کو پسند کرتا ہے اور اسی کی پیروی کرتا ہے۔

اور جو ابن حزم نے تقلید کو حرام کہا ہے وہ اُن لوگوں کے حق میں ہے جو قوت اجتہاد رکھتے ہوں اور وہ اس سے اعراض کریں یا اس شخص کے حق میں ہے جو یہ بات پوری پوری ظاہر ہونے پر (کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فلاں حکم ہے (نہ منسوخ ہے نہ کوئی اور دلیل اسکے مخالف ہے) بھی تقلید کو نہ چھوڑے یا اس شخص کے حق میں ہے جو کسی شخص کی تقلید اس خیال سے کرے کہ جو وہ کہتا ہے یقینًا صحیح ہے۔ اور یہ خیال رکھے کہ اسکی تقلید باوجود دلیل خلاف بھی نہ چھوڑونگا۔ یہ قول ابن حزم اس شخص کے حق میں نہیں ہے جو اسی چیز کو حلال یا حرام جانے جسکو اللہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حلال یا حرام کہیں) فرماتے ہیں کہ یہ تقلید کیونکر ناجائز ہو سکتی ہے۔ جبکہ ہم کسی فقیہ کی نسبت یہ اعتقاد نہیں رکھتے کہ اللہ تعالےٰ نے وحی کے ذریعہ اسکی طرف فقہ بھیجی ہے اور اسکی اطاعت فرض کی ہے۔ اور وہ معصوم ہے کسی فقیہ کی اقتدا ہم صرف اس خیال سے کرتے ہیں کہ وہ عالم کتاب و سنت ہے اور اس کا قول یا صریح کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ہے یا کسی طرح اس سے استنباط کیا ہے یا قرائن سے کسی حکم کی علت معلوم کرلی ہے اور اس علم پر اسکو اطمینان حاصل ہوگیا تو اس نے غیر منصوص کو منصوص پر قیاس

فکیف لا ولم نؤمن بفقیہ ان اللہ اوحی الیہ الفقہ وفرض علینا طاعتہ وانہ معصوم فان اقتدینا بواحد منہم فذلک لعلمنا بانہ عالم بالکتاب والسنۃ فلا یخلو قولہ اما ان یکون من صریح الکتاب والسنۃ او مستنبطا عنہما بنحو من الاستنباط او عرف بالقرائن ان الحکم فی صورۃ ما منوطۃ بعلۃ کذا واطمئن قلبہ بتلک المعرفۃ فقاس غیر المنصوص علی المنصوص فکانہ یقول ظننت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کلما وجدت ھذہ العلۃ فالحکم ھکذا

والمقیس مندرج فی ھذا العموم فھذا ایضاً معزی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولکن فی طریقہ ظنون ولولا ذلک لما قلدہ مومن لمجتھد فان بلغنا حدیث من الرسول المعصوم الذی فرض اللہ علینا طاعتہ بسند صالح یدل علی خلاف مذھبہ وترکنا حدیثہ و اتبعنا ذلک التخمین فمن اظلم منا وما عذرنا یوم یقوم الناس لرب العلمین۔ (ص ۱۶)

کر لیا ہے پس گویا وہ یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب یہ علت پائی جاوے تو وہاں یہ حکم بھی موجود ہوگا اور مقیس اس عموم میں داخل ہے پس یہ بھی درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے۔ مگر اس طریقہ میں ظن واقعہ ہو گیا ہے اور اگر یہ (خیال) نہ ہو تو کوئی مومن کسی مجتہد کی تقلید کیوں کرے۔ پس اگر ہمیں رسول معصوم جس کی اطاعت اللہ نے فرض کی ہے کی حدیث سند صحیح سے اس مذہب کے خلاف مل گئی اور ہمنے اس حدیث کو چھوڑ کر اس تخمین کا اتباع کیا تو ہمسے زیادہ کون ظالم ہوگا۔ اور جب لوگ رب العالمین کے حضور میں قیامت کے دن کھڑے ہونگے تو ہمارا کیا عذر ہوگا۔

اس نقل عبارت حجۃ اللہ البالغہ سے بیان مذکورہ بالا کی پوری تصدیق ہوگئی اور یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ تقلید کس خیال سے ہونی چاہیے اور کس خیال سے جائز اور کس سے ناجائز بلکہ ظلم اور ایک قسم کا شرک ہے۔

اس بیان سے ہماری غرض یہ ہے کہ طرفین (حنفی و اہلحدیث) افراط و تفریط کو چھوڑ کر میانہ روی اختیار کریں اور ایک دوسرے کو تعصب اور نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھیں۔ معمولی باتوں کے اختلاف میں ایک دوسرے کو برا بھلا کہہ کر محرمات شرعیہ اتفاقیہ کے مرتکب نہ بنیں تقلید کرنیوالے یہ خیال نہ کریں کہ ان علماء اہل نظر و تحقیق کے لیے بھی جو اتباع سنت کی غرض سے نہ اتباع ہوا سے اور متقی بالطبع ہونے کے لیے استدلال بالحدیث کرتے ہیں تمسک بالحدیث جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ خیال محققین کی روش اور اس اصل حنفیت کے برخلاف ہے جس کا ذکر ہمنے اور مولانا ابو سعید محمد حسین صاحب نے کیا ہے ایسے خیال والے درحقیقت حنفی بھی نہیں جیسا کہ وہ اہلحدیث بھی نہیں۔ نیز مقلدین کو تقلید

اس خیال سے کرنی چاہیے جو اوپر مذکور ہوا جس پر محققین حنفیہ متقدمین سے آجتک چلے آئے ہیں۔ ایسی تقلید نہ کریں کہ وہ تقلید اتخذ واحبارھم ورھبانھم الآیۃ کا مصداق بنا دے اور غالباً اس کو کوئی عقلمند ایماندار بھی پسند نہیں کرتا اور اسیطرح اہل حدیث بھی بالکل مطلق لعنانی سے کام نہ لیں وہ لوگ جو اصول شریعت سے واقف نہیں ہوتے معمولی ترجمہ قرآن مجید اور قدرے حدیث پڑھکر مجتہد بن بیٹھے ہیں اور حدیث اذا وسد الامر الی غیر اھلہ کے مصداق بنکر مفتی بن جاتے ہیں اور خود گمراہ ہوتے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں ایسے لوگ اس زمانہ میں بکثرت ہیں جن کی مطلق العنانی نے بڑھتے بڑھتے مرزائیت اور چکڑالویت وغیرہ کی صورت اختیار کرلی ہے ایسے لوگوں کی مطلق العنانی پر مولانا ابو سعید محمد حسین صاحب بھی بارہا افسوس ظاہر کرچکے ہیں۔ اور ایسے ہی وقت میں شاہ ولی اللہ صاحب تقلید کو فرض بمصلحت بتاتے ہیں۔ کیونکہ مفتی بننا اور احادیث متعارضہ پر فیصلہ کرنا بڑی وسعت نظر اور تتبع واستقصا کا مقتضی ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب غایۃ المنتہی سے نقل کرکے فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل سے کسی نے پوچھا کہ فتوے دینے کے لیے (یعنی بطور تفقہ واستنباط از حدیث) ایک لاکھ حدیث کافی ہے تو انہوں نے جواب دیا

مسئل احمد یکفی للرجل مأۃ الف حدیث حق یفتی قال لا حتی قیل خمس مائۃ الف حدیث قال ارجو کذا۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص۱۵۵)

نہیں یہاں تک کہ پانچ لاکھ حدیث سے سوال کیا گیا تو فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ یہ قدر کافی ہو۔

اور نہ یہ خیال کریں کہ حنفی چند فروع اختلافیہ کی وجہ سے (جنمیں دلائل طرفین میں موجود ہیں اور خلاف بھی زیادہ اولویت وغیر اولویت کا ہے وہ بھی صحابہ بھی ہر ایک کے مطابق موجود ہیں) مخالف حدیث ہیں کیونکہ مخالفت حدیث کا حکم دگنا نہایت دشوار ومشکل ہے۔ اسکے علاوہ ایسے اختلافات موجب بیگانگت نہیں یہ اختلاف تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

عہد مبارک میں بھی واقعہ ہوئے ہیں۔ حکم اداے نماز عصر بنو قریظہ وغیرہ اسکے شاہد عدل ہیں جسطرح بعد عہد مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحابہ کئی مسائل میں باہم مختلف تھے پھر تابعین تبع تابعین مجتہدین محدثین اہل الرای بھی کئی مسائل میں باہم مختلف تھے اور اب بھی ہیں۔ بطور مشتے نمونہ خروارے چند اختلافات صحابہ رضوان اللہ علیہم نقل کیے جاتے ہیں تاکہ ناظرین اسے محض اصرار بلا دلیل نہ سمجھیں۔

حجۃ اللہ البالغہ میں ہے۔ صحابہ اور تابعین و تبع تابعین میں بعض بسم اللہ (نماز میں قبل قرأت) پڑھتے اور بعض نہ پڑھتے تھے۔ بعض اونچی اور بعض آہستہ پڑھتے تھے۔ بعض نماز فجر میں قنوت پڑھتے اور بعض نہ پڑھتے تھے۔ بعض سینگی لگوانے پچھنے لگوانے سے وضو کرتے اور بعض نہ کرتے تھے۔ بعض عورت اور ذکر کو شہوت سے چھونے سے وضو کرتے اور بعض نہ کرتے تھے۔ بعض آگ کی پکی چیز کھانے سے وضو کرتے اور بعض نہ کرتے تھے۔ بعض اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو کرتے اور بعض نہ کرتے تھے۔ وھذا ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ اسکی کئی اور مثالیں بھی بیان کی ہیں جن کو خوف طوالت سے چھوڑ دیا گیا ہے۔

وقد کان فی الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم من یقن البسملۃ ومنھم من لا یقرأھا ومنھم من یجھر بھا ومنھم من لا یجھر بھا وکان منھم من یقنت فی الفجر ومنھم من لا یقنت فی الفجر ومنھم من یتوضأ من الحجامۃ والرعاف والقئ ومنھم من لا یتوضأ من ذلک ومنھم من یتوضأ من مس الذکر ومس النساء بشھوۃ ومنھم من لا یتوضأ من ذلک ومنھم من یتوضأ من اکل لحم الابل ومنھم من لا یتوضأ من ذلک وھذا کان یصلی بعضھم خلف بعض۔
(حجۃ اللہ البالغہ ص۱۶۴)

آسیطرح کے سینکڑوں اختلافات اسلاف صحاح وسنن میں موجود ہیں مگر ان اختلافات کی وجہ سے نہ ایک دوسرے کو مخالف حدیث قرار دیتا اور نہ

نفرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ بلکہ وہ آپسمیں ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے اور اخوت و اتحاد کو قائم رکھتے تھے۔

ان اختلافات صحابہ و تابعین و تبع تابعین مجتہدین و محدثین کے اسباب حجۃ اللہ البالغہ اور رسالہ انصاف میں بیان کیے ہیں۔ اور ان کو مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب نے اپنے ضمیمہ اشاعۃ السنہ جلد اول و دوم میں نقل کیا ہے۔ انکی نقل کے بعد جو فوائد ان سے ظاہر کیے ہیں ان سے ہمارے بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔

آپ فرماتے ہیں ان اختلاف سے یہ فوائد ظاہر ہوتے ہیں:۔

(۱) بعض صحابہ کا بعض احادیث پر عمل کرنے نہ کرنے میں ایسے طور پر اختلاف ہوا ہے کہ اس اختلاف سے ان کو تارک حدیث نبوی و منکر نہیں کہا جا سکتا اور نہ وہ اختلاف ایک دوسرے کی تکفیر و تضلیل کا باعث ہوا۔

(۲) ایسا ہی اختلاف تابعین میں بعض احادیث کے عمل و ترک میں ہوا ہے۔

(۳) مجتہدین کا بعض احادیث کے عمل و ترک میں اختلاف بھی اسی قسم کا ہوا ہے۔

ناظرین ان اختلافات کے اسباب کی تفصیل دیکھنی مطلوب ہو تو کتب محولہ یا ضمیمہ جلد اول و دوم اشاعۃ السنہ کو دیکھیں۔ ہمارا مقصود اس مقام پر صرف یہی ہے کہ جب یہ اختلافات ہمارے اسلاف میں پائے جاتے تھے اور اسکی وجہ سے کوئی مخالف حدیث نبوی نہیں ٹھہرایا جاتا تھا اور انکے رشتہ اور اتحاد و یگانگت و تقوی میں کوئی فرق نہیں آتا تھا اور نہ ایک دوسرے کو تکدر کی نظر سے دیکھتا تھا تو پھر ایک کیوں اسقدر شور و غل معمولی باتوں پر مچایا جاتا ہے اور بڑی بڑی باتوں کو نظر انداز کر کے چھوٹی چھوٹی باتوں پر گمراہی وغیرہ کے فتوے لگائے جاتے ہیں حالانکہ ان میں سے ہر ایک کی سند اسلاف میں موجود ہے۔ اور انکی روش میں اسکے لیے سلف سے امام ہے۔

جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ فقہاء کی کلام

ومنہا ان التخریج علی کلام الفقہاء و	سے تخریج مسائل اور جستجو الفاظ

تتبع لفظ الحدیث لکل منهما اصل اصیل فی الدین ولم یزل المحققون من العلماء فی کل عصر یاخذون بهما فمنهم من یقل من ذا ویکثر من ذا منهم من یکثر من ذا ویقل من ذا فلا ینبغی ان یهمل امر واحد کما یفعله عامة الفریقین وانما الحق البحت ان یطابق کل احدهما علی الآخر وان یجبر خلل کل بالآخر وذلک قول الحسن البصری رح سنتکم والله الذی لا اله الا هو بین الغالی والجافی (حجة الله البالغة ص ۱۶)

حدیث دونوں کے لیے دین میں قوی اصل موجود ہے اور ہر زمانہ میں محققین علماء دونو پر عمل کرتے رہے ہیں بعض اس میں سے کم اور اس میں سے زیادہ لیا اور بعض نے اس سے زیادہ اور اس سے کم پس فریقین کے عام لوگوں کی طرح کسی بات کو چھوڑنا نہ چاہیے اور حق خالص تو یہ ہے کہ ایک کو دوسرے کے مطابق کرکے ایک کی دوسرے سے کمی پوری کیجاوے اور یہی معنی حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے قول کے ہیں کہ اس خدا کی قسم جسکے سوا کوئی لائق عبادت نہیں سنت غالی وجافی مفرط ومفرط کے درمیان ہے۔

اسی محاکمہ اور میانہ روی کی ترغیب مولانا ابو سعید محمد حسین صاحب نے جلد اول کے ضمیمہ نمبر ۱۱ کے صفحہ ۶۵-۸۷ وغیرہ میں کی ہے۔ اور فریقین کو ضد وغلو سے روکا ہے یہی محققین علماء طرفین سلف وخلف کی روش ہے اور یہی اس عاجز کو اسوقت کہنا مطلوب تھا۔ ولیکن هذا آخرنا قلنا فی الاقتصاد وعدم الاشتطاط والاعتداد من وصایا الاسلاف والاخلاف علی ان الاعمال بالنیات وانما لامرء ما نوی ولکل وجهة هو مولیها وآخر دعونا ان الحمد لله رب العلمین ط ابو القاسم

خاکسار (ایڈیٹر) کہتا ہے اس مضمون کے رسالہ "الہدیٰ" میں شائع ہونے پر ایک جماعت کے ممبران انجمن اہل حدیث (خان بہادر منشی فضل الدین صاحب۔ میاں سلطان احمد صاحب۔ منشی محمد وحید صاحب۔ میاں فضل الدین صاحب گلٹ ساز) انکی اس درخواست کو منظور کرلیا۔ اور بالفعل وہ تانبہ جسپر میں استعفا دینے کو تیار ہوگیا تھا جاتا رہا۔ آیندہ انکا عمل دیکھا جائیگا۔

"السیف الصمام لمنکر شان الامام الاعظم" پر ایمانی اور حقانی ریویو

عنوان مذکورہ بالا کا ایک مضمون سراج الاخبار مارچ نہایت اگست ۱۹۱۱ء کے ضمیمہ میں شائع ہوا ہے۔ اسکے اس حصہ سے جس میں امام والا مقام کی عالی شان سے ذب اور مدافعت عمل میں آئی ہے۔ ہم کو دلی اتفاق ہے۔ اور اس سے لائق لوئیڑ کی کتب تواریخ واحوال الرجال ومناظرات میں وسعت نظر وسعلومات ثابت ہوتی ہے۔

امام للائمہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ پر جو اعتراضات وسطاعن اخبار اہل الذکر میں مشتہر کیے گئے ہیں کہ امام عالی مقام مجتہد نہ تھے اور وہ ان علوم سے جو اجتہاد کے لیے ضروری ہیں جیسے علم حدیث علم لغت وغیرہ کافی بہرہ نہ رکھتے تھے اور اصول فقہ کے اول مدون وہ نہ تھے۔ اور وہ نصوص چھوڑ کر پیروی رائے وقیاس کیا کرتے اور اس وجہ سے اکابر سفیان ثوری امام جعفر صادق امام باقر وغیرہم انکو برا کہتے" یہ سب کے سب ہذیانات بلا استثنا اکاذیب وبہتانات ہیں جنکا ماننا زمانہ حال کے متعصبین کے لیے حامد حسین شیعی لکھنوی کی کتاب عبقات الانوار وستیفاء الانتقام فی نقص منتہی الکلام کے سوا اور کوئی کتاب نہیں ہے۔ اس کتابہ میں اس قسم کے وطاعن سے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے علاوہ کسی سنی امام (امام مالک امام بخاری وغیرہم) کو بھی نہیں چھوڑا۔ اور ایک ایک کا نام لے کر کئی کئی درتوں بلکہ جزوں کو سیاہ کر ڈالا ہے۔ اخبار اہل الذکر کا اڈیٹر اور اسکا حیدرآبادی نامہ نگار اگر اس کتاب کے وطاعن مذکورہ اور اسکے دلائل وسندات کو صحیح اور واجب تسلیم سمجھتے ہیں۔ تو پھر باقی اماموں (امام مالک اور امام بخاری) کے حق میں ان وطاعن وبہتانات کے صحیح سمجھ کر کھلے بندوں شیعہ کیوں نہیں ہو جاتے جیسا کہ مولوی عبدالحق بنارسی یہی روش اختیار کر کے آخر شیعہ ہو گئے تھے مگر آخر مرنے سے پہلے وہ اس مذہب شیعی سے تائب ہو گئے اور خدا کی توفیق اور رہنمائی سے وہ سنی المحدیث ہو کر فوت ہوئے۔

اے برادران اسلام عمل بالحدیث اور چیز ہے اور ائمہ سلف پر طعن کرنا چیزے دیگر۔ عمل بالحدیث کے دلوے میں سلف پر طعن کرنا شعبہ رفض ہے۔ ہمارے شیخ اور شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین صاحب مرحوم محدث دہلوی اور اُن کے شیخ مولانا محمد اسحٰق صاحب مرحوم فرمایا کرتے اور اُن کے اقوال طبع ہو کر شائع ہو چکے ہیں کہ جو شخص امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ وغیرہ ائمہ مجتہدین کو بُرا کہتا ہے وہ چھوٹا رافضی ہے۔ ہمارا بھی یہی مقولہ اور اعتقاد ہے کہ جو شخص امام ابوحنیفہ وغیرہ ائمہ مجتہدین کو برا کہے اور اُن کے علم و دیانت و اجتہاد و تقوے پر طعن کرے وہ علوم دین سے محض جاہل اور چالاک پر تھوکنے کے سبب احمق اور ان اولیاء اللہ سے معاداۃ کیوجہ سے حدیث من عادی لی ولیا فقد بارز اللہ بالمحاربۃ کا مصداق ہے۔ لائق اڈیٹر سراج الاخبار نے ان مطاعن کو ایک ایک کرکے رد کر دیا ہے۔ اور مسلمہ کتب محدثین اہلسنت کے شہادات سے ا کافی اور دنداں شکن جواب دیدیا ہے۔ جزاہ اللہ عنا وعن سائر اہل السنت والاحناف۔ ان کے اس احساس کا شکریہ تمام اہل سنت اور معتقدین امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ پر (جنمیں ایک ہم بھی شامل ہیں۔ اور ان کی طرف انتساب کو فخر سمجھکر اہلحدیث حنفی کہلاتے ہیں۔ (اشاعۃ السنہ نمبر ۳ صفحہ ۷۴ جلد ۲۱ ملاحظہ ہو) ہم چاہتے تھے کہ ان کی تائید میں کسیقدر دلائل و نقول ائمہ عدول ہدیہ ناظرین کریں۔ مگر لائق ایڈیٹر کی تفصیل بادلیل نے ہم کو اس سے مستغنی کر دیا ہے۔ تاہم بطور تمثیل دو باتیں عرض کی جاتی ہیں۔

اول یہ کہ امام والا مقام پر جو قلت عربیت کے طعن کی تائید میں فقرہ ولو رآہ بابا قبیس پیش کیا گیا ہے۔ اس کے معارضہ میں ایک مستند شاعر کا شعر پیشکش ہے۔ جو اپنی ممدوحہ کی تعریف میں اُسنے کہا ہے

ان اباھا وابا اباھا + قد بلغ المجد غایتھا

دوسرے یہ کہ امام الائمہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ پر جو بعض ائمہ کے مواخذات کو پیش کیا گیا ہے اس کے معارضہ میں امام بخاری کے استاذ امام ذہلی کے مواخذہ کو جو مسئلہ لفظی بالقرآن مخلوق کی وجہ سے اُنہوں نے کیا تھا اور اسکا ذکر لائق اڈیٹر نے بھی کیا ہے اور امام بخاری کے شاگرد اور خریج امام مسلم کے اس مواخذہ کو جو عدم قبول معنعنہ معاصر غیر ثابت اللقاء کی وجہ سے انہوں نے کیا تھا اور وہ صحیح مسلم کے دیباچہ میں موجود ہے پیش کرتے ہیں۔ کیا ان مواخذات کے سبب امام بخاری مبتدع ہو سکتے ہیں نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ ان امور میں جو امام بخاری نے کہا ہے وہ آپکی راے ہے

جسکی بنا محض نیک نیتی اور خدا ترسی ہے اور جو آپکے مخالف امام ذہلی و امام مسلم نے کہا ہے وہ انکی رائے ہے۔ اسکی بنا بھی نیک نیتی اور خدا ترسی پر ہے۔ بہذا امام ذہلی یا امام مسلم کے قول سے امام بخاری مبتدع قرار نہیں پا سکتے۔ اور نہ ان کے مقابلہ میں امام بخاری کے حق پر ہونے سے امام ذہلی اور امام مسلم غلط گو ٹھہر سکتے ہیں ان کے یہ اختلافات بعینہ ان اختلافات کے نظیر ہیں جو طبقۂ اعلےٰ اور صدر اول کے اکابر صحابہ حضرت علی و عباس و حضرت عمر میں پائے گئے ہیں اور ان اختلافات کی وجہ سے ایک فریق نے دوسرے فریق کے حق میں الفاظ "کاذب۔ غادر۔ ظالم۔ خائن" کہے تھے (صحیح مسلم صفحہ ۹ جلد ۲ صحیح بخاری صفحہ ۴۲۶ جلد ۱ صفحہ ۵۰۵ صفحہ ۹۹۶ صفحہ ۱۰۸۵ جلد ۲) اور ان کتابوں کے شروح فتح الباری و قسطلانی ملاحظہ ہوں) کیا ان الفاظ کو پڑھکر کسی مسلمان سنی کی جرات ہو سکتی ہے کہ وہ یہ تجویز کرے کہ جن اکابر اصحاب (حضرت علی و شیخین) کے حق میں یہ الفاظ کہے گئے ہیں وہ واقعہ میں ان الفاظ کے مورد و مصداق تھے یا جن اکابر صحابہ (حضرت علی و عباس) کے منہ سے یہ الفاظ نکلے یا ان کے خیال سے سمجھے گئے تھے وہ واقعہ میں ناراستی پر تھے بلکہ اکابر اہل سنت نے یہی تجویز کیا ہے کہ جو کچھ کسی نے کہا اپنے اعتقاد و خیال سے کہا جس کا اثر دوسرے فریق پر نہیں پڑ سکتا۔ یہی محمل اور صحیح جواب اس تضعیف کا ہو سکتا ہے جو امام عالی مقام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے حق میں محدثین اہل سنت امام بخاری۔ نسائی۔ دارقطنی وغیرہ نے کی ہے۔ اور میزان الاعتدال وغیرہ کتب محدثین اہل السنت میں منقول ہے۔ اس تضعیف کے جواب میں یہی کہنا کافی و مناسب ہے کہ جس امام محدث نے امام والا مقام کو ضعیف لکھا ہے اسنے وحی آسمانی یا الہام ربانی سے کام نہیں لیا۔ بلکہ اپنی رائے اور سمجھ سے کام لیا ہے جو صرف اس کے مقلدوں کے نزدیک لائق تسلیم ہے امام والا مقام کے مقابلہ میں ان کے معتقدین کے نزدیک اس رائے کی کوئی وقعت نہیں ہے اور نہ وہ لائق تسلیم ہے۔ امام والا مقام کی شان اس امام سے کمتر نہیں ہے بلکہ ارفع ہے۔ پھر ان کے مقابلہ میں اس کی رائے کیا وقعت رکھتی ہے خصوصاً اس حالت میں کہ معدلین امام والا مقام کا عدد ان کے مضعفین سے بدرجہا بڑھکر ہے ایسا ہی عینی شرح بخاری نے متقدمین سے اور صاحب دراسات اللبیب نے متاخرین سے کہا ہے

(۶) وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا. ومن کفر فان اللہ غنی عن العلمین. (آل عمران ۱۰۶)

کے لیئے اُس کے گھر کا حج کرنا بھی ایک فرض ہے۔ اگر وہ اسکی طرف راہ پاسکیں یعنے سواری اور اپنے لیئے زادِ راہ اور اپنے پیچھے عیال کیلئے خرچ رکھتے ہوں۔ اور جو اِس حکم سے منکر ہو کر) کافر ہو جائے تو خدا تو تمام جہان والوں سے بے پروا ہے۔

اس گھر کو خدا تعالےٰ کے ایک برگزیدہ دوست حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو ہزاروں انبیاء اور خاتم الانبیاء کے جدامجد تھے خدا تعالےٰ کی عبادت کرنے اور بوقتِ عبادت اس کو قبلہ بنانے کے لیئے تعمیر کیا تھا۔ اور جب وہ تیار ہُوا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس گھر کی محبت و شوق سے اسکی دیواروں کو بوسہ دیا اور اسکے گرد طواف کیا تو یہ فعل اپنے محبوب کا خدا تعالےٰ کو پسند آیا اور اسکو اسکی یادگار قائم کرنے کے لیئے اسکے تمام پیروؤں پر لازم اور فرض کر دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے اسی جگہ عبادت کے لیئے یہ گھر بنایا تھا۔ اور اسکے گرد اسی شوق سے طواف کیا تھا۔ حضرت آدم سے پہلے اس گھر کے معاذی آسمان پر بیت المعمور کے گرد فرشتے طواف کرتے اور اسمیں نماز پڑھتے۔

ان پہلی دو نظیروں کو سمجھنے اور قبول کرنے کے لیئے تعلیم یافتہ مسلمانوں کے عقول و اذہان تیار نہیں۔ لہٰذا ہم انکی تفصیل سے قلم کو روکتے ہیں اور صرف اس بات کے جو قرآن میں موجود ہے بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ کہ حضرت ابراہیمؑ نے اور ان کے فرزند ارجمند

واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت

حضرت اسمٰعیلؑ نے اس گھر کو بنایا اور

دراسات کا صفحہ ۳۵۱ ملاحظہ ہو۔ اس تضعیف کا وہ جواب جو ہمارے دوست ایڈیٹر نے دیا ہے کہ ان محدثین نے ازراہ عداوت اور حسد صرف ضد اور نفسانی غرض سے تضعیف کی ہے مناسب نہیں ہے حاملین اصل دوم شریعت (سنت سنیہ مصطفویہ) ائمہ محدثین جنکی امامت کو آپ بھی مانتے ہیں اور امام کہنے کے سوا انکا نام بھی نہیں لیتے ضدی اور نفسانی اور حاسد اور اہل عداوت ائمہ دین تھے تو پھر ان کی مرویات کا کیا اعتبار رہا اور اصول شریعت کا ایک حصہ (اصل دوم) کہاں سے اخذ کیا جائے گا اور پھر مسلمانوں میں بے نفس راستباز تنقید رجال اور تصحیح و تضعیف احادیث میں حق کہنے والا کون ہوگا ؎ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی ؛

یہ بات تو غالباً آپکے نزدیک بھی مسلم ہوگی کہ حدیث کی تنقید تضعیف و تصحیح ائمہ محدثین ہی کا کام ہے نہ کسی دوسرے گروہ پیشوایان دین کا فقہا ہوں خواہ اصولی مجتہد ہوں خواہ مقلد کیونکہ آپ اپنے مضمون صفحہ ۴۴ و ۴۵ میں خطیب بغدادی اور امام شافعی سے بواسطہ قسطلانی شرح بخاری نقل کر چکے ہیں کہ علم حدیث صرف اس شخص کو ہو سکتا ہے جو اپنے آپ کو صرف اسی پر قاصر رکھے اور کسی دوسرے فن کے حاصل کرنے کو اس کے ساتھ نہ ملاوے اور جو شخص چاہے کہ علم فقہ و حدیث کو جمع کرے یہ مشکل بات ہے اسکی تائید میں ہم امام ذہبی کا قول اسکے تذکرۃ الحفاظ سے نقل کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں۔ فکم من امام فی فن مقصر عن غیرہ کسیبویہ مثلا امام فی النحو ولا یدری الحدیث ووکیع امام فی الحدیث ولا یعرف العربیۃ وکابی نواس راس فی الشعر عری عن غیرہ وعبد الرحمن بن مہدی امام فی الحدیث لا یدری ما الطب قط ومحمد بن الحسن راس فی الفقہ لا یدری ما القراءۃ وکحفص امام فی القراءۃ فاقد للحدیث ؎ وللحروب رجال یعرفون بہا یعنی بہت سے ایسے اشخاص ہیں جو ایک فن میں امام تھے دوسرے میں قاصر جیسے سیبویہ جو نحو میں امام ہیں اور نہ جانتے کہ حدیث کیا ہے اور وکیع جو حدیث میں امام تھے اور عربیت (ادب) سے ناواقف تھے اور ابو نواس جو شعر میں امام تھے اور اور علوم سے عاری اور عبد الرحمن بن مہدی جو حدیث میں امام تھے اور نہ جانتے کہ طب کیا ہے اور محمد بن حسن (شاگرد امام ابو حنیفہ رح) فقہ میں امام ہیں اور قراءۃ نہ جانتے اور امام حفص قراءۃ میں امام تھے۔ اور حدیث کے فاقد مصرعہ مشہور ہے کہ لڑائیوں کے لیے مرد مخصوص ہیں جو اسی سے پہچانے جاتے ہیں اور ائمہ فقہاء کا فقہ و اجتہاد سے مخصوص ہونا بھی آپکے نزدیک مسلم ہے۔ ان دونوں مسلمات کا لازمہ اور آپکے نزدیک مسلمہ نتیجہ یہ ہونا چاہیئے کہ حدیث کا ماخذ ائمہ حدیث ہی ہیں۔ فقہاء پھر وہی لوگ حاسد خود غرض اور ضدی اور نفسانی ٹھیرے تو حدیث کہاں سے لیجائے گی۔ ہمارے لائق دوست ایڈیٹر غور و انصاف سے اس بات کو سوچیں

کہ تضعیف امام کا مناسب جواب یہ ہے کہ جو ہم سے پہلے اجلہ حنفیہ نے دیا ہے جس سے وہ تضعیف اٹھ جاتی ہے اور محدثین ائمہ سے حسن ظنی بھی قائم رہتی ہے یا وہ جواب جو ایڈیٹر صاحب نے دیا ہے اور اس سے شریعت کا ایک اصل بے اعتبار ہو جاتا ہے۔ اس مضمون میں ایک اور بات بھی لائق ایڈیٹر کی نظر ثانی کے لائق ہے۔ اسمیں ایک عنوان "مجتہد کون ہو سکتا ہے" قائم کر کے لکھا ہے کہ کتاب و سنت سے مسائل اخذ کرنا مجتہد ہی کا کام ہے۔ اور جو شخص شرائط خمسہ اجتہاد سے جو عقد الجید کے بحث میں بیان ہوئے ہیں کامل بہرہ نہ رکھے اس کو تقلید لازم ہے اور اسی بنا پر آپنے یہ بھی لکھدیا ہے کہ "امام بخاری میں وہ شرائط اجتہاد پوری طور پر پائے نہ جاتے لہذا وہ مجتہد نہ تھے بلکہ مذہب شافعی کے مقلد تھے چنانچہ تاج الدین سبکی اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے ان کو طبقات شافعیہ میں شمار کیا ہے اور جب انہوں نے باوجود عدم لیاقت افتاء و اجتہاد فتویٰ دینا شروع کیا تو امام ابو حفص کبیر بخاری نے ان کو منع کیا اور کہا کہ آپ فتوے دینے کے لائق نہیں ہیں اسپر بھی انہوں نے یہ فتوے دیدیا کہ ایک بکری کا دودھ پینے والے لڑکی لڑکے کا نکاح ناجائز ہے اور اس سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے تو وہ بخارا سے نکالے گئے اور اسیوجہ سے وہ امام ابو حنیفہ رح کے دشمن بن گئے۔ اور ان کی تضعیف کے مرتکب ہوئے"۔ اس بات سے گو مقلدین کی نظر میں جو مجتہد کے سوا کسیکے لیے عمل بالحدیث جائز نہیں رکھتے اس مضمون کا حسن دوبالا ہو گیا ہو۔ مگر اس بات نے ان اہلحدیث کی نگاہ میں جو ائمہ محدثین سے بھی ویسا ہی اعتقاد رکھتے ہیں جیسا کہ امام ابو حنیفہ رح سے اور وہ باوجود عدم ادعاء اجتہاد ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہیں اس مضمون کی وقعت کو کم دیا اور بدنما دھبا لگا دیا ہے۔ اور راقم مضمون کی نسبت ان کو بدگمانی پیدا ہو گئی ہے کہ اس کو اصول فقہ اور کتب فقہ میں کافی نظر نہیں ہے اور کتب حدیث خصوصاً صحیح بخاری سے تو اس کو مطلق آشنائی نہیں ہے۔ کیونکہ اصول فقہ میں صاف مصرح ہے کہ ظاہر و نص پر عمل کرنا اجتہاد نہیں ہے۔ اور نہ یہ مجتہد کا مخصوص کام ہے بلکہ عامی بھی اس عمل کا مجاز ہے چہ جائے کہ متبحر علماء جو رتبہ اجتہاد کو نہ پہونچے ہوں۔ اور کتب فقہ میں صاف مصرح ہے کہ اگر کسی عامی نے یہ حدیث کسی سے سن لی ہو کہ سینگی لگوانے والے اور لگانیوالے کا روزہ افطار ہو جاتا ہے اور غلط فہمی سے اس ظاہری معنے کو صحیح سمجھکر سینگی لگوانے کے بعد عمداً کچھ کھا پی لے تو امام محمد کے نزدیک اسپر کفارہ نہیں ہے ہمارے دوست لائق ایڈیٹر نے ان مسائل کو کتب اصول (شرح اصول شاشی تحریر ابن ہمام و قاضی عضد الدین و مسلم الثبوت و شرح مسلم وغیرہ) میں اور کتب فقہ سے ہدایہ و بحر الرائق وغیرہ میں ملاحظہ کریں اور جو کتب و رسائل خاصکر مسئلہ اجتہاد کے احکام میں لکھی گئی ہیں (جیسے عقد الجید و انصاف

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب۔ عقد الفرید شرح نبلانی حنفی۔ ایضاح علی سبب الاختلاف مولانا محمد حیات سندھی حنفی۔ ناظرۃ الحق علامہ ہارون مرجانی حنفی) ملاحظہ کریں ان کتب و رسائل سے معنی ہمارے رسالہ اشاعۃ السنہ کا ضمیمہ جلد اول و دوم و سوم ہے۔ اس ضمیمہ کو ملاحظہ کریں گے تو اس مسئلہ کے متعلق کہ کتب اصول یا فقہ کی ضرورت باقی نہ رہیگی۔ اور وہ جلدیں طلب کرنے سے روانہ خدمت ہو سکتی ہیں

امام بخاری کی نسبت جو آپنے تین باتیں کہی ہیں (۱) وہ شروط اجتہاد کے فاقد ہونیکی وجہ سے مقلد تھے مجتہد نہ تھے۔ (۲) امام ابو حفص کبیر نے اسکو کہدیا تھا کہ آپ لائق افتا نہیں ہیں (۳) انھوں نے بکری کا دودھ پکڑنے سے حرمت رضاعت کا فتوے دیا تو بخارا سے نکالے گئے۔ یہ تینوں باتیں محض غلط اور بالکل غلط ہیں۔ امام بخاری کا فقیہ و مجتہد ہونا انکی کتاب صحیح بخاری سے ثابت ہے۔ یہ مقولہ مشہور ہے کہ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید "فقہ البخاری فی تراجمہ" کا مقولہ ان ہی کتابوں میں درج ہے۔ جنسے آپ انکا پیرو شافعی ہونا نقل کر چکے ہیں قسطلانی مطبوعہ مصر ص۲ جلد (۱) اول سے آخر تک پڑھا ویں اسمیں اس مقولہ کا ایک جماعت فضلائے سے مشتہر ہونا پائینگے۔ اور تراجم بخاری کا دقیق ہونا ملاحظہ کر کے یقین کرینگے کہ جو لوگ ان تراجم کے موافق احادیث کرنے میں سرگردان و حیران ہیں ان کی وہ سرگردانی و حیرانی انکی نافہمی کی وجہ سے ہے نہ تراجم کے عدم صحت سے ؎ وکم من عائب قولا صحیحا ۔ وآفتہ من الفہم السقیم ۔ اسی وقت رضا میں تراجم کی نسبت اسی صفحہ کے اخیر میں علامہ قسطلانی فرماتے ہیں "وللغفلۃ عن ہذہ المقاصد الدقیقۃ اعتقد من لم یعن النظر انہ ترک الکتاب بلا تبییض و بالجملۃ فتراجمہ حیرت الافکار دہشت العقول والابصار ولقد اجاد القائل ؎ اجیا خول العلم حل رموزہا ۔ ابداہ فی الابواب من اسرار "یعنے ان مقاصد دقیقہ سے غفلت کیوجہ سے جو شخص خوب غور کر کے تراجم میں نظر نہ کر سکا وہ اس جگہ ہے (جہاں امام بخاری ایک باب کا ترجمہ لفظ حدیث جو اُن کے نزدیک صحیح نہ تھی منعقد کر کے اسکی تائید میں کوئی حدیث نہیں لائے بلکہ صرف آیت یا اثر صحابی وتابعی لائے ہیں اور اُس سے وہ بتلائے ہیں کہ انکے نزدیک اس باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی) یہ بیٹھا ہے کہ امام بخاری کتاب کے مسودہ کو بلا تبییض (فیر کاپی) چھوڑ گئے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ان کے تراجم نے فکروں کو حیران اور دماغوں اور بصیرتوں کو دہشت زدہ کر دیا ہے۔ (جیسا کہ ہمارے دوست ایڈیٹر حکایت کرتے ہیں) بے شک خوب کہا ہے جسنے اس مضمون کا شعر کہا ہے کہ زعلماء کو حل رموز تراجم نے تہکا دیا ہے" جو امام بخاری

نے ترجمہ ابواب میں سر اظہار کیے ہیں۔ ایسا ہی مقدمہ فتح الباری میں ان تراجم کے متعلق کہا ہے۔ ان علام حفاظ شارحین بخاری کے مقابلہ میں آپکی پیش کردہ کتاب "حدائق المحمدیہ" جسکے مؤلف کو اسم و رسم سے علماء ہندوستان کم واقفیت رکھتے ہیں۔ کیا وقعت رکھتی ہے۔ اگر ایکی نظر میں اس کتاب کی وقعت ان شروح بخاری سے زیادہ ہے تو آپ اسکے اعتراضات کو ایک ایک کرکے پیش کریں اور ہم سے انکا جواب لیں۔ یہ امام بخاری کے متبحر ہونے پر داخلی (خود کتاب بخاری کی) شہادت ہوا۔ اب ہم خارجی شہادت متقدمین ائمہ حدیث کی جو امام بخاری کے ہمعصر یا ان کے بعد گذرے ہیں پیش کرتے ہیں جس میں کہ انہوں نے امام بخاری کو مجتہد تسلیم کیا ہے اسی کتاب تطہیر الجنان میں جسکے حوالے سے آپنے امام بخاری کو شافعی لکھا ہے) اسکے صفحہ ۳۲ میں کہا ہے "وقال الحافظ عماد الدین بن کثیر فی تاریخہ البدایۃ والنہایۃ کان امام الحدیث فی زمانہ والمقتدی بہ فی اوانہ والمقدم علی اقرانہ واماثلہ وقال قتیبۃ بن سعید جالست الفقہاء والعباد والزہاد فما رایت منذ عقلت مثل محمد بن اسمٰعیل وھو فی زمانہ کعمر فی الصحابۃ وقال ایضاً لو کان فی الصحابۃ لکان آیۃ وقال احمد بن حنبل فیما رواہ الخطیب بسند صحیح ما اخرجت خراسان مثل محمد بن اسمٰعیل وقال الحافظ عماد الدین بن کثیر انہ دخل بغداد وبادر الی الامامۃ بخراسان فقال یعقوب بن ابراھیم الدورقی ونعیم الخزاعی محمد بن اسمٰعیل فقیہ ھذہ الامۃ وقال بزیان بشار ھوا فقہ خلق اللہ فی زمانا وقال نعیم بن حماد ھو فقیہ ھذہ الامۃ وقال اسحٰق بن راھویہ یا معشر اصحاب الحدیث انظروا الی ھذا الشاب واکتبوا عنہ فانہ لو کان فی زمن الحسن البصری لاحتاج الناس الی معرفۃ بالحدیث وفقہہ فضلہ بعضھم فی الفقہ والحدیث علی الامام احمد بن حنبل واسحٰق بن راھویہ"

ان ائمہ کے اقوال کو مقدمہ فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے بھی نقل کیا ہے۔ انکے علاوہ بعض ائمہ سے اور اقوال بھی نقل کیے ہیں جو اسمقام میں نقل کرنے مناسب ہیں۔ اسکے صفحہ ۵۰۰ میں لکھا ہے "وقال حاشد بن اسمٰعیل قال لہ ابو صعب احمد بن ابی بکر الزھری محمد بن اسمٰعیل افقہ عندنا واعلم بالحدیث من احمد بن حنبل فقال لہ رجل من جلساء الدار قال لہ ابو مصعب لو ادرکت مالکا ونظرت الیہ وجمع وجہہ محمد بن اسمٰعیل افقہ کلاھما واحد فی الحدیث والفقہ" اسکے صفحہ ۵۰۱ میں ہے "وقال محمد بن یوسف الھمدانی کنا عند قتیبۃ فجاء رجل من ثغر آمد فقال لہ ابو یعقوب یستفتیہ عن محمد بن اسمٰعیل فقال یا ھوکذا نظرت فی الحدیث ونظرت فی الرای وجالست الفقہاء والزھاد والعباد لم ار فیھم منذ عقلت مثل محمد بن اسمٰعیل قال وقد سئل قتیبۃ عن طلاق السکران فدخل محمد بن اسمٰعیل فقال للسائل ھذا احمد بن حنبل واسحٰق بن راھویہ ومحمد بن اسمٰعیل فسلہ فسماھم اللہ ایمۃ واشار الی البخاری

نوٹ:۔ ان عبارات کا ترجمہ ہم اس جلد کے نمبر ۲ میں کریں گے انشاء اللہ اسکے بعد ان عبارات پر نظر کرنے کے بعد ناظرین خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔ ایڈیٹر

وقال الفربری سمعت محمد بن ابی حاتم یقول سمعت حاشد بن اسمٰعیل یقول کنت بالبصرة فسمعت بقدوم محمد بن اسمٰعیل فلما قدم قال محمد بن بشار دخل الیوم سید الفقہاء" اور اسکے ص۵۷۰ میں ہے وقال البخاری کنت عند اسحٰق بن راھویہ فسئل عمن طلق ناسیا فسکت طویلا فقلت انا قال النبی صلعم ان اللہ تعالیٰ تجاوز عن امتی ما حدثت بہ انفسہا ما لم تعمل بہ او تکلم وانما یراد مباشرة ھؤلاء الثلث العمل والقلب او الکلام والقلب وھذا لم یعتقد بقلبہ فقال اسحٰق قویتنی قواک اللہ وافتی بہ" اور اسکے ص۵۷۱ میں ہے وقال علی ابن حجر اخرجت خراسان ثلاثة البخاری فبدا بہ قال ھو ابصرھم واعلمھم بالحدیث وافقھم قال ولا اعلم احدا مثلہ وقال احمد بن اسحٰق السرماری من اراد ان ینظر الی فقیہ بحقہ وصدقہ فلینظر الی محمد بن اسمٰعیل اور اسکے ص۵۷۲ میں ہے وقال احمد بن یسار فی تاریخ مرو محمد بن اسمٰعیل البخاری طلب العلم وجالس الناس ورحل فی الحدیث ومہر فیہ وابصر وکان حسن المعرفة حسن الحفظ وکان یتفقہ۔ وقال عبد اللہ بن حماد الآملی لوددت انی کنت شعرة فی جسد محمد بن اسمٰعیل وقال سلیمان بن مجاھد ما رایت منذ ستین سنة احدا افقہ ولا اورع من محمد بن اسمٰعیل" یہ متقدمین کی شہادات ہیں اور متاخرین سے علامہ رملی نے امام بخاری کو مجتہد کہا ہے اس دونو قسم داخلی (خود کتاب صحیح بخاری کی) شہادت اور خارجی (ائمہ محدثین معاصرین ومتاخرین امام بخاری) کی شہادت کے مقابلہ میں امام بخاری کے مجتہد نہ ہونے پر آپکی شہادت کہ امام ابو حفص کبیر نے امام بخاری کو کہا تھا کہ آپ لائق افتا نہیں جو ہدایہ کے حواشی سے آپنے پیش کیا ہے کیا وقعت رکھتی ہے کیا اسکے رد وجواب میں وہی بات نہیں کیجا سکتی جو آپنے بہت سے اکاذیب وہذیانات اخبار اہل الذکر کے جواب میں کہی ہے کہ جن کتابوں میں یہ خرافات منقول ہیں وہ زمانہ منقول عنہ سے بہت پیچھے تصنیف ہوئیں اور انمیں کوئی سند متصل مروی عنہم سے بیان نہیں ہوئی لہذا وہ اکاذیب لائق اعتبار نہیں ہیں اس سے علاوہ ایک بڑی روشن اور لاجواب دلیل اس نقل کے موضوع ومکذوب ہونے پر یہ ہے کہ اس نقل میں جو وجہ اخراج امام بخاری شہر بخارا سے بیان کیگئی ہے کہ انہوں نے دو بچوں کے ایک بکری کا دودھ پینے سے ثبوت رضاعت اور حرمت نکاح کا فتوی دیا تھا اسلیے لوگوں نے ان کو بخارا سے نکالدیا تھا یہ ایسا دروغ بے فروغ ہے کہ اس کے کذب ہونے پر ایک اور داخلی شہادت (خود کتاب صحیح بخاری) شاہد عدل ہے جسکے مقابلہ میں کوئی خارجی شہادت نقل وروایت لائق قبول نہیں ہے۔ اور یہ ویسی شہادت ہے جیسی آپنے بصفحہ (۸۳) ضمیمہ میزان الاعتدال کی نقل تضعیف امام ابو حنیفہ کو امام نسائی وابن عدی وغیرہ سے اس دلیل سے موضوع ٹھیرایا ہے کہ امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں کہا ہے میں ائمہ متبوعین (امام ابو حنیفہ امام شافعی وغیرہ) کا ذکر ہرگز نہ کرونگا پھر وہ برخلاف اس صراحت کے امام ابو حنیفہ کی تضعیف کا ذکر کیونکر کرسکتا تھا۔ ایسی ہی داخلی شہادت اس نقل کے کذب ہونے پر صحیح بخاری میں موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ بات بلا نزاع واختلاف لائق تسلیم ہے کہ دو بچوں کے ایک بکری کا دودھ پینے سے کوئی شخص رضاعت ثابت کریگا تو مرضعہ پر بکری کا قیاس ہی کریگا کیونکہ بجز قیاس کوئی نص قرآنی یا حدیث نبوی اس حکم پر پائی نہیں جاتی اور نہ

اجماع امت اسپر شاہد ہے اور یہ قیاس اسی شخص کا کام ہے جو قیاس کا قائل ہوگا اور امام بخاری قیاس کے منکر ہیں پس قائل چنانچہ صحیح بخاری کے ص۱۰۸۶ میں لکھا ہے **باب** ماینہ کرمن ذم الرأی وتکلف القیاس وقول اللہ تعالیٰ ولا تقف مالیس لک بہ علم عن عروۃ قال حج علینا عبداللہ بن عمر فسمعتہ یقول سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ لا ینزع العلم بعد ان اعطاکموہ انتزاعا ولکن ینتزعہ منہم مع قبض العلماء فیبقی ناس جہال یستفتون فیفتون برایہم فیضلون ویضلون۔ پھر اسی کے متصل ص۱۰۸۸ میں کہا ہے **باب** ماکان النبی صلعم یسئل مما لم ینزل علیہ الوحی فیقول لا ادری او لم یجب حتی ینزل علیہ الوحی وما یکرہ من التعمق والتنازع فی العلم وما یقل برلہ ولا قیاس لقولہ تعالیٰ بما اراک اللہ وقال ابن مسعود سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الروح فسکت حتی نزلت۔ پھر اسی کے متصل کہا ہے **باب** تعلیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم امتہ من الرجال والنساء مما علمہ اللہ لیس برأی ولا تمثیل۔ اس حدیث کو لفظ تمثیل کی شرح میں قسطلانی نے کہا ہے ای ولا قیاس وھو اثبات مثل حکم معلوم فی معلوم آخر لاشتراکھما فی علۃ الحکم واللہ اعلم۔ ان ابواب میں نفی قیاس ظاہر ہے شارحین بخاری جو قیاس کے قائل ہیں کوئی تو اس نفی کی تخصیص اقسام میں کرتا ہے جو قرآن وحدیث واجماع سے اصل نہ رکھتا ہو اور کوئی نفی کو عام سمجھ کر امام بخاری پر اعتراض کرتا ہے کہ جس دلیل سے اس نے نفی پر احتجاج کیا ہے وہ اس اثبات کی دلیل ہے۔ اسکی تفصیل فتح الباری شرح عینی وقسطلانی میں ملاحظہ ہو ہم اس مقام میں اس سے بحث نہیں کرتے کہ امام بخاری کے دعوی حدیث سے ثابت ہیں یا نہیں ہمارا مدعا صرف یہ ہے کہ وہ قیاس کا نافی ہے لہذا ممکن نہیں بلکہ عادی محال ہے کہ اسے اثبات رضاعت میں قیاس سے کام لیا ہو بلکہ اسکی ظاہر کلام سے جو منقول ہوا صاف ثابت ہے کہ اس فتوی کی نسبت امام بخاری کی طرف جھوٹی بناتی ہے محض کذب ہے۔ اس دلیل داخل کے علاوہ ہم خارجی دلیل بھی اس قصہ کے موضوع وافترا ہونے پر پیش کرتے ہیں مقدمہ فتح الباری اور شرح قسطلانی اور بستان المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب اور فوائد بہیہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی میں بیان ہوا ہے کہ بخارا کے امام بخاری کے خارج کی وجہ یہ ہوئی ہے کہ امیر بخارا نے امام بخاری کو یہ حکم دیا تھا کہ اسکے مکان پر جاکر صحیح بخاری اور تاریخ سنا دیں انہوں نے جواب دیا کہ میں علم کو ذلیل نہیں کرتا اور سلاطین کے دروازہ پر جاکر کہی بات نہیں چاہتا جسکو سننے کا شوق ہو وہ میری مسجد میں آوے اسپر امیر نے کہا کہ جبتک میں یا میری اولاد حدیث سننے کیواسطے آپکی مسجد میں نہیں آئیگی تب تک کوئی دوسرا شخص مسجد میں نہ آوے اسپر امام بخاری نے کہا کہ میں علم رسول اللہ کو کسی شخص یا قوم سے خاص نہیں کرتا اگر آپکو یہ بھی منظور نہ ہو تو آپ امیر ہیں مجھکو حکماً جلا وطن کر دیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن کتمان علم کے عذر پیدا ہو جائے اسپر بخارا کے امیر نے ان کو نکل جانیکا حکم دیا۔ یہ قصہ قسطلانی کے جلد اول کے ص۴۵ میں اور مقدمہ فتح الباری کے آخر میں ص۴۸۹ اور بستان المحدثین میں بعض حالات صحیح بخاری منقول ہوا اور مولوی عبدالحی صاحب نے فوائد بہیہ کے صفحہ ۱۲ میں پہلی حکایت موضوعہ اور کذب کو نقل کرکے اسکے غیر صحیح ہونیکی طرف ان الفاظ سے اشارہ کیا ہے وھی حکایۃ مشتہرۃ

صرفہ کتب اصلا انکر ھو ضعیف جدا بعضہم شاھد الحال بترکہ استعد وقوع الرحلۃ الی

صحیح بخاری کے ہر نسخہ میں اس قصہ کے نہ ہونے پر اعتراض کرنا اور اس کو بنا بنا کر لکھنا اور اس کے حق میں ہر نسخہ کے حاشیہ پر یہ لکھنا کہ یہ قصہ صحیح نہیں ۱۲

بستان المحدثین میں بھی لطیف اشارہ ہے اس تصحیح کے غیر صحیح ہونے کا ظاہر کیا ہے جو ملاحظہ ناظرین کے لائق ہے۔ اس مقام میں مقدمہ فتح الباری کی عبارت بعینہ نقل کی جاتی ہے قال احمد بن منصور الشیرازی کما رج ابو عبید اللہ البخاری الی بخاری نصاب الکتاب الی فرغ من البلاد واستقبلہ عامۃ اھل البلاد حتی لم یبق مذکور ونشر علیہ الدراھم والدنانیر وبقی من لم یقع عینہ من الامیر الا ما مر بالخروج من بخاری فخرج الی بیکند وقال غجدوانی تاریخہ سمعت احمد محمد بن عمر یقول سمعت بکر بن منیر یقول بعث الامیر خالد بن احمد الذھلی والی بخاری الی اسمٰعیل ان احمل کتاب الجامع والتاریخ لاسمع منک فقال محمد بن اسمٰعیل لرسولہ قل لہ انا لا اذل العلم ولا احملہ الی ابواب السلاطین فان کانت لہ حاجۃ الی شیء منہ فلیحضرنی فی مسجدی او فی داری فان لم یعجبہ ھذا فات سلطانا فاضغ من المجلس لکیلا یکون عند عند اھل بیتی الفیافۃ انی لا اکتم العلم قال فکان سبب الوحشۃ بینھما ھذا قال الحاکم سمعت محمد بن العباس الضبی یقول سمعت ابا بکر بن ابی عمر یقول کان سبب فرقۃ ابی عبد اللہ البخاری لامیر خالد بن احمد الذھلی بن طاھر سئل ان یحضر منزلہ فیقرء التاریخ والجامع علی اولادہ فامتنع من ذلک فقال لا یشغلون احضر لاسمع فحضر ودون قوم من اھل بخاری حتی تکلم فی مذھبہ فنفاہ عن البلد قال ودعا علیھم فقال اللھم احم ماقصدنی بالسوء وارحامہ واھلیھم قال فاصابھم الجدری فمات منھم فی شھر حتی دفن الطاھر بن یاسر علیہ فجدی علیہ فمات فی الیوم الثانی وانتھض کل واحد منھم بما قاتہ امر بالرحیل فی الحال فمات فی الطریق وکان ممن مات فی ھذا الوجہ ابو بکر بن ابی عمر یعقوب الراوی عن البخاری المذکور۔ ان نقول تواریخی کا جو بیان متصل ہیں) مقابلہ میں شراح بایں کی نقل ملا سنہ کر تا ہوں کہ ہمیں اس کی طرف اہل علم توجہ کریں۔ امام بخاری کو مقلد مذہب شافعی ہونے پر جو آپ نے دلیل خارجی پیش کی ہے کہ تاج الدین سبکی نے ان کو طبقات شافعیہ سے شمار کیا ہے جس کو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے بالتصریح نقل کر کے الکھا منسوب بہ مذہب شافعی تسلیم کیا ہے اس سے امام بخاری کا پیرو یا مقلد مذہب شافعی ہونا ثابت نہیں ہوتا کیوں جائز نہیں کہ ایسا شخص جو ان کے اصول و فروع کی رعایت کرتا ہو اور اکثر مسائل میں ان کا موافق ہو گیا ہو چنانچہ ایسا ہی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی دافع اجتہاد اجتہاد (جس کو آپ ضروری نہیں کہتے) اور نقل کر دیا) اشارہ بعدم اتباع۔ ایسا ہی قاضی بوعلی و قاضی حسین اور قفال کو اجو سب کے سب شافعی مشہور ہیں) ہر وی ہے چنانچہ مقدمہ اصول فی علم اصول میں منقول ہے کہ وہ کہا کرتے تھے نحن معتزلۃ فی الشافعیۃ بلا واسطۃ یا بواسطۃ یعنی ہم امام شافعی کے مقلد نہیں ہیں بلکہ ہماری آرا کا انکی رائے سے موافق ہو گیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان لوگوں کا شافعی کہلانا ابتدائی حالت کی نظر سے ہو۔ ابتدا میں ہر کوئی کسی نہ کسی مجتہد یا امام کا پیرو ہوتا ہے اور پھر جب کمال کو پہنچتا ہے تو خود مجتہد مستقل ہو جاتا ہے اور احکام شریعت خود بقیہ شریعت سے لیتا ہے چنانچہ زین ابن کبری کہ مدرس امام شافعی تھے کہا ہے فمن اقل من الاجلیاء انکان شافعیا او حنفیا وذلک الی حین نقل ھذا کلامہ کہ جس کو شافعی کہا ہے کبھی حالت کمال و استقلال کی نظر سے کہا ہو۔ جو شخص فی الجملہ صحیح بخاری پر نظر رکھتا ہو وہ ہرگز ہرگز ایک لمحہ بھی تصدیق نہیں کر سکتا کہ امام بخاری امام شافعی کے مقلد یا پیرو تھے وہ تو امام شافعی کو اس لائق سمجھتے تھے کہ انکی روایت اپنی کتاب صحیح میں لاتے بلکہ انہوں نے جا بجا انکے اقوال کو رد اور انکی مخالفت کا بیان کیا ہے تفصیل کا شوق ہو تو رسالہ اصابت السنۃ کا نمبر ۱ جلد ۱ ملاحظہ ہو۔ بالجملہ امام بخاری کا مجتہد رہنا اور امام شافعی کا مقلد یا پیرو نہ ہونا ایسے دلائل و براہین

ہمارا حنفی ہونا کس معنی کر ہی؟

ما اہل حدیثیم دغا را نشناسیم
صد شکر کہ در مذہب ما حیلہ و فن نیست

کفرست در طریقت ما کینہ داشتن — آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن

سراج الاخبار جہلم مشتہرہ ۱۰-۲۱ ستمبر ۱۹۰۹ء و اخبار اہلحدیث امرتسر مورخہ ۸ اکتوبر ۱۹۰۹ء میں جو ہمارا یہ قول مشتہر ہوا کہ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے انتساب کو ہم فخر سمجھکر اہلحدیث حنفی کہلاتے ہیں۔ تو یہ معلوم نہوا کہ جماعت احناف میں اسکا کیا اثر ہوا۔ کیا اسکو نفاق و دھوکہ دہی سمجھا گیا۔ یا وفاق پژوہی و راست گوئی خیال کیا گیا۔ مگر جماعت منسوب* باہل حدیث میں اس قول نے کھلبلی مچادی اور ان میں دہشت ناک وحشت و تشویش پیدا کر دی۔ سب کے پہلے ہمارے ایک روحانی فرزند ایڈیٹر اخبار اہل حدیث چونک پڑے اور اس کے مقابلہ کے لیئے اُٹھ کھڑے ہوئے (جو بقول خود اہلحدیث ہونے کے ایسے مدعی ہیں کہ گویا یہ نام ان کے نام رجسٹری ہو چکا ہے۔ اپنی اخبار کا نام بھی اہلحدیث رکھا ہوا ہے۔ مطبع کا نام بھی اہلحدیث۔ ایک رسالہ اپنے عقائد میں لکھا۔ تو اُس کا نام بھی مذہب اہلحدیث رکھا۔ مگر ہمکو اور ایک جماعت عظیمہ اہل حدیث وغیرہ علماء وقت کو (جن کے نام و تحریرات و فتاوے اربعین غزنویہ میں درج ہیں) انکی

---

* اس لفظ میں یہ اشارہ ہے کہ کہلاتے تو ہیں وہ اہلحدیث مگر در پردہ بعض انمیں معتزلی چکڑالوی۔ مرزائی و نیچری بھی ہیں اور اب انمیں رفض بھی پھیلتا جاتا ہے بعض تو کہلے بند امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی بدگوئی کرتے ہیں (جو رافضیوں کا کام ہے) اور اکثر یہ بدگوئی سنکر خوش ہوتے ہیں اسپر ردّ و انکار متوجہ نہیں کرتے۔ اب یہ لوگ سنی اہلحدیث ہونے سے نکلنے کو تیار ہیں۔ خدا خیر کرے۔

اہلحدیث ہونے میں سخت اختلاف و انکار ہے اور ہم لوگوں کے نزدیک انکا مذہب ایسا فری و آزاد ہے کہ اسمیں اعتزال و نیچریت و مرزائیت و چکڑالویت سبھی کچھ داخل و شامل ہے جبتک کہ وہ اپنی تفسیر عربی کو (جسکا مؤید مذہب اہل بدعت و ضلال اور مخالف مذہب اہلسنت و اہلحدیث ہونا۔ انکی مسلم مصنفین آرہ نے بھی مان لیا ہوا ہے اور وہ اپنے رسائل اصول تفسیر و ترک اسلام کے ان مقامات کو (جنمیں معتزلہ و چکڑالویہ و مرزائیہ اصول کی پیروی کرکے حدیث نبوی کے مفسر قرآن ہونے و قصص اخبار میں حقائق شرعیہ کے مقدم ہونے سے انکار کیا ہوا ہے) جلا ندیں یا ان کی تصحیح و اصلاح نکریں (جسکا وہ بارہا تحریراً و تقریراً وعدہ دے چکے ہیں اور اسکا ایفا نہیں کرتے) ولہذا وہ اپنے عمل و ادعاء میں اس رباعی کے مصداق بنے ہوئے ہیں ؎

ہیں قول و اقرار میرے یار کے اور ٭ اور فعل و کردار جفا کار کے اور
ہے مثل یہ مشہور کہ ہاتھی کے دانت ٭ کھانے کے اور ہیں دکھانے کے اور

اس عزیز نے ہمپر یہ الزام سراپا اتہام قائم کر دیا ہے کہ اب آپ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے (جن کی طرف اہلحدیث منسوب ہیں) نہیں رہے بلکہ کسی اور کے (جس سے انکی مراد امام الائمہ ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ ہیں) ہو گئے ہیں۔ اور اس الزام سراپا اتہام کو اخبار اہلحدیث ۸۔ اکتوبر میں اس مصرعہ میں اونہوں نے ادا کیا ہے مصرع

کسیکا ہو رہے کوئی نبیؐ کے ہو رہیں گے ہم۔

اس الزام اور اس مصرع نافرجام کا جواب شافی انکو مضمون سابق کے تمہیدی ریمارک میں یہ فرد لکھکر دیا گیا ہے۔ فرد

نبیؐ کے ہیں سبھی* حنفی نہ مرزائی نہ چکڑالی ٭
نہ معتزلی جو مسلم جاحظ مردود کی کرتے ہیں شاگردی ٭

انکے بعد ایک اور مدعی انتساب بمذہب اہلحدیث اٹھے جن کا نام نامی و لقب گرامی اسی

* ہمارے نزدیک حنفی وہی ہے جو امام کے قول اترکوا قولی بخبر الرسول کا پیرو ہے۔ اور جو ایسا نہیں وہ حنفی نہیں۔ ریمارک مضمون سابق ملاحظہ ہو۔ صفحہ ۲۰۲ میں

اخبار میں مولوی ابو نعیم عبد العظیم صاحب دیکھا گیا ہے اس سے پہلے ہمکو انسے آشنائی نہیں ہے اور یہی صاحب ہیں جو ایڈیٹر سراج الاخبار کو مضمون السیف الصارم شائع کرنے پر باعث ہوئے ہیں۔ وہ اخبار اہلحدیث ۱۹۔ نومبر ۱۹۰۹ء میں یہی الزام ترک مذہب اہل حدیث وتجویز ضرورت تقلید مذہب حنفی قائم کرتے ہوئے یوں نغمہ سرا وخامہ فرسا ہوئے ہیں کہ اب اپنے مذہب (اہلحدیث) کو بھول چوک گئے۔ بہلا مذہب اہلحدیث کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے انتساب سے کیا غرض جب اس جماعت نے اپنا انتساب حضرت رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم سے کر دیا۔ تو پھر اس خصوصیت میں غیر کو کیا دخل معلوم نہیں کہ یہ اجتماع ضدین کیسا ہے۔ اہل حدیث حنفی کیسے دونو کے اصول علٰحدہ دونوں کا طرز عمل جدا۔ پھر وہ نو متحد کیسے انمیں اتحاد کیسا"

پھر اس الزام کے ساتھ یہ دوسرا الزام بھی اپنے ذہن میں خاکسار پر قائم کیا ہی کہ آپنے ہر ایسے شخص کو جو حدیث سے آشنا نہو ضرور کسی مجتہد کا پیرو ہونا۔ اور کسی کا مقلد کہلانا ضروری ٹھہرایا ہے۔ اور اسپر یہ اعتراض وسوال قائم کیئے ہیں:۔

(۱) جب عامی کو تقلید میں بغیر دیکھے بھالے کتب فقہ کے چارہ نہیں تو وہ کیوں نہ مقدس کتب حدیث کو دیکھ لے۔ عربی نہ جانتا ہو۔ تو تراجم کتب عربی ہندی۔ فارسی۔ حدیث دیکھ لے اور تقلید سے درکنار رہے (۲) کیا آپ کسی کتاب سے ثابت کر سکتے ہیں کہ محدثین جو کسی مذہب کی طرف منسوب تھے۔ وہ ابتدائی حالت میں اس مذہب کے مقلد یا پیرو تھے

انکے پہلے الزام کا جواب یہ ہے کہ مذہب اہلحدیث و مذہب حنفی میں نسبت تضاد نہیں۔ بلکہ عموم وخصوص من وجہ ہے۔ مضمون "کیا حنفی اہلحدیث نہیں ہوتے" ملاحظہ ہو اور اگر مطلق انتساب بجز حضرت رسالت صلے اللہ علیہ وسلم مثبت تضاد ہے۔ تو چاہئے کہ سنی۔ یا سلفی یا اثری یا اشعری وماتریدی وغیرہ کہلانا بھی اہلحدیث یا محمدی ہونے کے مخالف ومتضاد ہو۔ بلکہ اس صورت عموم دعوے میں مکی مدنی وبخاری وزہری وجعفی کہلانا بھی اہل حدیث یا محمدی کہلانے کے مخالف ہو جسکا کوئی مسلمان سلف وخلف سے قائل نہیں اور غالباً آپ بہی قائل نہوں گے۔

آثار سلفیہ و اقوال اجماعیہ چھوڑانا چاہتے ہیں۔ اور اُن کو دائرہ اہل سنت والجماعت سے نکالکر فرقۂ معتزلہ و رافض و خوارج میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔ اس مدافعت میں وہ ایسا مصروف ہے کہ اس کی نظیر تمام پنجاب و ہندوستان میں وہ خود آپ ہی ہے۔ اور کوئی دوسرا رسالہ یا اخبار یا عالم علماء اہل حدیث سے اس کی مانند مدافعت نہیں کرسکا۔ اعیان قوم کو اس امر کی تصدیق جلد ۲۰ و ۲۱ کے مضامین اور مضمون نصیحت نامہ نمبر ۵ (جو رسالہ نمبر ۱۱ و ۱۲ جلد ہذا میں درج ہوکر شائع ہوا ہے) ملاحظہ کرنے سے ہوسکتی ہے۔ ایک جھوٹے مدعی مذہب اہل حدیث نے ایک رسالہ بنام اتباع سلف (جو درحقیقت رد اتباع سلف ہے) شائع کیا ہے جس میں اصول مذہب اہل حدیث (احادیث صحیحہ و آثار سلفیہ اور اقوال اجماعیہ) پر اُسنے تیز تلوار چلائی تھی۔ اس تلوار کی چمک نے تیس نفر نام کے علما پنجاب و ہندوستان کی (جن میں بعض مقتدا و مشاہیر علماء اہل تصنیف و افتا بھی ہیں۔ آنکھوں پر اثر کے ان کو اندھا کردیا۔ اور انہوں نے بن دیکھے بے سمجھے اس رسالہ کے کل مضامین کو تصدیق کردیا۔ جس میں حدیث و آثار و اقوال اجماعیہ کا انکار پایا جاتا ہے۔ جس کے سبب ان سب علماء کو اسنے آیت الیس منکم رجل رشید کا مصداق بنادیا ہے۔ اس رسالہ کے رد میں وہ مضمون نصیحت نامہ نمبر ۵ شائع ہوا۔ وہ مضمون شائع نہ ہوتا تو قریب تھا کہ اس رسالہ کو اجماعی سمجھ کر تمام جماعت اہل حدیث میں صحیح تسلیم کیا جاتا۔ اور مذہب اہلحدیث سے اتباع احادیث صحیحہ و آثار سلفیہ و اقوال اجماعیہ کا قمع و قلع ہوجاتا۔ [illegible] مذہب اہل سنت والجماعت ان میں نیست و نابود ہوکر انکا مذہب خروج و رفض و اعتزال قرار پاتا۔ اس رسالے اور اسکے جواب نصیحت نامہ نمبر ۵ [illegible] شخص کو جو مذہب اہل سنت والجماعت کہلانا اور اتباع حدیث نبوی [illegible] پسند کرتا ہو۔ یقین ہوگا کہ اس وقت ملک [illegible] وہابی قرار دیکر [illegible] رہنے کی ایسی [illegible] خاکسار ایڈیٹر

بیڑا اس گروہ کے ایڈووکیٹ (وکیل) [illegible]

واسمعیل + + + + + وطہر بیتی للطآئفین والعاکفین وَ الرّکع السّجود۔ (بقرہ رکوع ۱۵) ولیطوفوا بالبیت العتیق۔ (الحج ع ۳)	ہمنے اسکے حج و زیارت اور اس کے گرداگرد طواف کرنے کا حکم دیا۔ اس طواف کی وجہ جو ہمنے بیان کی ہے وہی تعلیم یافتہ مسلمانوں کے لیڈر و رہبر نے اپنی تفسیر القرآن

میں لکھی ہے اور یہ وجہ کسی اعتراض کا محل نہیں ہو سکتی۔

نو غیر معترض آریہ جو کعبہ کے گرد طواف کرنے اور اسکی ایک جز حجر اسود کو بوسہ دینے پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ وہ بھی ایک قسم کا شرک و بت پرستی ہے یہ اعتراض انکی منی شرک و بت پرستی سے ناواقفی پر مبنی ہے۔ شرک کے معنی ساجھا کرنے کے ہیں اور ساجھا کرنا یہ ہوتا ہے کہ کسی کے خاص حق میں کسیکو ساجھی و حصہ دار بنایا جائے۔ اور بوسہ دینا یا جسم سے جسم لگانا۔ یا جسم کے گرد پھرنا اور ان افعال کے ذریعہ اظہار محبت کرنا خدا تعالےٰ نے اپنی ذات کے لیئے حق نہیں ٹھہرایا۔ یہ حق جسم اور جسمانیات کا ہے۔ انسان اپنے بیٹے کو بوسہ دیتا ہے آنکھ سے لگاتا ہے۔ بیوی کو چومتا ہے اور اسکے بدن سے اپنا بدن لگاتا ہے۔ جس کو کوئی احمق سے احمق بھی خدا حق سمجھکر بیٹے و بیوی کے اس فعل کو عمل کو شرک قرار نہیگا۔ ہر کوئی کسی پسندیدہ مکان یا کسی جسم کے ارد گرد شوق و نظارہ کے وجد و جوش سے پھرتا ہے۔ اور اسکو کوئی سلیم الحواس اس جسم یا مکان کی عبادت قرار نہیں دیسکتا اور شرک نہیں کہہ سکتا۔

الغرض طواف و بوسہ جسمانی طور سے اظہار محبت ہے۔ جس کو خدا تعالےٰ نے اپنی عبادت گاہوں یا کعبہ بیت المعمور عرش معلیٰ کے مخصوص کر دیا ہے اور اسکو لازمی حکم ٹھہرایا ہے۔ اور حجر اسود کی نسبت بطور تشبیہ یہ فرمایا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

دوسرے الزام کا جواب۔ ۵

قد اصبحت ام الخیار تدعیٰ ۔ علیّ ذنبًا کلہ لم اصنع

اے حضرت میں نے یہ کہیں نہیں کہا۔ اور نہ میرے دل میں یہ بات ہے کہ ہر کسی کو کسی کسی مذہب مجتہد کا پیرو ہونا اور حنفی یا شافعی کہلانا ضروری ہے۔ میرے جس لفظ سے آپنے اس ضرورت کو نکالا ہے اسکو پیش کریں۔ ورنہ اس الزام کو واپس لیں۔ مینے صرف دو باتیں امام بخاری کو شافعی کہنے کے متعلق کہی ہیں۔ ایک یہ کہ ان کے اجتہاد و رائے کو امام شافعیؒ کے رائے و اجتہاد سے (کہیں کہیں) توافق ہو گیا ہے۔ دوسرے یہ کہ ابتدائی حالت کی نظر سے انکو شافعی کہا گیا ہوگا۔ انہیں سے **پہلی بات** کو آپ نے خود تسلیم کیا ہے۔ اور شاہ ولی اللہ وغیرہ سے اسکو نقل کیا ہے۔ **دوسری بات** پر جو مجھے یہ سوال کیا ہے۔ کہ یہ بات کس کتاب میں لکھی ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ عوام واقعی ہوا و دن رات عام لوگوں کے مشاہدہ میں آتا ہوا سپر کتاب کی شہادت ضروری نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جو بچہ مکتب میں یا استانی جی سے قاعدہ بغدادی یا پہلا سیپارہ پڑھتا ہے یا نماز یا کلمہ شہادت سیکھتا ہے تو وہ اسوقت اسکا مقلد ہی ہوتا ہے۔ پھر جب وہ آپ جیسا عالم متبحر ہو جاتا ہے۔ تو اُس سے تقلید میانجی یا استانی کی چھوٹ جاتی ہے۔ یہی حال اُن ائمہ مجتہدین کا ہے جو محدّث ہونے کے بعد خود مجتہد ہو گئے تھے۔ اب بھی کتاب کی شہادت چاہیئے تو خاکسار کے مضمون ریویو میں امام شعرانی کا قول ملاحظہ ہو جو شیخ عبد القادر جیلانی رح کے مقلد ہونیکے متعلق انہوں نے کہا ہے۔

آنکے بعد ایک صاحب اُٹھے جو میرے قدیم زمانہ طالب العلمی کے دوست مُلّا صدّیق مرحوم پشاوری کے فرزند مولوی عبد الکریم ہیں اور اس وجہ سے میں اُن کو بلفظ عزیز یاد کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ عزیز مذکور نے اخبار اہلحدیث کے کئی نمبروں میں میرے مضمون ریویو کے متعلق مضمون بہ الانصاف فی حق الاحناف شائع کرنا شروع کیا ہے۔ جس میں صریح نہیں تو در پردہ میرے مضمون ریویو کا میرے ہی اقوال سنین گذشتہ سے معارضہ کیا ہے۔ اور بعض جگہ بظاہر اسکی تائید بھی کی ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

اُسی عزیز کا مضمون زیادہ تر مجھے اپنے حنفی ہونے سے مراد کے بیان پر باعث ہوا ہے اور کچھ مقصود اُس عزیز کے خیال کی اصلاح و نصیحت بھی ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ عزیز مجھے اپنے باپ کا اہل وُدّ سمجھکر میری نصیحت و اصلاح کو توجہ سے پڑھیں گے۔ اور جو انمیں امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ اور ان کے متقدمین تابعین کی نسبت سوء ظنی پیدا ہو گئی ہے۔ اس سے رجوع کریں گے۔ ایڈیٹر اخبار اہلحدیث بھی اس عزیز کے مضامین پر اہل حق و انصاف کی بوچھاڑ سے خوف زدہ ہو گیا ہے۔ اور اسکے ماٹو کی جگہ یہ فقرات کہ "نامہ نگار اپنی تحریروں کے خود ذمہ ور ہیں۔ ایڈیٹر کسی کی تحریر کا ذمہ وار نہیں ہو سکتا" لکھ کر ان مضامین سے بظاہر* اپنی بیزاری ظاہر کر چکا ہے۔ مگر اس اظہار سے حق نصیحت اس سے ادا نہیں ہوا۔ یہ ہمارا ہی حق و حصہ تھا۔ جو ہر دوست و عزیز حنفی کے ہر اپنے اہل و اولاد کی اصلاح خیال و مقال سے عمل میں لایا جاتا ہے۔

اس مضمون کے پہلے نمبر میں جو اخبار اہلحدیث ۲۶ نومبر ۱۹۰۹ء میں شائع ہوا ہے اُس نے کہا ہے۔ کہ حنفی کہلانے والے پانچ گروہ ہیں۔ ایک عام جہلا فسق و فجور و کفر و شرک میں مبتلا۔ دوسرے وہ نام کے علماء جو جہلا کے اس کفر و بدعت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور تاویل و تسویل کے ساتھ قرآن و حدیث سے انکی کفر و بدعت پر شہادت پیدا کر دیتے ہیں۔ تیسرے آجکل کے تھوڑے سے علماء جو حدیث مخالف قول امام کو تسلیم تو کر لیتے ہیں مگر التزام مذہب امام کی وجہ سے اسپر عمل نہیں کرتے۔ چوتھے علماء متقدمین حنفیہ جو فقہ میں اشتغال کی وجہ سے علم حدیث سے بے بہرہ رہے ہیں۔ جس قدر محدثین گذر چکے ہیں وہ اَور ہی لوگ تھے۔ حنفی ان میں ایک بھی نہ تھا حنفیوں میں ابن حجر جیسا کوئی نہیں ہوا۔ اور اگر کسی نے ان میں سے کچھ علم حدیث حاصل کیا تو اسنے بجائے خدمت دینی کے حنفی مذہب کی نصرت و حمایت کے لیے ایسے قواعد گھڑے جنسے حنفی مذہب کو فوقیت ہو۔ اور ضعیف حدیث کو بلکہ قیاس کو حدیث صحیح پر ترجیح ہو پھر کہا کہ ان کے حالات کو خود آپنے (خاکسار کو کہتے ہیں)۔ رسالہ منح الباری

* مگر درحقیقت اور دل سے وہ ان مضامین سے خوش معلوم ہوتا ہے کیونکہ انکی رد میں اسنے کوئی ریمارک نہیں کیا۔

فی ترجیح صحیح البخاری کے صفحہ ۲۰ وغیرہ میں بیان کیا ہے۔ پھر اسکی تصدیق میں خاکسار کی اس عبارت صفحہ ۲۰ و صفحہ ۵۵ منح الباری کو نقل کر دیا جس میں متاخرین شیخ عبدالحق و شیخ ابن الہمام کی صحیحین احادیث صحیحین سے انکار کرنے پر اعتراض ہے نہ متقدمین ائمہ حنفیہ کا کوئی ذکر یا اُنپر کسی قسم کا اعتراض ہے۔ پانچواں گروہ وہ علماے وقت جو حدیث مخالف مذہب امام کو صحیح پاکر فوراً عمل میں لاتے ہیں اور اسپر وہ قول امام کو کہ اترکوا قولی لخبر الرسول کے پورے پابند ہیں۔ اس تفصیل سے اس عزیز نے بظاہر تو تمام حنفیوں پر (جن میں ناکردہ گناہ متقدمین بھی داخل ہیں) لے دی کی ہے۔ اور در پردہ خاکسار پر یہ اعتراض کیا ہے کہ منح الباری میں تو آپنے حنفیوں کو بُرا کہا ہے اور اب خود حنفی بن بیٹھے ہیں۔ اگر یہ تضاد نہیں (جیسا کہ الامام ابوحنیفہ مولوی ابونعیم نے دیا ہے) تو اور کیا ہے۔ و نیز حنفیوں کا یہ حال و تفصیل ہے تو پھر آپنے کیوں بالتفصیل حنفی ہونے کا دعوے کیا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ میں خدا تعالے کے فضل و توفیق سے پہلے چار قسموں سے جن پر آں عزیز نے لے دے کی ہے حنفی نہیں ہوں۔ بلکہ قسم پنجم کا حنفی ہوں اور اسی قسم کو میں پورا اور سچا حنفی سمجھتا ہوں۔ نہ پہلے چار قسموں کو۔ پہلے تین قسموں کو تو کوئی محقق حنفی بھی حنفی نہ کہے گا۔ رہا قسم چہارم سو اگرچہ متاخرین میں بعض حنفی ایسے ہیں جو بپاس تقلید مذہب صحیح حدیث کے خلاف کرتے ہیں اور قول امام اترکوا قولی لخبر الرسول کے پورے پابند نہیں رہے۔ مگر یہ بھی متاخرین ایسے ہیں۔ اور نہ متقدمین ائمہ ایسے تھے۔ آں عزیز نے جو متقدمین حنفیہ کو قسم چہارم میں داخل کیا ہے۔ اسمیں محض رجم بالغیب اور جزاف سے کام لیا ہے۔ اور جو آپنے اس دعوے فاسد اور گمان کاسد پر مجھے اپنا گواہ بنایا ہے اسمیں بہت ہی دلیری سے کام لیا اور غضب دھایا ہے۔ عبارت منح الباری میں بحر شیخ عبدالحق و شیخ ابن الہمام جو متاخرین سے ہیں متقدمین حنفیہ کا کہیں ذکر و نام و نشان نہیں ہے۔ متقدمین میں بہت سے حنفی ایسے گذرے ہیں جو حدیث کے حفاظ و امام بھی تھے جیسے کہ فقہ کے امام تھے۔ اور انہوں نے ایسے تواعد کوئی نہیں گھڑے جنسے حدیث ضعیف کو یا قیاس

کو حدیث صحیح پر ترجیح ہو۔ بلکہ اونہوں نے حدیث صحیح کے معارضہ اقوال امام کو ترک کرکے حدیث کو دستور العمل اور واجب القبول ٹھہرایا ہے۔ اسیوجہ سے مذہب امام کے دو ثلث میں اختلاف واقعہ ہو گیا ہے۔

اس مقام میں تمہارے دعوی کی کلیت و عموم توڑنے کے واسطے صرف ایک مثال پیش کرنا کافی ہے۔

امام ابو جعفر طحاوی فقہ حنفی کے امام بھی تھے و معہذا حدیث کے امام و حافظ تھے۔ اور باوجودیکہ نصرت مذہب حنفی میں وہ صرف توافق راے سے نہ بتقلید امام بہت کوشش کر گئے ہیں مگر جہاں انسے کچھ نہو سکا تو وہاں اونہوں نے صاف کہہ دیا ہے کہ اسباب میں امام ابو حنیفہ رح کا قول باطل ہے یعنی غیر صحیح ہے۔ اس باب میں ہم آں عزیز کے مسلم کتب کی عبارت اور مسلم پیشواؤں کے اقوال پیش کرتے ہیں۔

شاہ عبد العزیز صاحب نے کتاب بستان المحدثین کے صفحہ ۹۵ میں شرح معانی الآثار طحاوی کے بیان میں فرمایا ہے۔ در اول آں کتاب مے گوید۔ قال الامام الحافظ ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی سألنی بعض اصحابنا من اهل العلم ان اضع لهم کتابا اذکر فیه الآثار المرویة عن رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فی الاحکام التی یتوهم اهل الالحاد والضعفة من اهل الاسلام ان بعضها ینقض بعضا لقلة علمهم بناسخها من منسوخها وما یجب العلم منها لما یشهد له من الکتاب الناطق والسنة المجتمع علیها وافعل ذلک ابوابا اذکر فی کل باب منها الناسخ من المنسوخ وتاویل العلماء واحتجاج بعضهم علی بعض واقامة الحجة لمن یصح عنده من قوله منهم بما یصح به مثله فی کتاب او سنة او اجماع او تواتر من اقاویل الصحابة او تابعیهم۔ آسکے بعد شاہ صاحب انکے علم و مذہب کا حال بیان کرتے ہوئے صفحہ ۹۶ و ۹۷ میں فرماتے ہیں "بہر حال تصانیف مفیدہ در مذہب حنفی وارد و بزعم خود در نصرت ایں مذہب مساعی جمیلہ بتقدیم رسانیدہ آز تصانیف او وسعت علم او معلوم میشود" باید دانست کہ مختصر طحاوی دلالت میکند بر آنکہ وے مجتہد منتسب بود محض مقلد مذہب حنفی نبود زیرا کہ در مختصر چیزہا اختیار کردہ کہ مخالف مذہب ابو حنیفہ است رحمہ اللہ تعالی ولہذا آں مختصر در فقہاء ایں مذہب کہ محض مقلد اند چنداں شیوع پیدا نکردہ"

یہی بیان صفحہ ۹۶ و ۹۷ بستان کا نواب صاحب بھوپال کی کتاب اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقہاء المحدثین کے صفحہ ۱۹۲ میں ہوا ہے۔ اس کے علاوہ اسمیں یہ بھی کہا ہے "در درسات اللبیب گفتہ الطحاوی مع تصدیہ لمذہب ابی حنیفۃ وتخریج تمسکہ من المرفوع والموقوف اذا خالف قولہ الحدیث یصرح ویقول فبطل قول ابی حنیفۃ ومن یری قولاً من اقوال احد کائناً من کان باطلاً یری العمل بہ حراماً"۔ انتہی۔

اور اصل کتب درسات اللبیب کے صفحہ ۲۷۹ میں کہا ہے "علی ان المنصف البطل القائل بصریح الحق وطریتہ اذا رای تمام الحجۃ علی امام فی شیء ینفک عنہ عقدۃ تقلیدہ لہ ولیس تمام الحجۃ علیہ من الطعن فی شیء وھذا ابو جعفر الطحاوی مع مبالغۃ المفرطۃ فی نصرت المذہب اذا تمت الحجۃ علی ابی حنیفۃ تراہ فی آثار المعالی کیف یاتی بکلام حدید حتی یقول فی بعض المواضع فما قال ابو حنیفۃ باطل وامثال ذلک لا یریضہ کل مقلد متعصب"

عزیز من کیا ان نقول وعبارات اپنے مقبولین علماء کو دیکھ کر بھی کہوگے کہ جملہ متقدمین حنفیہ حدیث سے بے بہرہ رہے۔ اور جو انہیں سے کچھ جانتے وہ نصرت مذہب کے لیئے ایسے قواعد کھڑتے جیسے مذہب کو اور حدیث ضعیف وقیاس کو حدیث صحیح پر ترجیح ہو۔ اور پھر بھی مجھے اپنے گمان فاسد وخیال کاسد کا گواہ بناوگے مناسب ہے کہ اس بدگمانی اور بدگوئی سے (جو شعبہ رفض ہے) توبہ کرو اور اس سے رجوع کا اشتہار اس اخبار نام کے اہلحدیث میں دو اور اس کہن سال عرصہ چالیس برس کے نتائج تقلید وعمل بالحدیث کے تجربہ کار کی نصیحت کو مان لو اگر کچھ سعادت کا مادہ رکھتے ہو ؎

نصیحت گوش کن جاناکہ از جاں دوست میدارند
جوانانِ سعادت مند پندِ پیر دانا را ۔

ہمارے اس جواب اور دعویٰ پر کہ میں قسم پنجم کا حنفی ہوں نہ پہلے چار قسموں سے کسی قسم کا۔ آفتاب جیسے روشن دلیل جس میں کسی منصف مزاج حنفی یا اہلحدیث کو بشرطیکہ وہ چشم بینا اور سلیم فہم عطا کیا گیا ہو۔ شک ونزاع نہو یہ ہے کہ زمانہ طلب علم

حدیث سے اسوقت تک جسکو چالیس سال سے زیادہ عرصہ گذر گیا ہے ہمارا شیان روزی عمل باحادیث صحاح (جو موجودہ و عام مروجہ طریقہ حنفیہ کے مخالف ہے جیسے احادیث رفع یدین بوقت انتقالات وجہر بآمین اور قرأۃ فاتحہ خلف الامام و امثال ذلک) کے مطابق پایا جاتا ہے اور ہمارا تیس سالہ رسالہ اشاعۃ السنۃ (جس میں آٹھ سال زمانہ فترت بھی شامل ہیں) اور دیگر تصانیف و تالیفات معیار الحق[1] منح الباری وغیرہ وغیرہ (جنکا حامی عمل بالحدیث اور قامع تقلید مذموم (جو صرف دو ہی قسم ہے (۱) تقلید بمعارضہ و مقابلہ نص (۲) تقلید مذہب معین بخیال وجوب) ہونا آپنے اور ہر ایک اہلحدیث واقف حال نے مانا ہوا ہے۔ نیز اسکی تصدیق کر رہے ہیں اور طرفہ یہ ہے کہ اس امر کی تصدیق ہمارے اس قول میں (جسنے آپ لوگوں کو متوحش کر دیا ہے) بھی موجود ہے۔ جہاں لفظ حنفی سے پہلے لفظ اہلحدیث (جو اسی قسم کی حنفیت کی طرف مشعر ہے) شامل کیا گیا ہے۔ مگر افسوس صد افسوس آپ لوگوں نے اس لفظ کو غور سے نہیں پڑھا اور نہ دیکھا ہے۔ اور میرے دعویٰ حنفیت و انتساب بمذہب امام والامقام کو اہلحدیث ہونے سے متضاد سمجھ لیا۔ سچ کہا گیا ہے ؎

چون غرض آمد ہنر پوشیدہ شد ٭ صد حجاب از دل بسوے دیدہ شد

اس آفتابی دلیل کو سنکر بھی شاید فریقین کے غالی اور ضدی لوگ خاکسار پر اعتراض کریں غالی حنفی یہ کہیں کہ تم حنفی کیسے ہو سکتے ہو۔ جس حال میں تم نماز میں رفع یدین وغیرہ ایسے افعال کرتے ہو۔ جن کو ہمارے مذہب میں ناجائز بلکہ مفسد نماز کہا گیا ہے۔ اور غالی اہلحدیث یہ کہیں کہ جس حالمیں تمہارا عمل براہ راست و بلا واسطہ صحاح احادیث پر ہے تو پھر تمہارا حنفی کہلانا کیا وجہ اور کیا معنے رکھتا ہے۔ اور اس سے فائدہ ہی کیا ہے۔

---

[1] معیار الحق کا مولف یہ خاکسار ہے اور اسکے مضامین کے شواہد و عبارات حضرت شیخنا و شیخ الکل سید محمد نذیر حسین صاحب دہلوی کے افاضات سے ہیں۔ خاکسار کے مسودہ کو کچھ عبارات کے اضافہ و افاضہ سے خاکسار کی درخواست سے حضرت ممدوح نے اپنے نام نامی و ذات گرامی کی طرف منسوب فرما کر اس کو قبولیت کی عزت بخشی۔

ان غالیوں کا جواب بھی اس مقام میں دیا جاتا ہے۔ گو ان سے تو پوری امید نہیں کہ وہ اس کو تسلیم کریں۔ مگر اور لوگ تو اس جواب کو سنکر انکے دہوکہ سے بچ جائیں گے اور بعید نہیں کہ انمیں سے بھی کوئی سننے والہ پیدا ہو۔ کما قیل

فقل ما یفیض الوقت من غیر سامع۔ ففی الدھر من یرجی لہ الفوز ظافرا

فریق اول (غالی حنفیوں) کا جواب یہ ہے۔ آپ جیسے غالیوں سے ہم سرٹی فائی کرنا نہیں چاہتے یعنی سرٹیفکیٹ حنفی ہونے کا نہیں مانگتے۔ منصف حنفی ہمارے ساتھ متفق چلے آئے ہیں اور وہ ہمکو اپنے جیسا حنفی سمجھتے ہیں۔ وہ ہمارے ان ہی اقوال کے ساتھ ہمارے ساتھ نماز میں اقتدا کرتے ہیں اور ہم ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں۔ اسباب میں ہم ایک منصف مزاج حنفی مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کا جن کی حنفیت ہندوستان بھر میں تسلیم کی گئی ہے۔ قول پیش کرتے ہیں۔ آپ اپنے رسالہ فوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ ص۴۸ میں بذیل ترجمہ امام عصام بن یوسفؒ فرماتے ہیں۔

ذکر السمعانی عند ذکر نسبۃ البلخی المشہور بھذہ النسبۃ عصام بن یوسف بن میمون بن قدامۃ البلخی اخو ابراھیم بن یوسف یروی عن ابن المبارک وروی عنہ اھل بلدۃ وکان صاحب حدیث ثبتا فی الروایۃ وربما اخطاء وکنیۃ ابو عصمۃ وکان یرفع یدیہ عند الرکوع وعند رفع الراس منہ و اخوہ ابراھیم کان لا یرفع ومات عصام سنۃ ۲۱۰ھ ھجری عشر ومائتین وذکرھما ابو حاتم بن حبان فی کتاب الثقات انتھی۔ وفی طبقات القاری عصام بن یوسف روی عن ابن المبارک والثوری

سمعانی نے بلخی کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس نسبت سے مشہور عصام بن یوسف ہیں جو ابن المبارک سے حدیث کی روایت کرتے ہیں اور ان سے انکے شہر (بلخ) والے حدیث کی روایت کرتے ہیں وہ حدیث میں ثابت قدم تھے کبھی خطا بھی کرتے رکوع کرنے اور اس سے سر اٹھانے کے وقت وہ رفع یدین کیا کرتے انکے بھائی ابراہیم نکرتے۔ عصام سنہ ۲۱۰ ہجری میں فوت ہوئے ہیں۔ اور ان دونوں بھایوں کو ابو حاتم ابن حبان نے ثقہ لوگوں کی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ طبقات قاری میں ہے عصام بن

وشعبه وكان صاحب حديث يرفع يديه عند الركوع وعند رفع الراس منه انتهى قلت يعلم منه بطلان روايته مكحول عن ابى حنيفه ان من رفع يديه فى الصلوٰة فسدت صلاته التى اعتمد امير كاتب الاتقانى بما لما مر فى ترجمته فان عصام بن يوسف كان من ملازمى ابى يوسف وكان يرفع فلو كان لتلك الرواية اصل لعلم بها ابو يوسف وعصام وسياتى التفصيل فى بطلان تلك الرواية فى ترجمة مكحول ان شاء الله تعالىٰ و يعلم ايضًا ان الحنفى لو ترك فى مسئلة مذهب امامه لقوة دليل خلافه لا يخرج به عن ربقة التقليد بل هو عين التقليد فى صورة ترك التقليد الا ترى الى ان عصام بن يوسف ترك مذهب ابى حنيفة فى عدم الرفع ومع ذلك هو معدود فى الحنفية ويؤيده ما حكاه اصحاب الفتاوى المعتمدة من اصحابنا من تقليد ابى يوسف يومًا الشافعى فى طهارة القلتين والى الله المشتكى من جهلة زماننا حيث يطعنون على من ترك تقليد امامه فى مسئلة واحدة لقوة

یوسف نے ابن المبارک اور سفیان ثوری اور شعبہ سے حدیث کی روایت کی ہے یہ اہل حدیث تھے رکوع اور اس سے اٹھنے کے وقت رفعیدین کیا کرتے۔ میں (عبدالحی) کہتا ہوں ان کے اس فعل سے معلوم ہوتا ہے کہ جو مکحول نے امام ابوحنیفہ رحمہ سے نقل کیا ہے کہ جو نماز میں رفعیدین کرے اسکی نماز فاسد ہوجاتی ہے اور اس روایت سے امیر کاتب اتقانی نے دھوکہ کھایا ہے چنانچہ انکے ترجمہ میں اسکا بیان گذرا ہے یہ روایت باطل ہے اسکے باطل ہونے پر یہ دلیل ہے کہ عصام بن یوسف امام ابو یوسف کے ہمیشہ ساتھ رہتے تھے اور اگر اس روایت مکحول کی کچھ اصل ہوتی تو امام ابو یوسف اور عصام بن یوسف کو اسکا علم ضروری ہوتا اسکی تفصیل مکحول کے ترجمہ میں بھی ہوگی امام عصام کے اس عمل رفع یدین سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر حنفی کسی مسئلہ میں اپنے امام کا مذہب اسکے خلاف کی دلیل کو قوی سمجھکر ترک کردے تو وہ اسکی تقلید سے خارج نہیں ہوتا بلکہ اس صورت ترک تقلید میں بعینہٖ اسکی تقلید پائی جاتی ہے۔ تو نہیں دیکھتا کہ امام عصام نے امام ابوحنیفہ کے مذہب

دلیلها ویخرجونه عن مقلدیه ولا عجب فانهم من العوام انما العجب ممن تیشبه بالعلماء ویمشی مشیهم کالانعام (الفوائد البهیه ص۴۸)

رفع یدین نکرنے کو ترک کردیا و معہذا وہ حنفیوں میں شمار کیے جاتے ہیں اسکا مؤید ہے جو معتبر فتاوے میں منقول ہے۔ کہ امام ابو یوسف نے ایک روز ایک حمام میں غسل کیا تو اسکے بعد معلوم ہوا کہ جس کنوئیں کا پانی اس حمام میں ڈالا گیا تھا اسمیں سے مرا ہوا چوہا نکلا ہے تو اپنے فرمایا کہ ہمنے اس مسئلہ میں امام شافعی کے اس قول پر کہ جب پانی دو قلے (پکھیال) کے قدر ہو تو وہ تھوڑی پلیدی سے نجس نہیں ہوتا عمل کرلیا۔ ہماری شکایت اللہ تعالیٰ کی جناب میں اپنے زمانہ کے ان جاہلوں کی طرف سے ہے جو ایک مسئلہ میں بھی اسکی دلیل کی قوت کی وجہ سے تقلید مذہب امام چھوڑنے والے پر طعن کرتے ہیں اور اسکو مقلد امام ہونے سے نکال دیتے ہیں۔ ان جاہلوں سے یہ امر محل تعجب نہیں کیونکہ وہ عامی ہوتے ہیں تعجب تو ان لوگوں سے ہے جو علماء جیسے بن بیٹھے ہیں اور چال چلتے ہیں ان جاہلوں کی جو چوپایوں جیسے ہیں۔

پھر صفحہ ۹۰ کتاب مذکور میں اس روایت مکحول نسفی کا بہت بسط سے ابطال کیا ہے۔ اور فقہاء حنفیہ کے نقل و شہادت سے ثابت ہے کہ رفع یدین مفسد نماز نہیں ہے

۹۸ھ ہجری مطابق ۸۳ء میں دہلی و لاہور وغیرہ بلاد ہندوستان و پنجاب کے عمائد احناف و اہلحدیث کے اتفاق سے ینگ صاحب کمشنر دہلی کی عدالت میں یہ قرار پایا تہا کہ اہلحدیث و احناف باوجود فروعی اختلاف کے ایک دوسرے کا نماز میں اقتدا کرے اور باہم شیر و شکر ہو کر ارکان مذہب ادا کریں۔ اس مصالحت کا مضمون اشاعۃ السنہ جلد ۵ کے نمبر ۳ وغیرہ میں شائع ہوا ہے۔ اس تحریر مصالحت پر جن عمائد احناف دہلی کے دستخط ثبت ہوئے تھے انمیں جو اب تک زندہ ہیں۔ دو صاحب لائق ذکر ہیں۔ ایک مولوی عبدالحق صاحب دہلوی مصنف تفسیر حقانی دوسرے مولوی مفتی عبداللہ صاحب ٹونکی عربک پروفیسر اورینٹل کالج لاہور اور لاہور کے علماء میں سے۔ تیسرے مولوی عبدالحکیم صاحب کلانوری پروفیسر اورینٹل کالج لاہور ہیں سلمہ اللہ تعالیٰ۔ ان علماء کے اتفاق سے یہ امر مسلم ہوا تھا کہ رفع یدین نماز میں مفسد

نماز نہیں ہے۔

دوسرے (غالی اہلحدیث) کا جواب۔ باوجودیکہ ہمارا عمل اکثر مسائل میں بلا واسطہ احادیث صحاح پر ہے پھر ہمارا حنفی کہلانا بے وجہ و بلا فائدہ نہیں ہے۔ اور نہ اسمیں کوئی تضیع ہے۔ ہمارے حنفی کہلانے کی وجہ یہ ہے کہ ابتدا شعور اور زمانہ طلب علم سے جبکہ ہم حدیث سے آشنا نہ تھے فقہ مذہب حنفی پر ہمارا عمل رہا۔ اسی مذہب کی کتب اصول ہمنے پڑھیں اور اسی کی کتب فقہ فروع ہمارے دیکھنے میں آئے کسی اور مذہب کی نہ کوئی کتاب دیکھی اور نہ اُسکا کوئی مسئلہ سیکھا۔ اسوقت تک خاکسار کا یہی خیال تھا کہ مذاہب اربعہ سے ایک ہی مذہب کا مقلد ہو رہنا فرض و واجب ہے۔ اور اسکا ترک و خلاف گناہ ہے۔ پھر جب یہ خاکسار پنجاب کی مروجہ کتب کی تحصیل سے فارغ ہو کر دہلی پہنچا اور شیخ عبید اللہ مرحوم کی ترغیب سے حضرت شیخنا و شیخ الکل دہلوی کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حدیث شروع کیا تو حضرت شیخ نے ایک روز مجھے طحطاوی حاشیہ درمختار کا وہ مقام دکھایا جسمیں امام ابو یوسف کا عمل و قول در باب عمل بمذہب امام شافعی رح جو اوپر منقول ہوا ہے اور اسی قسم کا قاضی ابو عاصم عامری حنفی کا یہ فعل کہ انہوں نے قفال شافعی کی پاس خاطر سے نماز میں رفع یدین وغیرہ شافعی مذہب کے ارکان کو ادا کیا اور قفال شافعی کا یہ فعل کہ انہوں نے قاضی ابو عاصم عامری حنفی کی پاس خاطر سے اذان اقامت حنفی مذہب کے مطابق عمل کیا (اذان بلا ترجیع اور اقامت دو دو کلمہ کھلوائی) اوس روز سے خاکسار کا وہ خیال کہ ایک ہی مذہب کا مقلد ہو رہنا فرض و واجب ہے۔ بدل گیا۔ اور خاکسار نے دوسرے مذاہب حقہ پر عمل کر لینا جائز سمجھا اور حدیث صحیح پر عمل کرنے کو تعیین سعادت اور ایمان کی امارت سمجھ لیا جبکہ امام صاحب کے متعدد اقوال بڑی تاکید سے رغبت دلاتے ہیں۔ از انجملہ بعض اقوال حاشیہ میں منقول ہیں۔ تاہم امام

۱؎ سئل عن ابی حنیفۃ اذا قلت قولا وکتاب اللہ یخالفہ قال اترکوا قولی بکتاب اللہ فقیل انا کان خبر الرسول یخالفہ قال اترکوا قولی بخبر الرسول	امام زندویسی حنفی کتاب روضۃ العلماء میں بروایت صاحب ہدایہ امام ابو حنیفہ رح سے نقل کرتے ہیں کہ امام صاحب سے کسی نے پوچھا کہ اگر آپ ایک بات کہیں اور قرآن اسکے مخالف ہو تو آپکے

۱؎ منقول از کتاب ملا حسن شرح مسند امام اعظم ابو حنیفہ رح مؤلفہ ملا حسن مدرس مدرسہ الجوہریہ بمقام بخارا متوفی ۱۰۰۰ھ مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۳۲۱ھ صفحہ ۱۱ سطر ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ و ۲۰ و ۲۱ و ۲۲ و ۲۳ و ۲۴ و ۲۵ و ۲۶ و ۲۷ و ۲۸ و ۲۹ و ۳۰ و ۳۱ و

کہ وہ خدا تعالےٰ کا ہاتھ ہے جیسے بطور تشبیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ کو خدا کا ہاتھ قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جس شخص نے اس ہاتھ میں ہاتھ دیا اس نے خدا تعالیٰ سے مصافحہ کیا۔ یہ جسمانی محبت کے اظہار کا طریق خدا تعالےٰ نے اپنے محبوب مکان کعبہ اور بیت المعمور کو عطا کیا اور اس سے مخصوص کر دیئے ہیں تو کسی اور مکان متبرک سے مساجد ہوں خواہ مقابر یہ افعال جائز نہیں ہیں۔ کسی شخص کی قبر کا طواف کرنا یہ بوسہ دینا۔ چنانچہ کتب فقہ میں مرقوم ہے۔

اس بیان سے ثابت ہوا۔ کہ کعبہ کا حج اور اس کا طواف زیارت بتکا یہ شرک خدا کی عبادت ہے۔

مگر کمال افسوس سے کہا جاتا ہے کہ اس حکم الٰہی قرآنی کی اکثر انگریزی تعلیم یافتہ مسلمانوں کے دلوں میں کوئی وقعت ہی نہیں ہے۔ وہ اسکو ایک کیمپلسری شرط امتحان نہیں جانتے اور حج کعبہ کو رکن اسلام نہیں جانتے اور اسکے طریق اور ارکان احرام (جس میں پاجامہ کوٹ۔ پتلون اور عام پاڈوپی اُتار کر عاجزانہ شکل وصورت بنانی پڑتی ہے) وغیرہ کو ایک وحشیانہ حرکت جانتے ہیں اور لنڈن پیرس کو جاتے یا آتے ہوئے بھی اس پاک گھر کی زیارت کا قصد نہیں کرتے۔ تعلیم یافتہ مسلمانوں پر کیا افسوس ہے انکے لیڈر و رہنمود لنڈن وغیرہ بلاد یورپ کی سیر کو گئے اور مدت وہاں رہے تو جاتے یا آتے اس گھر کا قصد نہ کیا اور زیارت طواف کا شرف وثواب نہ لیا۔ بلکہ ایک جگہ اپنی تصانیف میں یہ کہدیا کہ اس چوگھونٹے گھر کے ارد گرد پھرنے سے ہوتا کیا ہے۔ کیا گدھے اسکے گرد نہیں پھرتے۔ اور جب آپ لنڈن کالج کر کے واپس آئے اور مسلمانوں کے اس اعتراض کے مورد ہوئے تو ان کے پیروان اور حامیوں نے

ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی عظمت وجلالت میرے دل سے نہ اٹھی۔ بلکہ اور دو یا وہ ہو گئی۔ ولہذا جس مسئلہ میں حدیث صحیح مجھے نہیں ملتی اس مسئلہ میں میں اقوال مذہب امام سے کسی قول پر صرف اس حسن ظنی سے کہ اس مسئلہ کی دلیل انکو پہنچی ہوگی تقلید کر لیتا ہوں ایسا ہی ہمارے شیخ و شیخ الکل کا مدت العمری عمل رہا۔ اور اسی پر ایک عالم کا عمل ہے۔ اس بیان سے فائدہ اس تقلید کا بھی ظاہر ہوا۔

اور ایک فائدہ اس وقت خاص میں یہ ہے کہ اجکل کے بعض اہلحدیث کہلانے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

فقیل اذا کان قول الصحابۃ یخالفہ قال اترکوا قولی بقول الصحابۃ (عقد الجید) قال عبد اللہ بن المبارک سمعت ابا حنیفۃ یقول اذا جاء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعلی الراس والعین واذا جاء عن اصحاب النبی صلعم تختار قولھم واذا جاء عن التابعین زاحمناھم (تفسیر مظہری)۔ روی الشیخ محی الدین فی الفتوحات بسندہ الی الامام ابی حنیفۃ انہ کان یقول ایاکم والقول فی دین اللہ بالرای وعلیکم باتباع السنۃ فمن خرج عنھا ضل۔ وکان اذا افتی یقول ھذا رای ابی حنیفۃ وھو احسن ما قدرنا علیہ فمن جاء باحسن منہ فھو اولی بالصواب وصل علیہ مرۃ رجل من اھل الکوفۃ والحدیث یقرء عندہ فقال الرجل دعونا من ھذہ الاحادیث فزجرہ الامام اشد الزجر وقال لولا السنۃ ما فھم احدنا القرآن (میزان امام شعرانی)

فرمایا میرا قول قرآن کے مقابلہ میں چھوڑ دو پھر کہا گیا کہ اگر حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسکے مخالف ہو تو آپنے فرمایا میرا قول حدیث کے مقابلہ میں بھی چھوڑ دو۔ پھر کہا گیا کہ قول اصحاب اسکے مخالف ہو تو آپنے فرمایا میرا قول صحابہ رض کے مقابلہ میں بھی چھوڑ دو۔ ایسا ہی عقد الجید میں ہے۔ اور امام بیہقی کتاب مدخل میں عبد اللہ بن المبارک سے نقل کرتے ہیں کہ مینے انکو یہ کہتے سنا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیث مروی ہو وہ میرے سر آنکھوں پر ہے۔ اور جو اصحاب نبوی سے مروی ہو وہ بھی ہم اختیار کرینگے اور جو تابعین سے مروی ہو اس کا ہم مقابلہ کرینگے (تفسیر مظہری) اور شیخ محی الدین نے فتوحات مکیہ میں اپنی سند سے امام صاحب سے نقل کیا ہے کہ آپ فرماتے کہ دین میں اپنی راے سے بچو اور سنت کی پیروی کو لازم کر لو جو سنت سے باہر ہوا وہ بہک گیا۔ اور جب آپ کوئی فتوے دیتے

والوں میں نیچریت۔ مرزائیت۔ چکڑالویت و معتزلیت در اضافیت پھیلتی جاتی ہے اہلحدیث کے ساتھ لفظ حنفی ملانے سے یہ ظاہر ہو جائے گا کہ اس لقب کا مصداق سنی۔ اہلحدیث ہے۔ نہ معتزلی اور نہ مرزائی اور نہ نیچری اور نہ رافضی وغیرہ۔

پھر اس عزیز نے اپنے مضمون کے دوسرے نمبر میں جو ۲۴ دسمبر ۱۹۰۷ء کے اخبار اہلحدیث میں شائع ہوا ہے۔ ایڈیٹر اہل الذکر کی نیک نیتی اور مسلمانوں کے حق میں اس کی خیر خواہی کی تعریف کر کے اسکے ان دعاوی فاسدہ کہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ مجتہد نہ تھے اور وہ عربیت میں ناقص تھے وغیرہ وغیرہ کلمات کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا کے مصداق کی تائید میں قلم اٹھایا ہے۔ اور اسکے ثبوت میں نواب صاحب بھوپال اور مولوی حمید اللہ صاحب کاکن مراد ضلع میرٹھ اور خاکسار کے بعض اقوال و عبارات سے تمسک کیا ہے۔ اور ان کے عبارات و اقوال کا جواب دینا تو ہمارے ذمہ نہیں۔ یہ جواب ایڈیٹر سراج الاخبار یا اور کوئی حامی امام والا تبار دینگے ہم اپنے اقوال و عبارات کا محل و مطلب بیان کر کے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جو کچھ ہماری عبارت سے اس عزیز نے مطلب نکالا ہے اسمیں لوگوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے۔ یا کم از کم خود دھوکہ کھایا ہے۔

ہماری عبارات و اقوال اس کے دعاوی فاسدہ کے لیے مفید اور مؤید نہیں ہو سکتے۔

ہماری سنی سالہ تحریرات و تالیفات میں ہمارا کوئی قول یا کوئی عبارت ایسی نکلے گی جس سے امام والا مقام کے اجتہاد یا شرائط اجتہاد علم حدیث وغیرہ کی نفی پائی جاتی ہو۔ عزیز مذکور نے نافہمی و بے علمی سے ہمارے اقوال و عبارات کو اپنے خیال فاسد کا مؤید بنایا ہے۔ یا دیدہ و دانستہ ہم پر افترا کیا ہے۔ ایک جگہ اس اخبار کے صفحہ ۱ میں کہا ہے کہ ایڈیٹر اہل الذکر نے جو لکھا ہے رافضیوں کی کتابوں سے نہیں لکھا۔ بلکہ اہلسنت کی کتب سے بلکہ خود مولوی صاحب موصوف سے (خاکسار کو

تو یہ کہتے کہ یہ وہ ہے جو قرآن و حدیث سے بہتے سمجھا ہے۔ جو اس سے بہتر لاوے وہ زیادہ درست ہو اور قبول کے لائق ہے۔ ایک روز آپکے سامنے حدیث پڑھی جاتی تھی تو کوفہ کا ایک آدمی آیا اور بولا کہ حدیثوں چھوڑو۔ ہمکو امام صاحب نے بہت ڈانٹا اور فرمایا کہ حدیث نہ پڑھو تو ہم قرآن کو نہ سمجھتے۔ ایسا ہی میزان شعرانی میں ہے۔

کہتے ہیں) اور جن کو مولوی صاحب نے ضمیمہ سفیر ہند ۲۳ مارچ ۱۹۷۸ء میں مجدد العلم فی ھذا الاوان مولٰنا محمد صدیق حسن خان نے فرمایا ہے۔ اُن سے لکھا ہے۔ پہر اسکے ثبوت میں کتاب حدیث الغاشیہ ۱۰۸ سے اسکو ازراہِ دروغ گوئی نواب صاحب نے تصنیف کہکر نقل کیا ہے۔ کہ جو شرائط واسطے اجتہاد کے حنفیہ نے ذکر کیے ہیں ہم خیال کرتے ہیں تو وہ ان کے امام میں ہرگز موجود نہیں

پہر اس اخبار کے صفحہ ۷ میں کہا ہے خود مولوی ابو سعید صاحب نے ضمیمہ سفیر ہند ۱۶ مارچ کے صفحہ ۴۲ میں ارقام فرمایا ہے۔ میرے خیال میں تو صحاح ستہ وغیرہ کی اکثر حدیثیں اُنپر مخفی رہیں۔ اسلیئے اُن سے بہت احادیث کا خلاف سرزد ہوا ہے۔ اور اُسی کے صفحہ ۴۳ میں لکھا ہے حدیث کے دفتر میں اُن کا نام نہیں۔ صحاح ستہ کو اوّل سے آخر تک دیکھوگے تو انکی روایت کا نام نہ پاؤگے اور مولوی صاحب موصوف نے امام عبدالوہاب شعرانی اور شاہ ولی اللہ دہلوی اور مولوی عبدالحی مرحوم لکہنوی وغیرہ سے قلت حدیث کی نقل فرمائی ہے۔ اور اُسی ضمیمہ کے صفحہ ۴۷ میں ابن خلدون سے نقل کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ رح کی روایتیں حدیث کی سترہ ۱۷ ہوئی ہیں"

میرے ان اقوال کو نقل کرنے سے عزیز مذکور نے اپنے خیال میں تو بڑی بہادری کا کام کیا ہے۔ اور وہ دور کی کوڑی لایا ہے۔ مگر درحقیقت اس سے اسکی نافہمی یا دروغ گوئی ثابت ہوتی ہے۔ دیگر ہیچ (۱) امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کا دفتر حدیث میں (جس سے کتب صحاح ستہ مراد ہیں نہ کوئی اصطلاحی دفتر جس میں اسامی وار رجسٹر ہوتے ہیں (۲) یا کتب صحاح ستہ میں کسی حدیث کی روایت کا ان سے پایا نہ جانا۔ یا (۳) ان کتب کی بہت احادیث کا ان سے خلاف ہونا۔ یا (۴) دوسرے ائمہ کی نسبت حدیث میں انکا کم ہونا ان چاروں امور سے کسی ایک سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جس قدر حدیث کا علم اجتہاد کے واسطے شرط ہے وہ ان میں پایا نہ جاتا تھا۔

یہ دفتر حدیث و دواوین سنت جن میں انکا نام نہیں دو سو برس کے بعد ہوئے ہیں۔ اور مجتہدین اسلام پہلی صدی سے چلے آئے ہیں۔ پہر کیا کوئی مسلمان اہل

علم صاحب ہوش و حواس سلیمہ یہ تجویز کر سکتا ہے کہ جس مجتہد کا نام اس دفتر زمانہ متاخرین میں نہو وہ مجتہد نہ تھا۔ اور اس بات کو منصف حنفی بہی مانتے ہیں چنانچہ اسی ضمیمہ سفیر ہند ۱۶ مارچ ۷۸ء میں امام شعرانی اور مولوی عبدالحی لکہنوی سے نقل کیا گیا ہے کہ چاروں اماموں میں سے پہلے امام۔ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی توجہ تفقہ و اجتہاد و افتا کی طرف زیادہ تہی۔ اور نقل و روایت حدیث کی طرف کم جیسا کہ ان میں سے آخری امام احمد بن حنبل کی توجہ روایت حدیث کی طرف زیادہ رہی ہے اور تفقہ و اجتہاد و افتا کی طرف کم (جس کیوجہ حضرت شاہ ولی اللہ کی کتاب حجۃ البالغہ کے صفحہ ۱۵۲ وغیرہ میں اصحاب الرائے و اہل الحدیث کے فرق کی باب میں بیان ہوئی ہے اور اسکا خلاصہ یہ ہے کہ جن اماموں نے اجتہاد کرنے اور اپنے رائے سے فتوے دینے سے خوف کیا انکا شغل زیادہ تر روایت حدیث سے رہا (ص ۱۵۲) اور جن اماموں نے روایت حدیث میں آنحضرت ؐ پر کمی و بیشی ہو جانیکا خوف کیا انکا شغل زیادہ تر اجتہاد و تفقہ و افتا سے رہا) مگر یہ کمی حقیقی نہ تھی بلکہ اضافی تھی جو ایک امام میں دوسرے کی نسبت پائی جاتی تھی اور یہ کمی حدیث کی اس حد تک نہ پہنچی تھی کہ جسقدر حدیث دانی اجتہاد کے واسطے ضروری ہے وہ بہی انمیں پائی نہ جاتی تھی اور انپر لفظ محدث کو صادق آنیسے مانع تھی اور کمی تفقہ و اجتہاد اس حد تک نہ پہنچی ہوئی تہی جو انپر لفظ مجتہد کے اطلاق سے مانع ہوتی۔ انکی اس کمی حدیث یا اجتہاد و تفقہ کو اس حد تک سمجہ لینا محض حماقت اور پرلے درجہ کی جہالت و سفاہت ہے اور ائمہ فقہ و حدیث مسلمہ مسلمانان روے زمین کے حق میں ایسی بدگمانی کسی اہل علم و دین و فہم انصاف کا کام نہیں اور اگر اس درجہ کی کمی حدیث امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ میں ابن خلدون کے اس قول سے کہ امام ابو حنیفہ سے سترہ روایات حدیث صحت کو پہنچی ہیں نکالی گئی ہے اور اسکے معنے یہ سمجہے گئے ہیں کہ انکو صرف سترہ حدیثیں پہنچی تہیں تو یہ اور بہی حماقت اور جہالت ہے اس قول کے معنے تو یہ ہیں کہ امام ابو حنیفہ سے جو روایات حدیث لوگوں کو بسند صحیح پہنچی اور ان سے مروی ہوئی ہیں انکی تعداد سترہ تک پہنچی ہے۔ اور یہ مراد نہیں کہ اونکو صرف سترہ حدیثیں پہنچی ہیں اگر اس قول سے انکی مراد یہ ہوتی تو بجاے لفظ صح عنہ کے صح عندہ کا لفظ بولا جاتا۔

جو شخص امام اعظم کی مسند کو جسکو خوارزمی [illegible] کیا ہے [illegible] وہ اس معنوں کو یقیناً

غلط سمجھے گا۔ کیا مسانید امام اعظم میں صرف سترہ حدیثیں ہیں۔
جھوٹ کہنے میں کچھ تو شرم چاہیئے۔ اس بیان سے ثابت ہوا کہ جو ہماری عبارت ضمیمہ سفیر ہند سے یہ مدعا نکالا گیا ہے کہ ہمارے نزدیک امام ابو حنیفہ کو علم حدیث نہ تھا اور انہیں ایسی کمی تھی کہ انکا مبلغ علم حدیث میں صرف سترہ حدیثیں تھیں۔ یہ محض غلط فہمی اور ناراستی ہے اور اگر ہمارے نزدیک امام ابو حنیفہ میں علم حدیث کا کافی نہونا اور اسوجہ سے شروط اجتہاد کا انہیں پایا نہ جانا اس سے نکالا گیا ہے کہ نواب صاحب بھوپال کو ہمنے مجدد العلم کہا ہے اور انہون نے کتاب حدیث الغاشیہ میں امام صاحب میں شروط واجتہاد کا پائے نہ جانیکا خیال ظاہر کیا ہے تو یہ اور بھی حماقت وجہالت اور محض دروغ گوئی ہے اسمیں دروغگوئی تو یہ ہے کہ کتاب حدیث الغاشیہ کو جو سید عبدالحی بن سید عبدالرزاق کی تصنیف (چنانچہ کتاب کے خاتمۃ الطبع میں بصفحہ ۱۵۰ درج ہے) نواب صاحب کی تصنیف قرار دیا ہے۔ اور اگر یہ ادعا ہو کہ درحقیقت یہ کتاب نواب صاحب کی تصنیف ہے اور نواب صاحب نے جھوٹ بولا ہے اور اپنی اس تصنیف کو ایسی بیہودہ بکواس کے سبب جو اسمیں امام صاحب کے حق میں کی گئی ہے۔ نشانہ طعن ہونے کے خوف سے اپنے داماد عبدالحی کی طرف منسوب کر دیا تھا تو پھر تمہاری اس ٹھٹری منطق کا جواب یہ ہے کہ خاکسار کا (جو اہلحدیث کہلاتا ہے اور دلیل کے مخالف کسیکی تقلید نہیں کرتا نواب صاحب کو مجدد یا اس سے بڑھکر مجتہد وقت مان لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ میں ان کا مقلد ہوں اور جو کچھ وہ کہہ گئے ہیں اسکو صحیح مانتا ہوں۔
نواب صاحب کو جو ہمنے ضمیمہ سفیر ہند و رسالہ اشاعۃ السنہ میں مجدد کہا ہے تو صرف دو وصف کی نظر ولحاظ سے کہا ہے وبس۔ ایک یہ کہ انکی سعی واہتمام اور صرف زر سے بڑی بڑی نایاب کتب حدیث وتفسیر وغیرہ ہندوستان ومصر وغیرہ میں چھپکر شائع ہوئی ہیں۔ دوسری یہ کہ انکی کوشش سے حدود ریاست بھوپال سے بہت سی بدعات ورسوم جاہلیت مرتفع ہوئی ہیں اور بہت سنتیں جاری ہوئی ہیں۔ ان دو وصف سے علاوہ ہمنے انکے رائے واجتہاد وخیال ومقال کی کبھی تصدیق یا تائید نہیں کی بلکہ انکی زندگی میں رسالہ اشاعۃ السنۃ میں صاف لکھ دیا تھا کہ تحقیق وترقیق سے انکو کام اور انکی تصانیف

میں اسکا التزام نہ تھا۔ رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۹ کے نمبر اول کے (جو نواب صاحب کے معزول ہوجانے کے بعد ان کے ڈیفنس (مدافعت) میں شائع ہوا تھا۔ اور اسی قسم کی تحریرات کی طرف توجہ فرما کر گورنمنٹ نے انکی وفات کے بعد انکا خطاب نوابی بحال کیا تھا) کے صفحہ ۱۵ میں کہا ہے کہ نواب صاحب کو اپنی تصانیف میں تحقیق و تدقیق کا التزام نہیں صرف جمع و تالیف انکو پیش نظر رہتی ہے۔ لہذا وہ ہر قسم کے مسائل کو محقق ہوں۔ خواہ غیر محقق مناسب و ضروری ہوں خواہ غیر ضروری اپنی تصانیف میں درج کردیتے ہیں۔ یہ امر صرف ان ہی مسائل میں نہیں پایا جاتا جن کو گورنمنٹ سے تعلق ہے۔ بلکہ بعض مذہبی اور علمی مسائل میں انکا یہی حال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ہم عصروں اور ہم چشموں (مولوی عبدالحی لکھنوی وغیرہ علماء) نے انکی تصانیف پر سخت نکتہ چینی کی ہے۔ اور ان کے بعض مسائل میں غلطی و تحقیق سے مخالفت بھی ثابت کر دکھائی ہے حتی کہ اسکو نواب صاحب نے مان لیا ہے اور صاف لکھ دیا ہے۔ کہ ہم صرف ناقل ہیں۔ ہم کو اس سے بحث نہیں کہ فلاں امر میں حق و صحیح کونسا قول ہے۔ پھر رسالہ نمبر ۲ کے صفحہ ۵۶ میں کہا ہے۔ اسکی تمثیل میں ہمارے بھولے بھالے نواب صاحب (اگر یہ کتاب انکی تصنیف ہے) ناعاقبت اندیشی سے لکھ بیٹھے ہیں۔

پھر اسکے صفحہ ۵۷ میں کہا ہے۔ ہمنے نواب صاحب کو صرف دو وصف کے لحاظ سے مجدد کہا ہے۔ ایک یہ کہ ان سے علوم کی خوب ترویج و تشہیر ہوئی ہے۔ بہت سی کتابیں تصانیف سلف مختلف علوم میں انہوں نے بصرف زر چھپوا کر ملکوں میں شائع کی ہیں۔ اور بعض کتابیں تصانیف سلف سے ملخص کر کے انہوں نے خود بھی بنائی اور چھپوائی ہیں۔ دوسری وصف۔ بعض مراسم اسلام کو زندہ کرنا اور بعض رسوم بد کو مٹانا۔ جن کی تفصیل اشاعۃ السنۃ نمبر ۶ جلد ۶ میں ہوچکی ہے۔ ان دو نو وصف کے علاوہ کسی وصف علمی اجتہادی وغیرہ میں ہمنے ان کو مجدد نہیں کہا اور ان دونوں اوصاف میں مجدد ہونے سے انکا مجتہد ہونا لازم نہیں آتا۔ چہ جائے لوگوں کا انکا

مقلد ہونا۔ اس جواب کو بنظر انصاف پڑھنے سے امید ہے ہمارے بھائی اپنے اعتراض کو واپس لیں گے اور اس فرقہ کے کسی اہل علم کو نواب صاحب کا مقلد نہ کہیں گے۔ اور نہ اُن کے خیال و مقال کو انکا خیال و مقال قرار دینگے"

ہماری ان اقوال میں صاف اور صریح شہادت پائی جاتی ہے کہ ہم نواب صاحب کی رائے و خیالی باتوں کے مقلد نہیں اور ان کو مجدد کہنے سے ان کی بیدلیل بلکہ خلاف واقعہ امر کو صحیح مان لینا ہمارے ذمہ نہیں۔

آپ رہا یہ امر کہ جو ہمارے ان اقوال میں پایا جاتا ہے کہ امام صاحب پر اکثر احادیث صحاح ستہ مخفی رہیں ہیں اور اُن سے بہت سی احادیث صحاح ستہ کا خلاف ہوا ہے۔ سو اسکو نفی شروط اجتہاد سے کوئی تعلق نہیں۔ بڑے بڑے جلیل الشان مجتہدین صحابہ پر بعض احادیث مخفی رہیں اور بعض احادیث سے انکا خلاف ہوا ہے اور ان کے متاخرین نے اُنپر موضوعہ کیا ہے۔ اسکی تفصیل ان ہی ضمیمجات سفیر ہند کی سبحث مخفیات و موضوعات میں ہو چکی ہے۔

یہ مضمون حدیث الغافیہ اور مع نواب صاحب کا الزامی جواب ہے۔ جو جواب ترکی بترکی کہلاتا ہے تحقیقی جواب جو دلی اعتقاد و انصاف پر مبنی ہوتا ہے یہ ہے کہ صاحب حدیث الغافیہ نے بھی نفی شروط اجتہاد کے متعلق جو کہا ہے وہ حقیقۃً الزامی طور پر کہا ہے نہ اپنے دلی اعتقاد و تحقیق و انصاف کی نظر سے شروط اجتہاد جو حنفیہ نے بیان کی ہیں اور جسقدر علم حدیث اجتہاد کے واسطے انہوں نے ضروری شرط ٹھہرایا ہے اسکی نفی کی ہے نہ اپنے اعتقاد اور وہی حق و انصاف کے قرارداد کے مطابق شروط کی نفی۔ کیونکہ قرآن اور حدیث اور اجماعی قرارداد الحدیث میں کوئی حد وعیار حدیث دانی جو اجتہاد کیلئے شرط ہو۔ پایا نہیں جاتا۔ پھر کوئی اہلحدیث کیونکر کسی مجتہد کی نسبت اپنے دلی اعتقاد سے کہہ سکتا ہے کہ اسمیں شرط حدیث دانی پائی نہیں جاتی۔ یہی جواب مولوی حمید اللہ صاحب کا اس رسالہ کے رسالہ تقلید و عمل بالحدیث کے جملہ مضامین کا ہے جو امام صاحب کی نفی اجتہاد کے متعلق لکھے گئے ہیں اور انکو عزیز عبدہ الکریم نے اپنے مضمون کے نمبر سوم میں اخبار اہلحدیث ۷ جنوری میں شہر کیا ہے کہ وہ مضامین محض الزاماً لکھے گئے ہیں نہ تحقیقاً و اعتقاداً۔ اور اگر مولوی حمید اللہ صاحب کا یہ ادعا ہو کہ جو کچھ ہتے کہا ہے اعتقاد و تحقیقاً و انصافاً کہا ہے تو وہ براہ لطف ہمکو کوئی ایک آیت یا حدیث بتادیں جسمیں اجتہاد کی ان شروط کا بیان ہو اور ان ہی

حاشیہ: اور اگر ہم نے ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کا اجتہاد حدیث پر ہونا ثابت ہو جانے سے عیاذاً باللہ من ذلک۔

نصیحت نامہ نمبر ۵

بنام مولوی ثناء اللہ

متعلق اتباع سلف

(اس سے پہلے چار نمبر جلد ۲۰ و ۲۱ مین شایع ہوئے ہین جو ملاحظہ ناظرین کے لائق ہین)

بٹالہ ۱۹ جنوری ۱۹۱۰ء ۳۴

مطابق ۷ محرم ۱۳۲۸ھ

عزیزم مولوی ثناء اللہ وفقہ اللہ لاتباع سید الانبیاء والسلف الصلحاء

اہل سنت والجماعت خصوصاً اہلحدیث بلا اختلاف اعتقاد رکھتے چلے آئے ہین

(۱) جو کچھ آنحضرت صلعم نے دین مین ارشاد فرمایا ہے۔ خواہ متعلق احکام ہو یا متعلق قصص و اخبار و تفسیر قرآن وغیرہ وہ واجب العمل و مقبول ہے۔

(۲) جس امر کے متعلق آنحضرت صلعم کا ارشاد کچھ نہ ملے اس مین جماعت صحابہ کے اقوال کی جنکا خلاف ان سے منقول نہو۔ پیروی کیجاوے۔ ان کے بعد ویسے ہی تابعین کے اقوال و آثار کی غرض ان کے نزدیک سنت کے بعد قرون ثلاثہ کا عام قرار داد بہی ویسا ہی لائق تمسک ہے۔ جیسا کہ سنت سنیہ کا ان ہی دو تمسکات سے تمسک کرنیکی نظر سے وہ اہل سنت والجماعت کہلاتے ہین اور ان ہی تمسکات سے انکے تمسک کرنیکو آنحضرت صلعم نے انکے ناجی ہونے کی علامت ٹھہرایا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا ہے ناجی فرقہ وہ ہے جو اس طریق پر ہو جسپر مین ہون اور میرے اصحاب (ما انا علیہ واصحابی) جسمین ما انا علیہ سے سنت مراد ہے اور اصحابی سے جماعت صحابہؓ مگر افسوس صد افسوس ہزار افسوس ان دونون مسلمہ اصول اہلسنت والجماعت کے برخلاف تمہارا ایک رسالہ (جس کا نام وعنوان تو اتباع سلف ہے اور معنون و معنویہ ہے۔ کہ اقوال و آثار سلف کا جو ان کے

* قیل ومن ہم یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی مشکوٰۃ ص ۲۲)

فہم و درایت پر مبنی ہون اتباع نہ کیا جاوے ولہذا وہ نام بلا تفاوت سر موئے اس
مصرعہ کا مصداق ہے۔ ؎ برعکس نہند نام زنگی کافور) ۱۸- جنوری سنہ ۱۹۱۰ء کو مینے
اول سے آخر تک پڑہا جس مین ان دونون اصول دستور العمل و معیار اہل سنت کے
برخلاف یہ دو اصول مستحدثہ پائے (۱) آنحضرت صلعم کی بعض احادیث صحیحہ (باوجود
علم و تسلیم صحت) قرآن مجید کی تفسیر و تعیین مراد آیت مین واجب القبول نہین
(۲) سلف صالحین صحابہ و تابعین وغیرہ اہل قرون ثلاثہ کی کسی قول یا فعل کی جو انکے
فہم و درایت پر مبنی ہو۔ نہ نقل و روایت پر تقلید جائز نہین تمہارا ان اصول مسلمہ
اہل سنت کے برخلاف ان اصول مستحدثہ کا اس رسالہ مین بیان و اظہار کوئی نئی بات
اور محل تعجب نہین۔ بلکہ لیست باول قارورۃ کسرت فی الاسلام کا مصداق ہے
یہ اصول مستحدثہ پہلے گمراہون (معتزلہ وغیرہ) سے بہی منقول ہین اور تمہاری تفسیر عربی
اور رسایل (آیات متشابہات و اصول و تفسیر و ترک اسلام و کلام المبین) کی بنا
انہی اصول مستحدثہ پر ہے۔ نئی بات اور محل تعجب تو ۳۰ نفر علماء ساکنین وزیر آباد
آرہ۔ غازی پور۔ رامپور گیلانی ضلع مونگیر دیکا ضلع پیلی بہت۔ لکہو کے ضلع
فیروزپور ملتان جمالپور ضلع مونگیر حیدر آباد دکن قلعہ میان سنگہ ضلع گوجرانوالہ
اور دہلی اوسان کوہاں ضلع بستی پہلواری اٹاوہ علیگڈہ بنارس کلکتہ۔ کی (جن مین گو اکثر
بڑے نام علماء ہین خصوصاً وہ لوگ جنہون نے تمہارے رسالہ کی تعریف مین آسمان و زمین
کے قلابے ملا دیئے ہین اور بعض کو تو ایسے الفاظ نہین ملے جن سے وہ اس کی
تعریف کر سکتے۔ بعض انمین واقعی بظاہر علماء و فضلاء و مدرس کتب معقول و منقول
بہی ہین خصوصاً دو منصفین فیصلہ آرہ سے) اس رسالہ کے متعلق تحریرات و تقریظات ہین
جن مین وہ جملہ مضامین رسالہ کے تصدیق کر چکے ہین۔ اور باوجودیکہ ہمارے رسالہ اشاعۃ السنۃ
جلد ۲۰ و ۲۱ مین تمہارے ان اصول مستحدثہ کا مفصل و مدلل رد ہو چکا ہے۔ اور وہ
رد ان کے ملاحظہ سے گزر چکا ہے۔ اور اس رسالہ مین تمنے انہین اصول مستحدثہ کو اختیار
کر کے انکے بیان و ثبوت پر (بزعم خود) زور دیا ہے ان حضرات نے ان اصول مستحدثہ کا

کچھ بھی نہیں کیا اور صرف اسوجہ سے کہ اس رسالہ کے سطحی بیان میں رد تقلید پایا جاتا ہے جس کے سننے سے انکو مزہ آتا ہے۔ اسکو تصدیق کر دیا اور یہ نہ سمجھا کہ ہم نے اس رسالہ کی مجمل و عام تصدیق سے ان دونوں اصول مسلمہ اہل سنت والجماعت واہل حدیث کی بیخ و بنیاد کو کاٹ دیا ہے۔ واز آنجا کہ احیاء سنت وحمائیت اہل سنت، وابطال باطل ودفع اہل بدعت ایڈوکیٹ اہلحدیث (خاکسار) ایڈیٹر اشاعۃ السنہ کا پیشی فرض ومنصب ہے۔ لہذا وہ اس رسالہ کا کراس ایگزمینیشن (سوالات جرح سے امتحان) کرکے عموماً اہلحدیث اور خصوصاً ان علماء اہل تقریظات کو جو اس عاجز سے بلاواسطہ یا بالواسطہ نسبت تلمذ یا عقیدت ومحبت رکھتے ہیں نہایت کرب کہتا ہے۔ کہ اس رسالہ میں ان دونوں اصول اہل سنت واہلحدیث کا خلاف کیا گیا ہے۔ اور وہ رسالہ اس لائق نہ تھا کہ کوئی ایک بھی اہلسنت اہلحدیث اس رسالہ کی تصدیق کرتا ہمارے اس مضمون کو پڑھکر امید ہے کہ وہ لوگ جو دھوکہ میں آکر اور تمہارے مغالطہ آمیز اصول کو نہ سمجھنے کیوجہ سے تمہاری تائید وتصدیق میں تقریظات لکھ چکے ہیں وہ اپنی تقریظات کو واپس لینگے اور جو لوگ تمہارے اصول مخترعہ کو بمقابلہ اصول اہلسنت صحیحہ سمجھکر انکی تصدیق کر چکے ہیں وہ حکماً اور ضابطہ اہل سنت واہلحدیث کی جماعت سے خارج کئے جائینگے جیسے تم خارج کئے گئے ہو کما ینأمن کان وحیث ما کان فی الفخاب او الهند وستان پس شاباش خوب کان کہا لکر سنو کہ جو کچھ تمہیں فضل اول رسالہ میں کہا ہے وہ کلمۃ حق اریدبہا الباطل کا مصداق ہے۔ یہ مسئلہ بلا شک وشبہ خلاف مسلم اہلسنت واہلحدیث ہے کہ حاکم حقیقی اللہ تعالےٰ ہے۔ اور رسول مقبول بھی جناب باری تعالےٰ کے حاکم بنانے سے حاکم تسلیم کئے گئے ہیں وہ بھی بذات خود بالاستقلال حاکم نہیں ہیں ولہذا بوقت نزاع واختلاف اہل اسلام اللہ تعالےٰ اور اسکے رسول کیطرف انکا رجوع وجہ سے مگر تمہاری مراد اس مسئلہ سے یہ معلوم ہوتی ہے (جسکو خاکسار کہیں قبل متعدد بار کہہ چکا ہے) اور ۳۰ نفر اہل تقریظ سے کوئی ایک بھی نہیں سمجھا کہ اقوال صحابہ بالخصوص وغیرہ سلف صالحین اہل قرون فلانہ جسکا خلاف ان سے مروی نہ ہو بلکہ صرف کچھ

اس اعتراض کے جواب میں کہا کہ وہ سیر لنڈن میں وہ کام کر کے آئے ہیں جو حج سے بڑھ کر ہے۔

ان کے بعد جو لوگ تعلیم یافتہ مسلمانوں سے بیرسٹری یا سول سروس وغیرہ کے امتحانوں کے لیئے یا صرف سیر و سیاحت کے لیئے لنڈن گئے ہیں اور وہ ایک مدت تک وہاں رہکر اور دور دراز کے بلاد یورپ اور ٹرکی وغیرہ کی سفر کرتے ہیں اور کئی اسوقت میں وہاں موجود ہیں اور سیر و گشت کر رہے ہیں اور انکے سفر سیر کی کیفیتوں کو اسلام کے محب تعلیم یافتہ مسلمان اخباروں میں بڑے فخر و خوشی سے شائع کر رہے ہیں وہ بھی کعبہ کے حج و زیارت کا نام نہیں لیتے اور دور سے بھی اسلام شوق و زیارت ظاہر نہیں کرتے جن کی شکایت میں وہ کعبہ اس شعر کو پڑھ رہا ہے۔ جس کو ہم پہلے بھی نقل کر چکے ہیں اور اب مزید حسرت کے اظہار کے لئے دوبارہ نقل کرتے ہیں ؎

بادوستان نوشت بسے نامہ وفا
بر حاشیہ سلام از سر دریغ داشت

ایک اور بھی مثال سنو مسلمانان پنجاب و ہندوستان ہر سال محمڈن ایجوکیشنل کانفرس میں شامل ہونے کے لیئے ڈاکہ مدراس دکن وغیرہ بلاد میں پہنچتے ہیں مگر حج کا قصد نہیں کرتے وہ حج کو مسلمانوں کی عالمگیری کا نفرس ہی سمجھکر حج کر لیا کریں اور اس سے اپنے تمدنی اغراض کا فائدہ اٹھاویں۔

اشاعۃ السنہ جلد ۲۰ میں تعلیم یافتہ مسلمانوں کے اخبار وطن سے ایک مضمون متعلق فضیلت حج نقل کیا گیا ہے۔ اس مضمون میں ایڈیٹر صاحب نے حج کا مسلمانوں کی عالمگیر کانفرس ہونا ثابت کیا ہے۔ کاش اس مضمون کو پڑھکر جاپان لنڈن و پیرس جو اخبار وطن کے حامی اور خریدار اور مؤکل ہیں لنڈن جاتے

مبتدعین معتزلہ وغیرہ نے انکا خلاف کیا ہو لایق تقلید و دستاویز نہین ہین (اگر انکا کوئی مستند معلوم نہ ہو) اقوال مبتدعین متاخرین انکا معارضہ کر سکتے ہین مثلاً ایکطرف اقوال صدیق اکبر و فاروق اعظم ہون جن مین کوئی صحابی انکا مخالف نہو اور ان کے مقابلہ مین دوسری طرف اقوال جبائی اور ابو مسلم جاحظ معتزلی ہون اور کسی کے قول کا مستند کتاب و سنت سے معلوم نہ ہو تو اقوال ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو قول جبائی و جاحظ پر کوئی ترجیح نہین ہے۔ اور انکی تقلید جایز نہین اگر اقوال جبائی و جاحظ کی کوئی وجہ معلوم ہو پس اگر واقعی اس مسئلہ کے بیان سے تمہاری یہی مراد ہے۔ تو یہ مراد باطل ہے۔ اور قرارداد اہل سنت و جماعت کے مخالف ہے۔ اس کی بطلان پر وہی ادلہ شاہد ہین جو تمہارے رسالہ کی فصل دوم مین منقول ہین اسکی تفصیل فصل دوم کے ایگزیمنیشن (امتحان) مین ہوتی ہے ؛

فصل دوم میں تمنے اتباع سلف صالحین کی تعریف مین چند احادیث نقل کی ہین ازانجملہ ہمارے تعرض کے لایق دو ہین ایک وہ حدیث نبوی ہے۔ جس مین

قال رسول اللہ خیر امتی قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم و متفق علیہ عن ابن مسعود من کان مستنا فلیستن بمن قد مات فان الحی لا یومن علیہ الفتنۃ اولئک اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کانوا افضل ہذہ الامۃ ابرہا قلوبا و اعمقہا علما و اقلہا تکلفا اختارہم اللہ لصحبۃ نبیہ و لاقامۃ دینہ فاعرفوا لہم فضلہم و اتبعوہم علی اثرہم و تمسکوا بما استطعتم من اخلاقہم و سیرہم فانہم کانوا علی الہدی المستقیم مشکوٰۃ (ص ۳۰)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بیان ہوا ہے کہ بہترین زمانہ کے لوگ میرے زمانہ کے لوگ ہین۔ پھر جو انکے قریب آئینگے پھر جو ان کے قریب ہونگے دوسری حدیث ابن مسعود رض ہے جسکا ترجمہ تمہارے ہی الفاظ سے نقل کیا جاتا ہے۔ حضرت ابن مسعود رض صحابی کا قول ہے۔ کہ جو کوئی کسی کی پیروی کرنا چاہے۔ وہ مرے ہوؤن کی کرے کیونکہ زندوں کے حق مین فتنہ کا خوف ہے۔ وہ (جنکی پیروی کا حکم ہے) اصحاب رسول اللہ صلعم ہین جو اس امت

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

مین افضل ہو۔ نیکدل بڑے گہرے علم والے اور کم تکلف والے خدا نے انکو اپنے نبی کی صحبت کیلئے چنا تھا۔ اور اپنے دین کے قائم کرنے کی توفیق دی تھی۔ پس تم لوگ انکی نیک گواہی پہچانو اور انکے نقش قدم پر چلو اور انکی عادات و اخلاق سے جس قدر طاقت رکھتے ہو تمسک کرو کیونکہ وہ سیدھی راہ پر تھے۔

اس ترجمہ کے بعد تم لکھتے ہو کہ اس مضمون کی روایات کثرت سے ہین جو اہل علم پر مخفی نہین جن مین اصحاب رسول اللہ کے اتباع و پیروی کی تاکید ہے مان یہ امر ہنوز تنقیح طلب ہے۔ کہ اتباع و پیروی کا کیا مطلب ہے۔ پھر کہا ہے اس سوال کا جواب اس سے عمدہ کیا ہو سکتا ہے۔ جو قرآن مجید مین خدا تعالے خود بتلا دی ہے آیت والذین اتبعوھم باحسان اور اسکا ترجمہ نقل کرکے تمنے کہا ہے۔ کہ یہ آیت بتلا رہی ہے کہ سلف صالحین کی پیروی جو خلف پر لازم ہے۔ وہ اخلاص و وفاداری مین ہے بزرگیات مین نہیں پھر کہا ہے اس دعوے کی مزید توضیح ہمکو اسوقت ملتی ہے۔ جب ہم محدثین اور اصولیین کا یہ قول سنتے ہین قول الصحابی لیس بحجۃ مزید تشریح اسکی آیندہ فصل مین آتی ہے۔ اس فصل دوم کے متعلق ہم صرف اسقدر اگر یمیتکن (امتحان) کرنا چاہتے ہین۔ کہ جو اس فصل مین منقول احادیث و آیات و اثر ابن مسعود رض سے اور جو اس قسم کی اور اس مضمون کی روایات کثیرہ ہیں اتباع و پیروی اصحاب رسول مقبول کی تاکید کا پایا جانا تمنے تسلیم کیا و آنا نجملہ بعض احادیث کو ہمنے حاشیہ* مین نقل کیا ہے ان سے کیا اسی قدر ثابت ہوتا ہے۔ کہ اصحاب نبوی کی پیروی انکے اخلاص و فاداری

* عن حذیفۃ قال قال رسول اللہ صلعم لا ادری ما بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر رواہ الترمذی مشکوۃ صفحہ ۵۲۲	حذیفہ رض نے کہا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مجھو معلوم نہیں کہ مین کس قدر تم لوگون مین رہون گا۔ (مین فوت ہو جاؤن) تو ان دو نون کی پیروی کرنا جو میرے بعد مقتدا ہونگے ابوبکر و عمر
عن جبیر بن مطعم قال اتت المرئۃ النبی صلعم امرۃ فکلمتہ فی شیء فامرھا ان ترجع الیہ فقالت یا رسول اللہ ان جئت ولم اجدک کانھا تریدین الموت قال ان لم تجدینی فاتی ابا بکر	جبیر بن مطعم رض سے روایت ہے کہ ایک عورت آنحضرت کے پاس آئی اور اُسنے کسی (دنیوی) امر مین آنحضرت سے کچھ عرض کیا تو آنحضرت نے فرمایا

* الحدیث قال فان لم تجدنی فاتی ابا بکر یعنی اگر تم میرے پاس آؤ اور مجھکو نہ پاؤ تو ابوبکر کے پاس جانا۔ یہ حدیث صحیح ہے +

میں کی جاوے جزئیات میں نہ کی جاوے (۲) کیا آیت والذین اتبعوا ھم باحسان کا شان نزول اور مقصود اور سیاق و سباق اسی سوال کا جواب دینا تھا (۳) اور کیا یہ آیت ان جملہ احادیث و آثار کی جن میں بعض یقیناً نزول آیت کے بعد فرمائی گئی ہیں۔ پیشگی تفسیر کرنے کو نازل ہوئی تھی (۴) اور کیا یہ آیت اپنے معنے مراد خداوندی میں ایسی مفسر و مفصل ہے کہ وہ ان احادیث و آثار میں وارد شدہ اتباع کی تفسیر تبیین و تعیین مراد کر سکے اور اسکے یہی معنے مراد خداوندی ہیں جو تمنے بیان کیئے ہیں (۵) اور کیا اس آیت کے بیان مراد میں مفسرین صحابہ و غیرہ کا اختلاف نہیں ہوا۔ یہی مفسرین صحابہ و تابعین نے اس کے یہی معنے بیان کیے ہیں

* وہ تفاسیر متداولہ میں سے اس آیت کی تفسیر میں جلالین اور تفسیر رحمانی میں خلاصہ یا احسان کے ساتھ پیروی صحابہ کا مراد ہونا بیان ہوا ہے۔ نہ اخلاق و احسان میں پیروی کا مراد ہونا۔ جلالین کے یہ الفاظ ہیں والذین اتبعوھم الی یوم القیامۃ باحسان فی العمل۔ اور تفسیر رحمانی کے یہ الفاظ ہیں والذین اتبعوھم ای سلک سبیلھم بشرط اقترانھم باحسان وھی عبادۃ ربھم کانھم یرونہ۔ ان دونو عبارتوں میں احسان کو شرط عمل ٹھہرایا ہے۔ نہ وہ چیز جس میں پیروی کا حکم ہے۔ وہ چیز تو عمل ہے جو ہر فضل نیک کو شامل ہے۔ چنانچہ دوسرے مفسرین نے کہا ہے تفسیر معالم وتفسیر کبیر و فتح البیان وغیرہ میں جملہ افعال و اعمال حسنہ صحابہ میں پیروی کا مراد ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اور ایک معنے یہ بھی بیان ہوئے ہیں کہ پچھلے پہلے مہاجرین و انصار کو دعا و ترحم سے یاد کرتے ہیں۔ سالم میں کہا ہے اس آیت سے تابعین کیلئے یہ شرط لگادی ہے کہ وہ صحابہ کے افعال حسنہ و نیز برائیوں میں پیروی کریں ایسا ہی دوسری تفسیروں میں کہا ہے۔ آن

* قیل ھم بقیۃ المھاجرین والانصار سوی السابقین الاولین قیل ھم الذین سلکوا سبیلھم فی الایمان والھجرۃ و النصرۃ الی یوم القیٰمۃ قال عطاء ھم الذین یذکرون المھاجرین والانصار بالترحم والدعاء وقال محمد بن کعب القرظی والذین اتبعوھم باحسان شرط فی التابعین شریطۃ وھی ان یتبعوھم فی افعالھم

جو تمنے بیان کیے ہیں۔ (۶) اور کیا مصنف رسالہ اور اسکے مصدقین و مقرظین سے کسی کے خیال میں ان پہلے پانچوں سوال سے کوئی سوال نہیں گذرا۔ اگر نہیں گذرا تو پہر اے صاحبو تمہاری تحریروں و تصدیقوں و تقریظوں کا اعتبار ہی کیا ہے۔ اور تمہاری اس فہم اور اس علمی لیاقت پر تمہارا کیا منصب ہے کہ تم منصف و مفتی بن بیٹھو یا کسی فتوے کی تصدیق میں قلم اُٹھاؤ۔

اور اگر یہ سب سوالات یا انمیں کوئی ایک ہی تمہارے خیال میں گذرا ہے۔ (چنانچہ ایک ثالث ثلثہ منصفین فیصلہ آرہ کے (جس کی تقریظ و تصدیق رسالہ میں ساتویں نمبر پر بصفحہ (۵ و د) منقول ہے) خیال میں چوتھا سوال گذرا۔ اور اسنے صفحہ (د) رسالہ میں کہا ہے۔۔۔ اتباع سلف فی الاخلاص نہایت گول لفظ ہے۔ اسکی توضیح کی ضرورت ہے۔" تو پہر تمہاری دیانت و امانت و خدا ترسی و حق گوئی سے کیا باقی رہا کہ جس بات کو بسبب مورد سوال ہونے کے تم لوگ قطعاً صحیح و مثبت مدعا نہ سمجھے تھے۔ اور اس کو بیان معنے مراد اتباع و پیروی صحابہ میں فیصلہ کن ناطق نہ جانتے تھے اسکی صحت کا دعوے تم میں سے نوجوان نوآموز لڑکے کی قلم سے نکلا اور باقی ۳۰ نفر نے جنمیں بعض کہن سال آزمودہ کار علماء اہل افتا بہی تھے بے سوچے بے سمجھے عام طور پر اسکو تصدیق کر دیا۔ ایسے منصف اور ایسے مصدق

الحسنة دون السيئة (بمعالم مختصراً صفحہ ۴۱۹ ومثلہ او نحوہ فی التفسیر الکبیر صفحہ ۷۲۲ جلد ۴ فتح البیان صفحہ ۲۹۶ جلد ۱ بیضاوی ص ۳۲۶ وغیرہ)

انصاف سے کہو۔ اور کچھ تو علم و فہم و شرم سے کام لو اور بتاؤ کہ کس تفسیر میں اخلاص یا احسان کو ما فیہ الاتباع یعنی وہ چیز جس میں پیروی کی جاوے مراد ٹھہرایا ہے۔ یا جزئیات میں پیروی کی نفی کی ہے۔ اور تمہارا یہ اجتہاد اسلامی اجتہاد ہے یا معتزلانہ الحاد کیا اسی اجتہاد یا الحاد پر تم کو ناز ہے اور کیا تمہارے مقرظین تمہاری اسی علم و فہم و وسعت نظر اور دقت فہم کی تعریفیں کرتے ہیں وہ خدا سے نہیں تو علمی دنیا سے بھی شرم نہیں کرتے۔

اسلامی سلطنت میں ہوں تو لائق عزل و تعزیر ہیں یا وہ اس لائق ہیں۔ کہ انکو فتوے و تصدیق کو کوئی اہل علم و دیانت عزت کی نگاہ سے دیکھے اور ان کو علماء دین و مفتیان شرع متین سے شمار کرے۔

یہ ساتوں سوال پہلے تو اے میرے روحانی فرزند! تم پر ہیں پھر تمہارے ۳۰ مصدقین پر کہ انمیں بھی بعض میرے بلا واسطہ یا بالواسطہ روحانی فرزند (شاگرد) ہیں۔ اگر کسی نے تم میں سے میرے سوالوں کے فوراً جواب دیکر ثابت کر دیا کہ جس اتباع و پیروی صحابہ رضؓ کی احادیث مذکورہ بالا میں تاکید ہے۔ اس سے مراد ان کے جزئیات اعمال و اقوال میں پیروی نہیں ہے۔ تو میں تسلیم کرلوں گا کہ اب میرا فہم و ادراک درست نہیں رہا اور میں واقعی پنشن پانے کے لائق ہوگیا ہوں۔ جیسا کہ تمنے دو دفعہ پہلے اور تیسری دفعہ اب اپنے اخبار نام کے اہلحدیث میں لکھا ہے اور تمہارے حامیوں اور مصدقوں نے اپنے سکوت اختیار کرکے اسکو صحیح تسلیم کرلیا ہے۔ کسی نے بھی تمکو نہ اس اخبار کے ذریعہ متنبہ کیا اور نہ پرائیویٹلی لکھا ہوگا کہ تمہارا اپنے روحانی باپ کے حق میں ایسا لکھنا مناسب نہ تھا۔ اس صورت میں ہمیشہ کے لیئے تمکو میری طرف سے نجات و خلاصی ہوجائیگی۔ میں پنشن یاب ہوکر خانہ نشین ہوجاؤنگا اور کبھی تمہارے خطاب میں قلم نہ اوٹھاؤنگا۔ بلکہ خدا سے ڈرکر قلم کو توڑ کر خلوت نشین ہوجاؤنگا تو میرے حریف تمہاری مستقد بھپر یہ شعر پڑھیں ؎

زاہد نداشت تاب وصال پری رخاں ۔ کنجے گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت

اور اگر کسی سے بھی میرے ان سوالات کا جواب نہ پڑا اور یہ ثابت نہ ہو سکا کہ اس اتباع سے جزئیات میں پیروی مراد نہیں تو پھر تمکو ماننا پڑیگا (تم مانو گے تو اور لوگوں کو یقین ہوگا) کہ فرقہ اہلحدیث میں پنجاب و ہندوستان۔ بنگال۔ تربت ممالک متوسط وغیرہ میں تمہاری مغالطات کو سمجھنے والا اور تمہارے جیسے گمراہوں صرف ایک یہی خاکسار کہن سال ہے اگر اسکے لیئے قوم نے پنشن تجویز کرکے

* اخبار اہلحدیث ۲۸۔ جنوری سنہ ۱۹۱۰ء مطابق ۱۶ محرم سنہ ۱۳۲۸ ملاحظہ ہو۔

اسکو دینی خدمات سے سبکدوش کردیا تو پھر علماء اہلحدیث کی غلطیاں نکالنے والا اور انکو حق صراح کہنے والا کون ہوگا۔ اور کہاں سے آویگا۔

اس صورت میں بجائے پنشن دینے کے اس کی تنخواہ (چندہ اشاعۃ السنہ) میں اضافہ کرنا ہوگا۔ اور نیز اس صورت میں انجمن اہلحدیث کے بعض بے علم و بے خبر ممبروں کو (جو آریوں و عیسائیوں میں تمہارے تمسخر آمیز مباحثہ کو دیکھ کر یا سنکر تمہاری محبت میں مفتون اور غلو کے ساتھ تمہارے معتقد ہو رہے ہیں) تمہاری نسبت دین میں اعتقاد علم و فہم چھوڑنا پڑے گا۔ اور بعض [illegible] اہلحدیث امرتسر کو جو کچھ بوجہ پیرانہ سالی کے غیر مستقیم الحواس و قلیل الفہم و الادراک ہو رہے ہیں۔ اور کچھ منصفین فیصلہ آرہ کی نافہمی کا شکار ہو کر انکے فیصلہ کی دست آویز سے تمکو اہلحدیث سمجھ رہے ہیں۔ تمہاری نسبت اہلحدیث ہونے کا اور منصفین آرہ کی نسبت علم و فہم و لائق افتا ہونے کا اعتقاد چھوڑنا پڑے گا۔ اور شعر فارسی و عربی منقولہ ذیل کا یقین کرنا ؎

گر ہمیں مکتب ست و ایں ملا ٭ کار طفلاں تمام خواہد شد۔ ؎

اذا کان الغراب دلیل قوم ٭ سیہدیہم طریق الہالکینا ٭

اور انکو ظاہری لفظی و کتابی علم کو اس مثل کا مصداق ٹھہرانا ہوگا ؎

یک من علم را دہ من عقل باید۔ ہمارے اس الزام مستوجب افحام کو پڑھکر تم یا تمہارا کوئی حمایتی منجملہ ان ۳۰ اشخاص کے یہ کہے کہ تمہارے اس دعوے کا کہ جزئیات میں پیروی اتباع صحابہ کا مراد نہونا اس فصل دوم سے اور اس آیت واتبعوھم باحسان سے ثابت نہیں ہوتا اسکا ثبوت فصل سوم میں آئیگا۔ تو اسکے جواب میں کہا جاوے گا کہ اس صورت میں تمہارا فرض تھا کہ تم اقرار کرتے کہ فصل دوم اسکے ثبوت سے بالکل قاصر ہے۔ اس آیت واتبعوھم باحسان سے جزئیات میں پیروی کا مراد نہونا ثابت نہیں ہوتا تمنے ایسا نہیں کیا اور تمام مضمون رسالہ کو تصدیق کردیا تو اس تمہارے علم و فہم

یا دیانت کو ضرور بٹہ لگ گیا۔ اب ہم فصل سوم کا ایگزیمیشن (امتحان) کرتے ہیں اور اس فصل کا بھی تمہارے اثبات مدعا سے قاصر ہونا اور تمہارے دعوے کا ناتمام ہونا کس و ناکس پر ظاہر کر دکھاتے ہیں۔ باللہ التوفیق۔

فصل سوم میں تمنے عجیب چال بازی دہوکہ دہی کی ہے اور اس سے اپنے جملہ مقرضین و مصدقین کی آنکھوں میں خاک و دہول ڈالکر ان کو روز روشن میں اندھا بنا دیا ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو تمہاری دہوکہ بازی نظر نہیں آئی۔ ان دہوکہ بازیوں کی تفصیل ہم نمبردار کرتے ہیں۔

نمبر اول سب سے پہلے تمنے تقلید و اتباع کی تعریف ابو عبداللہ مالکی سے نقل کرکے کہا ہے کہ بے دلیل بات کو ماننے کا نام تقلید ہے (جو ممنوع ہے) اور دلیل سے کسی کی بات مان لینا اتباع ہے (جو جائز ہے)

پھر تمنے کہا ہے کہ جب تک تقلید کا مفہوم منقہ (ہا رہوز سے شاید اس سے مراد منقح بحار حطی سی ہو) نہو پوری وضاحت نہیں ہو سکتی اسلیے ہم اسکی تفصیل تمثیلات سے کرتے ہیں۔ پہر فیصلہ مقدمات عدالت کی مثال ذکر کرکے تمنے کہا ہے کہ جو انمیں واقعات کا بیان ہوتا ہے اسکو روایت کہتے ہیں اور جو اس بیان واقعات سے نتیجہ نکالکر حاکم عدالت فیصلہ کر دیتا ہے اس کو درایت کہتے ہیں۔ روایت اور بیان واقعہ کو محکمہ اپیل میں بھی واجب التسلیم سمجہا جاتا ہے۔ اور درایت حکام و فیصلہ عدالت کا اپیل میں رد کیا جاتا ہے۔ پھر اسکی شرعی تمثیل میں چند روایات حدیث کو اور جو انسے بطور فیصلہ و درایت کی گئی ہے اسکو کتاب صحیح بخاری سے نقل کرکے تمنے کہا ہے کہ حنفی علماء نے ان روایات کو تو تسلیم کر لیا ہے۔ مگر ان فیصلجات کو جو امام بخاری نے اپنی درایت کے ساتھ ان روایات سے نکالے ہیں صحیح تسلیم نہیں کیا جس سے ثابت ہوا کہ روایت و درایت میں فرق ہے روایت تو معتبر ہوتی ہے مگر درایت معتبر نہیں ہوتی۔ اس تمثیل سے تمنے یہ جتایا ہے کہ روایت میں پیروی جائز ہے۔ جسکو اتباع کہتے ہیں۔ درایت میں جائز نہیں

جو تقلید کہلاتی ہے۔

نمبر دوم۔ روایت و درایت میں فرق مذکور بیان کرنے کے بعد تمنے کہا ہے کہ اسی لیئے محدثین کا عام اصول ہے کہ موقوف حدیث حجت نہیں ہے۔ اور امام شافعی کا قول مشہور ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی کی تقلید نہ کی جائے

نمبر سوم۔ پہلے تمنے کہا ہے کہ حافظ ابن القیم اتباع سلف میں بڑے متشدد تھے اور حق یہ ہے کہ ہونا ہی چاہیئے۔ حافظ موصوف نے اعلام الموقعین میں جو اتباع کی دلیلیں وجوب اتباع کی دی ہیں۔ مگر زاد المعاد میں حضرت عمر رضہ کے فیصلوں پر ہنسی اڑاتے ہیں پھر اسکی تفصیل و تائید میں تمنے فاطمہ بنت قیس کی حدیث جسکا خلاصہ نمبر سوم کے جواب میں آویگا نقل کر کے کہا ہے کہ حافظ ابن القیم نے زاد المعاد میں حضرت عمر رضہ کے اس فیصلہ کی سخت مخالفت کی ہے اور اپنی تائید میں امام احمد رح کا قول نقل کیا ہے۔ کہ امام احمد رح حضرت عمر رضہ کے اس فیصلہ پر ہنسا کرتے جو فاطمہ بنت قیس کے اس بیان پر کہ آنحضرت نے اسکو طلاق بائن کے بعد شوہر کے گھر میں رہنے کا حق نہ دیا تھا۔ انہوں نے کیا اور کہا تھا کہ ہم ایسکے بیان پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو چھوڑ نہیں سکتے۔

نمبر چہارم۔ پہلے تمنے کہا ہے کہ حافظ ابن القیم نے دلائل وجوب اتباع صحابہ رضہ کے بعد ایک سوال کیا اور اسکا جواب بھی دیا ہے۔ پھر اس سوال وجواب کو اصل معہ ترجمہ نقل کر کے کہا ہے۔ کہ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اکیلے صحابی کا قول حجت اور دلیل نہیں مگر اس لحاظ سے کہ زمانہ صحابہ کا حق گوئی سے خالی نہیں کبھی کسی صحابی کا قول ماننا پڑیگا۔ ورنہ لازم آئیگا کہ تمام صحابہ رضہ حق گوئی سے خالی رہے۔ گویا انمیں فروگذشت ہے جو موضوع ہے گذشتہ عام کا۔ اسمیں تمنے اپنی منطق بیگاری ہے۔ پھر تمنے کہا ہے اس بیان میں حافظ ابن القیم نے اس بحث کو صاف کر دیا ہے۔ صورت اسکی یہ ہے کہ صحابہ کرام میں اگر کسی مسئلہ کے متعلق چند اقوال ہیں تو پچھلے علماء کو اختیار ہے کہ ان میں

جسکو چاہیں اختیار کریں۔ مگر ان سب سے الگ کوئی حکم یا کوئی تفسیر نکالیں۔ تو جائز نہیں۔ پھر اسی قلم سے اور اسی منہ سے اس اعتراف فیصلہ کن ہونے جواب اور صاف ہو جانے بحث کے برخلاف یہ بھی تمنے کہا ہے کہ اس کا جواب فصل آیندہ میں آئیگا۔ پھر اس فصل آیندہ میں تمنے بصفحہ ۳۳۔ اس رسالہ ضلالت مقالہ کے اس جواب حافظ ابن القیم کے مضمون کا اعادہ کر کے کسی اصول یا قانون یا نص سے اس کا جواب نہیں دیا۔ بلکہ اس قانون و اصول مسلمہ و فیصلہ کن جواب و صاف کنندہ بحث کے مقابلہ و جواب میں چار امثلہ علماء خلف و متاخرین کو پیش کیا ہے۔ جنمیں بقول تمہارے انہوں نے عملاً سلف کا خلاف کیا ہے۔ تین جگہ تو تفسیر قرآن میں انکا سلف سے خلاف کرنا تمنے بیان کیا ہے کہ ازاں جملہ ایک جگہ آیت سورہ یوسف میں ولقد ھمت بہ پر کلام کو ختم قرار دینا اور ھم بھا کو جزاء یا دال بر جزاء شرط لولا ان رای برھان ربہ ٹھہرانا ہے جس میں تمنے صفحہ ۳۴ رسالہ میں اپنے مخالف خاندان غزنویہ کو بھی شامل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ معنے خلاف سلف ہیں۔ اور دوسری جگہ ہاروت و ماروت کو شیاطین سے بدل قرار دینا ہے۔ تیسری جگہ صفحہ ۳۶ رسالہ میں آیات صفات میں سلف کے برخلاف خلف کا تفویض کو چھوڑ کر تاویل کرنا بیان کیا ہے جس کے ساتھ باوجود تسلیم میری مفوض ہونے کے مجھے تاویل خلف سے دلبستگی رکھنے والا قرار دیا ہے اور چوتھے جگہ عقائد جملہ سلف سے حافظ ابن حزم کا خلاف کرنا تمنے بیان کیا ہے کہ انہوں نے ازواج نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بعد انبیاء افضل الناس کہا ہے اس خلاف ابن حزم کی نسبت تمنے صفحہ ۳۷ رسالے میں کہا ہے کس جرأت سے حافظ ممدوح تمام مسلمانوں کے خلاف راے ظاہر کرتے ہیں یہ ہے حریت یہ ہے آزادی جس سے یہ جتایا ہے کہ ہم بھی اسی حریت اور اسی آزادی کے خواہاں ہیں اور اسی کے واسطے یہ نظائر پیش کرتے ہیں۔

پھر اسی صفحہ ۳۷ کے آخیر میں تم نے کہا ہے لطیفہ۔ آجکل دھیمی سی آواز ہمارے

کانوں میں آیا کرتی ہے۔ کہ سلف صالحین صحابہ و تابعین کے اقوال سے جس کو چاہو اختیار کرو۔ مگر اُن سے الگ بات نہ کہو لفظاً ہر یہ ایک دل خوش کن اصول ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ہم اسپر عمل نہیں کر سکتے بلکہ جہاں تک ہمارا خیال ہے یہ حضرات بھی نہیں کر سکتے۔ پھر کہا اس کی ایک مثال ہم بتاتے ہیں۔ پھر اس مثال کے بیان میں کہا ہے کہ مجاہد تابعی نے تمام سلف صالحین کے برخلاف کہا ہے۔ کہ بنی اسرائیل میں آدمیوں کے بندر بنائے جانے سے مراد یہ ہے کہ ان کے دل بندروں کی سے ہو گئے تھے نہ یہ کہ انکی صورت بدل گئی تھی۔ ان حضرات کے اصول کے مطابق ہم بھی یہ معنے اختیار کریں۔ تو ہم پر کوئی عتاب نہ ہوگا؟۔ یہ اصول سُنکر ہنسی آتی ہے کہ کسی کلام کا صحیح یا غلط ہونا قائلین کے لحاظ سے کیوں مانا جاتا ہے۔ اسی کو کہتے ہیں "یعرفون الحق بالرجال"

نمبر پنجم۔ حدیث اصحابی کالنجوم کو صحیح کہنے اور اس سے ہر ایک صحابی کی تقلید کا وجوب نکالنے والوں پر تمنے حافظ ابن القیم کا یہ اعتراض نقل کیا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو۔ اور اس سے ہر ایک صحابی کی تقلید کا وجوب ثابت ہو۔ تو چاہیئے کہ باہم متخالف الرائے اور مختلف الاقوال صحابہ سے ہر ایک کی تقلید واجب ہو۔ پھر اس اختلاف کی چند ایسی مثالیں نقل کی ہیں۔ جن سب میں سب کی تقلید نہیں کیجاتی" یہ تمہارا ستارہ صفحہ کا خلاصہ مطلب ہے۔

اب تم سنو۔ اور تمہارے مقلدین سنیں کہ ان پانچ نمبروں میں تمنے کیا کیا چالبازی اور دھوکہ دہی کی ہے۔ اور بعض جگہ صریح کذب بیانی بھی اختیار کی ہے۔

نمبر اول میں تمنے ابو عبداللہ مالکی کی تقلید سے (نہ کسی شرعی دلیل قرآن یا حدیث سے جس کی پیروی کے تم مدعی ہو) شرعی اصطلاح کی رو سے کسی کی بے دلیل بات مان لینے کو "تقلید" بتایا ہے۔ اور اسکو ناجائز قرار دیا ہے۔ اور دلیل کی پیروی کو اتباع کہا ہے اور اسکو جائز بتایا ہے۔ جبکہ صاف اور صریح مطلب و مفاد یہ ہے اگر کوئی عامی یا جاہل کسی امام یا مجتہد یا کسی اور اہل علم سے کوئی مسئلہ متعلق حلال

یا آتے ہوئے کعبہ کی عالمگیری کانفرس میں شامل ہو جایا کریں۔

اے خدا تعالے! قوم کی آنکھیں کھول اور انکے دلوں میں احکام اسلام کی عظمت جما۔ ایڈیٹر اخبار وطن وغیرہ کی خدمات میں ناصحانہ التماس ہے کہ جیسے آپ لوگ تعلیم یافتہ مسلمانوں کے حالات سیر و سیاحت کو اپنے اخباروں میں چھاپتے ہیں اور وہ لوگ آپکے اخبارات کو بڑے شوق و وجد سے پڑھتے ہیں۔ ویسے ہی ان لوگوں کی آگہی و اطلاع کے لیئے آپ کعبہ کی اس شکایت کو اور میرے اس مضمون نصیحت کو اپنے اخباروں میں چھاپ دیں۔ کیونکہ وہ اس رسالہ کو نہیں پڑھینگے اور نہ یہ رسالہ اکثر حضرات کے پاس جاتا ہے۔ اور جن کے پاس جاتا ہے اور ان میں سے بعض حضرات کو میں نے اپنے ہاتھ سے رسالہ دیا ہے وہ اسکو میرا رسالہ سمجھکر باوجود وعدہ پڑھنے کے نہیں پڑھتے۔ آپکو اجر عظیم ہوگا۔ اگر آپ کے اخبار کے ذریعہ سے وہ اس مضمون کو پڑھ لیں اور اس سے نصیحت پاویں۔ ایسے بھی ہیں جو انگریزی کا ایک حرف نہیں جانتے کچھ عربی جانتے ہیں اور قرآن کے حافظ کہلاتے ہیں مگر وہ تعلیم فتح کے اوضاع اطوار اختیار کر کے لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہوئے ہیں وہ بھی سیر و سیاحت صرو ہتبول میں مصروف رہتے ہیں۔ اگر وہی حضرات اپنے سیر و سیاحت میں آپکے اخبار میں اس مضمون کو پڑھکر اس سے نفع اٹھاویں اور کبھی اپنی سیر و سیاحت میں حج بھی کر آویں تو آپ کو اور ہم کو بھی اس کا ثواب کا حصہ ملے۔

(۷) ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربے وینہی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون

ساتویں آیت میں ارشاد ہوا ہے خدا تعالے ہر چیز میں عدل کرنے اور علاوہ براں احسان کرنے اور اقارب کو

یا حرام یا نکاح وطلاق وغیرہ احکام کے پوچھے اور وہ اسکو نفس مسئلہ بتاوے مگر اسکی دلیل کتاب وسنت سے بیان نہ کرے تو اس امام یا مجتہد یا عالم کے قول کی پیروی اس کو جائز نہیں اور وہ پیروی اتباع نہیں کہلاتی جو جائز ہے۔ بلکہ تقلید کہلاتی ہے جو ممنوع ہے۔ اور یہ ایسی بات ہے جو تعامل قرون ثلثہ کے برخلاف ہے اور اسکو سفید جھوٹ کہا جاوے تو کوئی مبالغہ نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور زمانہ صحابہ وتابعین میں عوام خواص سے مسائل دینی پوچھتے اور وہ اکثر مواقعہ پر بلا ذکر دلیل ان کو جواب دیتے اور وہ اُسپر عمل کرتے حضرت شاہ ولی اللہ (جن کو تم نے استاذ ہند کہا ہے اور واقعی وہ تمام اہلحدیث ہند کے استاذ ہیں) اور اُن سے متقدمین ومتاخرین علماء اصول وفقہ اس تقلید کو جائز بتاتے چلے آئے ہیں اور اسپر اجماع صحابہ وغیرہ کے مدعی اور ناقل ہیں۔

عدم جواز تقلید کے مدعی علماء سلف سے ہمارے علم میں صرف ایک حافظ ابن حزم گذرے ہیں۔ جنہوں نے مطلق تقلید کو ناجائز کہا ہے۔ مگر استاذ ہند شاہ ولی اللہ صاحب وغیرہ نے اُن کی کلام کی تاویل وتوجیہ کرکے اسکو اس عام قرارداد اور اجماعی عقیدہ علماء اسلام کے کہ تقلید جائز ہے مطابق کر دیا ہے اس اجماع کے ناقلین سے سب سے پہلے ان ہی حضرت کی کلام کو تمہاری سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ آپ حجۃ اللہ البالغہ کے صفحہ ۱۵۹ میں اس اجماع کو نقل کرتے ہیں

فصل ومما يناسب هذا المقام التنبيه على مسائل ضلت في بواديها الافهام وزلت الاقدام وطفت الاقلام منها ان هذه المذاهب الاربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الامة ومن يعتد بها منها على جواز تقليدها وفي ذلك من المصالح ما لا يخفى لا سيما في هذه

اور اسی صفحہ میں ابن حزم کے قول مذکور کی کہ تقلید جائز نہیں کی تاویل کرکے اس کو اجماع کے مطابق کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں منجملہ ان مسائل کے جنکے جنگلوں میں لوگوں کے فہم بہک گئے اور پاؤں پھسل گئے اور قلم تیر گئی ایک یہ مسئلہ ہے کہ چاروں مذاہب جو تحریر وتصنیف میں

* اسکی تائید وتصدیق خدا تعالیٰ نے تمہاری قلم سے نکلوادی ہے صفحہ ۳۹ رسالہ اتباع اور صفحہ (۳۵۹) جلد ہذا ملاحظہ ہو۔

الایام التی قصرت فیہا الھمم جدًا واشربت النفوس من الھوی و اعجب کل ذی رای برایہ فما ذھب ابن حزم حیث قال التقلید حرام الخ

آچکے ہیں اُن کی تقلید کے جائز ہونے پر امت محمدیہ اور جو لوگ انمیں سے لائق اعتماد ہیں متفق ہو چکے اور اجماع کر چکے ہیں اور اسمیں جو مصلحتیں ہیں وہ پوشیدہ نہیں خصوصًا ان ایام میں کہ اسمیں ہمتیں کوتاہ ہوگئی ہیں اور لوگوں کے نفوس میں ہوا پلائی گئی ہے۔ اور ہر ایک اپنی رائے کو پسند کرنے لگ گیا ہے پھر جو ابن حزم نے کہا ہے کہ تقلید حرام ہے تو اس کا محل و محل وہ شخص ہے جو باوجود طاقت اجتہاد ہر مسئلہ میں مقلد ہو رہا اور حدیث صحیح کے مقابلہ میں تقلید کرے۔

انکے بعد ختام المحدثین امام المحدیث زمانہ شیخ الکل کے (جن کو تم اخبار المحدیث ۱۶ محرم ۱۳۲۷ھ میں شیخ الکل تسلیم کر چکے ہو اور کتاب معیار الحق کو انکی تصنیف مان چکے ہو) کلام کو تمہارے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ معیار الحق کے صفحہ ۴۲ میں عقد الجید سے اور صفحہ ۴۴ میں حجۃ اللہ البالغہ سے اور صفحہ ۵۶ میں تحریر ابن الہمام و شرح تحریر سید بادشاہ سے اور صفحہ ۵۷ میں شرح تحریر ابن امیر الحاج سے اور صفحہ ۶۲ میں مسلم الثبوت سے اور صفحہ ۶۳ میں شرح مسلم بحر العلوم سے اور صفحہ ۶۵ میں منتہی الوصول سے اور صفحہ ۶۶ میں تقریر الاصول صاحب عنایہ سے اور صفحہ ۷۱ میں پھر عقد الجید سے اور صفحہ ۷۴ میں تحصیل التعریف شیخ عبد الحق دہلوی سے اور صفحہ ۸۰ میں پھر مسلم الثبوت اور اسکی شرح سے اور صفحہ ۹۰ میں پھر مسلم الثبوت سے تقلید بلا تعیین کے وقوع و جواز پر اجماع نقل کیا ہے اور صفحہ ۵۵ و صفحہ ۵۹ و ۶۸ وغیرہ میں جواز تقلید اور وجوب مطلق تقلید کتاب عقد الفرید وغیرہ سے تصریح نقل کی ہے اور خود بھی جا بجا اس جواز اور وجوب کا دعوی کیا ہے۔

معیار الحق میں یا اس سے پہلی تالیفات فقہا و محدثین میں تقلید سے انکار واقع ہوا ہے تو کسی ایک خاص امام یا ایک مذہب کی تقلید بخیال وجوب سے انکار ہوا ہے نہ جواز مطلق تقلید سے ہے تمکو ان کتابوں میں اور ان مقامات میں جواز یا وجوب تقلید

نظر نہ آوے اور تمہارے مصدقین نے بھی نہ دیکھا ہو۔ تو پھر تمہارے اس اظہار انکار پر ہم اصل عبارات نقل کر کے مشتہر کرینگے اور اہلحدیث کے پبلک پر تمہاری اور تمہارے مصدقین کی علمیت و واقفیت و فہم و دیانت کا اچھی طرح اظہار کر دینگے۔

حضرت شیخنا و شیخ الکل کے آخری تصنیف رسالہ ثبوت الحق الحقیق ہے۔ اس رسالہ میں بھی حضرت شیخ الکل نے ایک ہی مذہب یا ایک ہی امام کی تقلید شخصی کے واجب اور جائز شرعی ہونے سے انکار کیا ہے نہ مطلق تقلید سے جس میں کوئی ایک مذہب کی تعیین نہ کرے اور اس تعیین کو حکم شرعی نہ جانے اور اس میں خطاب شارع کے وارد ہونے کا اعتقاد نہ رکھے چنانچہ پہلے رسالہ کے صہ ۳ میں آپنے فرمایا ہے۔ تقلید شخصی خطاب شرع اور تکلیفات شرعیہ میں داخل ہوئی پھر فرمایا تقلید شخصی عند التحقیق مباح میں بھی داخل نہیں ہو سکتی اسلیے کہ مباح خطاب شارع میں داخل ہے اور تقلید شخصی خطاب شارع سے خارج ہے۔ پھر صفحہ آخیر میں فرمایا ہے۔ واضح ہو کہ جاہل ناواقف پر بمقتضائے آیت کریمہ لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر الآیۃ ھل یستوی الذین یعلمون الآیۃ و فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون وغیرہا من الآیات مسائل کا پوچھنا اور سیکھنا فرض و واجب ہے شرعًا یعنی ہر جاہل وقت لاعلمی کی کسی عالم اہل ذکر سے خواہ وہ عالم افضل ہو خواہ وہ فاضل ہو خواہ وہ مفضول ہو۔ کیونکہ اہل الذکر عند التحقیق عام ہے مسئلہ دریافت کر لیا کرے خواہ ایک عالم اہل ذکر سے پوچھے یا دو سے فی الجملہ جس سے تسلی اور دلجمعی ہو مسئلہ میں۔ پھر جب ایک یا دو سے مثلًا دریافت کر لیا عہدہ تکلیف سے باہر ہو گیا اسپر موخذہ شرعًا نہ رہا اور اسی پر اجماع ہو چکا۔ قطعًا اعلم ان کلًا من المجتہدین والعلماء الکاملین اھل الذکی الذین وجب سوالھم واتباعھم لمن لم یصل الی درجۃ النظر والاستدلال فان عمل احد من المقلدین بقول احد منھم فقد ادی ما علیہ ھذا حاصل ما یستفاد من القول السدید وغیرہ۔

مسئلہ یجوز تقلید المفضول مع وجود الافضل فی العلم عند الاکثر وعن احمد وکثیر المنع بل یجب النظر فی الارجح ثم اتباعہ لنا اولاً کما اقول عموم فاسئلوا اھل الذکر وثانیاً القطع فی عصر الصحابۃ باستفتاء کل صحابیاً مفضولاً فکان اجماعاً ومن ثم قال الامام لولا اجماع الصحابۃ لکان مذھب الخصم اولی انتہی ما فی مسلم الثبوت فمن انکر عموم اھل الذکر فاولی ثم اولی۔ اللھم ارنا الحق حقاً والباطل باطلا واللہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الابصار۔ مُہر سید محمد نذیر حسین صاحب

اس عبارت شیخ الکل کو چشم بصرت سے دیکھنے والوں کو یقین ہو گا کہ آپ کو تقلید شخصی کے وجوب اور جواز شرعی سے انکار ہے نہ مطلق تقلید کے وجوب یا جواز سے۔ اور جو معیار الحق کے صفحہ ۱۲۸ میں فتوحات مکہ سے نقل کیا گیا ہے۔ کہ جب کوئی شخص عالم نہو جاہل ہو۔ اور اس کو تقلید ہی کرنے کی ضرورت پڑے تو ایک ہی مذہب کا التزام نکرے اور مفتی سے سوال کرے تو یوں کہے کہ اس مسئلہ میں اللہ اور رسولؐ کا حکم کیا ہے۔ پھر اگر مفتی اللہ و رسول کا حکم سنا دے تو اسکو قبول کرے۔ اور اگر وہ یہ کہے کہ یہ میری راے ہے تو اسکو نہ لے اور کسی دوسرے سے خدا و رسول کا حکم پوچھے اس سے بھی عدم جواز تقلید ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ صاحب فتوحات نے ایسے سائل کو خود مقلد قرار دیا ہے۔ ہاں طریق سوال یہ بتایا ہے کہ جب پوچھے حکم خدا و رسول کا پوچھے اور جب اسکو معلوم ہو جائے کہ مفتی نے جو فتوے دیا اپنی راے سے دیا ہے نہ حکم خدا و رسولؐ سے تو ایسی راے کی تقلید نہ کرے اس میں اس درایت مفتی کی پیروی سے ممانعت نہیں پائی جاتی جو روایت حدیث یا قرآن سے اسنے حاصل کی ہو۔

جیسے تمہارے بیان کردہ امسئلہ احادیث سے امام بخاری نے حاصل کی ہو۔ صاحب فتوحات ایسی درایت کی پیروی سے منع نہیں کرتے اور تم ایسی درایت کو

نا معتبر اور نا قابل تقلید بتلاتے ہو؟

بالجملہ معیار الحق سے پہلی کسی تالیف محدثین و فقہا میں یہ مسئلہ پایا نہیں جاتا کہ عامی کو مفتی کے فتوے اور اسکے درایت کی پیروی اور اسکی تقلید جائز نہیں۔ یہ تمہارا ہی دروغ ہے۔ جسپر تمنے ابو عبداللہ مالکی کا قول معنے تقلید و اتباع میں نقل کرکے اپنے ناظرین و مصدقین کو دھوکہ دیا اور اس سے اس کذب کا نتیجہ نکالا۔ تقلید کے صحیح معنے اصطلاح اہل اصول میں وہ ہیں جو معیار الحق کے صفحہ ۳۶ میں بیان ہوئے ہیں۔ ا بناءً علیہ عرفی کے معنے کے رو سے "تقلید کو اتباع اور اتباع کو تقلید کہنا جائز تسلیم کیا گیا ہے۔ اور اس معنے کے رو سے عامی کے لیے تقلید مجتہدین و علماء کی بالاتفاق جائز ہے اگر وہ بقابلہ منصوص نہو اور اسمیں تخصیص و تعیین مذہب بزعم وجوب پائی جاتی ہو۔ اگر تم معیار الحق کا صفحہ ۳۶ دیکھ لیتے اور تقلید و اتباع کے صحیح معنے سمجھ لیتے تو ابو عبداللہ مالکی کے قول سے نہ خود دھوکہ کھاتے اور نہ اپنے مصدقین و منظرین کو دھوکہ میں ڈالتے اور اس دھوکہ کھانے سے اس کذب کی جرات نکرتے کہ تقلید اور پیروی درایت ناجائز ہے۔ اور صرف روایت کا اتباع جائز ہے۔ بالفعل معنے تمہارے مسئلہ کتب سے جواز تقلید و اتباع درایت ثابت کیا ہے۔ اگر ان کتب کی نقل و بیان کو نا قابل تسلیم ہونا تمنے ثابت کیا تو ہم احادیث نبویہ صحیحہ سے ثابت کر دکھائینگے کہ عوام کا تقلید خواہ مخواہ یعنے خواص کا عوام کو جواب سائل بذکر دلیل دینا۔ اور عوام کا پیروی خواص بغیر سننے دلیل کے کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پایا گیا ہے۔ آنحضرت نے اس عمل کو سنا اور اس سے منع نہ کیا جس سے آفتاب کے مانند ثابت ہوگا۔ کہ مطلق تقلید کے جواز سے انکار کرنا اور تقلید کا لفظ ہی سنکر چونک پڑنا عالم کا کام نہیں ہے۔ اور جو شخص ایسا کرے وہ عالم نہیں جاہل ہے۔ اگر وہ کچھ کتابیں پڑھا ہے یا مولوی فاضل کا لقب و خطاب حاصل کر چکا ہے۔ تو بھی وہ مکمثل الحمار یحمل اسفاراً کا مصداق ہے۔ یعنے چار پائے بر و کتابے چند۔

نمبر دوم میں جو تم نے کہا ہے کہ محدثین کا عام اصول ہے کہ موقوف حجت

نہیں اور امام شافعی کا قول ہے کہ صحابہ سے کسیکی تقلید نہ کی جاوے اسمیں دو مغالطہ کذب آمیز ہیں۔

اول یہ کہ عام محدثین میں امام احمد حنبل رح بھی داخل ہیں۔ کیونکہ وہ امام المحدثین تھے اور وہ شیخین کی متفق علیہ موقوف کو حجت جانتے ہیں۔ اور خلفاء اربعہ کے متفق علیہ کو اجماع جانتے ہیں۔ شیخ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ جلد ۳ منہاج السنۃ کے صفحہ ۱۶۳ میں کہتے ہیں

ولهذا كان احد قولي العلماء وهو احدى الروايتين عن احمد ان قولهما اذا اتفقا حجة لا يجوز العدول عنه وهذا اظهر القولين كما ان الاظهر ان اتفاق الخلفاء الاربعة ايضا حجة لا يجوز خلافها لامر النبي صلى الله عليه وسلم باتباعه (منهاج السنة ص ۱۶۳) جلد ۳

کہ علماء کے دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے اور یہی امام احمد سے ایک روایت ہے کہ شیخین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی متفق علیہ حدیث حجت ہے اس سے عدول کرنا جائز نہیں اور یہی انکے دو اقوال میں سے ظاہر ترین قول ہے کہ خلفاء اربعہ کا اتفاق بھی حجت ہے اسکا خلاف جائز نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی پیروی کا حکم دیا ہے۔

اور کتاب مسلم الثبوت میں ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک شیخین اور خلفاء اربعہ کے اتفاق

ولا بالشيخين عند الاكثر ولا بالخلفاء الاربعة خلافا لاحمد وبعض الحنفية ومنهم القاضي ابو حازم۔ مسلم الثبوت

رائے سے اجماع ثابت نہیں ہوتا اس سے امام احمد اور بعض حنفیہ کو خلاف ہے کہ وہ اس کو حجت جانتے ہیں اور اجماع تسلیم کرتے ہیں۔

امام احمد رح کے اس قول سے صاف ثابت ہے کہ تمہارا موقوف کے حجت نہونے کو عام محدثین کا اصول قرار دینا دو کذب سے خالی نہیں۔ اول اگر تم امام احمد کو محدثین سے نہیں سمجھتے تو یہ ایک صریح کذب ہے (۲) اور اگر انکو محدثین سے سمجھتے ہو تو پھر انکے نزدیک موقوف حدیث کو حجت نہ کہنا دوسرا کذب ہے۔

ایک اور بھی امام حدیث ہیں (امام الائمہ فخر الامۃ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ) جن کو تم محدث نہیں سمجھتے جیسے کہ تمہارے نامہ نگار اخبار نہیں سمجھتے تو نہ سمجھو اسلامی دنیا جن میں

تمہارے ایک پیشوا نواب صاحب بھوپال شامل ہیں جو (تحاف النبلا کے صفحہ) میں انکو محدثین سے شمار کر چکے ہیں) تو انکو محدث سمجھتے تھے) وہ امام تمام صحابہ کے موقوف حدیث کو حجت اور واجب العمل جانتے ہیں۔ اس امام عالیمقام کا قول کہ قول اصحاب نبوی کے مقابلہ میں میرے قول کو چھوڑ دو۔ اور جو آنحضرت کے اصحاب سے مروی ہو وہ میرے سر آنکھوں پر ہے صفحہ (۲۷۵) میں منقول ہو چکا ہے۔ اور آپکے تابعین سے شیخ ابن الہمام فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں فرماتے ہیں صحابی کا قول ہمارے (حنفیہ) کے نزدیک حجت ہے اسکی تقلید واجب ہے جب تک کہ سنت نبوی اسکی نفی نہ کرے۔ یعنی حدیث اسکے برخلاف نہو۔

قول الصحابی حجۃ عندنا یجب تقلیدہ مالم ینفہ شئی من السنۃ ۔ (فتح القدیر)

اس عبارت فتح القدیر کو صاحب دراساۃ نے بھی بصفحہ (۳۱۷) نقل کیا ہے اور جو اسکے معارض فتح القدیر میں عبارت پائی جاتی ہے اسکا جواب دیدیا ہے۔

دوسرا مغالطہ آمیز کذب یہ ہے کہ تم نے امام شافعی رح سے بلا تفصیل تمام صحابہ کے قول کا لائق تقلید ہونا نقل کیا ہے۔ حالانکہ امام شافعی سے ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ صحابہ کی راے ہمارے راے سے بہتر ہے۔ جو مشعر جواز ہے۔ شیخ ابن تیمیہ منہاج السنۃ جلد ۳ صفحہ ۱۴۸ میں فرماتے ہیں بالجملہ صحابہ تمام امت سے بڑھکر عالم تھے اور بڑھکر فقیہ اور بڑھکر دیندار اسی واسطے امام شافعی نے ان کے حق میں جو کہا ہے کہ صحابہ ہر علم اور فقہ اور دین اور ہدایت میں اور ہر ذریعہ حصول علم و ہدایت میں ہم سے بڑھکر تھے ان کی راے ہمارے سے بہتر ہے۔

بالجملۃ فہذا باب یطول وصفہ فالصحابۃ ہم اعلم الامۃ وافقہا وادینہا۔ ولہذا احسن الشافعی فی قولہ ہم یعنی الصحابۃ فوقنا فی کل علم وفقہ ودین وہدی وفی کل سبب ینال بہ علم وہدی ورایہم لنا خیر من رایہا لانفسہم۔ (منہاج السنۃ صفحہ ۱۴۸ جلد ۳)

ایسا ہی آپ کے شاگرد حافظ ابن قیم نے کتاب رد نصاریٰ میں امام شافعی رح

سے نقل کیا ہے۔ اور امام نووی نے مقدمہ شرح صحیح مسلم میں کہا ہے کہ

فاما اذا اختلف الصحابة على قولين نقلنا بالجديد ولم يجز تقليد واحد من الفريقين بل يطلب الدليل وان قلنا بالقديم فهما دليلان تعارضا فيرجح احدهما على الآخر بكثرة العدد فان استوى العدد قدم بالأئمة فيقدم ما عليه امام على ما لا امام عليه فان كان احدهما اكثر عددا ومع الاقل امام فهما سواء فان استويا في العدد والائمة كان في احدهما احد الشيخين ابي بكر وعمر رضي الله عنهما وفي الآخر غيرهما ففيه وجهان لاصحابنا احدهما انهما سواء وآثناني يقدم ما فيه احد الشيخين هذا كله اذا لم يتشر اما اذا انتشر فان خولف فحكمه ما ذكرناه وان لم يخالف ففيه خمسة اوجه لا يخفى العراقيين الاربعة الاولى منها وهي مشهورة في كتبهم في الاصول وفي لوائل كتب الفروع احدها انه حجة واجماع وهذا الوجه هو الصحيح عندهم وآثناني انه حجة وليس باجماع

جب صحابہ کا دو قول پر اختلاف ہو تو بنا بر قول جدید امام شافعی ان دونوں کی تقلید جائز نہیں اور بنا بر قول قدیم وہ دونوں قول دو دلائل متعارض ہونگے پر ایک کو دوسرے پر کثرت عدد سے ترجیح دیجائے گی عدد میں دونو مساوی ہوں تو جس قول پر کوئی امام ہوگا اسکو ترجیح دیجائے گی۔ اگر ایک کے قول کی طرف کثرت ہو۔ اور دوسری طرف امام تو دونو مساوی ہونگے اور اگر عدد اور اماموں میں مساوی ہوں۔ مگر ایک طرف شیخین ابو بکر و عمر ہوں تو اس صورت میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ دونوں مساوی ہیں۔ دوسرا یہ کہ جس طرف شیخین ہوں اُسے ترجیح ہوگی۔ یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ وہ اقوال مشتہر ہوں اور اگر وہ مشتہر ہوں اور ان میں اختلاف واقعہ ہو تو اسکا حکم مذکور ہوا اور اگر اختلاف نہو تو اس میں ہمارے اصحاب اہل عراق کے پانچ اقوال ہیں

(شرح مسلم)

(۱) یہ کہ وہ قول حجت ہے اور وہ اجماع مقصور ہے یہی قول ان کے نزدیک صحیح ہے (۲) یہ کہ حجت تو ہے مگر اجماع نہیں پھر تین اور اقوال بیان کیے ہیں۔

اور حافظ ابن القیم سرے ہی سے امام شافعی رح کے حجیت قول صحابی سے انکار کرنے سے منکر ہیں۔ چنانچہ **اعلام الموقعین** جلد ۳ کے صفحہ ۲۱۷ میں فرماتے ہیں

واما الجديد فكثير منهم يحكي عنه فيه انه ليس بحجة وفي هذه الحكاية نظر ظاهر جدا فانه لا يحفظ له في الجديد حرف واحد ان قول الصحابي ليس بحجة ثم قال وقد صرح الشافعي في الجديد من رواية الربيع عنه بان قول الصحابة حجة يجب المصير اليه (اعلام الموقعين عن رب العالمين جلد ۳ ص ۲۱۷)

بہت لوگ امام شافعی کے قول جدید سے یہ نقل و حکایت کرتے ہیں کہ قول صحابی حجت نہیں مگر اس نقل و حکایت میں سخت کلام ہے۔ امام شافعی سے اس مضمون کا ایک حرف بھی محفوظ نہیں۔ امام شافعی نے قول جدید میں جو بروایت ربیع انسے مروی ہے صاف تصریح سے کہدیا ہے کہ قول صحابی حجت ہے اسکی طرف رجوع واجب ہے۔

اور اسی جلد ۳ کے صفحہ ۳۷۹ میں انہوں نے فرمایا ہے کہ اگر صحابی نے دوسرے صحابی

وان لم يخالف الصحابي صحابيا آخر فاما ان يشتهر قوله في الصحابة او لا يشتهر فان اشتهر فالذي عليه الطوائف من الفقهاء انه اجماع وحجة وقالت طائفة منهم هو حجة وليس باجماع وقالت شرذمة من المتكلمين وبعض الفقهاء المتاخرين لا يكون اجماعا ولا حجة وان لم يشتهر قوله او لم يعلم هل اشتهر ام لا فاختلف الناس هل يكون حجة ام لا فالذي عليه جمهور الامة انه حجة هذا قول جمهور الحنفية صرح به محمد بن الحسن وذكر عن ابي حنيفة رح ايضا

کا خلاف نہ کیا ہو تو پھر اسکی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اسکا قول مشتہر ہو چکا ہے اس صورت میں اکثر فقہاء قائل ہیں کہ وہ قول اجماع ہے اور حجت ہے اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ وہ حجت تو ہے مگر اجماع نہیں ہے اور بہت ہی تھوڑے لوگوں متکلمین اور متاخرین فقہاء نے کہا ہے کہ نہ وہ حجت ہے نہ اجماع دوسری صورت یہ ہے کہ وہ قول مشتہر نہوا ہو۔ یا یہ کہ اسکا مشتہر ہونا اور نہ ہونا کچھ بھی معلوم نہو تو اسمیں بھی اختلاف ہے کہ وہ حجت ہے یا نہیں جمہور امت

وهو مذهب مالك واصحابه ونصرفه في موطئه دليل عليه وهو قول اسحق بن راهويه وابي عبيد وهو منصوص الامام احمد في غير موضع عنه واختيار جمهور اصحابه وهو منصوص الشافعي في القديم والجديد اما القديم فاصحابه مقرون به واما الجديد فكثير منهم يحكي عنه انه ليس بحجة وغاية ما تعلق به من نقل ذلك انه يحكي اقوالاً للصحابة في الجديد ثم يخالفها ولو كانت عنده حجة لم يخالفها وهذا تعلق ضعيف جدا فان مخالفة المجتهد الدليل المعين لما هو اقوى في نظره منه لا يدل على انه لا يراه دليلاً من حيث الجملة بل خالف دليلاً لدليل ارجح عنده منه (اعلام الموقعين جلد ۳ ص ۳۷۹)

محمدیہ سپر ہیں کہ وہ حجت ہے یہی جمہور حنفیہ کا قول ہے چنانچہ امام محمد رح نے بتصریح کہدیا ہے کہ اور یہی امام ابوحنیفہ سے انکی تصریح سے نقل کیا ہے۔ اور یہی امام مالک اور ان کے شاگردوں سے بتصریح منقول ہے اور یہی امام شافعی سے قول قدیم و جدید میں صاف طور پر پایا جاتا ہے۔ ان کے قول قدیم کو تو انکے اصحاب بھی مانتے ہیں۔ رہا قول جدید سو بہتیری لوگ ان سے حکایت کرتے ہیں کہ قول صحابی حجت نہیں ہے۔ یہ حکایت انکی اس فعل سے نکالی جاتی ہے کہ امام شافعی رح صحابہ کے اقوال نقل کرکے پھر انکا خلاف کرتے ہیں اور اگر وہ انکو حجت جانتے تو ان اقوال کا خلاف نہ کرتے مگر یہ وجہ استنباط نہایت ضعیف ہے کیونکہ مجتہد کا کسی ایک دلیل سے دوسری اقوی دلیل کی نظر سے مخالفت کرنا اس امر کے دلیل نہیں ہوسکتی کہ وہ پہلی دلیل کو فی الجملہ بھی حجت نہیں جانتا بلکہ یہ مخالفت اس وجہ سے ہوسکتی ہے کہ وہ دوسری دلیل کو پہلی دلیل سے قوی تر سمجھتا ہے۔

اور اسی جلد ۳ کے صفحہ ۴۰۲ میں وہ فرماتے ہیں۔ جونسی کتاب کتب

فاي كتاب شئت من كتب السلف والخلف المتضمنة للحكم والدليل وجدت فيه الاستدلال باقوال الصحابة ووجدت

سلف یا خلف سے حکم اور دلیل حکم کی متضمن تو دیکھنا چاہے گا اسمیں صحابہ رض کے اقوال سے استدلال کرنا تو مشاہدہ

(النحل ع ۳) قرابتیوں سے سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے۔

اس آیت نے نیکیوں اور بدیوں کا عام اصول بیان کر دیا ہے اور ہر نیکی کا حکم دیا ہے۔ اور ہر برائی و بے حیائی سے منع کر دیا ہے۔ جس سے اس امر کا اظہار مقصود خداوندی ہے کہ جس چیز کا خدا تعالےٰ نے حکم دیا وہ عدل و احسان میں داخل ہے اور جس چیز سے منع کیا ہے وہ داخل گناہ و بے حیائی ہے۔ خدا تعالےٰ کے ہر امر و نہی کی نسبت یہ اعتقاد رکھ کر کہ ہر محکوم بہ کی تعمیل کریں اور ہر ممنوع و منہی عنہ سے پرہیز کریں تب پورے مسلمان ہو سکتے ہیں ازانجملہ بعض منہیات کی تفصیل آیات ذیل میں فرمائی ہے۔

آٹھویں آیت میں برائیوں کی چار مثالیں (شراب خواری قمار بازی تھانوں کی پوجا کرنا تیروں سے فال لینا) کو ذکر کر کے شراب خواری و قمار بازی کی وجہ ممانعت بیان کی ہے کہ وہ باہمی بغض و عداوت کے موجب ہوتے ہیں اور حسن معاشرت میں خلل انداز ہیں۔ قمار بازی بذریعہ لاٹری وغیرہ اور شراب خواری اکثر تعلیم یافتہ مسلمانوں کا شعار ہو رہا ہے کوئی اس سے بچتا ہے تو بحکم عقل نہ بحکم مذہب ہے۔ اور تعجب اور سخت تعجب ہے۔ کہ یورپ جہاں سے تعلیم مغربی نکلی ہے۔ اسوقت شراب خواری

انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون۔ انما يريد الشيطان ان يوقع بينكم العداوة والبغضاء في الخمر و الميسر ويصدكم عن ذكر الله وعن الصلوة فهل انتم منتهون۔ و اطيعوا الله واطيعوا الرسول واحذروا فان توليتم فاعلموا انما على رسولنا البلغ المبين۔ (المائدہ ۱۲۶)

ذلك طرازها وزينتها ولم تجد فيما قط ليس قول ابي بكر وعمر حجة ولا يحتج باقوال اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وفتاويهم ولا ما يدل على ذلك۔ (اعلام الموقعین جلد ۳ صفحہ ۴۰۲)

کریگا اور اس امر کو تو اس کتاب کا دامن ونشان وزینت پا دیگا اور کسی کتاب سلف یا خلف میں ہرگز نہ پا دیگا کہ ابوبکر وعمرؓ کا قول حجت نہیں ہے اور اقوال صحابہ اور ان کے فتوے لائق وستاویز نہیں ہیں اور نہ اس مضمون کا کوئی اور قول۔

امام شافعی سے اس تفصیل واختلاف کے منقول ہونے کے ساتھ تمہارا یہ تفصیل یہ کہدینا کہ امام شافعی کہتے ہیں کہ اصحاب میں سے کسی کی تقلید نہ کی جاوے۔ سفالط آمیز کذب نہیں تو اور کیا ہے؟۔ اب اس سے بڑھکر اپنا کذب سنو!۔

نمبر سوم میں تم نے کہا ہے کہ حافظ ابن القیم ۴۶ دلائل وجوب اتباع صحابی کے دینے کے ساتھ حضرت عمر کے فیصلوں پر ہنسی اڑاتے اور زاد المعاد میں فیصلہ عمر کے سخت مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ امام احمد حضرت عمر کے فیصلہ پر جو فاطمہ بنت قیس کا قول سن کر انہوں نے کیا تھا ہنسا کرتے یہ ایک ایسا سفید یا سیاہ جھوٹ ہے کہ اسکے سبب تم پر آسمان ٹوٹ پڑے تو بجا ہے۔ زمین پھٹ کر تمہیں دھنسا دے تو یہ اسکی ادنے سزا ہے۔ خدائے صبور اور حلیم اس سزا سے تمکو بچائے تو وعید لعنت اللہ علی الکاذبین کی سزا سے کم تم ہرگز نہیں بچ سکتے۔

حافظ ابن القیم نے زاد المعاد میں توصاف اور تصریح الفاظ میں یہ کہا ہے

وقد انكر الامام احمد هذا عن عمر جعل يتبسم ويقول اين في كتاب الله ايجاب السكنى والنفقة للمطلقة ثلاثا (زاد المعاد ص ۳۱۶)

کہ امام احمد نے حضرت عمرؓ سے اس قول کے ثابت ومنقول ہونے سے انکار کیا ہے۔ وہ اس قول کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے پر تبسم کیا کرتے اور کہا کرتے کہ قرآن میں مطلقہ ثلاثہ کے لیے شوہر کے مکان میں سکونت اور نفقہ کا وجوب کہاں پایا جاتا ہے بلکہ یہ حضرت عمر کا یہ کہنا کہ ہم کتاب اللہ کو ایک عورت کے کہنے سے چھوڑ نہیں سکتے کیونکہ ممکن تھا

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

پھر حافظ ابن القیم نے کہا ہے کہ امام احمد سے پہلے فقیہہ فاضلہ بنت قیس نے بھی مطلقہ ثلاثہ کے لیے کتاب اللہ میں حکم سکونت کے پائے جانے پر انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ مجھ میں اور تم میں جو شوہر کے مکان میں سکونت کو لازم کہتے ہو کتاب اللہ گواہ ہے خدا تعالیٰ نے جس آیت میں مطلقہ کو گھر سے نہ نکالنے کا حکم دیا ہے اس آیت میں طلاق رجعی کا ذکر ہے تب ہی فرمایا ہے کہ

انکرته قبلة الفقيهة الفاضلة فاطمة وقالت بيني وبينكم كتاب الله تعالى لا تدري لعل الله يحدث بعد ذلك امرًا واى امر يحدث بعد الثلث وقد تقدم ان قوله اِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ يشهد بان الايات كلها في الرجعيات۔

(زاد المعاد ص۳۱۶)

شاید خدا کوئی ایسا امر پیدا کردے کہ وہ عورت تمہارے ہی نکاح میں آوے اور جب تین طلاقیں ہو جائیں تو پھر کونسا امر پیدا ہوگا۔ وہ عورت تو نکاح میں آنیکی نہیں۔

اس عبارت میں لفظ ھٰذَا۔ اور لفظ عَنْ صاف بتا رہا ہے کہ امام احمد کا انکار و تبسم اس قول کے حضرت عمر سے مروی ہونے پر ہے نہ حضرت عمر رضہ سے ثابت اور مسلم قول پر اور اسکو انسے بسند صحیح منقول مانکر۔ بیٹا تمنے عربی پڑھی۔ یونیورسٹی سے سند حاصل کی اور تفسیر قرآن میں تمکو یہ دعوے ہے کہ بلا مراجعت حدیث نبوی و آثار سلفی تم عربی زبان دانی سے قرآن کے معنے بیان کر سکتے ہو پھر تمکو یہ لفظ ھٰذَا و عَنْ سے سمجھ میں نہ آیا کہ امام احمد کا انکار اس قول کے حضرت عمر سے ثابت مروی ہونے پر ہے نہ حضرت عمر سے اس قول کو بسند صحیح منقول مانکر اس قول پر انکار ہے۔ امام احمد یا ابن القیم اس قول کو حضرت عمر سے صحیح منقول مانکر اسپر انکار کرتے۔ تو حافظ ابن القیم اس انکار کے بیان میں بجائے لفظ عن لفظ علی بولتے اور یہ فرماتے وقد انکر الامام احمد ھٰذا علی عمر رضہ۔ اس بات کو مولوی فاضل ہو کر تمہارا نہ سمجھنا اور اس دروغ پر کہ حضرت امام احمد و حافظ ابن القیم حضرت عمر کے فیصلوں پر ہنسا کرتے تو کچھ محل تعجب نہیں تم تو ابھی لونڈے ہو اور مقولہ مشہور ہے وہ بسیار

عمر باید تا پختہ شود خامے تعجب تو تمہارے مصدقین پر ہے جو کتب درسیہ پڑھاتے سفید ریش ہوگئے ہیں اور مدت سے حدیث پڑھتے پڑھاتے ہیں پھر وہ کتاب زاد المعاد کو نکال کر امام احمد کا یا ابن القیم کا کلام مذکور کا نکر نہ دیکھ سکے۔ اور اگر دیکھ بھی تو اسمیں لفظ عن کو نہ سمجھ سکے اور باایں ہمہ وہ اپنی تقریظوں میں تمہاری کلی تصدیق کرتے ہیں۔ مصدق نمبر اول لکھتے ہیں کہ ہم نے رسالے کی سب نقول کو مطابق اصل پایا اور مصدق نمبر دوم اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں کہ مصنف نے جس موضوع پر اسکو تحریر فرمایا ہے۔ انہیں وہ میرے نزدیک پورے کامیاب ہیں اور مصدق نمبر ۳ و ۴ و ۵ پہلے حضرات کی تقلید و تصدیق کرتے ہیں اور مصدق نمبر چھ اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں مجھے اس میں کہیں لغزش معلوم نہیں ہوئی۔ اور مصدق نمبر سات اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں کہ مولوی فاضل امرتسری کے ہر ایک دعوے کو مدلل اور ہر ایک دلیل کو مثبت پایا۔ جن دلائل عقلیہ و نقلیہ سے کام لیا ہے وہ مصنف فاضل ہی کا حصہ تھا اور اسی قسم کی بولیاں اور لوگ بول گئے ہیں اور کسی نے اپنے علم و فہم و ایمان و صداقت بیانی و حق گوئی سے کام نہیں لیا فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

اب امام احمد کے اس قول کے سننے کے بعد انہی کے دوسرے قول سے اور حافظ ابن القیم کی تشریح سے سنو۔

حافظ ابن القیم کلام سابق کے دوسرے صفحے میں فرماتے ہیں۔ حدیث فاطمہ بنت قیس پر لوگوں کا چوتھا طعن یہ ہے کہ اس کے مقابلے میں حضرت عمرؓ کا یہ قول موجود ہے کہ ہم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو ایک عورت کے کہنے سے نہیں چھوڑ سکتے۔ اور یہ قول حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔ دوسرا یہ قول جو حماد بن سلمہ سے وہ حماد بن ابی سلیمان

واما الطعن الرابع وهو معارضة روايتها بروايۃ عمر رضی اللہ عنہ فهذه المعارضة تتوجه من وجهين احدهما قوله لا ندع كتاب ربنا وسنة نبينا وان هذا نفى حكم المرفوع۔ الثانی قوله سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول لها السكنى

والنفقة ونحن نقول قد اعاذ الله
امیر المؤمنین من هذا الکلام الباطل
الذی لا یصح عنه ابدًا قال الامام احمد
لا یصح ذالك عن عمر وقال ابو الحسن
الدارقطنی بل السنة بید فاطمة بنت
قیس قطعًا ومن له الامام بسنة رسول
الله صلی الله علیه وسلم لیشد شهادة الله
تعالی انه لم یکن عند عمر رضی الله عنه
سنة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم
ان للمطلقة ثلثا السکنی والنفقة
وعمر کان اتقی الله واحرص علی تبلیغ
سنن رسول الله صلی الله علیه وسلم
ان یکون هذه السنة عنده ثم لا
یرویها اصلًا ولا یبینها ویبلغها عن
رسول الله صلی الله علیه وسلم واما حدیث
حماد عن ابراهیم عن عمر نه سمعت
رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لها
السکنی والنفقة فنحن نشهد بالله
شهادة نسأل عنها اذا لقینا هذا
کذب علی عمر وکذب علی رسول الله
صلی الله علیه وسلم (زاد المعاد ص ۳۱)

سے وہ ابراہیم سے وہ حضرت عمرؓ سے
نقل کرتے ہیں چنانچہ ابن حزم کے
محلی سے زاد المعاد میں منقول ہے
کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے سنا کہ مطلقہ ثلاثہ کے لیے جائے
سکونت اور نفقہ ہے ہم کہتے ہیں
(حافظ ابن القیم کا قول ہے) کہ خدا
تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس
باطل کلام سے بچایا ہوا ہے امام احمدؒ
نے فرمایا ہے کہ یہ کلام حضرت عمرؓ سے
صحت کو نہیں پہنچا۔ امام ابو الحسن دارقطنی
نے کہا ہے کہ سنت رسول اللہ یقیناً
فاطمہ کے ساتھ ہے اور جسکو ذرا بھی
حدیث سے لگاؤ ہوگا وہ اللہ کے
واسطے شہادت دیگا کہ حضرت عمرؓ کے
پاس اس مضمون کی کوئی حدیث نہ تھی
حضرت عمرؓ حدیث کی تبلیغ کے بڑے
حریص تھے اور اس امر سے کہ حدیث
اُن کے پاس نہو اور اسکو بیان نہ کریں
اور لوگوں کو نہ پہنچاویں بہت بچنے والے
تھے اور جو حدیث مذکور حماد نے نقل کی
ہے ہم اسکی نسبت خدا کی قسم سے شہادت دیتے ہیں جس سے ہمکو ائس دن سوال
ہوگا جب ہم خدا کے پاس حاضر ہونگے کہ وہ حدیث حضرت عمرؓ نہ ہمارے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا ہے اُس کے راوی ابراہیم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فوت ہونے کے بعد پیدا ہوئے تھے۔

ناظرین اہل دین صاحبان غیرت وشرم وتمکین! اس کذب و مغالطہ شنائی کو پڑھکر خدا لگتی کہنا کہ اگر حافظ ابن القیم اور امام احمد سے وہ کلام دقول زاد المعاد میں پایا جاتا ہی جو اس عاجز خاکسار نے نقل کیا ہے۔ تو پھر ثناء اللہ کے کاذب و دروغ گو ہونے میں کچھ شک وشبہ باقی رہتا ہے؟ کیا ایک ہی اسکا کذب اس کے کاذب ہونے کے لیے کافی نہیں ہے؟ اور اس صورت میں وہ مجلس اہلحدیث کے ممبر ہونے کے لائق رہتا ہے۔ اور کیا وہ انجمن صادقین کی ممبری سے علیحدہ کرنے کا مستحق نہیں ہوگا۔ اور اسکے مصدقین خصوصاً نمبر ۲ و ۳ (جو فیصلہ آرہ کے منصف ہیں) علماء کہلانے کے مستحق رہتے ہیں اور انکا وہ فیصلہ قابل اعتبار رہتا ہے۔ اور آئندہ وہ کسی مقدمہ میں منصف بننے کے لائق رہتے ہیں۔ بینوا۔ توجروا۔ اسمیں ہمکو اور کسی محقق کو کلام نہیں کہ حضرت عمرؓ نے فاطمہ بنت قیس کی روایت کو قبول نہیں کیا۔ اور اسپر اس روایت کے نقل وبیان میں نسیان وعدم ضبط کا گمان کیا اور اس کے برخلاف مطلقہ ثلاثہ کے لیے شوہر کے گھر میں سکونت کے وجوب کا حکم دیا اور یہ فیصلہ کیا۔ کلام صرف اس میں ہے کہ حافظ ابن قیم اور امام احمدؒ نے حضرت عمرؓ سے اس قول عمری کا سند صحیح مروی ہونا تسلیم کرکے اسپر ہنسی اڑائی ہے۔ ان دونوں کا کلام مذکور اس کی صریح تکذیب کرتا ہے۔ رہا یہ کہ جو حافظ ابن قیم اور امام احمدؒ نے کہا ہے وہ بجائے خود صحیح ہے یا نہیں۔ سو یہ امر دیگر ہے اس مقام میں اس سے بحث نہیں ہے

نمبر چہارم میں تمنے عجیب دوبادہ بازی کی ہے۔ پہلے حافظ ابن القیم سے سوال معترض کا یہ جواب کہ کسی اکیلے صحابی کا قول حجت نہیں تو انمیں سے کسی نہ کسی صحابی کا قول صحیح ماننا پڑے گا۔ نقل کرکے اسکو فیصلہ کن اور بحث کو صاف کرنے والا قرار دیا ہے جس سے اپنے مصدقین کی آنکھوں پر روغن قاز ملکر اندھا بنا دیا اور انکو یہ سوجھایا کہ میں حافظ ابن القیم کا معتقد ہوں۔ اور اتباع سلف

میں انکے تشدد کو اپنے کرنے والا اور انکے اس جواب کو تسلیم کرنے والا ہوں۔ اپنا مقلد بنا لیا۔ پھر اس جواب میں شبہ ڈالنے کو اس جواب کے بخلاف اس مسئلہ اربعہ علماء متاخرین (جنمیں سے ایک میں غزنوی خاندان کو شامل کر لیا اور ایک میں مجھے آلودہ کرنا چاہا) پیش کرکے یہ جتایا ہے کہ حافظ ابن القیم کا جواب تو معقول ومقبول ہے مگر اسمیں مشکل آگیا یہ پڑگئی ہے کہ اس جواب کے مطابق عمل خود آپ لوگوں سے نہیں ہوسکا تو میں اسپر کیونکر عمل کرسکتا ہوں۔ اس مکر روباہی کا دفعیہ یہ ہے کہ جو جواب حافظ ابن القیم نے دیا ہے یہ ایک قانون اسلام ہے جس کو تمنے بھی زبان سے فیصلہ کن اور بحث کو صاف کرنے والا تسلیم کرلیا ہے۔ اور جو ان چار مثالوں میں جن کو تمنے اس قانون مسلم کے مخالف ٹھہرا کر بیان کیا ہے اور علماء متاخرین سے بقول تمہارے اس قانون کا خلاف ہوا ہے وہ ان علماء کے عملی فیصلجات ہیں اور یہ قاعدہ کلیہ مسلمہ شریعت اسلام وقانون عدالت ہے کہ فیصلجات سے قانون رد نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ قانون کی خلاف ورزی سے ہمیشہ فیصلے منسوخ ہوجاتے ہیں اور رد کیے جاسکتے ہیں۔ بناءً علیہ جس مثال میں ان مسئلہ اربعہ سے یا دنیا بھر کی اور مثالوں میں اس قانون مسلم کا خلاف ہوا ہے۔ وہ مثال قابل رد ہے اور ان جملہ مثالوں سے وہ قانون مسلم رد نہیں ہوسکتا۔ یہ دفعیہ اس صورت میں کہ ان چاروں مثالوں کو اس قانون مسلم کے مخالف تسلیم کیا جائے۔ اور اگر ہم ازانجملہ کسی مثال کو اس قانون کے مخالف نہ مانیں تو اسکی بھی گنجایش ہے۔ اور اس صورت میں اس دفعیہ کو پیش کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ بلکہ ان چاروں مثالوں کے بلکہ پانچویں مثال کے (جو مجاہد تابعی سے تمنے بصفحہ ۳ رسالہ لطیفہ کی تائید میں نقل کی ہے) بلکہ اور جو مثال آئندہ تم یا تمہارا کوئی ہم خیال پیش کرے ان سب کے جواب میں یہ کہنا کافی ہوگا ثبت العرش ثم النقش یعنی پہلے جہت بنالو پھر نقش ونگار کی ہوس کرو۔

پہلے ان مثالوں کی نسبت تین امر کو جو بمنزلہ اصول موضوعہ ہیں ثابت کرلو پھر انکو اس قانون مسلم کے برخلاف قرار دو۔ امر اول جسبات میں تم خلف کے خلاف سلف

کرنے کے مدعی ہو۔ اس بات کا سلف سے بلا خلاف صحیح سند سے مروی ہونا اور سلف سے کسی کا اس بات میں خلاف نکرنا تم ثابت کرلو۔ اور اگر سلف سے وہ بات ثابت ہی نہو تو پھر خلف کا اس سے خلاف کرنا کونسی اور کسکے اعتراض کا محل ہے۔

امر دوم۔ یہ کہ جو بات کسی نے سلف صالحین صحابہ و تابعین کے قرار داد کے برخلاف کہی ہو۔ اور اسکے متعلق اسکو علم ہو گیا ہو کہ کل سلف کا قول اسکے برخلاف ہے کوئی سلف میں اسکا موافق نہیں ہے۔ اور پھر اسنے دیدہ دانستہ اس قول سلف کا خلاف کیا ہو۔

امر سوم۔ یہ کہ اس قول مخالف قول سلف کو خلف نے باتفاق کل یا باتفاق اکثر تسلیم کر لیا ہو اور اگر یہ تینوں اصول موضوعہ ثابت نہوں یعنی اولاً وہ قول جس کا خلاف ہوا ہے سلف سے بسند صحیح ثابت نہو یا ہو۔ تو خلف نے عمداً اسکا خلاف نہ کیا ہو یعنی جس شخص سے اسکا خلاف ہوا ہو۔ اسکو یہ علم نہ ہو کہ سلف نے اسکے برخلاف کہا ہوا ہے اور وہ قول مخالف سلف ہے یا خلف نے اس قول مخالف سلف کو باتفاق قبول نہ کیا ہو تو اسکی وہ بات اس قانون مسلم کے برخلاف نہیں ہو سکتی اور ان چاروں پانچوں مثالوں میں یہ تینوں امر ثبوت کو نہیں پہونچے۔ ولہذا وہ مثالیں اس قانون سلف کے مخالف تسلیم نہیں کیجا سکتیں مینے چاہا تھا کہ ان سب مثالوں میں ان امور (اصول موضوعہ) کا پایا نہ جانا ثابت کروں۔ مگر پھر مجھے خیال آیا کہ میں اسکی تکلیف کیوں اٹھاؤں اسکا بار ثبوت تو مدعی پر ہے جو ان مثالوں میں خلف کے خلاف سلف کرنیکا مدعی ہے اور اس وجہ سے اس ثبوت سے تعرض چھوڑ دیا۔ تاہم پہلی اور تیسری مثال کا (جنمیں خاندان غزنوی کو اور مجھکو شامل کیا گیا ہے) مخالف سلف نہ ہونا ثابت کرتا ہوں پہلی مثال آیت ولقد ھمّ بہ پر جملہ کو ختم کہنا اور وھم بھا کو لولا ان رأی برھان ربّہ کی جزا مقدم یا دال بر جزا قرار دینا جو خلف نے اختیار کیا ہے۔ (اور اسی کا اتباع خاکسار نے اشاعۃ السنہ جلد ۱۰ کے صفحہ ۶۷ و صفحہ ۶۸ میں کیا ہے اور اسکی تائید میں دوسری آیت قرآن اور محاورات عرب اور اشعار دواوین جاہلیت کو

وارد کیا ہے) اسمیں امر اول منجملہ اصول موضوعہ پایا نہیں جاتا۔ سلف صحابہؓ سے بسند صحیح ثابت نہیں ہوا کہ "جملہ وھم بھا پر ختم ہے اور لولا کی جزاء لواقعھا ہے جو محذوف ہے۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام زلیخا سے ہم بستری کا قصد کر چکے تھے۔ خدا کی طرف سے برہان نہ دیکھتے تو یہ فعل کر بیٹھتے"

تفسیر وجیز میں کیا ہے۔ قال صاحب البحر ونعم ما قال ان جواب لولا ھو عین المقدم اودل علیہ المقدم ولیس فی کلام العرب ولا فی قواعد النحو ما ینافی ذلک نحو فارقتک لولا عصمک اللہ معنا معناہ لولا العصمۃ لفارقت تقدیرہ ھھنا لولا ان رای برھان ربہ لھم لاکن ما ھم لرویۃ برھان ربہ ولم یصح من اقوال السلف شئی دال علی ھمہ علیہ السلام۔ وجیز (ھامش جامع البیان ص ۲۰۴)

تفسیر ابن جریر میں جو اقوال سلف نقل کئے ہیں وہ صحیح سند سے ثابت نہیں نہ تفسیر ابن جریر ملتزم الصحت ہے (اشاعۃ السنہ صفحہ ۲۲۶ جلد ۲۰ ملاحظہ ہو) اور نہ ابن جریر نے ان اقوال کی صحت کا دعوی اور اسکا اثبات کیا ہے۔

دوسری مثال (صفات باری میں خلف کی تاویل کرنے) میں متاخرین سے سلف کا خلاف تو ہوا ہے۔ مگر امر سوم منجملہ اصول موضوعہ پایا نہیں گیا۔ اس خلاف کو متاخرین سے صرف متکلمین نے صحیح سمجھا اور پسند کیا ہے۔ محدثین سے جمہور علماء نے اس کو تسلیم و پسند نہیں کیا۔ یہ امر رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۸ میں اور دیگر رسائل متعلق صفات مولفہ متقدمین و متاخرین میں بہ تفصیل ثابت ہو چکا ہے۔ خاکسار کی نسبت جو تمنے مذہب تاویل سے دل بستگی رکھنے کا دعوے کیا ہے۔ یہ مثل دروغ گویم بروے تو کا مصداق ہے۔ مینے تو رسالہ جلد ۸ کے صفحہ ۵۴ میں صرف مولین کی تکفیر سے روکا ہے تاویل سے کسی قسم کی دل بستگی کا اظہار نہیں کیا۔

چوتھی مثال (حافظ ابن حزم کے ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد الانبیاء افضل الناس کہنے) کو تمام مسلمانوں کے برخلاف کہکر تمنے اسکی یوں تعریف بھی کی ہے کہ یہ ہے حریت۔ یہ ہے آزادی۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ تم کو بھی عام

مسلمانوں کے برخلاف حافظ ابن حزم کا یہی قول پسند ہے اس مثال کی نسبت ارہوم از جہول موضوع) کا پایا نہ جانا نے خود ظاہر کیا ہے۔ لہذا اس مثال کے ناقابل اعتبار ہونے اور اس قانون مسلم کو توڑنے کے لائق نہ ہونے پر ہم کو اور دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ ایسی حریت ایسی آزادی کی گمراہی ہونے پر آیت وافی ہدایت ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی ونصله جهنم وساءت مصیرا کافی دلیل ہے۔

حافظ ابن حزم نے یہ دعوے واعتراف نہیں کیا کہ اس قول میں میرے ساتھ سلف یا خلف سے کوئی مسلمان نہیں۔ لہذا وہ اس آیت کے مصداق نہیں تم اس دعوے کے مدعی ہو کر تمام مسلمانوں کے خلاف کو جائز رکھتے ہو۔ اور اسکی تعریف کرتے ہو لہذا تم کو مصداق آیت مذکورہ قرار دینا تبصرہ اقبالی ڈگری ہے۔

ہر چند حافظ ابن حزم ظاہری بڑے پایہ کے امام ومجتہد ومحدث تھے۔ جنکی تعریف ہم بھی ضمیمہ اخبار سفیر ہند ۱۸۵۳ء میں کر چکے ہیں مگر بحکم المجتہد یخطی ویصیب وہ بعض متفردات میں خطا بھی کر گئے ہیں۔ اور ایسے متفردات میں اور محدث انکے ساتھ نہیں ہوئے۔ انکے متفردات سے یہ ایک بات بھی ہے کہ وہ تعلیقات صحیح بخاری کو گو بصیغہ جزم ویقین ہوں صحیح نہ مانتے تھے۔ بنا علیہ بعض تعلیقات بخاری کو جو حرمت مزامیر میں وارد ہیں وہ غیر صحیح قرار دیکر مزامیر وملاہی (سارنگی۔ طبلہ۔ ڈھول وغیرہ) بجانے کو جائز وحلال کہہ گئے ہیں۔ اور بعض غیر صحیحہ احادیث کو (جیسے عدم رفعیدین میں حدیث ابن مسعود ہے) صحیح بتا گئے ہیں۔ ان کے ان متفردات کو بھی تم حریت کہو گے اور ان میں بھی انکی پیروی کرو گے۔ سارنگی۔ طبلہ بجانے کو حلال کہو گے؟ کہو گے تو قوم اہلحدیث سے وہی عزت پاؤ گے جو اس فعل کی تحلیل پر ہونی چاہیئے۔

اس مسئلہ کے بعد جو تم نے لطیفہ بیان کیا ہے وہ بھی روباہی مکر ونکا مجموعہ ہے اسمیں ایک مکر تمہارا یہ کہتا ہے کہ: دھیمی سی آواز ہمارے کانوں میں آیا کرتی ہے کہ

اقوال سلف صالحین سے جس کو چاہو اختیار کرو ان سے الگ بات نہ کہو" یہ بات تو تم کو نقارہ کی چوٹ سے کہی گئی ہے پھر اسکو دھیمی آواز کہنا مکر یا تجاہل نہیں تو اور کیا ہے۔

دوسرا مکر تمہارا یہ سوال کرنا ہے کہ وجوہات مجاہد تابعی نے کہی ہے ہم بھی کہینگے تو ہم پر عتاب نہ ہوگا اس مکر و سوال کا جواب یہ ہے کہ جب تک یہ نقل صحیح یہ ثابت نہ ہو کہ مجاہد تابعی نے حضرت ابن عباس وغیرہ اصحاب نبوی سے یہ بات کہی "بنی اسرائیل کے لوگ واقعی اور سچ مچ بندر و خنزیر بنائے گئے تھے اور پھر وہ ہلاک ہوگئے تھے" اسکو اور اسکو ملحوظ رکھکر کے مقابلہ میں یہ تاویل کی تھی کہ "انکے دل بندروں کیسے ہوگئے تھے صورت نہ بدلی تھی" مجاہد پر کسی قسم کا عتاب و طعن نہ ہوگا اور چونکہ تم پر تفاسیر کی اتفاقی نقل سے ابن عباس وغیرہ صحابہ سے وہ بات ثابت ہو چکی ہے لہٰذا تمہارا ابن عباس کی تفسیر کو چھوڑ کر قول مجاہد کو اختیار کرنا لائق مورد عتاب ہوگا اور تم کو یہ کہا جائے گا کہ تم نے اپنے مرشد پیر نیچری کی تفسیر کے صفحہ ۱۱ سے یہ بات اخذ کی ہے۔

بیضاوی و رازی وغیرہ مفسرین نے قول مجاہد کو اپنی تفسیروں میں نقل کیا ہے تو اسکی نسبت اپنے رضا و پسندیدگی کا اظہار نہیں کیا۔ بلکہ اس آیہ کی تفسیر میں قول ابن عباس کو مقدم کیا ہے۔ اور قول مجاہد کو موخر کرکے کم وقعت کر دیا ہے۔ بلکہ امام رازی نے جلد اول تفسیر کے صفحہ ۵۵۵ میں قول مجاہد کو غیر ضروری اور بلا حاجت کہکر اور بھی کم وقعت و بے اعتبار کر دیا ہے۔ لہٰذا مفسرین پر اس قول مجاہد کے نقل و بیان کے سبب بھی کوئی عتاب نہیں ہو سکتا۔

تیسرا مکر تمہارا یہ کہنا ہے کہ ہمکو یہ اصول سنکر ہنسی آتی ہے کہ کسی کلام کا صحیح یا غلط ہونا قائلین کے لحاظ سے کیوں مانا جاتا ہے۔ اسیکو کہتے ہیں یعرفون الحق بالرجال اس مکر کا جواب یہ ہے۔ یہ اصول جسپر تمکو ہنسی آتی ہے۔ جملہ ادیان سماویہ میں مسلم چلا آتا ہے اور یہی اصول اسلام نے مسلم رکھا ہے۔ اسی سے انبیاء کا اتباع واجب ہوا ہے اور کفار پیشین و مبتدعین کا منوع اور اسی اصول سے شہادت عدول معتبر ہوئی ہے اور شہادت فساق

کا مانع ہے وہاں جابجا تیس سو سائٹیاں (شراب وغیرہ مسکرات کے مانع مجلسیں) قائم ہو گئی ہیں اور شراب کی ممانعت اور اسکے مضر ہونے کے بیان میں لیکچر دیئے جا رہے ہیں اور انکی تقلید سے ہندوستان کے تعلیم یافتہ بھی یہی عمل کر رہے ہیں۔ مگر ان سوسائٹیوں کے اکثر ممبر خود شراب نوشی ترک نہیں کرتے اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ بحکم عقل اسکے مضار دنیاوی کی نظر سے اسکو برا جانتے ہیں مذہب کے خوف سے اس سے پرہیز نہیں کرتے کیونکہ احکام مذہبی خصوصاً متعلق خورد و نوش کو وہ واجب العمل اور لازمی نہیں سمجھتے۔ رہے دنیاوی مضار و مفاسد سو ان میں ہر شخص اپنا اجتہاد کر لیتا ہے۔ جس چیز کو مضر ہو۔ کوئی غیر مضر یا مفید سمجھتا ہے۔ اسکو استعمال کر لیتا ہے ایک بڑے تعلیم یافتہ مسلمان کا جو ہائی کورٹ کا ممبر بھی رہ چکا ہے حال سنا ہے کہ اس کا خرچ شراب تین سو روپیہ ماہوار کا تھا اور خرچ چرٹ و سیگار دو سو روپیہ ماہوار کا۔

لاٹری (جسکا قمار ہونا ہم شاعۃ السنہ جلد ۱۹ کے نمبر ۲ میں ثابت کر چکے ہیں) ایسی عموم البلوی بلا ہے کہ اس سے تعلیم یافتہ مسلمانوں کے علاوہ عوام مسلمان بھی نہیں بچتے اور اپنے اس فعل کو اسلامی سلطنتوں کا معمول و مروج بتاتے ہیں جس کا جواب اسی اشاعۃ السنہ جلد ۱۹ کے صفحہ ۶۲ میں ہم دے چکے ہیں۔

نویں آیت میں سود خواری کی مثال پیش کر کے اسکے متعلق فرمایا ہے

(۹) الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس ذلک بانہم قالوا انما البیع مثل الربوا واحل اللہ البیع و حرم الربوا فمن جاءہ موعظۃ من

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قبروں سے ایسے مدہوش و بدحواس ہو کر اٹھینگے جیسے وہ شخص اٹھتا ہے جسکو شیطان نے چھو کر خبطی کیا ہوتا ہے یہ سزا انکو اس لیئے ملے گی کہ وہ کہتے تھے کہ

مسلمانوں کو سب سے پہلے اس اصول کی تعلیم خدا تعالیٰ نے قرآن میں دی ہے پھر اسکے رسول مقبول نے حدیث میں پھر آپکے اصحاب اور اُنکے تابعین وغیرہ سلف صالحین نے اپنے آثار و اقوال میں۔

ان سب اقوال کی تفصیل قرآن اور کتب حدیث میں ہے۔ از انجملہ بعض اقوال صحیح مسلم کے دیباچہ میں صفحہ ۹ سے صفحہ ۱۱ تک منقول ہوئے ہیں۔

ہم اس مقام میں دو قول ایک رسول مقبول کا۔ ایک تابعی کا نقل کرتے ہیں آنحضرت

عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال سیکون فی آخر امتی اناس یحدثونکم ما لم تسمعوا انتم ولا ابائکم فایاکم وایاھم۔ (صحیح مسلم صـ۹)

صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو فرمایا ہے۔ عنقریب میری آخری امت میں ایسے لوگ ہونگے جو تم سے ایسی باتیں کہینگے جو تمنے نہ سنی ہونگی اور نہ تمہارے باپوں نے اپنے آپ کو ان سے بچایا۔

عن محمد بن سیرین قال ان ھذا العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم (صحیح مسلم صـ۱۱)

اور محمد بن سیرین تابعی نے فرمایا۔ یہ علم دین ہے پس دیکھو تم اپنا دین کس شخص سے لیتے ہو۔

ان دونوں قولوں میں اشخاص ہی سے حق و ناحق پہچاننے اور اسکو رد یا قبول کرنے کی ہدایت ہوئی ہے۔ متعلق روایت ہو خواہ متعلق درایت۔ پس اگر اس اصول پر ہنسی آتی ہے تو یہ ہنسی خدا تعالیٰ اور اسکے آیات اور اسکے رسول مقبول سے ہنسی ہے۔ اور آیت قل ابا اللہ وایاتہ ورسولہ کنتم تستھزؤن کی مصداق ہے جسکے بعد ایمان سے کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ تمہارا ایمان تو پورا دسیع ہے لہذا تمسے یہ سوال نہیں ہے۔ یہ سوال تمہارے ان مصدقین (ممبران غایت نبرہ) سے ہے جو عمر بھر قرآن و حدیث کے پڑھنے پڑھانے میں رہے ہیں۔ اور اس شغل میں انکے بال سفید ہوگئے اور دانت گر گئے ہیں۔ اور وہ تمہارے رسالہ میں اس قسم کے کفریات دیکھکر اس رسالہ کے مصدق ہوگئے ہیں۔ ان سے ہمارا یہ بھی سوال ہے کہ

کہ کیا آپ لوگوں کا بھی یہی اعتقاد ہے کہ سمعیات اور دین میں حق کو رجال (رسول مقبول وصحابہ تابعین وغیرہ سلف صالحین) سے نہیں پہچانا جاتا۔ بلکہ حق کو اپنی عقل ورای سے پہچانکر جن لوگوں میں وہ حق پایا جاوے انکو حقانی سمجھا جاتا ہے۔ کائنا من کان۔

نمبر پنجم میں بھی تمنے گلٹ سازی وچال بازی کی ہے۔ حافظ ابن القیم رح سے مختلف اقوال صحابہ میں سب کی تقلید کا واجب نہونا نقل کرکے اسکا مطلب یہ بتایا ہے کہ انکے نزدیک کسی صحابی کی بھی تقلید لازم نہیں۔ حالانکہ انکی کلام کا مطلب یہ نہیں بلکہ یہ ہے کہ بصورت اختلاف ہر ایک کی تقلید لازم نہیں۔ انمیں سے کسی نہ کسی کی پیروی یا تقلید لازم ہے۔ انکی کلام کا یہ مطلب تمنے خود صفحہ ۱۴* رسالہ میں بیان کیا ہے پھر صفحہ ۲۰ میں پہنچکر بحکم دروغ گو را حافظہ نباشد۔ اسکو بھول گئے۔ اور اسکا یہ مطلب بتایا کہ کسی صحابی کی تقلید واجب نہیں ہے۔

* صفحہ ۱۴ رسالہ میں تمنے کہا ہے "اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اکیلے اکیلے صحابی کا قول حجت اور دلیل نہیں۔ مگر اس لحاظ سے کہ زمانہ صحابہ کا حق گوئی سے خالی نہو۔ کسی نہ کسی صحابی کا قول صحیح ماننا پڑے گا۔ ورنہ لازم آئے گا۔ کہ تمام اصحاب حق گوئی سے خالی رہے۔ گویا حق ان میں فرد منتشر ہے۔ جو موضوع ہے۔ منتشرہ عامہ کا یعنے متعین نہیں۔

اس بیان میں حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اصل بحث کو صاف کردیا کہ محض کسی صحابی کا قول حجت نہیں۔ بلکہ وہ دوسرے کے ساتھ ملنے سے ہے۔ اس کو علماء اصول "عدم قائل بالفصل" کہتے ہیں۔ اس مسئلہ کو اجماع کی صورت میں بیان کیا جاتا ہے صورت اس کی یہ ہے کہ صحابہ کرام میں اگر کسی مسئلہ کے متعلق چند اقوال ملتے ہیں۔ تو ان سے پچھلے علماء کو یہ اختیار ہے کہ ان میں جسکو چاہیں اختیار کریں مگر ان سب سے الگ کوئی حکم یا کسی آیت کی تفسیر نکالیں۔ تو یہ جائز نہیں"۔ صفحہ ۳۴۸ میں اسکا خلاصہ منقول ہوا ہے

فصل چہارم میں جو کچھ تم نے کہا ہے اس میں بھی تدلیس و تلبیس و مغالطات و اکاذیب سے کام لیا ہے۔

از انجملہ چند نمبر ہیں جن کو تمہارے خارج از مذہب اہل حدیث و داخل فرقہ معتزلہ ہونے میں زیادہ دخل ہے نقل کر کے ان کی مغالطات و اکاذیب ظاہر کئے جاتے ہیں۔ باقی کو غیر ضروری سمجھکر نظر انداز کیا جاتا ہے

نمبر اوّل تم نے تفسیر اتقان کے نوع ۷۸ سے چند سطور اس مضمون کی نقل ہیں کہ جو شخص قرآن کی تفسیر علم لغت وغیرہ علوم آلیہ کے بغیر کرے وہ مفسر بالرای ہے اور جو ان علوم کے ساتھ تفسیر کرے وہ مفسر بالرای نہ ہوگا اور اس سے اپنے خیال میں تمہیں یہ نتیجہ نکالا ہے وہ کہ چونکہ میں تفسیر قرآن لغت کے ساتھ کرتا ہوں جیسا کہ تفسیر آیت کو نزاعت کنیزہ سے کی ہے ایسی ہی تمام تفسیر لغت سے کی ہے لہذا بحسب شہادت تفسیر اتقان میں مفسر بالرای نہیں ہوں۔

نمبر دوم پہلے تم نے صرف زبان سے نہ دل سے آنحضرت اور ان کی مرفوع حدیث کو تفسیر قرآن ہونے کا حق بوجہ اقدم دیا ہے جس سے اپنے نافہم مصدقین کی آنکھوں پر روغن قاز ملکر اپنا یہ اعتقاد ظاہر کیا ہے کہ میں آنحضرت ؐ اور انکی حدیث کو مفسر قرآن مانتا ہوں۔ پھر وہی سطر کے بعد عملاً اسکا خلاف کیا اور صاف کہدیا ہے کہ "مگر بعض احادیث میں کسی آیت کا تلاوت فرمانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہوتا ہے۔ جس سے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت نے اس آیت کا تفسیر کر کے اسکی تعیین مصداق فرمائی ہے۔ حالانکہ وہ سباق و سیاق آیت کے برخلاف ہوتا ہے۔ پھر اسکی ایک مثال تمنے یہ بیان کی ہے کہ پیغمبر خدا رات کو حضرت فاطمہ اور علیؓ کے پاس آئے اور فرمایا تم رات کو تہجد نہیں پڑھا کرتے۔ حضرت علی نے کہا ہمارے نفس خدا کے قبضہ میں

نوٹ جبکہ ۱۔ ان لوگوں علی الفواد دلیل۔ تمہارا آئندہ قول تمہارا اثبات بھی الصفحہ ۳۰ اور صفحہ ۳۵ سالہ ہذا پیش کردہ اپنے قول کی دلیل ہے کہ ان امور حدیث آنحضرت کو تفسیر قرآن ہونے کا حق نہیں دیتے۔

ہوتے ہیں۔ جب وہ چاہیگا تو ہمیں اُٹھا دے گا۔

یہ سُنکر حضور واپس پھرے اور یہ فرماتے تھے۔ کان الانسان اکثر شئی جدلاً۔ اور پھر اس حدیث کے مفسر قرآن ہونے کے ثبوت میں تم نے کہا ہے کوئی اہل ایمان باور کر سکتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا منشا اس آیت کے پڑھنے سے آیت کی تفسیر کرنا اور تعیین مصداق بتانا تھا۔ بلکہ آپنے اس آیت کے پڑھنے سے اس جواب پر اظہار ناراضگی کیا اور اشارہ فرمایا کہ یہ جواب پسندیدہ نہیں۔ اور پھر دوسری مثال تم نے آنحضرت کی وہ حدیث بیان کی ہے جس میں ذکر ہے کہ جب آیت تطہیر اہلبیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی و فاطمہ و حسنینؑ کو ایک کپڑے میں لے کر جناب باری میں یہ عرض کی۔ یا اللہ یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں۔ تو ان کو پاک کر دے۔

اور پھر تم نے کہا ہے کہ یہ حدیث سباق و سیاق بلکہ نص قرآن کے خلاف ہے۔ اسلیئے مفسرین (صاحب معالم و خازن وغیرہ) نے اس حدیث مفسر آیت تطہیر اور علیؑ فاطمہؑ اور حسنینؑ کو مصداق اہلبیت نہیں ٹھہرایا۔ بلکہ صرف ازواج کو مصداق ٹھہرایا ہے۔ جسکی وجہ یہی ہے کہ اس حدیث کو سباق قرآن کے برخلاف سمجھا۔ پھر تم نے اس زبانی اقرار سے (کہ آنحضرت اور انکی حدیث مرفوع بودجہ اقدم مفسر قرآن ہونے کا حق رکھتی ہیں) بھی انکار کر دیا۔ اور صاف کہدیا کہ حدیث کو تفسیر قرآن ہونے کا حق حاصل ہے۔ مگر اسوقت جبکہ قرآن کی آیت مجمل ہو اور اگر مفصل صریحہ ہے۔ اور حدیث اس آیت کے سباق کے برخلاف ہے تو حدیث قابل تاویل ہے یعنی پھر وہ مفسر قرآن نہیں ہو سکتی۔ اس رسالہ میں تو تم مرفوع حدیث کی تفسیر قرآن نہ ہونے کی دو ہی مثالیں لائے ہو اور رسالہ آیات متشابہات میں تم نے دو مثالیں اور بھی ذکر کی ہیں۔ ایک حدیث تفسیر آیت کوثر کہ

کوثر سے حوض کوثر مراد ہے۔ اور دوسری حدیث آیت تفسیر مسجد تقوے کہ اس سے آپکی مسجد مراد ہے۔ پھر تمنے اس رسالہ آیات متشابہات میں کہا ہے کہ اس قسم کی اور بھی کئی حدیثیں آئی ہیں جو قرآن مجید کے سباق و سیاق سے الگ تھلگ تفسیر بتلاتی ہیں وہ درحقیقت تفسیر قرآن نہیں ہو سکتیں۔ جیسے تفسیر حدیث آیت رباط کہ اس سے ایک نماز سے دوسری تک انتظار کرنا مراد خداوندی ہے۔

یہ تو ثنائیو! ثنائی پارٹی کے ممبرو۔ ثناء اللہ کے حامیو! اسکے رسالہ رد اتباع سلف کے مصدقو! فیصلہ آرہ کے منصفو! اب تو اسکا بھانڈا میدان میں پھوڑا گیا۔ اب بھی شک کروگے اور کہوگے کہ ثناء اللہ بعض احادیث نبویہ کے مفسر قرآن ہونے کا منکر نہیں ہے اور اسکا وہ زبانی اقرار دلی اعتقاد کے مخالف نہیں ہے۔

نمبر سوم۔ پھر تمنے مقدمہ تاریخ ابن خلدون سے یہ بات کہ متقدمین کی منقولی تفسیریں غلط اور صحیح ہر قسم کی روایات سے بھری پڑی ہیں نقل کرکے تفسیر سلف سے انکار کرنے کے لیے تمہید جمائی اور یہ بات کہی ہے کہ پھر جو شخص ان روایات پر مدار مذہب قرار دے وہ اہل علم کی نگاہ میں اہل علم ہو سکتا ہے؟ یہ کہکر اپنے مصدقین رسالہ کی آنکھوں پر روغن قاز ملکر ان کو جملہ تفاسیر متقدمین و سلف صالحین سے بے اعتقاد کرکے تمنے کہا ہے کہ اب ہم بتلاتے ہیں۔ کہ فن تفسیر میں سلف کی تقلید خلف نے کہاں تک واجب قرار دی ہے۔ پھر تمنے سلف کے برخلاف خلف کی تفسیر قرآن کرنے کی چار مثالیں ذکر کی ہیں (۱) تفسیر آیت وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا (۲) تفسیر آیت هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ۔ (۳) تفسیر آیت استواء (۴) تفسیر مسخ بنی اسرائیل اور پانچویں مثال سلف کے برخلاف ابن حزم کا اعتقاد افضلیت ازواج نبی۔ یہ تمہاری فصل چہارم کے اٹھارہ صفحہ کا

خلاصہ مطالب لائق تعرض ہے اب ان نمبروں کے مغالطات واکاذیب کی تفصیل سنو۔

نمبر اول میں جو تم نے کہا ہے وہ کلمہ "حق ارید بہا الباطل" کا مصداق ہے۔ بے شک اور بلا اختلاف علم لغت وغیرہ علوم الیہ عربیہ کے بغیر مفسر قرآن بننا جائز نہیں ہے۔ اور جو شخص ان علوم سے بے علم ہو کر مفسر قرآن بن بیٹھے وہ مفسر بالرائے ہے اور یہی صاحب تفسیر اتقان کی کلام مذکور سے غرض ومقصود ہے۔ مگر صاحب اتقان یا کسی اور اہل علم مسلمان سنی کا یہ قول واعتقاد نہیں ہے کہ مجرد لغت وغیرہ علوم عربیہ کی مدد سے تفسیر قرآن جائز ہے اور تفسیر قرآن کے لیئے تفسیر حدیث نبوی اور آثار سلفی کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت وحاجت نہیں ہے جیسا کہ تمہارا اعتقاد وعمل وادعا ہے۔ اور اسپر تمہاری تفسیر عربی اور رسالہ آیات متشابہات اور رسالہ اتباع سلف اور رسالہ ترک اسلام شاہد ہیں۔ اس اصول وعمل واعتقاد کو صاحب اتقان وغیرہ اعیان اہلسنت نے معتزلہ وغیرہ ملاحدہ کا عمل واعتقاد قرار دیا ہے۔ چنانچہ تفسیر اتقان کے نوع ۷۸ میں جس سے تھوڑی سی عبارت تم چرا لائے ہو بصفحہ (۵۳۵ و ۵۳۶) کیا ہے۔

فاکثر ما فیہ الخطاء من جہتین احدہما انہم اعتقدوا معانی ثم حملوا لفظ القرآن علیہا والثانی قوم فسروا القرآن بمجرد ما یسوغ ان یریدہ من الناطقین بلغۃ العرب من غیر نظر الی المتکلم بالقرآن والمنزل علیہ والمخاطب بہ الی ان قال فان الصحابۃ والتابعین والائمۃ اذا کان لہم فی الآیۃ تفسیر وجاء قوم فسروا الآیۃ بقول آخر لاجل مذہب اعتقدوہ وذلک المذہب لیس من مذہب الصحابۃ والتابعین صار مشارکا

للمعتزلة وغيرهم من اهل البدعة فى مثل هذا وفى الجملة من عدل عن مذهب الصحابة والتابعين الى ما يخالف كان مخطياً فى ذلك بل مبتدعاً۔

اس مضمون کو تفسیر اتقان میں صفحہ ۵۳۵ سے صفحہ ۵۴۴ تک ادا کیا ہے اور اپنے بیان کی تائید میں اکابر اہلسنت ابوطالب طبری۔ زرکشی ابن تیمیہ ابن الانباری وغیرہ ائمہ کی کلام کو نقل کیا ہے۔ ان سب کی عبارات اشاعۃ السنہ جلد ۲۱ میں صفحہ ۲۷۹ سے صفحہ ۲۹۴ تک منقول ہیں۔

تمنے اس جلد میں ان عبارات کو دیکھ کر اور انمیں اپنے اس اصول وعمل واعتقاد کا رد معائنہ ومشاہدہ کرکے پھر اس اصول کا اس رسالہ اتباع میں اعادہ کیا ہے اور دنیا وآخرت کی شرم کو بالائے طاق رکھ دیا ہے ہم ان عبارات کا اس مقام میں اعادہ کرنے کو فضول جانتے ہیں۔ تمہارے رسالہ کے مصدقین سے جن کے پاس وہ جلد ۲۱ پہنچ چکی ہے اور پھر انہوں نے اس میں تمہارے اس اصول وعمل واعتقاد اور اسکے امثلہ مذکورہ کا رد ملاحظہ کرکے اس رسالہ اتباع کی تصدیق کی ہے۔ وہ کمال افسوس کا محل ہیں۔ ان میں سے جن کو رسالہ اشاعۃ السنہ بلا قیمت دیا جاتا ہے آئندہ انکا رسالہ بند کیا جائے گا انشاء اللہ تعالےٰ۔ وہ اب اس رسالہ کے مستحق نہیں رہے۔ وہ جلد ۲۱ سے نفع نہیں اوٹھا سکے تو آئندہ اس رسالہ سے کیا نفع اوٹھائیں گے

نمبر دوم میں جو تمنے حضرت علی کے جواب مذکور پر آنحضرت ؐ کے آیت قرآن پڑھنے کو تفسیر قرار دینا خلاف ایمان قرار دیا ہے۔ اسمیں تمنے آنحضرت ؐ کی نسبت اپنے اس یقین وایمان کا اظہار کیا ہے کہ آپنے اس آیت کے لفظ جدل کا معنے ومفہوم نہ سمجھا تھا۔ اور اسوجہ سے اس آیت کو بے محل وبے موقعہ پڑھ دیا تھا۔ مگر جسکے دلمیں آنحضرت ؐ کی نبوت

اور لغت عرب کو اور معانی قرآن کو بخوبی سمجھنے کا ایمان و اعتقاد ہوگا وہ یقین کریگا کہ اگرچہ اس آیت کا اصل مورد نزول اور اصلی مصداق کوئی اور شخص یا اشخاص تھے مگر آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کے جواب مذکور کو اسی جدل کا ایک فرد قرار دیا ہے جس کی مذمت اس آیت میں پائی جاتی ہے اور اسی وجہ سے آپ کے اس جواب پر اظہار ناراضگی کیا۔ اور اس کو ناپسندیدہ قرار دیا (جس کے تم بھی معترف ہوگئے ہو) لہذا آپ کا اس آیت کو پڑھنا جائز و باموقعہ ہوگیا جدل کے معنی قدیم لغت عرب میں اور جدید اصطلاح فن مناظرہ میں یہی تھے اور ہیں کہ انسان دوسرے کے مقابلہ میں ایسا کلام پیش کردے جس سے اس کو دوسرے کا اسکات مقصود ہو حضرت علیؑ پر جو آنحضرتؐ نے بطور نصیحت نماز تہجد نہ پڑھنے کا اعتراض کیا تو اس کا صحیح و منصفانہ جواب آپ کا یہ کہنا تھا کہ یا حضرت یہ ہماری تقصیر نفس ہے آیندہ ہم کوشش کرینگے کہ نماز تہجد پڑھیں۔ حضرت علیؑ نے بمقتضائے بشریت بجائے اس کے آنحضرت کے حضور میں ایک ایسا مسئلہ (کہ ہمارے نفس خدا کے اختیار میں ہیں") پیش کردیا جو آپنے آنحضرتؐ ہی سے سیکھا ہوا تھا۔ اور حضرت علیؑ کے علم میں آنحضرت کو اس مسئلہ کا علم سب سے پہلے حاصل تھا پھر جو حضرت علیؑ نے اپنے آپ کو اعتراض کے بچانیکے لئے اس تحصیل حاصل کی طرف رجوع کیا تو یقیناً آپ کا مقصود اس مسئلہ کے بیان و اظہار سے آنحضرت کے سکوت فرمانے کا قصد تھا جو عین مفہوم جدل ہے اس صورت میں کون اہل ایمان باور کرسکتا ہے کہ آنحضرتؐ کا حضرت علیؑ کے جواب مذکور کو جدل قرار دینا۔ اور دیگر مصادیق آیت کے ساتھ اس جواب علیؑ مرتضیٰؑ کو شامل کرنا اور منجملہ تفاسیر آیت اسکو بھی ایک تفسیر ٹھیرانا بے موقعہ و بے محل تھا۔ یہ اسی شخص کا کام ہے جو آنحضرتؐ کی نسبت نبوت کا دلی ایمان و یقین نرکھتا ہو۔ بلکہ عام عربی دانی و سخن فہمی کا بھی اعتقاد نرکھتا ہو۔ اور یہ سمجھتا ہو کہ آپ کسی یونیورسٹی سے سند فضیلت حاصل نہ کرنے کے سبب اور عربی لغت و سیاق و سباق آیات کا پورا علم و واقفیت نرکھنے کے سبب یونہی بلا موقعہ بے محل آیات قرآن پڑھ دیا کرتے تھے

کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کفرا۔

اس مثال کے بعد جو دوسری مثال میں اس رسالہ اتباع میں اور تیسری اور چوتھے اور پانچویں

مثالوں میں رسالہ آیات متشابہات وغیرہ میں تمنے دھوکہ دہی و دروغ گوئی کی ہے۔

اس کا بسیان تفصیل کے ساتھ اشاعۃ السنۃ جلد ۲۰ میں صفحہ ۲۲۱ اور جلد ۲۱ میں صفحہ ۱۳۵ وغیرہ دیا گیا ہے۔ تم نے ان حسلم وں میں ان مغالطات کا بیان دیکھ کر رسالہ اتباع میں اس مثال کا اعادہ کیا ہے ہم اپنے بیان کا اعادہ نہیں کرتے۔ طالب شائق مواضع محولہ کی طرف مراجعت کرے

اس مقام میں اس تفصیل کا خلاصہ بیان کیا جاتا ہے۔ جلد ۲۰ کے صفحہ ۲۲۱ میں حدیث حوض کوثر کا مفسر آیت کوثر ہونا تفسیر فتح البیان وغیرہ سے ثابت کیا ہے۔ جسکے مفسر قرآن ہونے کو مثل اذا جاء نصر اللہ بطل نفر معقل کا مصداق ٹھہرا کر باقی سب تفسیروں کو جو صرف لغت پر مبنی ہیں کان لم یکن قرار دیا گیا ہے۔ اور جلد ۲۱ کے صفحہ ۱۳۵ میں اولاد نبوی کو وجہ اقدم مصداق اہلبیت ہونا اکثر تفسیروں (معالم خازن ابن کثیر جامع البیان تفسیر کبیر وغیرہ) سے نقل کیا گیا ہے۔ اور اسکے صفحہ ۱۳۷ میں حدیث جدی ہذا کافر و کامل مسجد تقوی کا ہونا تفسیروں سے نقل کر کے اسپر تمہارے اس سوال دجل کا کہ مفسرین ان احادیث کو مصداق الفاظ آیت مانتے تو ان الفاظ (اولہا بنی ذرا مسجد جدی) کو نزول کا مل کیوں کہتے؟ ایسا جواب دیا ہے جس سے تمہارا علم اصول و منطق سے ناواقف ہونا ثابت ہوتا ہے اور کلی مشکک کے افراد و اوصاف کو نہ سمجھنا۔

فہرس ۳۵ میں جو تمنے مقدمہ تاریخ ابن خلدون کی عبارت نقل کر کے اس سے ایک تمہید بنائی اور اس سے یہ بات نکالی ہے کہ متقدمین و سلف صالحین کی جملہ تفاسیر بے اعتبار ہیں یہ محض دروغ بے فروغ ہے سلف سے بہت ساحصہ تفسیر کا قابل اعتبار بھی ہے۔ تم نامعتبر تفسیر کی تفصیل کرتے تو ہم بھی اسکے مقابلہ میں صحیح و قابل اعتبار تفسیر کی تفصیل کرتے۔ اسکے بعد جو تمنے پانچ مثالیں بیان کی ہیں جنمیں تمہارے زعم میں صحابہ نے سلف کا خلاف کیا ہے۔ ان مثالوں میں تمہاری دھوکہ بازی و دروغ گوئی کا نمونہ نمبر چہارم فصل سوم کے مغالطات کے ضمن میں ہو چکا ہے ناظرین صفحہ ۳۴ کو دیکھیں

. . . . . ان مثالوں میں تمنے کہیں کذب

صریح سے اور کہیں مغالطہ سے کام لیا ہے۔

فصل نجم میں جو تم نے کہا ہے اسمیں ہمارے تعرض کے لائق اور ہماری غرض کے متعلق صرف تمہاری دو باتیں ہیں۔ جو ایک دوسرے کی مکذب ہیں۔ پہلے تم نے صفحہ ۳۸ رسالہ میں اصحاب نبوی کا طریق عمل یہ بتایا ہے کہ بعض انمیں سے بظاہر کتاب و سنت پر مائل ہوتے اور بعض ان کے دقائق فقہیہ بھی سوچا کرتے پھر صفحہ ۳۹ میں کہا ہے کہ اسی بنیاد پر بعض روایت حدیثیہ کے بیان کر دینے کو کافی جانتے اور بعض اُس کے برعکس الفاظ حدیث بیان کرنے سے پرہیز کرتے اور بجائے اُس کے مسائل فقہیہ (جو ان کی سمجھ میں آتے) بتا دیتے الفاظ حدیث) بتلا دیتے۔

اس بیان میں صاف اقرار ہے کہ زمانہ صحابہ میں ایسے مفتی بھی ہوتے جو الفاظ حدیثیہ بیان نہ کرتے۔ بلکہ احادیث سے مستنبط مسائل لوگوں کو بتا دیتے اس بیان کا لازمہ نتیجہ یہ ہے کہ وہ لوگ جن کو فقہاء صحابہ مسائل فقہیہ بلا ذکر احادیث بتا دیتے وہ انہی کے بیان کردہ مثال پر کاربند ہو جاتے اور یہی بعینہ تقلید ہے جس سے تم بھاگے تھے۔ اور آخر اس کے قائل ہو گئے اور مثل فرمن المطر وقام تحت المیزاب کے مصداق بن گئے۔ پھر اس بیان کے برخلاف تم نے صفحہ ۴۱ وصفحہ ۴۲ رسالہ میں کہا ہے کہ ائمہ اربعہ نے الگ الگ فرداً فرداً اپنی تقلید کرنے سے لوگوں کو منع کیا ہے۔ اور عبداللہ بن معتمر نے کہا ہے کہ مقلد اور چوپایہ میں کوئی فرق نہیں ہے" ان اقوال سے تم نے یہ نتیجہ بھی نکالا ہے۔ کہ تقلید شخصی ایک ایک کی مذموم ٹھہری تو اس سے جمہور و جماعت کی تقلید بھی مذموم ہو گئی تقلید شخصی کے منکر اور تقلید جمہوری کے قائل غور کریں۔ پھر کہا ہے۔ مزید کے لیے آئندہ فصل (نمبر ۶) ملاحظہ ہو۔

اس بیان میں عوام کے لیے تقلید خواص کرنے کی مذمت کرنے میں مغالطہ ہے وہ تو تمہارے بیان سابق سے ظاہر ہو سکتا ہے۔ جبکہ تم پہلے بیان

ربہ فانتہی فلہ ما سلف وامرہ الی اللہ ومن عاد فاولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون۔ یمحق اللہ الربوا ویربی الصدقات واللہ لا یحب کل کفار اثیم۔ یاایہا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مؤمنین فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ وان تبتم فلکم رؤس اموالکم لا تظلمون ولا تظلمون (بقرہ ع ۳۵)

بیع بھی تو (لین دین) سود ہی کی مانند ہے۔ (حالانکہ بیع اور لین دین سود میں فرق ہے بیع میں ایک چیز دوسری چیز کے بدلے دیجاتی ہے اس لئے) خدا نے بیع کو حلال کیا (اور سود قرض کا لین دین بلا بدل صرف بمقابلہ میعاد واجل ہوتا ہے جو روپیہ سود خوار دیتا ہے وہ پورا پورا واپس لیتا ہے اور جو کچھ اس نے سود میں لیا اسکا کوئی عوض مالی نہیں دیا اسکا بدل وہی میعاد ہوتی ہے جس میعاد پر وہ روپیہ واپس لے لیتا ہے اس لیئے) خدا تعالےٰ نے سود کو حرام کر دیا ہے۔ پس جس شخص کو خدا کی طرف سے نصیحت (ممانعت) پہنچ گئی پھر (وہ سود لینے سے) باز آیا تو پچھلا لیا ہوا اس کا ہو چکا اسکی معافی خدا تعالےٰ کے سپرد ہے اور جو نصیحت ممانعت پہنچنے کے بعد پھر سود لیگا وہ لوگ آگ والے ہیں جو ہمیشہ اسمیں رہیں گے۔ خدا تعالےٰ معاملات سود کو بے برکت کرتا ہے اور جن مالوں سے بجائے سود لینے کے صدقات خیرات نکلیں وہ ان کو بڑھاتا ہے وہ سخت کافر (ناشکر سود خوار) گنہگار سخی ناخوش ہے

اس آیت میں سود خواری پر خدا تعالےٰ نے بہت غصہ ظاہر فرمایا ہے اور اسکو شیطان اور کافروں کا کام قرار دیا ہے اور اسپر عذاب جہنم کا ڈر سنایا ہے۔

مگر اسوقت کے اکثر تعلیم یافتہ مسلمان اس فعل شنیع پر ایسے تلے اور

کر چکے ہو۔ کہ بعض اصحاب نبوی بلا ذکر احادیث مسائل فقہیہ بتاتے اور اُس کا لازمہ نتیجہ یہ ہے کہ وہ لوگ بلا سُنے احادیث کے ان مسائل پر عمل کرتے تو پھر عوام کے لیے تقلید خواص کے مذموم ہونیکے کیا معنے۔ اب رہے خواص جو دلائل شرعیہ کیطرف خود رجوع کر سکتے ہیں اور کتاب و سنت میں نظر رکھتے ہیں تو اُن کے لیے ضرورت تقلید کا ہمارے گروہ اہلحدیث میں قائل ہی کون ہے جسکو تم الزام دیتے ہو ایسی ہی خواص کو ائمہ اربعہ اور عبد اللہ بن معتمر نے تقلید سے منع کیا ہے۔ اور اس تقلید کی ممانعت و مذمت میں اقوال علماء معیار الحق و منح الباری و تبیان و رسالہ اشاعۃ السنۃ میں بھری ہوئی ہیں تم تو آج پیدا ہوئے ہو علماء کے لیے تقلید بوقت موجودگی نصوص کی بیچ کنی رسائل مذکورہ میں تو تمہارے تولد سے سالہا سال پہلے ہو چکی ہے۔

ہاں بوقت عدم وجدان و عدم تیسر نصوص تقلید مجتہدین واجب اور جائز ہے واجب بطلق تقلید (یا جمہوری تقلید) جو جماعت متفقہ صحابہ و تابعین کی ہو اور تقلید جائز شخصی تقلید ہے (بشرطیکہ باعتقاد وجوب نہ ہو مثلاً باباحت اصلیہ نہ باباحت شرعیہ مباح سمجھی جائے) شخص واحد خطا سے معصوم نہیں ہوتا۔ اسلیے شخصی تقلید واجب نہیں اور اُمت اور جماعت اپنے اتفاق کی وجہ سے معصوم ہو جاتی ہے۔ لہذا تقلید اجماع واجب ہے مزید کے لیے جواب فصل آیندہ ملاحظہ ہو۔

فصل ششم میں تو تم نے غضب ہی ڈھایا ہے اور بڑا اندھیر مچایا ہے جس اجماع و اتفاق پر اصول مذہب اہلحدیث کی بنا تھی اسیکو کان لم یکن کر دیا جس کا لازمہ نتیجہ یہ ہوگا کہ جو تمہاری بات کو تسلیم کرے گا وہ آخر ایک نہ ایک دن مذہب چکڑالوی اختیار کر کے حدیث سے صاف منکر ہو جائے گا۔ بلکہ قرآن مجید سے بھی انکاری ہو کر اسلام چھوڑ کر لا مذہب دہریہ بن جائے گا (عیاذاً باللہ تعالیٰ) تم تو ہو بے سجھ اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

ناعاقبت اندیش لونڈے ہو۔ تعجب اور رونا تو تمہارے سفید ریش مصدقین پر آتا ہے۔ جنہوں نے تمہارے اس مضمون رسالہ کی تصدیق کر دی ہے۔ اور یہ نہ سوچا کہ اگر اجماع لائق اعتبار نہ رہا۔ تو پھر مذہب اہلحدیث کا کیا اعتبار رہے گا۔ جس کی بنا ہی اس اجماع پر ہے۔ کہ صحیحین میں جو حدیث مرفوع متصل ہے وہ (بجز چند الفاظ جنپر دارقطنی وغیرہ نے تنقید کی ہے) اجماع موافق و مخالف فقیہ و محدث سے صحیح ہے۔ اس دعوے اجماع کو ہم دروغ سمجھینگے (جیسا کہ تمہارا زعم و خیال ہے) تو حدیث کی صحت کہاں سے معلوم کریں گے۔ کیا اپنے اجتہاد و تحقیق سے جو بقول امام ابن الصلاح سات سو برس سے منقطع ہے۔ (علوم اہلحدیث مشہور بمقدمہ ابن الصلاح دیکھو) کیا اسوقت روے زمین پر اور اسلامی دنیا میں کوئی شخص موجود ہے جو اپنے اجتہاد سے حدیث کی تصحیح کر سکے۔ نہیں تو مذہب اہل حدیث پر کس طور پر چل سکیگا۔ مذہب اہلحدیث کیا۔ دین اسلام کی بہت سے مسائل کی بناء اسی اجماع پر ہے۔ اسی کتاب مسلم میں (جس سے تمنے اجماع کا محال ہونا۔ پھر اسکے علم کا محال ہونا۔ پھر اس علم کے ہم تک پہنچنے کا محال ہونا معتزلہ اور شیعہ کے اقوال سے نقل کیا ہے) اس بیان کے آخر میں استاذ ابو اسحق اسفرائینی سے نقل کیا ہے۔ کہ اسلام میں مسائل اجماع بیس ہزار سے زائد ہیں۔ اس تعداد کو کوئی بدگمان و ناپاک مطلق غیر مقلد مبالغہ سمجھے تو سینکڑوں کی تعداد تو کتب متداولہ میزان شعرانی وغیرہ فقہ و خلافیات میں دیکھ لے۔

قال الاسفرائینی نحن نعلم ان مسائل الاجماع اکثر من عشرین الف مسئلۃ (مسلم)

انکار اجماع کے اس بدنتیجہ اور انجام کو سنکر اور سوچکر امید ہے کہ مذہب اہلحدیث اور دین اسلام کو خشیۃ اللہ اور دیانت سے تسلیم کرنے والے تو تمہارے دعاوی فصل ششم کے فساد و بطلان پر ہمارے اسقدر

بیان کو کافی دلیل سمجھینگے۔ مگر جو لوگ مذہب اہلحدیث کو ترک مطلق تقلید کے نشہ اور شوق سے اور آزادی وخود اجتہادی کی لذت سے بحکم کُلّ عدید لذید اختیار کر چکے ہیں اُن سے بعید نہیں کہ وہ اس نتیجہ اور اس شکل کے (جو ہمنے بیان کی ہے) جواب میں یہ کہدیں کہ اجماع سے انکار کرنے سے مذہب اہلحدیث اور اسکا مبنی و مدار صحیح حدیث ہاتھ سے جاتی رہے یا اسلام چلتا نظر آوے تو ہماری بلا سے۔ ہمکو تکلیف احکام سنت و اسلام سے نجات ملے گی۔ اور مطلق العنانی حاصل ہوگی ۵ پہلا ہوا سیری مالا ٹوٹی ۔ تو میں ہیچن کرن سے چھوٹی ۔ لہذا ہم ان شکلات کو کچھ نہیں جانتے۔ ہمارے وکیل وہادی پہلوان امرتسری کے اعتراضات کا جواب ترکی بترکی دوگے تو ہم تمہاری بات کو سینگے اور مانینگے۔

اِن آزاد منش مجتہدین بلا علم کی ہدایت وفہمایش کی غرض سے ہم اس فصل کی چند نمبر مغالطات واکاذیب نقل کرکے اسکا جواب ترکی بترکی دیتے ہیں:۔

نمبر اوّل۔ تمنے کہا ہے کہ ہم اجماع کی حجت شرعی ہونے سے بحث نہیں کرتے بلکہ اہمیت و دیگر عوارض کا ذکر کرتے ہیں:

الجواب۔ یہ تمہاری البہر فریبی اور مکاری ہے حجیت اجماع سے صاف انکار کرنے سے واقعی متبعین سنت کی نظروں میں تمہاری قلعی کھلتی تھی اسلیئے تمنے اجماع کی حجیت کی نسبت اپنا خیال ظاہر نکیا۔ بلکہ مسلم واعلام سے اقوال

* چنانچہ چکڑالوی کے ایک خاص شاگرد نے ایسا ہی کہا تھا۔ جب اسکو کہا گیا کہ تم حدیث صحیح کو مفسر و مبین احکام قرآن نہ مانوگے تو تمسے نماز روزہ حج وزکوٰۃ غسل وضو سبھی کچھ چھوٹ جائے گا کیونکہ ان احکام کی تفصیل قرآن میں نہیں۔ حدیث ہی میں ملتی ہے۔ تو وہ بولا کہ اگر قرآن میں تفصیل نہ ملے گی تو ہم سبھی کچھ چھوڑ دیں گے۔

غیر کو جن کا رد و جواب ان ہی کتابوں میں ہو چکا تھا۔ بلا نقل جواب نقل کر کے اسکی تشریح اس طرح کر دی جس سے احمقوں کو اور نا فہموں کو گمان ہو کہ بعض تمام درسی کتابیں گھول کر پی گئی ہوں یہ سمجھ میں آگیا کہ اجماع ایک محال و ناممکن چیز ہے اور اگر ممکن ہو تو اسکا علم حاصل ہونا محال ہے۔ اور اگر علم ممکن ہو تو اسکی نقل ہم تک پہنچنا محال ہے۔ اور یہی بات ان احمقوں کے خیال میں جمانا تمہارا مقصود تھا۔ جو تم نے حاصل کر لیا۔ پھر بحث حجیت کی ضرورت کیا باقی رہی۔

نمبر دوم۔ پھر تم نے اجماع کی یہ تعریف کی کہ وہ "مہمات محمدیہ کے مجتہدین کا ایک زمانہ میں کسی امر شرعی پر اتفاق کرنے کا نام ہے" بیان کر کے کہا ہے کہ اس تعریف سے یہ مشکلات محسوس ہو رہے ہیں۔ کہ تمام مجتہدین ایک وقت کا اتفاق ایک فرضی و ذہنی امر ہے۔ نہ واقعی۔ تمام مجتہدین کا علم کس کو ہے ایک جگہ بیٹھکر ایک دوسرے کی بات سنکر اتفاق کیسے کریں۔ امام احمد نے ان ہی مشکلات پر نظر کر کے یہ کہا ہے کہ جو شخص اجماع کا مدعی ہو وہ جھوٹا ہے۔ چنانچہ مسلم و اعلام میں کہا ہے۔

الجواب یہ تمہارا محض دروغ ہے۔ اور امام احمد و صاحب اعلام و صاحب مسلم پر افترا ہے۔ نہ امام احمد نے ان مشکلات کی نظر سے اجماع شرعی کا انکار کیا ہے۔ نہ صاحب مسلم و صاحب اعلام نے امام احمد سے ان مشکلات کی وجہ سے انکار اجماع شرعی نقل کیا ہے۔

امام احمد اجماع شرعی کو ایک حجت شرعی جانتے ہیں۔ اور مدعی اجماع کو جھوٹا کہنا نسبت مسلم و اعلام میں نقل کیا گیا ہے۔ تو وہ اس ادعائے وخیالی اجماع کی نسبت ہے جو صحیح حدیث کے رد و مقابلہ میں بعض لوگ پیش کیا کرتے یا وہ اجماع جسکا ناقل کوئی ایک شخص ہوتا اور کوئی دوسرا اسکی تصدیق نہ کرتا۔ یہ بات ہے از خود نہیں تجویز کی۔ بلکہ صاحب مسلم و صاحب اعلام خود

لکھ گئے ہیں۔ جسکو تم نے سرقہ کرکے جہلا اور نام کے علماء مگر غبیا کو دھوکہ دیا ہے۔ مسلم میں کہا ہے کہ چاروں دلائل شرعیہ (کتاب اللہ سنت واجماع - قیاس) پر چاروں امام کا اتفاق ہے۔ اس عبارت کو پڑھکر کوئی صاحب فہم وشرم کب کہہ سکتا ہے کہ امام احمد اجماع شرعی کے منکر ہیں آب اس سے بڑھکر اس قول امام احمد کی نسبت صاحب مسلم کا خیال ومقال سنو۔ صاحب مسلم نے کہا ہے کہ امام احمد رح کا قول جو معتزلہ وشیعہ نے معرض استدلال واستشہاد میں پیش کیا ہے کہ جو مدعی اجماع ہے وہ کاذب ہی اس قول کا محل ومحمل وہ اجماع ہے جسکی اطلاع اکیلے اس شخص کو ہو جو اس کو نقل کرتا ہے یا وہ اجماع ہے جو نیا پیدا ہو یعنی زمانہ قدیم وسلف صالحین اسکا نام ونشان نہ ہو یا اس لیئے محل بتایا گیا ہے کہ امام احمد رح بہت جگہ اجماع شرعی سے استدلال کر چکے ہیں۔

اس کے بعد صاحب مسلم نے وہ قول ابو اسحاق اسفرائنی کا نقل کیا ہے جو اوپر منقول ہوا ہے۔ اور اس کے بعد کہا ہے کہ اس جواب قول امام احمد کو خوب تھامے رہو یعنی کسی معتزلہ یا شیعہ کے استدلال سے دھوکا نہ کھاؤ۔

آور اعلام میں کہا ہے کہ امام احمد کے فتوے پانچ اصول پر مبنی ہوتے تھے ایک نصوص (قرآن حدیث) جب وہ قرآن وحدیث میں کوئی صاف حکم پاتے تو اس کے موجب وموافق پر فتوے دیتے اور کسی قول یا شخص کی جو اس کے مخالف ہوتا پروانہ کرتے اور حدیث صحیح پر کسی عمل یا رائے یا قیاس یا قول صحابی کو مقدم نہ

وللاربعة على الاربعة اتفاق۔ (مسلم)	
قول احمد محمول على انفراد اطلاع ناقله اوحدوثه الان فانه احتج به فى مواضع ××× هذا۔ (مسلم)	
وكان فتاويه مبنيه على خمسة اصول (الاول) النصوص فاذا وجد النص افتى بموجبه ولم يلتفت الى ما خالفه ولا	

مَن خالف کاتناً من کان ولم یکن یقدم علی الحدیث الصحیح عملاً ولا رایاً ولا قیاساً ولا قول صاحب ولا عدم علمه بالمخالف الذی یسمیه کثیر من الناس اجماعاً ویقدمونه علی الحدیث الصحیح وقد کذب احمد من ادعی هذا الاجماع ولم یسغ تقدیمه علی الحدیث الثابت وکذلک الشافعی ایضاً نص فی رسالته الجدیدة علی ان ما لا یعلم فیه مخالف لا یقال له اجماع ولفظه ما لا یعلم فیه خلاف فلیس اجماعاً وقال عبد الله بن احمد بن حنبل سمعت ابی یقول ما یدعی فیه الرجل الاجماع فهو کاذب من ادعی الاجماع فهو کاذب وهذا هو الذی انکره الامام احمد والشافعی فی دعوی الاجماع لا ما یظنه بعض الناس لہ استبعاد لوجوہ (اعلام ص۳ ج۱)

کہتے اور اس قول صحابی کے مخالف قول یا شخص کے علم نہونے کو (جس کا بعض لوگ اجماع نام رکھ لیتے ہیں اور اسکو حدیث صحیح پر مقدم کرتے ہیں) حدیث صحیح پر مقدم نہ کرتے اور اس اجماع کے مدعی کو وہ دروغ گو کہتے اور ایسے اجماع کی تقدیم حدیث پر جائز نہ رکھتے ایسے ہی امام شافعی بھی اپنے رسالہ جدید میں تصریح کر چکے ہیں کہ جن قول میں خلاف کا علم نہو اس کو اجماع نہیں کہا جاتا یعنیہ امام شافعی کے الفاظ ہیں اور عبد اللہ بن احمد نے کہا ہے کہ میں نے اپنے باپ امام احمد کو یہ کہتے سنا ہے کہ ایسے اجماع کا دعوے کذب ہے، جو مدعی اجماع ہو وہ کاذب ہے۔

امام احمد کے اور دوسرے ائمہ حدیث کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں اس سے اعلے تر ہیں کہ اُسپر وہمی خیالی اجماعوں کو مقدم کیا جائے۔ اگر یہ امر جائز رکھا جاوے تو نصوص بیکار ہو جاویں اور ہر شخص کے لیے (جس کو اپنے خیالی مسئلہ کے مخالف کا علم نہو) جائز ہو جاوے کہ وہ اپنے اس جہل کو احادیث پر مقدم کرلے ایسے ہی اجماع مبنی بر جہالت علم مخالف کے امام احمد اور امام شافعی نے انکار کیا ہے۔ نہ یہ کہ اجماع کے وجود کو مستبعد و محال سمجھا ہو جیسے بعض لوگوں (شیعہ و معتزلہ) نے گمان کیا ہے۔

کہو بیٹا! اعلام کی اس عبارت میں تفصیل کر امام احمد نے وجود شرعی اجماع سے ہمتعباد و انکار نہیں کیا۔ بلکہ اس خیالی و وہمی اجماع سے کیا ہے جو ایک شخص یا اشخاص کے اقوال مخالف نفس کو دیکھ کر یہ سمجھ لیا ہو کہ اس کے خلاف کا علم ہمکو نہیں ہوا تو یہی اجماع ہے اور اس قول کو حدیث پر مقدم کرنا جائز ہے۔ دیکھکر تمنے امام احمد کے قول مذکور کو انکار وجود اجماع صحیح شرعی کی سند میں پیش کیا ہے۔ یہ دروغ گوئی یا وہ کہ وہی نہیں تو اور کیا ہے۔ کیا یہ نتیجہ ترک مطلق تقلید اور ختیار اجتہاد سراپا الحاد نہیں ہے! خدا اس سے صادق الحدیث متبعین سنت سید المرسلین کو بچا دے۔ ہمارے بھولے بھالے نواب صاحب بھوپال بھی اس قول امام احمد کے صحیح معنے سمجھنے سے پہلے اور راہ راست سے بچلے تھے۔ آپنے رسالہ حصول المامون میں (جس کا اکثر حصہ ارشاد الفحول شوکانی سے سرقہ ہے۔ جیسیکہ انکی تفسیر فتح البیان تفسیر فتح القدیر شوکانی سے اور مسک الختام۔ بدر التمام وغیرہ سے) امام احمد کے اس قول پر ترحم فرماتے اور یوں کہتے ہیں۔ رحم[1] اللہ الامام احمد بن حنبل فانہ قال من ادعی الاجماع فھو کاذب۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ پھر وہ اصفہانی کی تقلید سے صحابہ کے اجماع کے وجود اور اسکے علم کو جائز تسلیم کر گئے۔ چنانچہ بعد نقل قول مذکور امام احمد لکھ گئے ہیں۔ وجعل[2] الاصفھانی الخلاف فی غیر اجماع الصحابۃ وقال الحق تعذر الاطلاع علی الاجماع الا اجماع الصحابۃ حیث کانوا فی قلۃ الی ان قال ولا سبیل الی ذلک الا فی عصر الصحابۃ اما من بعدھم فلا۔

پھر وہ مقام بیان حجیت اجماع میں یہ بھی لکھ گئے ہیں۔ اختلف[3] علی تقدیر امکانہ فی نفسہ وامکان العلم بہ وامکان نقلہ الینا ھل ھو حجۃ شرعیۃ فذھب الجمھور الی کونہ حجۃ وذھب النظام والامامیۃ و بعض الخوارج الی انہ لیس بحجۃ۔ اور چونکہ نواب صاحب مذہب نظام معتزلی اور امامیہ

[1] علماء امام احمد حنبل سے یہ نقل کرنا کہ انہوں نے اجماع کے وجود کا انکار کیا ہے۔ یہ ان پر بہتان عظیم ہے۔ امام موصوف نے اس قول سے اجماع کے اصل معنی کا انکار کیا ہے۔ اور اس اجماع کو جو ظاہر ہے کہ صحابہ کے سوا کسی اور گروہ کا نہیں ہوا اور جو کسی کے علم میں بھی نہیں آسکتا اور جس کا ثبوت بھی بجز اطلاع نہیں ہو سکتا۔ اجماع کہنا ہی غلط ہے۔ جب یہ اجماع کی حقیقت ہی نہیں ہو سکتا تو اس کے انکار کو انکار اجماع کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ اجماع صحابہ کے ثبوت کی سبیل تو ہے اور اس کے ثبوت کے بعد اس کی حجیت میں کسی کو کلام نہیں ہے۔

[2] اجماع کے امکان علم اور امکان نقل کے بعد اس کی حجیت میں اختلاف ہے۔ جمہور حجیت ہونے کے قائل ہیں اور نظام اور امامیہ اور بعض خوارج قائل ہیں کہ حجت نہیں۔

وخوارج سے بیزار تھے لہذا صرف ان مبتدعین کے انکار حجیت اجماع کو ان ہی کی طرف منسوب کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ منکر اجماع شرعی تھے۔ بالجملہ حجیت اجماع سے منکر نہ امام احمد ہیں اور نہ کوئی اور سنی۔ اسوقت اس سے انکار ہے تو اے ہمارے نوخیز مجتہد اور روحانی فرزند تم کو ہے وبس۔

نمبر سوم وجود علم و نقل اجماع میں تمنے بتقلید اپنے پیشواؤں معتزلہ اور شیعوں اور خارجیوں کی یہ مشکلات پیش کی ہیں۔ (۱) تمام مجتہدین کا علم کس کو (۲) پھر وہ سب اہل اجماع کا ایک جگہ جمع ہوکر یا ایک کی بات دوسرے سُنکر اتفاق کیسے کریں۔ (۳) ان سب کے اقوال بکوس زمانے سے پہنچ سکتے ہیں ہمارے زمانہ کی طرح سلف میں نہیں صاحب تصنیف کم تھے۔ اور غیر مصنف بہت لہذا جو اصحاب کے اقوال ہم تک پہنچے ہیں ان سے کہیں زیادہ ایسے ہیں جن کے نہیں پہنچے۔ پھر ہم کیونکر باور کر سکتے ہیں کہ جن کے اقوال ہم تک پہنچے ہیں وہ ہو صولہ اقوال سے متفق تھے۔

ان مشکلات کو بیان کرکے تمنے کہا ہے کہ انہی مشکلات کی وجہ سے مسلم الثبوت میں کہا ہے بعض نظامی اور شیعہ کہتے ہیں کہ اجماع کا تحقق محال ہے اور اگر ہو بھی تو ہمکو اس کا علم حاصل ہونا محال ہے اور اگر علم محال ہو تو ہم تک اس کا نقل ہونا تو ضرور ہی محال ہے۔

الجواب اس بیان مشکلات میں تمنے صاحب مسلم پر افترا کیا ہے اور اپنے جاہل اور علما نافہم مصدقین کو اس دام میں پھنسانا چاہا ہے کہ یہ مشکلات صاحب مسلم نے پیش کی ہیں جن کا کوئی جواب ہمکو نہیں سوجھا اور کوئی اس کا جواب کیا دیگا۔ اور واقعہ میں ایسا نہیں ہوا یہ مشکلات تو کتاب مسلم میں معتزلہ و شیعہ کی طرف سے نقل کیگئی ہیں۔ اور پھر ہر ایک مشکل کا جواب صاحب مسلم نے کافی وشافی دیکر ان مشکلات کو کان لم یکن کر دیا ہے۔ ہم اس مقام مسلم کی

پوری عبارت بقدر ضرورت معہ ترجمہ نقل کر دیتے ہیں۔ تا سیاہ روے شود ہر کہ در وغش باشد

کتاب مسلم میں کہا ہے "بعض اتباع نظام معتزلی و شیعہ کہتے ہیں

سئله لبعض النظامية والشيعة انه محال ولو سلم فالعلم به محال ولو سلم فنقله الينا محال اما الاول فاولاً لان انتشارهم فى الاقطاع يمنع نقل الحكم اليهم عادة - والجواب لامنع فى المتواتر كالكتاب وفى اوائل الاسلام وبعد جدهم فى الطلب والبحث وثانياً لوكان عن قطعى لنقل والظنى يمنع الاتفاق عادة لاختلاف القرائح - الجواب بالمنع فيهما فقد يستغنى عن نقل القاطع لحصول الاتفاق - والظنى ربما يكون جليا والاتفاق انما يمنع فيما يدق واما الثانى فلامتناع معرفة علماء المشرق والمغرب باعيانهم فضلاً عن اقوالهم مع جواز رجوع البعض قبل قول الاخر ... واما الثالث فلان الاحاد لا تفيد والتواتر عن الكل فى كل طبقة ممتنع عادة ومن ههنا قال احمد من ادعى الاجماع فهو كاذب والجواب عنهما تشكيك فى الضرورى فانا قاطعون

کہ اجماع کا وجود محال ہے۔ اگر ممکن مانا جاوے تو اسکا علم محال ہے۔ علم کو بھی اگر ممکن مان لیا جاوے تو پھر ہم تک اس کا نقل ہونا محال ہے۔ پہلے دعوے اجماع کے محال ہونے پر انکی دلیل پہلی یہ ہے کہ اہل اجماع کا اطراف عالم میں پھیل جانا اس سے مانع ہے کہ جس بات یا حکم پر اجماع ہو وہ ان سب کو پہنچ جاوے اور اسپر سب کا اتفاق ہو اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ جو امر متواتر ہو جیسے کتاب اللہ ہے انکا سب کو پہنچ جانا منع نہیں کیونکہ قرآن سبھی کو باوجود انکے انتشار کے اطراف عالم میں پہنچ گیا ایسے ہی بہت احکام حلال و حرام اور خاصکر ابتداء اسلام میں (زمانہ صحابہ میں) اور لوگوں کو طلب و تلاش میں کوشش کرنے کے بعد کہ پھر کوئی بھی امر پہنچنا مشکل نہیں رہتا۔ انکی دوسری دلیل یہ ہے کہ ایک دو کی نقل مفید یقین نہیں ہوتی اور سب کی طرف سے ہر طبقہ میں تواتر سے نقل پایا جانا عادۃً محال ہے۔ اسواسطے امام احمد نے کہا ہے کہ مدعی اجماع

باجماع کل عصر علی تقدیم القاطع علی المظنون حتی صار من ضروریات الدین وقول احمد مجمول علی الفساد اطلاع ناقله او حدوثه الآن فانه احتج به فی مواضع۔ ہذا (مسلم)	کا ذب ہے ان دونوں دلیلوں کا جواب یہ ہے کہ تمہارا یہ دونو باتیں کہنا ایک امر بدیہی میں شک لانا ہے ہمکو یقینی علم حاصل ہے کہ ہر زمانہ میں اسپر اجماع ہو چکا ہے کہ یقینی ظنی پر مقدم ہے۔

یہانتک کہ یہ مسئلہ دین میں ضروری یعنی بدیہی تسلیم کیا گیا ہے"۔

پھر مسلم میں اس مسئلہ تقدیم یقینی کو دوسرے مسئلہ میں دلیل کیا ہے۔ مگر عوام ناظرین سے اسکے سمجھنے کی امید کم ہے۔ لہذا اسکے نقل بیان سے تعرض نہیں ہوا۔

اس مقام میں جو بیان ہوا ہے اس سے اسقدر تو بخوبی ثابت ہو گیا کہ صاحب مسلم نے معتزلہ و شیعہ کے دلائل کا جواب دیکر ان مشکلات کو جو انہوں نے پیش کی تھیں اٹھا دیا ہے۔ اس سے تمہاری اس قول کا۔ کہ صاحب مسلم نے ان مشکلات کی نظر سے وجود و علم و نقل اجماع کو محال کہا ہے دروغ ہونا ثابت ہوا صاحب مسلم کے جوابات کو تم مانو خواہ نہ مانو یہ امر دیگر ہے۔

اب ہم اپنی طرف سے تمہاری مشکلات کا جواب دیتے ہیں اور نہایت معتدل اور نرم پیرایہ میں حق تمہر ظاہر کرتے ہیں اگر ٹھنڈے دل سے سنو۔

بہت سے اجماعوں اور جمہوری مسائل (جن کو مقلدین مذاہب بمقابلہ نصوص پیش کرتے ہیں) ہم اہلحدیث خود نہیں مانتے۔ اسکی تمثیل میں ہم دو مثالیں پیش کرتے ہیں۔ ایک مدرک امام بمسالت رکوع کے رکعت ہو جانے پر دعوے اجماع دوسرے بلا تفریق اظہار ثلثہ طلاق ثلثہ کے تین ہونے پر انکا دعوے اجماع یا جمہوریت ہم ان دعاوی کو صحیح نہیں سمجھتے۔ اور انکے برخلاف مدت سے فتوی دیتے ہیں۔ مگر بہت سے اجماع ایسے بھی ہیں جن کو بلا خلاف سلف سے خلف تک ماثور و منقول پاتے ہیں۔ اسکی بھی دو ہی مثالیں ہم اس مقام میں پیش کرتے ہیں ایک جواز تقلید خواص بحق عوام جس میں معارضہ نصوص نہو۔ اور نہ تخصیص شخص بخیال

پلے ہوئے ہیں کہ اسی کو مسلمانوں کے صلاح و فلاح کا مدار و مناط جانتے ہیں اور اسکے اجراء و ترویج پر دیوانہ وار عاشق ہو رہے ہیں اس سود کے جواز میں اخباروں میں مضامین مشتہر کر رہے ہیں۔ سودی بنک کی تجویز میں سر توڑ کوشش کر رہے ہیں۔ گو خدا تعالے عام اور ناواقف مسلمانوں کو ان کے پنجہ سے بچانے کے لئے اور ان کو حرام خواری سے محفوظ رکھنے کے لیے انکی کوشش بارور نہیں کرتا۔ اور اب تک وہ ضل سعیہم فی الحیوۃ الدنیا کے مصداق بنے ہوئے ہیں اور طرفہ یہ کہ جس منہ سے وہ سود کے لین دین کو حلال بلکہ ترقی قومی کی نظر سے فرض کہتے ہیں اسی منہ سے وہ اس کو حرام مطلق بھی کہہ رہے ہیں اس اعتراف حرمت کے ساتھ وہ یہ بھی اعتقاد رکھتے اور کہتے ہیں اور اخباروں میں مشتہر کر رہے ہیں کہ جب اور حدود شرعیہ کو نظر انداز کرنیسے مسلمان مسلمان رہ سکتے ہیں تو سود کا لین دین کرنے میں اپنے اجتہاد پر عمل کرنے سے بھی انکی مسلمانی میں فرق نہ پڑنا چاہیئے اس قول کی نقل اور اس کا جواب ہمارے مضمون "طاعون کیوں بڑھتا جاتا ہے" میں بصفحہ ( ) گذرا۔ ان کا یہ خیال ہے کہ جبتک مسلمان سود کا لین دین نکرینگے نکبت و فلاکت کے ادبار سے نجات نہ پائیں گے۔ اور یہ مقال ہے کہ مسلمان دولت سے مالا مال اور اس ذریعہ سے صاحب اقبال ہو جائیں گو ناجائز ذریعوں شراب فروشی۔ قمار بازی۔ اور رنڈیاں ملازم رکھکر زناکاری کرانے سے کیوں نہو۔ وہ اپنے خیال نادانی سے اسلام و مسلمانوں کی خیر خواہی کر رہے ہیں اور وہ اتنا نہیں سوچتے کہ مسلمانوں کی ترقی قومی صرف کثرت مال و دولت سے ہرگز متصور نہیں جب تک کہ مسلمان اپنے مذہب اسلام اور اسکے ہدایات و احکام کے پابند نہیں

وجوب۔

دوسرا۔ اجماع صحت احادیث صحیحین پر ایسے اجماع ہر زمانہ اور ہر طبقہ کے لوگون میں منقول و مسلم چلے آتے ہیں پہلا اجماع تو اس مضمون میں ثابت و منقول ہو چکا ہے۔ دوسرا اجماع شرح نخبہ و مقدمہ ابن الصلاح وغیرہ کتب اصول و شروح احادیث ہیں جسکی عبارات رسالہ منح الباری میں منقول ہیں۔ ایسے اجماعوں کی نسبت یہ مشکلات پیش کرنا کہ وہ لوگ ایک جگہ جمع ہو کر متفق القول کیونکر ہو گئے ہیں۔ اور اسکا علم ہمکو کیونکر ہوا یا ہو سکتا ہے۔ انمیں مصنف کم تھے اور غیر منصف زیادہ۔ جن کے اقوال ہم کو پہنچے ہیں ان سے ہمیں زیادہ ایسے ہیں جن کے اقوال ہمکو نہیں پہونچے۔ یہ بقول صاحب مسلّم ضروری بدیہی اور یقینی امر میں شک ڈالنا ہے۔

آجکل کوئی کسی دینی امر کا دعویٰ کرتا ہے اور اسکی نسبت اعلان مشتہر کرتا ہے تو مشرق سے مغرب تک کے لوگ جھٹ جمع ہو جاتے ہیں ہندوستان میں ہو۔ یا شکاگو میں یا افریقہ میں یا امریکہ۔ یا یوروپ میں۔ اپنا ہی حال دیکھو۔ آج امرتسر میں ہو تو کل ہندوستان میں۔ پھر اس مجمع کے خیالات متفقہ و مختلفہ دنیا سے اس سرے سے اُس سرے تک پہنچ جاتے ہیں۔ بذریعہ تحریرات بہی اور بذریعہ زبانی خبروں کے بہی۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ جو وسائل و سامان اجتماع و حصول علم اتفاق و اختلاف (ریل گاڑی تار برقی۔ اخبارات وغیرہ) اب میسر ہیں یہ پہلے زمانوں میں نہ تھے۔ مگر ساتھ ہی یہ امر بھی لائق شک نہیں کہ جو اخلاص تقوےٰ و بناءً علیہ شوق و طلب تحقیق مسائل دین پہلے زمانوں میں تھا اسوقت اُس کا عشر عشیر بھی نہیں ہے۔ ولہذا جو کچھ آجکل کے مدعیانِ دین و مذہب ان وسائل و سامان کے ساتھ کر رہے ہیں۔ پہلے زمانون کے وہ اعیان اسلام ان وسائل کے بغیر کرتے تہے۔ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کو تابعین اور تابعین کو تبع تابعین وغیرہ ائمہ دین ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر ملتے اور ان سے ہم مجلس ہوتے بہت سے مجامع ان کی معظم اسلامی شہروں میں ہوتی۔ جن میں وہ علمی اور دینی باتیں ایک دوسرے سے سنتے اور سناتے۔

ایک کتاب صحیح بخاری کو امام بخاری سے بلا واسطہ غیر نوے ہزار اشخاص نے سنا ہے (بستان المحدثین صفحہ ۱۰۲ ملاحظہ کرو) تمام اسلامی دنیا کے لیے جمہوری کانفرنس حج کے لیے جو مجمع کعبۃ اللہ میں ہوتا تھا اور اب تک ہوتا ہے۔ اسمیں لاکھوں کا اجتماع انسانی سے ہوجاتا تھا اور ہوتا ہے۔ اور اس کے ذریعے سے ان کے اقوال متفقہ ومختلفہ اکناف عالم میں پہنچ جاتے تھے اور پہنچ جاتے ہیں۔ ان تمام مسلمانوں کے چشم دید حالات کے مقابلے میں یہ کہنا کہ انکا اجتماع کیسے ہوتا ہوگا اور ان کے اقوال کا علم اوروں تک کیونکر پہنچتے ہونگے۔ (بقول صاحب مسلم) بدیہات میں شک دانا نہیں تو اور کیا ہے؟

یہ ان مسلمانوں کے اجتماع وعلم واقوال کے متعلق تمہاری پیش کردہ مشکلات کا جواب ہے۔ رہا جواب تمہاری اسبات کا کہ جن اصحاب کے اقوال ہم کو پہنچے ہیں وہ ان سے کہیں زیادہ تھے جن کے نہیں پہنچے۔ پھر ہم کیونکر باور کرسکتے ہیں کہ انکے اقوال اقوال موصولہ سے متفق تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نصوص ہوں خواہ آثار صحابہ واقوال جماعیہ (جو مخالف نصوص نہ ہوں اور وہ ہم کو بسند ونقل صحیح پہنچ چکے ہوں) ان سب کی اتباع واعتبار ولحاظ سے ہم مامور ہیں۔ اور ان کے مقابلہ میں ان امکانی اور وہمی وخیالی وفرضی نصوص واقوال کے (جو ان کے مخالف ہوں اور وہ ہم کو نقل ورسند صحیح سے نہ پہنچے ہوں) پیروی اور اعتبار ولحاظ سے ہم مامور نہیں ہیں۔ بلکہ ان کی پیروی سے ہم روکے گئے

ہیں۔ اور ہماری جماعت اہلحدیث میں یہ اصول مقرر ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور سلف اور اہل اجماع کا اتباع جیسا کہ ان کے فعل کے اقتدا میں ہے ویسا ہی ان کے کسی فعل کو ترک کرنے میں ہے۔ ہمارے مذہب و اصول اعتقادات میں عدم النقل بھی ویسی ہی لائق اعتبار و لحاظ کے جیسی کہ نقل عدم اصطلاح اہلحدیث صفحہ ۲۵۳ و ۲۵۴ دیکھو) اس کی چند مثالیں کتب حدیث میں یہ ہیں۔ (۱) نماز عیدین میں

نوٹ۔ الحق صفحہ ۲۵۳ میں یہ رسوائی قول نقل کیا ہے "صاحب ہدایہ در جواب سوال چہل و ہشتم نوشتہ اند کہ منقول از حضرت صلے اللہ علیہ وسلم و صحابہ نباشد غیر مشروع ست چنانچہ صاحب ہدایہ عدم نقل را دلیل گرفتہ ہست منہا فی کتاب الصلوٰۃ فی فصل الاوقات التی تکرہ فیہا الصلوٰۃ قال ویکرہ ان یتنفل بعد طلوع الفجر باکثر من رکعتی الفجر لانہ علیہ السلام لم یزد علیہا مع حرصہ علیہا فاقال فی باب العید لا یتنفل فی المصلے قبل العید لانہ علیہ السلام لم یفعل مع حرصہ علی الصلوٰۃ" وغیرہا صاحب ہدایہ مسائل ازیں روایات علاقہ ندارد چہ عدم نقل چیزے دیگر و نقل عدم چیزے دیگر" پھر کہا ہے "اقول در نقل عدم و عدم نقل حکماً فرق نیست زیرا کہ عدم دلیل ست تا آنکہ دلیل دلالت کند بر وجود و چوں دلیل کہ نقل ہست نباشد عدم بر اصل خود باقی ماند پس عدم دلیل منزلہ دلیل عدم باشد دریں صورت علاقہ در شتن مدعائے صاحب ہدایہ مسائل ازیں روایات خود ظاہر ست و در مرقاۃ مرقوم ست ثم قال ای ابن حجر وعدم ورودہ لا یدل علی عدم وقوعہ قلنا ھذا مردود بل الاصل عدم وقوعہ حتی یوجد دلیل ورودہ" فافہم علی الاصل اقوال موصولہ صحیحہ کے مقابلہ میں اقوال غیر منقولہ خیالیہ فرضیہ وہمیہ کا کیا

سے پہلے رواتب (نوافل) نہ پڑھنا جیسے پانچوں وقت کی نمازوں سے پہلے پڑھے جاتے ہیں (۲) اذان میں تثویب نہ کرنا (۳) میت کو عمامہ نہ پہنانا اور اس کے نظائر کتب فقہ میں بہت ہیں اور از انجملہ چند مثالیں ہدایہ اور بحر الرائق وغیرہ سے کتاب صواعق الٰہیہ کے صفحہ ۲۵۴ میں نقل کی گئی ہیں۔

ان مثالوں سے تمہاری مجوزہ اقوال وہمی وخیالی وامکانی کا اعتبار کرنا صاف رد ہوتا ہے۔ ان مثالوں کو اگر تم نہ مانو اور اس مسلہ اصول الحدیث سے بھی انکار کر جاؤ۔ تو تمہارے افہام یا افحام کے لیے ایک یہی مثال یا دلیل کافی ہے کہ تم نے ایک جلسے انجمن اہلحدیث امرتسر بمقام لاہور بمقابلہ تقریر میر ممتاز علی علی مالک زفاہ عام پریس جو عید میلاد مولود کی ضرورت میں انہوں نے کی تھی۔ یہ ملا کہا تھا۔ کہ مولود کرنے کا کوئی ثبوت نہیں پایا جاتا۔ جس سے تمہارا مقصود یہی تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب وتابعین وغیرہ سلف صالحین سے یہ مولود کرنا ثابت نہیں ہوا اور یہی ہر ایک بدعت سے تمہارے اور فرقہ اہلحدیث کے انکار کرنے اور ان کے رد میں مضامین لکھنے کا اصل اصول ہے۔ حالانکہ امکانی اور وہمی اور فرضی وجود مولود اور ہر ایک بدعت کا صحابہ وتابعین وسلف صالحین سے تجویز کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر تم یا تمہارے جیسا کوئی اور شخص جلی کا شاگرد نصوص وآثار صحیحہ ثابتہ کے مقابلہ میں ان وہمی وفرضی امکانی اقوال کو واجب یا جائز الملاحظ قرار دے تو دین کا

عدم ورود وعدم نقل کے سبب عرض عدم میں ہیں اور پایہ اعتبار سے ساقط اور کان لم تکن فاعتبروا یا اھل الحدیث ولا تغتروا بھذا الاصل الخبیث الذی اصلہ ھذا المجترئ الامرتسری۔

کوئی حکم بھی باقی نہیں رہتا ہر ایک حکم شرعی ثابت باجماع امت کے مقابلہ میں کل ملحد و بیدین ایسے وہمی و امکانی و خیالی اقوال سے معارضہ کر سکتا ہے۔ مثلاً آیات احکام نماز و روزہ وغیرہ کے مقابلہ میں وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ ان آیات کے مقابلہ میں اور ایسی آیات ہوں جو نماز روزہ وغیرہ کو منسوخ کر چکی ہوں اور وہ ہمکو نہ پہنچی ہوں یا وہ بقول ڈاڑھی منڈی فقیروں یا غالی رافضیوں کے قرآن مجید میں درج نہ ہوئی ہوں۔ یا بعد اندراج نکال دی گئی ہوں۔ ایسا ہی احادیث صحیحہ متعلق احکام حلال و حرام کے مقابلہ میں وہ کہہ سکتا ہے کہ ان احادیث کے معارض اور ایسی حدیثیں مروی ہونا ممکن ہے جن میں ان احکام کا خلاف یا نسخ پایا جاتا ہو وعلیٰ ہذا القیاس۔

اس صورت میں دین کا بالکل اعتبار نہیں رہتا اور سلسلہ تکلیف باحکام و مذہب درہم برہم ہو جاتا ہے اسبات کو سوچو اور اُن امکانی وہمی اقوال کے تجویز سے توبہ کرو۔

یہ تم سے ناصحانہ خطاب ہے۔ اب میں تمہارے مصدقین رسالہ سے (خصوصاً نے جو انمیں میرے بلا واسطہ یا بالواسطہ شاگرد ہیں) آخری خطاب اور سوال کرتا ہوں کہ جن باتوں کی وجہ سے تمہارے وکیل بالخصوص اور پہلوان امرتسری پر اہلحدیث سے خارج اور فرقہ معتزلہ میں داخل ہونے کا الزام قائم کیا گیا ہے۔ کیا تم بھی انہی کی باتوں کے قائل ہو۔ (۱) کیا تم بھی بعض احادیث نبوی کے جو حسب تصریح و بیان نبوی مفسر قرآن ہیں منکر ہو اور ان کو قرآن کے سیاق سباق کے مخالف سمجھتے ہو۔ (۲) اور کیا تم بھی اقوال آثار صحابہ تابعین کو جن میں انکا باہم اختلاف ہو صرف متاخرین معتزلہ وغیرہ کا ان سے خلاف ہو لائق دست اویز نہیں جانتے (۳) اور کیا تم بھی

اجماع شرعی کے منکر ہو اور اقوال صحیحہ و ثابتہ اجماعیہ کے مقابلہ میں فرضی و امکانی اقوال مخالفہ کی تجویز سے اقوال اجماعی کو ناقابل اعتبار سمجھتے ہو (۴) اور کیا تم بھی عوام کے لیے خواص مجتہدین امت محمدیہ صحابہ تابعین وغیرہ ائمہ کی مطلق تقلید کو ناجائز جانتے اور جواسکے جواز پر اجماع سلف وخلف کتب اصول وغیرہ میں منقول ومروی اسکو ناقابل اعتبار سمجھتے ہو۔ ان سوالات اربعہ کا جواب اگر بشق نفی دو تو پھر تم سے یہ سوال ہے پھر تم نے اس رسالہ کے تصدیق میں کیوں قلم اٹھایا اور اوراق کو کیوں سیاہ کیا اور اس صورت میں تمہاری دیانت وامانت سے کیا باقی رہا اور تمہارے فتووں اور فیصلوں کا کیا اعتبار رہا۔ اور اگر جواب بشق اثبات دو تو پھر بتاؤ کہ ہمارے تعقبات اور ایگزیمینشنز (امتحانات) کے معائنہ کے بعد بھی تمہارا وہی سابق خیال رہا ہے۔ یا وہ بدل گیا ہے۔ بدل گیا ہے تو اس کا اظہار اور اپنے خیال سابق سے رجوع تم پر واجب ہے۔ غور کرو اور ہمارے مضمون کی تائید میں قلم اٹھاؤ تاکہ تدارک مافات سے عمل میں آوے اور وہ پچھلی خطا کا کفارہ ہو جاوے۔ اور اگر وہ خیال نہیں بدلا تو پھر بتاؤ کہ پھر محکمہ ایڈوکیٹ اہلحدیث سے کیوں غیر مذہب اہلحدیث سے خارج اور مذہب معتزلہ میں داخل ہونے کا حکم نہ لگایا جاوے۔

جس کو اس محکمہ کی خبر نہ ہو وہ اس کا پتہ مولوی ثناء اللہ سے پوچھ لیا اس کے رسالے آیات متشابہات کا صفحہ ۵۲ ملاحظہ کرے جسمیں یہ عبارت درج ہے "اس زمانہ کے ایک باخبر اہلحدیث بلکہ ایڈوکیٹ (وکیل) اہلحدیث کی سفارش منظور کریں جن سے ہماری مراد مولانا ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ ہیں" (رسالہ آیات متشابہات صفحہ)

ناظرین رسالہ خصوصاً اہلحدیث علی الخصوص ارکان مجلس انتظامیہ انجمن اہلحدیث لاہور کی خدمات میں ناصحانہ التماس۔

حضرات جو کچھ بندے ثناء اللہ اور اسکے مصدقین کے کلام پر نکتہ چینی کی ہے اس سے مقصود صرف احیاء سنت و حمایت اہل سنت ہے نہ کوئی نفسانی غرض یا غیبت و اللہ علی ذالک لشہید و کفی باللہ شہیدا۔ آپ لوگوں میں سے جو صاحب میری نکتہ چینی میں کوئی غلطی نکالیں میں نہایت انبساط و ممنونیت کے ساتھ اپنی غلطی اور خطا کو قبول کرنے کیلئے حاضر ہوں اور عام طور پر اپنے نکتہ بینوں سے خطاب کرتا ہوں ؎ وعین لی بالحفاظ وارد عنہ وعین لی بالقبول ولو اجرف ؎ از صحیفہ دوستے برنجم ۔ کہ اخلاق یزدم حسن نمایہ ۔ کہ دشمن شوخ چشم بیباک ناعیب من نمایہ ۔ تیسری یہ التماس خاکسار مولوی وحید الزمان صاحب نواب وقار نواز جنگ بہادر سے ہے جنہوں نے انوار الجدیث بصفحہ مطابق ۱۸ فروری میں بایں الفاظ چھپوا دیا ہے جسمیں اپنے منصب وقار کے برخلاف صرف ثناء اللہ کے یکطرفہ بیان پر اسکو ڈگری دیدی ہے اور میری نسبت غائبانہ یہ فیصلہ کیا ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو یہ لازم تھا کہ بعد از مصالحہ و مصافحہ پھر دلمیں کینہ رکھتے اور ضغائن سابقہ کو نمود کرتے کیونکہ بظاہر صفائی اور محبت اور دل میں بغض و عداوت مومن کے شان کے خلاف ہے بلکہ علامت نفاق ہے۔ افسوس مولوی صاحب موصوف کو جوش عداوت و عناد میں آپکے مساعی جمیلہ کا جو بحق اسلام و اہل اسلام کر رہے ہیں ان کا بھی خیال نہ رہا۔

اس یکطرفہ ڈگری اور غائبانہ فیصلہ کا اپیل بینے اپنے خط نمبری ۹۳ مورخہ ۲۲ فروری ۱۹۱۱ء کے ذریعہ مولوی صاحب ہی کی خدمت میں پیش کیا جس میں بینے ثابت کر دیا تھا۔ کہ میری مصالحت و مصافحہ جو ثناء اللہ سے ہوا تھا وہ شرطی تھا۔ ثناء اللہ نے اس شرط کو توڑ کر مصالحت کو فسخ کیا ہے۔ اور جو آپ کے خیالی مساعی بحق اسلام و اہل اسلام ثناء اللہ کے وقوع میں آئے ہیں وہ اس قسم کے ہیں۔ جو مخالفین اسلام سے بحق اسلام وقوع میں آچکے ہیں۔ مولوی صاحب نے اس خط کے جواب میں اوخط لکھے ہیں مگر اُن میں اُن سب تدارک مافات عمل میں نہیں آیا۔ اور جو خلاف وقار ان سے یکطرفہ ڈگری ہو گئی ہے اسکے اصلاح انہوں نے نہیں کی۔ اب وہ اس مضمون جواب اتباع سلف کو تائی اور وقار سے ملاحظہ کرکے فرماویں کہ بسالہ اتباع سلف میں جو خیالات اسنے ظاہر کئے ہیں ان خیالات کے ساتھ وہ اہل سنت و اہل حدیث کہلا سکتا ہے یا کیا انکے مساعی بحق اسلام حدیث ان اللہ لیؤید الدین بالرجل الفاجر کا مصداق ہیں ہے اور کیا وہ ڈاکٹر گاڈ فری ہیگس سے جس نے آنحضرت کی حمایت میں کتاب اپالوجی فار محمد جو کا ترجمہ حمایت اسلام کے نام سے چھپا ہے بڑھ کر ہو سکتا ہے آپنے اس محمل گذارش کی طرف توجہ کی تو مجبوراً اس اشکال کے تفصیل رسالہ میں کرنی پڑے گی۔

راقم ابن سعید محمد حسین

(اسلامیہ پریس لاہور میں چھپا)

تراجم عبارات عربیہ صفحہ ۲۹۳ و ۲۹۴

نمبر ۱۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر نے اپنی تاریخ البدایۃ والنہایۃ میں کہا ہے کہ امام بخاری اپنے زمانہ میں المحدیث کے امام تھے۔ اور وقت کے پیشوا اور اپنے ہم زمانہ اور اقران کے مقدم اور قتیبہ بن سعید نے کہا ہے کہ میں مجتہدوں عابدوں زاہدوں کا ہم نشین رہا میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے محمد بن اسمٰعیل (بخاری) کا سا کوئی نہیں پایا وہ میں ایسے تھے جیسے صحابہ میں عمر فاروق۔ اگر وہ صحابہ کے وقت ہوتے۔ تو البتہ ایک ہوتے۔ اور امام احمد بن حنبل نے کہا ہے۔ چنانچہ خطیب نے بسند صحیح اُنسے نقل کیا ملک خراسان میں محمد بن اسمٰعیل جیسا کوئی نہیں ہوا۔ اور حافظ عماد الدین ابن کثیر نے کہا ہے کہ امام احمد بن حنبل ان کے پاس بغداد میں پہنچے۔ تو وہ ان کو خراسان میں ٹھہرنے نہیں پر ملامت کرتے۔ اور یعقوب بن ابراہیم دورقی نے کہا ہے۔ کہ امام بخاری امت محمدیہ کے ایک مجتہد ہیں۔ اور بندار ابن بشار نے کہا ہے کہ امام بخاری ہمارے زمانہ میں سب لوگوں سے بڑھکر مجتہد ہیں۔ اور نعیم بن حماد نے کہا ہے کہ وہ امت محمدیہ کے ایک مجتہد تھے اور امام اسحٰق بن راہویہ نے کہا ہے۔ اے اہل الحدیث کے گروہ اس جوان (امام بخاری) کو دیکھو اور اس سے روایات حدیث لکھو۔ کیونکہ یہ اگر امام حسن بصری کے وقت ہوتا تو وہ اُن کے محتاج ہوتے۔ کیونکہ حدیث اور فقہ کی معرفت (پہچان) رکھنے اور بعض اماموں نے اُن کو امام احمد و امام اسحٰق سے فقہ و حدیث میں بہتر کہا ہے۔

نمبر ۲۔ اور حاشد بن اسمٰعیل نے کہا ہے کہ مجھے ابو مصعب احمد ابن ابی بکر نے کہا ہے کہ محمد بن اسمٰعیل (بخاری) ہمارے نزدیک امام احمد بن حنبل سے بڑھکر مجتہد ہوئے ہیں۔ اور حدیث میں معرفت بصیرت والے ایک آدمی اسکے ہم نشینوں میں سے بولا کہ تم اعتدال سے بڑھ کر بولے ہو۔ ابو مصعب نے اس کے جواب میں کہا۔ کہ اگر میں امام مالک کے وقت ہوتا۔ اور اُن کے منہ اور امام بخاری کے منہ کو دیکھتا۔ تو میں کہتا کہ یہ دونوں فقہ و حدیث

اور وہ اس پابندی کے ساتھ وہ دنیاوی ترقی کریں۔ پابندی احکام دین کے بغیر وہ دنیاوی ترقی کرینگے تو وہ قومی ترقی کرنے والے ہرگز ہرگز نہ کہلائینگے کیونکہ مذہب قومیت کا جزو ہوتا ہے اور یہ بات ہر کسیکو معلوم اور سب کے نزدیک مسلم ہے حتی کہ تعلیم یافتہ مسلمانوں کے لیڈر رہبر نے بھی تسلیم کی ہوئی ہے۔ چنانچہ سابقاً منقول ہوا۔

افسوس صد افسوس ہزار افسوس اس لیڈر کے پیرواں انگریزی تعلیم یافتہ مسلمان ان کے اس قول کی تقلید نہیں کرتے اور قومی ترقی کے لیئے پابندی احکام مذہب کو لازمی نہیں جانتے اور اگر سچ پوچھو اور انصاف کی بات سنو تو اس افسوس کے محل خود لیڈر صاحب ہیں جنہوں نے پہلے ان کو یہ بات کہکر کہ کسی مذہب اور کسی نبی اور کسی کتاب آسمانی کے کسی حکم مذہبی سے انکار کرنا مسلمان ہونے سے نہیں نکالتا" پابندی احکام مذہب سے عام آزادی دی ہوئی ہے اس عام آزادی کے بعد ان پر انکی نصیحت کیا اثر کر سکتی ہے۔ وہ ہزار نصیحت کرتے سو لیکچر پابندی احکام مذہب کے سناتے انکا اثر نہ ہونا تھا نہ ہوا۔

اس نصیحت کی جگہ ہز میجسٹی امیر المومنین وشاہ افغانستان عالی جناب حبیب اللہ خان بالقابہ متع اللہ المسلمین بطول بقائہ وابقا سلطنتہ کی وہ نصیحت حرز جان بنانے اور اُسپر اثر کرنے کے قابل ہے جو کالج انجمن حمایت اسلام کے جلسہ فونڈیشن (بنیادی پتھر رکھنے) کے موقعہ پر انہوں نے مسلمانوں کو کی تھی اور وہ اخباروں میں مشتہر ہوئی ہے کہ پہلے طالب العلموں کے دلوں میں دین اسلام اور اس کے احکام کی محبت قائم و مستحکم کرو۔ اس کے بعد انکو علوم انگریزی پڑھاؤ۔

اور اس پر آپنے ایک شعر بھی پڑھ سنایا اور یہ بتایا کہ جب تک احکام

تراجم عبارات عربیہ صفحہ ۲۹۳ و ۲۹۴

نمبر ۱۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر نے اپنی تاریخ البدایۃ والنہایۃ میں کہا ہے کہ امام بخاری اپنے زمانہ میں اہل الحدیث کے امام تھے۔ اور وقت کی پیشوا۔ اور اپنے ہم زمانہ اور اقران کے مقدم اور قتیبہ بن سعید نے کہا ہے کہ میں مجتہدوں عابدوں زاہدوں کا ہم نشین رہا مینے جب سے ہوش سنبھالا ہے۔ محمد بن اسمٰعیل (بخاری) کا سا کوئی نہیں پایا۔ وہ میں ایسے تھے جیسے صحابہ میں عمر فاروق۔ اگر وہ صحابہ کے وقت ہوتے۔ تو البتہ ایک ہوتے۔ اور امام احمد بن حنبل نے کہا ہے۔ چنانچہ خطیب نے بسند صحیح اُنسے نقل کیا۔ ملک خراسان میں محمد بن اسمٰعیل جیسا کوئی نہیں ہوا۔ اور حافظ عماد الدین ابن کثیر نے کہا ہے کہ امام احمد بن حنبل ان کے پاس بغداد میں پہنچے۔ تو وہ ان کو خراسان میں چھوڑ آنے پر ملامت کرتے۔ اور یعقوب بن ابراہیم دورقی نے کہا ہے۔ کہ امام بخاری امت محمدیہ کے ایک مجتہد ہیں۔ اور بندار ابن بشار نے کہا ہے کہ امام بخاری ہمارے زمانہ میں سب لوگوں سے بڑھکر مجتہد ہیں۔ اور نعیم بن حماد نے کہا ہے کہ وہ امت محمدیہ کے ایک مجتہد ہیں اور امام اسحٰق بن راہویہ نے کہا ہے۔ اے اہل الحدیث کے گروہ اس جوان (امام بخاری) کو دیکھو اور اُس سے روایات حدیث لکھو۔ کیونکہ یا اگر امام حسن بصری کے وقت ہوتا تو وہ اُن کے محتاج ہوتے۔ کیونکہ حدیث اور فقہ کی معرفت (پہچان) رکھنے اور بعض اماموں نے اُن کو امام احمد و امام اسحٰق سے فقہ و حدیث میں بہتر کہا ہے۔

نمبر ۲۔ اور حاشد بن اسمٰعیل نے کہا ہے کہ مجھے ابو مصعب احمد ابن ابی بکر نے کہا ہے کہ محمد بن اسمٰعیل (بخاری) ہمارے نزدیک امام احمد بن حنبل سے بڑھکر مجتہد ہوئے ہیں۔ اور حدیث میں بہت بصیرت والے ایک آدمی اسکے ہم نشینوں میں سے بولا کہ تم اعتدال سے بڑھ کر لے ہو۔ ابو مصعب نے اس کے جواب میں کہا۔ کہ اگر میں امام مالک کے وقت ہوتا۔ اور اُن کے مُنہ اور امام بخاری کے مُنہ کو دیکھتا۔ تو میں کہتا کہ یہ دونوں فقہ و حدیث

ہیں ایک ہیں۔

نمبر ۳۔ محمد بن یوسف ہدانی نے کہا ہے کہ ہم قتیبہ کے پاس بیٹھے تھے۔ تو ایک شخص شعرانی جس کو ابو یعقوب کہتے تھے آیا۔ اور اس نے محمد بن اسمٰعیل (بخاری) کا حال پوچھا۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ میں حدیث میں بھی نظر رکھتا ہوں۔ فقہ میں بھی اور مجتہدوں۔ زاہدوں اور عابدوں کا ہم نشین رہا ہوں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے۔ محمد بن اسمٰعیل (بخاری) جیسا کوئی دیکھا۔ اور کہا کہ کسی نے قتیبہ سے نشہ کی حالت میں طلاق دینے والے کے سوال کیا۔ تو اتنے میں امام محمد بن اسمٰعیل وہاں آپہنچے۔ تو قتیبہ نے سائل سے امام بخاری کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ کہ یہ شخص امام احمد بن حنبل ہے۔ اور اسحٰق بن راہویہ ہے۔ اور علی بن المدینی ہے۔ اُن کو خدا تعالےٰ یہاں لے آیا ہے۔ یعنی اس سوال کا جواب ان سے لے۔ فربری (شاگرد امام بخاری) نے کہا ہے۔ کہ میں نے محمد بن ابی حاتم امام کو یہ کہتے سنا۔ کہ میں نے حاشد بن اسمٰعیل کو یہ کہتے سنا۔ کہ میں نے جب امام بخاری کا بصرہ میں قدم رنجہ فرمانا سنا۔ تو جب وہ آئے تو محمد بن بشار نے کہا۔ کہ مجتہدین کے سردار آج یہاں آئے ہیں۔

نمبر ۴۔ امام بخاری نے کہا۔ کہ میں اسحٰق بن راہویہ کے پاس تھا۔ اُن سے کسی نے بھول کر طلاق دینے والے کی بابت سوال کیا۔ تو آپ بہت دیر تک چُپ ہو رہے۔ تو میں نے کہا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے میری امت کی ان باتوں سے درگذر کیا ہے۔ جو ان کے دل میں گذریں۔ جب تک کہ وہ اُن پر عمل نہ کریں۔ اور منہ سے نہ بولیں اس حدیث میں آپ کی مراد یہ ہے کہ ہر کام میں عمل دل و زبان یا کلام تینوں کا جمع ہونا شرط ہے۔ اور جب کہ بھولے سے طلاق دینے والے کا دلی خیال و ارادہ طلاق دینے کا نہیں ہوتا۔ لہٰذا اُس کی طلاق صحیح نہیں۔ امام

ابو اسحٰق نے کہا۔ تم نے میری مدد کی۔ خدا تم کو مدد دے۔ پھر اسی کے مطابق فتویٰ دے دیا۔

نمبر ۵۔ امام علی بن حجر نے کہا ہے کہ ملک خراسان میں تین شخص ہوئے ہیں۔ پھر پہلے امام بخاری کو ذکر کیا۔ اور کہا کہ وہ سب سے بڑھکر بصیرت والے اور علم حدیث کو جاننے والے اور سب سے بڑھ کر مجتہد ہوئے ہیں۔ ان کی مانند میں کسیکو بھی نہیں جانتا۔ اور امام احمد بن اسحٰق سرماری نے کہا ہے۔ کہ جو شخص ٹھیک جیسا کہ حق ہے۔ اور سچے مجتہد کو دیکھنا چاہے وہ محمد بن اسمٰعیل (بخاری) کو دیکھ لے۔

نمبر ۶۔ اور احمد بن یسار نے تاریخ مرو میں کہا ہے کہ امام بخاری نے حدیث کو طلب کیا۔ اور وہ اہل حدیث لوگوں کے ہم نشین رہے۔ اور حدیث کے لیئے سفر کیئے۔ اور حدیث میں ماہر اور بڑے صاحب بصیرت ہوئے۔ اچھی معرفت اور اچھی یادداشت والے اور اجتہاد کیا کرتے اور عبداللہ بن حماد آملی نے کہا ہے کہ میں آرزو کرتا ہوں۔ کہ میں امام بخاری کے جسم کا ایک بال ہوتا۔ اور سلیمان بن مجاہد نے کہا۔ کہ میں نے ساٹھ سال سے امام بخاری سے بڑھکر مجتہد اور پرہیزگار نہیں دیکھا۔

نوٹ

مسئلہ وقف علی الاولاد (نمبر ۶ وغیرہ میں) چھپ جانے کے بعد ندوۃ العلماء کا رسالہ وقف علی الاولاد اور اسکے متعلق کاغذات معتمد ندوہ کے توسط سے ہمارے پاس پہنچے۔ جن سے معلوم ہوا کہ مسئلہ وقف علی الاولاد پر یوی کونسل میں اس خیال سے صحیح خیال نہیں کیا گیا کہ صرف اپنی اطلاع واقارب پر وقف کرنا ایسا ہے جیسے کوئی ایک ہاتھ سے خیرات کرے اور دوسرے ہاتھ سے خود ہی لے لے۔ بریوی کونسل کے اس خیال کا جواب ہمارے مضمون وقف میں کافی شافی دیا گیا ہے۔ اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اسلام اور شریعت میں ایک مسلمان کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

خاص اپنی جان پر خرچ کرنا ہی صدقہ و خیرات کہلاتا ہے۔ اور وقف علی الاولاد تو انجام کار
وآخر میں خود بخود وقف علی الفقراء ہو جاتا ہے۔ پرنس گورنمنٹ اور اسکی پریوی کونسل کا
یہ حق نہیں ہے کہ وہ شریعت اسلام میں دخل دے یہی مضمون ندوۃ العلماء کے رسالے
میں بیان ہوا ہے اور اس پر تمام اہل اسلام و پنجاب کا عام اتفاق رائے حاصل کرنے کی ندوہ
کوشش کر رہا ہے۔ اور امید ہے کہ وہ اس میں کامیاب ہوگا۔ اور گورنمنٹ ہند سے ایک
نیا قانون پاس کرائیگا جس میں وقف علی الاولاد جائز قرار دیا جائیگا اور اگر وہ کامیاب
نہ ہوا۔ اور ایسا نیا قانون پاس نہ ہوا تو بھی ہمارا وقف گورنمنٹ میں جائز تسلیم کیا جائیگا
کیونکہ ہم نے اپنے وقف کو صرف اولاد و اقارب سے مخصوص نہیں کیا۔ بلکہ اس میں
سردست و دوم نقد فقراء و عام طلباء علم دین کو شامل کر لیا ہے۔ بتاریخ ۳۱ مارچ
۱۹۱۷ء ہمکو ہز آنر لفٹنٹ گورنر پنجاب کی عزت ملاقات حاصل ہوئی۔ اور اپنا مضمون
وقف انکی خدمت میں پیش کیا۔ ہز آنر نے اس مضمون کو تصدیق کیا اور فرمایا کہ وقف
اولاد میں اگر اور فقراء کو بھی شامل کیا جاوے تو وقف صحیح ہے۔ لہذا ہم کو یقین ہے کہ اگر گورنمنٹ
ہند سے نیا قانون پاس نہ ہوا تو بھی ہمارا وقف پرانے قانون کے رو سے صحیح
تسلیم کیا جائیگا۔ بالفعل تو ہم نے تجویز وقف کا سودہ مشتہر کر کے اپنی نیت کو
ظاہر کیا ہے۔ اور جب خاکسار کی مقبوضہ اراضی گورنمنٹ کی طرف سے میری ملک
میں آ جاوے گی تب اس ارادے و نیت پر عمل کر کے دکھایا جائے گا۔ اس وقف
کو باضابطہ نافذ و ناجز کیا جائے گا۔ صفحہ (۲۳) میں ۳۱ مارچ تک حصول ملکیت
کی امید ظاہر کی گئی تھی۔ اسکا تصفیہ ابتک نہیں ہوا اور وہ ہنوز زیر تجویز ہے۔
اس سے پہلے خاکسار کو اسوقف کے شرائط و قواعد میں تبدیلی کا اختیار حاصل ہے۔ لہذا
بالفعل یہ تبدیلی کیجاتی ہے کہ جو اپنی وفات کے بعد درصورت نااہل ہونے جملہ اولاد کے
وقف کا متولی ہونا انجمن اہلحدیث لاہور کو تجویز کیا گیا تھا۔ وہ بالفعل ملغوی ہوا۔ کیونکہ
یہ انجمن پوری وجود پذیر نہ ہوئی تھی کہ وہ حالت نزع کو پہنچ گئی ہے۔ جسکی زیادہ تر بائث
و موجب مولوی ثناء اللہ امرتسری ہیں۔ اور انکی تقلید سے ایک صاحب وقار حمید آبادی
انجام بگیر کرے۔

اسلام کی عظمت طالب العلموں کے دلوں میں قائم نہوا نکو علوم انگریزی کی تعلیم دینا مناسب نہیں۔ وہ شعر یہ تھا ؎

ہمچو پرکاریم کیما در شریعت مستقیم ۔
پائے دیگر بہر نہتا دو دو ملت کردہ ایم

اپنی اس نصیحت پر امید ہے کہ ہز میجسٹی ایمپرر صاحب اپنے حدود سلطنت میں پورا پورا عمل کرائینگے جیسیکہ کالج اور اس کے ماتحت سکولوں کے طالب العلموں سے اسی شخص کو تعلیم انگریزی دلوائینگے جس کا اسلام اور احکام اسلام پر ثابت قدم ہونا اور اس میں مستحکم ہوکر چلنا مشاہدہ کرلیں گے۔ عقائد اسلام میں خام اور پابندی اسلام کے غیر ملتزم طالب العلموں کو وہ کبھی انگریزی علوم خصوصاً سائنس (طبعیات) کیطرف ہرگز رخ نکرنے دینگے پنجاب و ہندوستان میں جو لوگ اس بلا میں گرفتگی اعتقاد و درستی اخلاق و اعمال سے پہلے مبتلا ہو چکے ہیں۔ ان کا علاج و دوا یہ ہے کہ ان کو تعلیم انگریزی کے ساتھ ساتھ اصول و احکام اسلامی کی تعلیم دی جاوے اور ان کے اخلاق و اعمال کی درستی حفاظت و نگرانی کی جاوے۔

پنجاب کی اسلامی انجمنوں خصوصاً انجمن حمایت اسلام لاہور نے اس غرض سے بہت سکول و کالج قائم کیئے ہوئے ہیں اور انگریزی تعلیم کے ساتھ وہ دینی عربی تعلیم بھی انگریزی خواں طالب العلموں کو دیتے ہیں مگر وہ تعلیم کافی نہیں ہے کیونکہ اس تعلیم میں اسلامی عقائد و اصول (خدا تعالےٰ کی ہستی اور صفات اور انبیاء علیہم السّلام کی نبوت اور اسکی حقیقت و معاد اور اس کے تفاصیل کا اعتقاد) کے ریزن (عقلی دلائل) نہیں بتائے جاتے جیسکہ عقائد اصول اسلام کے مخالف علوم سائنس (طبعیات) وغیرہ کے ریزن کیے

ہے۔ اور اس صورت میں اس رسالہ کی مالی امداد پہلے سے زیادہ ان کے ذمہ لازم ہے۔ جو صاحب آگے ایک روپیہ ماہوار چندہ دیتے ہیں۔ وہ اب بشرط گنجایش دو روپیہ کر دیں۔ اور جو آٹھ آنہ دیتے تھے۔ تو وہ بشرط مذکور ایک روپیہ کر دیں۔ اور جو چار آنہ ماہوار دیتے ہیں وہ شرط مذکور آٹھ آنے کر دیں۔ خصوصاً وہ اصحاب جن کی ماہوار آمدنی چالیس روپیہ سے کم نہیں۔ اور وہ ناواجب رعایت سے فائدہ اٹھا کر صرف ۴ آنہ ماہوار دیتے ہیں۔ اور اگر وہ اس رسالہ ضلالت مقالہ مدعی دروغ مذہب اہل حدیث اور اسکے جواب فیصلہ نامہ نمبر ۲ کو پڑھ کر جاری رہنے رسالہ اشاعۃ السنۃ کی ضرورت محسوس نہ کریں اور اسپر میجارٹی۔ اہل حدیث کا اتفاق ہو جاوے تو مجبوراً ہم مان لیں گے۔ کہ واقعہ میں اب یہ رسالہ اشاعت السنۃ کا اہل حدیث کا ایڈووکیٹ (وکیل) و رپریزنٹیٹو (قوم کی ضروریات کو سرکار میں پیش کرنے والا) ہونے کے لائق نہیں رہا۔ اس صورت میں اس کو بند کر دیا جائیگا اور اگر جاری رہا۔ تو اس کا تعلق خاص اہلحدیث سے نہ رہیگا۔ اس میں ایسے مضامین تحریر کیئے جایا کریں گے۔ جو کہ عام اصول اسلام کے واسطے مفید ہونگے جیسکہ اس جلد کے دوسرے مضامین نمبر ۲ سے ۱۱ تک اس تحقیق و تدقیق و تفصیل بادلیل سے لکھے گئے ہیں جبکہ نظیر اسوقت ہندوستان و پنجاب کے کسی رسالے یا اخبار میں کوئی بتاوے تو خاکسار ایک اشرفی انعام لے واللہ علی ذالک وکیل ناظرین اس فیصلہ کے متعلق دو حرفی جواب دیں۔

اس سوال کا مخاطب ہر ایک خریدار و معاون و ناظر رسالہ ہے اور خصوصیت کے ساتھ وہ لوگ ہیں جو اس رسالہ سے زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں اور اس خاکسار سے محبت و اخلاص کے مدعی ہیں۔ بذریعہ خاص مراسلات اپنی رائے سے جلد اطلاع دیں۔ اور یاد رکھیں۔ کہ اگر یہ رسالہ بند ہو گیا یا اسنے اہلحدیث کہنا چھوڑ دیا تو ہم

(جس میں مولوی ثناء اللہ امرتسری کے رسالہ اشاعۃ السنۃ کا ثبوت کہ جو حدیث اور اجماع صحابہ کے مخالف ہو اجماع کا تعلق ہے ص ۳۱۳ مسئلہ وقف علی الاولاد ہر ایک مرد و زن کو ۔ ص ۳۱۳

(دلائل) ان علوم میں بیان ہوتے ہیں۔ مثلاً خدا تعالےٰ کی ذات صفات کی نسبت اسلامی عقیدہ ہے کہ خدا تعالےٰ ہر چیز کا خالق بااختیار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چیز ممکن ہے اسکی قدرت میں داخل ہے۔ وہ صمد یعنی بے احتیاج ہے وہ اپنے کسی فعل میں کسی شئے کا محتاج نہیں اس نے عالم اور اس کے جملہ اسباب کو محض عدم سے وجود عطا کیا اسکی شان ہے کہ وہ کسی چیز کا صرف ارادہ کرے اور اس ارادہ کا اظہار بلفظ "کن" کرے تو وہ چیز ہو جائے اور "فیکون" کا مصداق بنے۔ سائنس۔ انگریزی لاء پرانا فلسفہ خدا تعالےٰ کی ہستی کو تسلیم کرتا ہے۔ تو نہ ان صفات سے جو عقائد اسلام میں بیان ہوئی ہیں بلکہ اسکو صرف فسٹ کاز یا کاز اوف کاز یعنی پہلی علت یا علۃ العلل بالارادہ واختیار صرف خطرار سے اسباب عالم کا ایک ایسا موجب اور سبب بتاتا ہے جو نہ ان اسباب سے زمانی اسبقت یا تقدم رکھتا ہے نہ ان اسباب میں کوئی تبدیلی وتغیر کر سکتا ہے۔

نئے سائنس کی تعلیم ہے کہ جب دو ہوائیں آکسیجن اور ہیڈروجن (دو ہواؤں کا نام ہے) ایک مقدار سے ملتے ہیں تو پانی بن جاتا ہے اور مینہ برستا ہے۔ یہ امر ممکن (یعنے خدا کی قدرت میں داخل) نہیں کہ جب آکسیجن اور ہیڈروجن ایک مقدار مناسب سے ملیں تو پانی نہ بنے اور یہ امر بھی ممکن اور داخل قدرت خداوندی نہیں کہ بغیر ملنے آکسیجن اور ہیڈروجن کے پانی بن جائے۔

ہم انجمن حمایت اسلام وغیرہ اسلامی انجمنوں کے ارکان منتظمین تعلیم سے پوچھتے ہیں کہ کسی انجمنوں کی کتابوں انگریزی اور عربی وار دو میں کہیں سائنس کے ان لغو و بیہودہ کفریہ بکواس کا رد اور بادلیل جواب ہے

اگر ہے تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ نہیں تو صرف انجمن کی کتابوں انگریزی میں یہ تعلیم کہ "گاڈ از اون لی ون" یعنے خدا ایک ہے اس زہریلے اثر سائنس سے بچنے کے لئے کیونکر کافی ہوسکتی ہے۔ لہٰذا اسلامی انجمنوں کا فرض ہے کہ وہ انگریزی خواں طالب العلموں کو کفریات سائنس سے بچانے کے لئے ایسی کتابیں تصنیف کریں جن میں ان کفریات کا بادلیل رد اور جواب ہو۔

انجمن حمایت اسلام لاہور نے اپنے کالج کے متعلق ایک حمیدیہ سکول بھی جاری کر رکھا ہے۔ مگر اسکی سکیم (نصاب تعلیم) بھی پہلے ہی سی کافی بتھی اور اب اسمیں انگریزی خواں منتظمین تعلیم کی تجویز و تاثیر سے اور بھی کمی ہوگئی ہے۔

ندوۃ العلماء نے بھی تعلیم علوم دینیہ اور ترویج رسوم و احکام اسلامیہ کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے۔ مگر چونکہ اسکے اکثر (ارکان) اور بعض روح رواں انگریزی سائنس کے خیالات کی جھلک میں اگر قدیم اصول اسلام میں خود ستزل ہو رہے ہیں ان میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو مسئلہ حدوث عالم کا (جو اثبات ہستی خالق مختار کا مدار و مناط ہے) اعتقاد چھوڑ کر عالم کو قدیم سمجھ بیٹھے ہیں لہٰذا ان سے بھی امید نہیں کہ وہ اصول اسلامیہ کو طالب العلموں کے دلوں میں قائم و مستحکم کر سکیں ؎ او خویشتن گم ست کرا رہبری کند +

انگریزی تعلیم یافتہ مسلمانوں نے خود بھی ایک مجلس تعلیمی قائم کی ہوئی ہے جسکا نام محمڈن ایجوکیشنل کانفرس ہے۔ مگر اس مجلس کی توجہ ہمگی و تمامی علوم مغربی (انگریزی وغیرہ) کی ترویج اور مسلمانوں کی دنیاوی ترقی کی تجویز کی طرف ہے۔ گذشتہ سنین میں بعض اوقات مذہبی علوم کی تعلیم کی طرف بعض ارکان جلسہ کی توجہ ہوئی تو انگریزی خوانوں نے انکو دبا کر انکی ایک نہ سنی۔

الغرض اسوقت انگریزی تعلیم گاہوں اسلامی میں جن میں مغربی تعلیم پر

زور دیا جاتا ہے۔ انمیں کوئی مجلس یا مدرسہ یا کالج ایسا نہیں ہے جو طالبان انگریزی وغیرہ علوم مغربی کے دلوں میں اصول اسلام کو ایسا قائم و مستحکم کر دے جسکے بعد انگریزی علوم سائنس ان لوگوں کے عقائد میں تزلزل واقعہ نہ ہونے دے۔ ازانجا کہ اسوقت ایشیا میں ہز میجسٹی امیر المؤمنین افغانستان کی ذات بابرکات جن کو ترویج علوم مغربی کے ساتھ استحکام اصول اسلام کا کامل طور پر خیال مرکوز خاطر ہے اور وہ جو چاہیں خداداد دولت سے کر بھی سکتے ہیں۔ لہذا انکی ذات بابرکات سے امید ہے کہ وہ مسلمانوں میں اپنی اس نصیحت کی تعمیل ہونے کی طرف خود بھی توجہ کریں اور اس شعر کے مصداق بنیں ؎

سب مریضوں کو ہے تمہیں پہ نگاہ
تم مسیحا بنو خدا کے لئے ؛

اور اسکی صورت یہ ہے کہ وہ اپنی سلطنت کے حبیبیہ کالج اور اسکے ماتحت کالجوں سکولوں میں انگریزی تعلیم پانے والوں کے لئے ایسی کتابوں رسالوں کو جن میں سائنس کے اصول باطلہ کی با دلیل تردید ہو اور اصول اسلامیہ کے دلائل عقلیہ سے تائید ہو داخل نصاب کریں۔ اور علاوہ براں روزانہ یا ہفتہ وار لیکچروں میں سائنس کے اصول باطلہ کا ابطال اور اصول اسلامیہ کا بدلائل عقلیہ احقاق و اثبات ہوتا رہے۔ پھر ان کتابوں رسالوں و مضامین اور لیکچروں کو کالج انجمن حمایت اسلام لاہور اور محمڈن کالج علیگڈھ میں (جو ہز میجسٹی کو اپنا محسن و مربی سمجھتے ہیں) معمول بہا بنانے کی رغبت دلاویں ایسی کتابوں رسالوں مضمونوں اور لیکچروں کی تصنیف و تجویز کے لئے ہندوستان یا پنجاب کے کسی بڑے شہر میں ایک ایسی مجلس و کمیٹی قائم ہو۔ جس میں قدیم اسلام اور قدیم خیالات کے علماء جو نیو فیشن اور نئے خیالات سے

بھی واقف ہوں مگر معتقد پرانے مسلمہ خیالات کے ہوں ارکان منتخب و مقرر ہوں۔ اور ان کا سند مجلس (پریسیڈنٹ) بھی کوئی ایسا عالم ہو جو خود تو قدیم علوم اسلام کا ماہر و معتقد ہو مگر نئے خیالات سے بھی ناواقف نہ ہو اور تمام مجمع میں ایسا آدمی ایک بھی نہ ہو جس کو قدیم اصول اسلام میں شک یا تذبذب ہو گو علوم مغربی کا کیسا ہی واقف و ماہر ہو اور علوم مشرقی عربی کا ہی عالم ہو۔

ہماری اس معروض پر ہز میجسٹی امیر المومنین افغانستان کو توجہ ہوئی تو ایسے لوگوں کے انتخاب اور تقرر کے وقت ہم دو قسم کے ایسے لوگوں کو نام پیش کرینگے جن کو امید ہے کہ ہز میجسٹی اور ترقی خواہاں اسلام و علوم جدیدہ پسند کرینگے انشاء اللہ تعالےٰ۔

اس تجویز کو کہ اس قسم کی کتابیں اور اس مضمون کے لیکچروں کے ذریعہ انگریزی خواں طالب العلموں کی درستی اعتقاد ہوتی رہے ہم انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسوں کے وعظوں میں اور ارکان انجمن کی خاص علیحدہ مجلسوں میں پیش کر چکے ہیں جن کو انجمن کے ارکان نے پسند کیا تھا۔ مگر ابتک انسے اس تجویز پر پورا عمل نہیں ہو سکا۔ شاید اس کا ذخیرہ کا قرعہ ہز میجسٹی امیر المومنین افغانستان کے نام نامی پر نکل میں ڈالا گیا ہو خدا تعالےٰ ان کے دل کو ہماری اس معروض کیطرف متوجہ کر دے تو مسلمانوں کی نہایت خوش قسمتی ہے اور اس خاکسار کے لیئے موجب فخر و عزت اخروی و ثواب آخرت ؎

گر قبول افتد زہے عز و شرف ۔

اس نویں آیت میں جو حرمت سود خواری کا حکم بیان ہوا ہے اور جو اسکے برخلاف تعلیم یافتہ مسلمانوں کا اس سود کی حلت پر زور دینا بیان ہوا ہے۔ یہ بھی توجہ خاص ہز میجسٹی امیر المومنین افغانستان کے لائق ہے

کیونکہ ہر مجسٹی اسوقت مصرعہ حامی دین محمد سالہ فضل الہ کے مصداق ہیں اور یہ حکم حرمت سود ہندوستان میں انگلی اٹھنے توجہ سے قائم رہ سکتا ہے آپ ہندوستان کے اسلامی اخبارات کے ایڈیٹروں سے جو اس حکم حرمت سود کو صفحہ اسلامی دنیا سے اٹھانا اور مٹانا اور بجائے اسکے حلت سود کو حکم اسلام بلکہ شعار ملت بنانا چاہتے ہیں بذریعہ اسلامی فرمان شاہی تنبیہ کریں اور خصوصاً ایڈیٹران ان اخبارات کو جو شرف حضوری دربار شاہی سے مشرف ہیں حکم دیں کہ وہ اس اتفاق حرام کی (جسکو اپنے منہ سے وہ حرام مطلق کہہ چکے اور اپنے قلم سے لکھ چکے ہیں) تحلیل سے تائب ہوں اور اسکی تحلیل کے مضامین نام کے علماء اور درحقیقت مفسدین و سارقین دین کو جن میں کوئی دلیل حلت بیان نہیں ہوتی اپنے اخبارات میں چھاپنا موقوف کریں از انجملہ سب سے بڑھکر اسکی حلت بلکہ فرضیت کا مدعی ایڈیٹر اخبار وطن لاہور ہے جو اسکی تحلیل میں والذی تولی کبرہ کا مصداق ہے۔ اور باوجود اعتراف اس امر کے کہ سود حرام مطلق ہے چنانچہ جہاں سے مضمون "طاعون کیوں بڑھتا جاتا ہے" میں اسکا اعتراف حرمت منقول ہے یہ اس کو حلال بلکہ فرض بھی کہتا ہے۔ فدعہ قطعاً رکو دیں۔ ہمارے ملک میں حکومت غیر اسلامی ہے۔ جو مذہبی امور میں دخل نہیں دیتی اور حضرت سلطان المعظم کی حضور میں ہماری اپیل پہنچنے کا ذریعہ بھی کوئی نہیں ہے نہ سلطان المعظم سے ہندوستان کے اخبار والوں کا تعلق ہے اسلئے اس امر کی اپیل اسی بادشاہ اسلام کی خدمت میں کی گئی ہے اور آپ کا بحیثیت اسلام حق ہے کہ آپ ان کو اس خلاف شریعت سے روکیں۔ حضرت سلطان المعظم کی خدمت میں بھی ہم اپیل پیش کرتے مگر

ایڈیٹر وطن اعتقاد حلت سود میں انکو بھی اپنا ہم خیال بتاتا ہے۔ اس لیئے ہم ان کی خدمت میں یہ عرض نہیں کر سکتے اور حضور انور کو گو ملک ہندوستان سے کوئی پولیٹکل تعلق نہیں مگر مذہبی اسلامی ایسا تعلق ہے جیسا کہ اور سلاطین اسلام اور حضرت امیر المومنین سلطان العرب والترک کو ہے۔

ایڈیٹر وطن نے ایک تفسیر بھی اپنے اخبار کے ساتھ کسی قدر شائع کی ہے جس میں اسی قسم کا خلاف احکام و عقائد اسلام سے اس نے کیا ہے اور درحقیقت وہ تفسیر تفسیر نیچری سرسید کا انتخاب ہے۔ جس کا مصنف اور انتخاب کنندہ ایک عربی پروفیسر دہلی ہے پہلے اس تفسیر کا ایک ایک ورق اخبار وطن کے شائع ہوتا رہا۔ مگر اخبار وطن ۱۵ مارچ ۱۹۰۷ء کے پرچہ میں ایڈیٹر وطن نے یہ خبر شائع کی ہے کہ یہ تفسیر بطور ماہواری رسالہ اخبار سے علیحدہ چھپکر شائع ہوا کرے گی۔ اور یہ تفسیر جلالت مآب امیر حبیب اللہ خان بہادر کے اسم نامی سے منسوب کی گئی ہے اور اس کا نام تفسیر حبیبیہ رکھا جائیگا اور سرسید کی نسبت عالی جناب امیر صاحب سے اس اخبار کے پرچہ یکم فروری ۱۹۰۷ء میں یہ خبر بھی قاری محمد سلیمان صاحب پھلواری سے نقل کی ہے کہ اعلیٰ حضرت (یعنے امیر المومنین سراج الملۃ) نے سرسید مرحوم کا (درود علیگڈھ کے وقت) نہ کوئی حال پوچھا نہ انکی قبر پر فاتحہ کو گئے نہ کسی نے ان کو ادہر توجہ دلانے کی ہمت کی (راقم خادم قوم محمد سلیمان قادری چشتی از پھلواری ضلع پٹنہ) ان دونوں متضاد خبروں کو اخبار وطن میں پڑھنے والا کبھی یقین نکریگا۔ کہ حضرت اعلیٰ امیر سراج الملۃ نے اس تفسیر کا اپنے نام نامی سے نامزد (ڈیڈیکیٹ) ہونا منظور کر لیا ہو۔ اور اگر کسی دوست ایڈیٹر وطن کی سفارش کرنے اور صلاح دینے سے اس تفسیر کا اپنے نام نامی پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

ڈیڈیکیٹ ہوتا حضرت اعلیٰ نے منظور کر لیا ہے تو نہایت ادب سے حضرت اعلیٰ کی خدمت میں خاکسار کا یہ دوسرا اپیل ہے۔ کرام تفسیر کو مختلف مقامات سے اور ان ہی مقامات سے تفسیر نیچری سرسید کو جن کی نشان وہی صدر حکم عالی پر یہ خاکسار کر چکا ترجمہ کر کے ملاحظہ فرماویں۔ امید واثق اور یقین کامل ہے کہ حضرت علی ہذا باوشاہ اسلام ہونے کے ساتھ گروہ باشکوہ اہل سنت والجماعۃ کے ایک جید عالم بھی ہیں۔ تفسیر کو مذہب اہل سنت والجماعۃ کے مخالف اور تفسیر نیچری سرسید کے موافق پائینگے اور اس منظوری ڈیڈیکیشن نامزد ہونے کو اگر قبل از وقت رخصت ہو گئی ہے شوخ فرمائینگے۔ وہ تفسیر حضور انور کے نام نامی سے نامزد ہو کر شائع ہو گئی تو سب مسلمانوں کو بہت سخت مضرت پہنچیگی۔

(۱) الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التورٰۃ والانجیل یامرھم بالمعروف وینھاھم عن المنکر ویحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم فالذین اٰمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ھم المفلحون (اعراف ۹۶)

دسویں آیت میں ارشاد ہے جو لوگ اس رسول نبی امی کی جس کو وہ اپنے پاس توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ ان کو اچھی باتوں کا حکم دیتا ہے بری باتوں سے منع کرتا ہے پاک و ستھریاں چیزیں حلال کرتا ہے ناپاک اور خبیث چیزیں حرام کرتا ہے۔ ان کے اوپر سے (فضول رسموں کے) بوجھ اور گناہوں کے طوق جو ان پر ہیں اتارتا ہے۔ وہ لوگ جو اس پر ایمان لائے

ہیں اور اسکی عزت و نصرت کرتے ہیں اور اس نور (ہدایت) کی جو وہ لے کر آیا ہے پیروی کرتے ہیں وہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔

اس آیت میں ہر حکم دینی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو مدار نجات ٹھہرایا ہے اور یہ ایک عام اصول اور جنرل رول قائم کر دیا ہے کہ جس چیز کو آپ نے حرام کر دیا ہے (گو قرآن میں اسکی حرمت کا ذکر نہ ہو جیسے کھانے میں گدھے اور کتے کی حرمت ہے یا پہننے میں سونے اور ریشمی لباس کی مردوں کے لئے حرمت اور افعال و اعمال میں جاندار کی تصویر بنانے اور اسکے فروخت کرنے کی حرمت وعلی ہذا القیاس) وہ حرام اور خبیث ہے اور اس سے بچنا نجات کی شرط ہے اور جن چیزوں کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض یا واجب قرار دیا ہے (گو قرآن میں اس کا صاف وصریح حکم نہ ہو) جیسے ماہ رمضان میں صدقۃ الفطر یا مُردہ کے لئے نماز جنازہ یا مُردوں کے لئے اپنے چہروں پر ڈاڑھیاں رکھنا اور مونچھیں کٹوانا وعلیٰ ہذا القیاس۔ وہ سب پاکیزہ اور واجب العمل اور شرط نجات ہیں۔

اس قسم کے احکام حلال و حرام فرض و واجب کی تفصیل کا ہم اس مضمون کے نمبر اول میں موقعہ نہیں سمجھتے جب احکام نصوص قرآنی تعلیم یافتہ مسلمانوں کے دماغوں اور خیالوں میں آ کر جاگزیں ہو گئے تو پھر ہم کسی اور نمبر میں ان احکام نبوی کی تفصیل کرینگے۔

ان احکام قرآنی کے بیان سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ تعلیم یافتہ مسلمان اگر ایمان و اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں اور قرآن کو یقیناً کلام الٰہی مانتے ہیں تو اس ایمان و تسلیم کا لازمہ ہے کہ وہ ان احکام خمسہ قرآنی کو جو پانچوں بنیاد اسلام کہلاتے ہیں دل و زبان سے مان لیں اور ان کے ماننے

کو جزو ایمان اور شرط اسلام و نجات سمجھیں۔ اور جن افعال و اشیاء کو خدا نے قرآن میں حرام کہا ہے۔ اور ان سے منع کیا ہے اُن کو حرام و ممنوع سمجھیں اور ان کے ارتکاب و استعمال کو مانع نجات یقین کریں۔ اور اسی یقین کو شرط ایمان و مناط نجات خیال کریں اور یہ یقین کرلیں کہ اگر وہ خدا تعالےٰ کے کسی حکم سے انکار کرینگے اور کسی حرام کو حلال سمجھینگے تو باوجود دعوے اسلام اسلام سے خارج ہونگے اور اس شعر کے مصداق بن جائینگے ؎

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی +
ایں راہ کہ تو میروی بترکستان ست

ہم ان کو خارج از اسلام کرنا نہیں چاہتے داخل رکھنا چاہتے ہیں وہ خود انکا فرائض و تحلیل و حرمات قرآنیہ کے مرتکب ہو کر خارج نہوں۔ تعلیم یافتہ خود انصاف سے دیکھیں کہ موجودہ حالت عمل و اعتقاد میں وہ داخل اسلام ہیں یا خارج ہیں۔ اس باب میں ہم کچھ نہیں کہتے اور نہ کہنا چاہتے ہیں اور جو چاہتے ہیں وہ شروع مضمون اور آخر میں کہہ چکے ہیں +

ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق
وانت خیر الفاتحین

پولیٹکس و اسلام

اور

برٹش گورنمنٹ اور رعایا اہل اسلام

ایک مدت سے جو پولیٹکل (انتظامی یا ملکی) ایجیٹیشن (جوش) ہندوستان و پنجاب مین پھیل رہا ہے۔ اسکی نسبت ہم اسلام کی ہدایات اور راشد مسلمان رعایا کا عمل بیان کرنا چاہتے ہین۔ جب نیشنل کانگرس قائم ہوئی تھی اور اسکے کئی رسالے بھی شائع ہوئے۔ تو ہمنے ایک بسیط مضمون لکھا تھا۔ جس کا خلاصہ یہ تھا۔ کہ گورنمنٹ کی غلطیون یا کوتاہیون پر اُسکو آگاہ کرنا وفادار رعایا کا فرض ہی اور رعیت ہونے کا لازمہ ہے مگر اس مین شرط انصاف جسکی ہدایت اسلام کرتا ہے یہ ہے کہ وہ آگاہی ادب و تعظیم سے ہو۔ نہ بے ادبی اور دریدہ دہنی سے وہ مضمون ہم نے سرسید کو (جبکہ وہ لاہور مین بتقریب جلسہ ایجوکیشنل کانفرس آئے اور ان کے لکچر لاہور مین ہوئے تھے) ملاحظہ اور مشورہ کے لئے دیا تھا۔ اس مضمون کو انہون نے علیگڈھ پہنچکر واپس کیا اور مشورہ دیا کہ بالفعل اس کی اشاعت کو ملتوی رکھا جاوے شاید اسکی وجہ یہ ہوگی کہ کانگرس کے مقابلہ مین سرسید نے ایجوکیشنل کانفرس قائم کردی تو مسلمانون کا خیال اس طرف لگ گیا اور ان کے لئے ایک مشغلہ* پیدا ہوگیا۔ اور نیشنل کانگرس مین مسلمانون

* اسمین یہ اشارہ ہے کہ ان کو ایک مشغلہ ملجانے کے علاوہ اسلام و مسلمانون کو اس کانفرس سے کچھ بھی فائدہ نہین ہوا۔ چنانچہ اس بات کو بہت سے اہل الرائے نے تسلیم بھی کیا ہوا ہے۔

دسمبر ۱۹۰۷ء مین کانفرس کا جلسہ کراچی مین منعقد ہوا تو دور دراز ممالک کے ۵ سو اور بقول بعض بارہ سو اشخاص کے قریب اسمین شامل ہوئے۔ انمین سے ایک گریجوائٹ (تعلیم یافتہ) مسلمان بیرسٹرائیٹ لا سے مینے پوچھا کہ اس جلسہ مین شامل ہوکر دین اسلام و مسلمانون کا کونسا فائدہ محسوس و مشاہدہ کیا۔ وہ بولے جیسے بزرگون کے عرس کے میلے مین لوگ جمع ہوتے ہین تو اس میلے مین دور کے لوگون کی ملاقات ہوجاتی ہی ایسے ہی اس میلے کی شمولیت سے دور کے لوگون سے ملاقات ہوجاتی ہی کانفرس سرسید کی گویا مزار ہے اور جلسہ انکا عرس ہے اور حاضرین جلسہ زائرین اسکے سوا اور

(باقی بر صفحہ)

کانفرس

گریجوئیٹ (انگریزی تعلیم یافتہ) مسلمان اور اسلام

(اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔)

من برائے وصل کردن آمدیم ؛ نے برائے فصل کردن آمدیم
لیک سخن حق کہ آں بشنیدہ ایم ؛ بہر ابلاغش ز حق ترسیدہ ایم
ترسم اعرابی بکعبہ نارسی ؛ نیست آں راہش کہ پس آں میدوی
سوے من آمن نشانت میدہم ؛ آنچہ حق گفتہ ہماں بنمودہ ام

یعنے اس مضمون سے مقصود انگریزی تعلیم یافتہ مسلمانوں کو (جو ناواقفی سے اصول اسلام کو چھوڑ چکے ہیں) اپنے ساتھ ملانا ہے۔ انکی موجودہ حالت کی نظر سے ان کو جدا کرنا۔

ہر چند مذہبی القاب اختیار کرنے کی بناء صرف ادعاء پر ہوتی ہے۔ جو شخص جس مذہب کو جس معنے کی نظر سے پسند کرتا ہے اس کی طرف اپنے آپ کو منسوب کر لیتا ہے اور اس مذہب کا فالور (پیرو) یا موافق کہلاتا ہے [illegible] کہ بت پرستی کرتے اور اسکو دین ابراہیمی سمجھتے اور [illegible] ہیمی المذہب کہلاتے۔ اور ختم المرسلین [illegible]

نے بہت تھوڑا حصہ لیا۔ لہذا ہم بھی اس حصہ ان کو بھول گئے۔

تھوڑے زمانہ سے کانگرس کی فی ریاست توجہ سے پولیٹیکل ایجیٹیشن زیادہ ہوگیا ہے۔ تو پھر ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ کہ ناواقف مسلمانون کو اس ایجیٹیشن کی نسبت اسلام کے ہدایات سنادی جاوین۔ اور واقف کار راشد مسلمانون کے طریق عمل گورنمنٹ اور ناواقف مسلمانون کو اطلاع دیجاوے۔ تاکہ گورنمنٹ اسلام و مسلمانون کی طرف سے اس اندیشہ سے ہمیشہ کے لئے مطمئن رہے۔ جیسا کہ اب تک ہے۔ اور آیندہ ناواقف مسلمان ایجیٹیٹرون (جوش ظاہر کرنے والون) کی پیروی نہ کرین۔ اسلام کے پولیٹکل ہدایات واحکام کو شاعۃ السنۃ جلد ۲ مین جو ۱۸۸۶ء مین شائع ہوچکے ہے ہم تفصیل نظائر سے بیان کرچکے ہین۔ اس مقام مین نظائر چھوڑ کر صرف بعض احکام بیان کرتے ہین۔ تو واضح ہو کہ ایک طرف تو اسلام نے اسلامی بادشاہون اور حاکمون کو یہ ہدایت کی ہے کہ وہ رعایا پر خواہ کسی مذہب و ملت کے ہون ظلم نہ کرین اور اس کی حق تلفی نہ کرین۔ اور دوسری طرف رعایا کو یہ حکم دیا ہے کہ سلاطین و ملوک خواہ انکی کتنی ہی حق تلفیان اور ظلم کرین وہ انکی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچین اور اس مصرعہ کو عمل پر لاتے ہوئے ع تسلیم خم ہے جو مزاج یار مین آئے۔ زبان سے انکی توہین کرین نہ ہاتھ یا ہاتھ سے انکا مقابلہ کرین بلکہ وہ انکے ظلم پر بھی انکو راضی رکھین۔ ہان جو غلطی دیکھین اسپر ان کو ادب سے آگاہ کرین اور نرمی و خوشامد سے اپنے حقوق ان سے طلب کرین۔

ا فائدہ نظر نہین آیا۔ ایسا ہی ہمنے بہت سی تعلیم یافتہ اور سرسید کے معتقدون سے سنا ہے۔ ماسوا کانفرس خصوصاً ہمارے پرانے دوست نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین صاحب سکرٹری۔ اگر اس کانفرس کا کوئی اور فائدہ بتادین تو ہم بھی اس کانفرس کے حامی و خادم بنجاوین۔

ہز ہائینس نواب صاحب والی ریاست خیرپور سندھ نے (جو اس جلسے کے میزبان تھے) جس قدر روپیہ کانفرس کی دعوت و مہمانوازی مین صرف کیا ہے اگر وہ اس روپیہ کو کسی اسلامی مدرسہ یا کالج کی مذہبی تعلیم مین صرف کرتے تو اسکا فائدہ عام ہوتا۔ ڈیڑھ سو ہزار سید جو صدہا روپیہ خرچ کرکے اس عرس مین شامل ہوئے ہین۔ اگر اسی روپیہ کو سرسید کیطرف سے علیگڈھ کالج کی مذہبی تعلیم مین شامل کردیتے تو انکی روح کو ثواب پہنچانیوالے بنتے۔ گزشتہ را صلوٰۃ آیندہ را کوتاہی

قسم اول کے احکام و ہدایات

(۱) عن عبد اللہ ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فالامام الذی علی الناس راع وھو مسئول عن رعیتہ متفق علیہ (مشکوٰۃ ص۳۱۲)

(۲) عن معقل سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من عبد یسترعیہ اللہ رعیۃ فلم یحطھا بنصیحۃ الا لم یجد رائحۃ الجنۃ متفق علیہ (مشکوٰۃ ص۳۱۲)

(۳) عن عائذ بن عمرو صحابی قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول شر الرعاء الحطمۃ رواہ مسلم (مشکوٰۃ ص۳۱۳)

(۴) عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لمعاذ ایاک وکرائم اموالھم واتق دعوۃ المظلوم فانہ لیس بینھا وبین اللہ حجاب متفق علیہ (مشکوٰۃ ص۳۱۷)

(۱) ابن عمر رضہ صحابی سے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حاکم لوگوں کا سردار اُن کا نگہبان ہوتا ہے۔ اور اس کو رعیت کی بابت سوال ہوگا۔

(۲) معقل صحابی نے کہا کہ مین نے آنحضرتؐ کو یہ کہتے سنا کہ کوئی ایسا بندہ نہو گا۔ جسکے سپرد کوئی رعیت ہو گی اور وہ اُسکی خیر خواہی نکریگا۔ مگر وہ بہشت کی خوشبو نہ پاوے گا۔

(۳) عائذ ابن عمرو صحابی نے کہا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے بدترین سردار یعنی وہ سادہ ہین جو رعایا پر ظلم کرتے ہین۔

(۴) ابن عباس رضہ صحابی نے کہا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ کو (گورنر ممالک یمن بنا کر بھیجا تو یہ) فرمایا کہ ان کے اچھے مال (اونٹ بکریان وغیرہ) زکوٰۃ مین لینے سے بچیو۔ اور مظلوم کی بد دعا سے بچیو۔ اس کی بد دعا اور خدا تعالیٰ مین کوئی روک و پردہ نہو گا۔

(۵) عن عقبۃ بن عامر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخل الجنۃ صاحب مکس یعنی الذی یعشر الناس رواہ احمد مشکوٰۃ ص۳۱۳۔

(۵) عقبہ صحابی نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ (نا واجب) ٹیکس لینے والا بہشت مین داخل نہ ہوگا۔

(۶) عن ابی سعید قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان احب الناس الی الله یوم القیمة واقربهم منه مجلسًا امام عادل وان ابغض الناس الی الله یوم القیمة واشدهم عذابًا وفی روایة وابعدهم منه مجلسًا امام جائر رواه الترمذی مشکوة ص۳۱۴

(۶) ابو سعید خدری نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ قیامت کے دن سب لوگون سے خدا کا زیادہ پیارا اور زیادہ قریب درجہ مین بیٹھنے والا عادل سردار ہوگا۔ اور سب سے بڑھکر ناپسندیدہ اور سخت عذاب مین مبتلا یا خدا سے بہت دور بیٹھنے والا۔ ظالم سردار ہوگا۔

(۷) عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جدّه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تؤخذهم صدقاتهم الا فی دُوارهم رواه ابوداؤد مشکوة ص۱۴۹

(۷) عمرو بن شعیب کے دادا صحابی نے کہا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے لوگون سے مال زکوٰۃ اُن کے گہرون مین جاکر لو یعنے اپنے ہیڈ کوارٹر مین انکو ادائے معاملہ کے لئے تکلیف ندو (ہماری برٹش گورنمنٹ کا اس حکم نبوی کے مطابق عمل ہے۔ نمبردارون کے ذریعہ۔ جو سرکاری ملازم ہین اور پنجوترہ پاتے ہین۔ معاملہ لوگون سے وصول کیا جاتا ہے۔ لوگون کو تحصیل مین نہین بلایا جاتا)۔

(۸) عن ابی شماخ عن ابن عم له سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من ولی من امر الناس شیئًا ثم اغلق بابه۔ دون المسلمین او المظلوم او ذی الحاجة۔ اغلق الله دونه ابواب الرحمة رواه البیهقی (مشکوة ص۳۱۶)

(۸) ابو شماخ کے عم زاد بھائی صحابی رض سے روایت ہے۔ کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا کہ جو شخص لوگون کا سردار بن جاوے پھر وہ انکی عرض معروض یا مظلوم کی فریاد رسی سے دروازہ بند رکھے خدا تعالےٰ اس سے رحمت کا دروازہ بند کرے

ہدایات واحکام قسم دوم

(۱) عن ابی هریرة قال قال رسول الله

(۱) ابو ہریرہ صحابی نے کہا کہ آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم من یطع الامیر فقد اطاعنی ومن یعص الامیر فقد عصانی متفق علیہ (مشکوٰۃ ص۳۱۱)

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جس نے امیر کی فرمانبرداری کی اُس نے میری فرمانبرداری کی جس نے امیر کی نافرمانی کی اُسنے میری نافرمانی کی

(۲) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من رای من امیرہ شیئا فلیصبر متفق علیہ مشکوٰۃ ص۳۱۱۔

(۲) ابن عباس صحابی نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے حاکم سے کوئی ناپسند امر دیکھے وہ صبر کرے

(۳) عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکم سترون بعدی اثرۃ وامورا تنکرونھا۔ قالوا فما تامرنا یا رسول اللہ؟ قالوا ادوا الیھم حقھم واسئلوا اللہ حقکم متفق علیہ مشکوٰۃ ص۳۶۱

(۳) ابن مسعود صحابی نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میرے بعد تم دیکھو گے کہ امراء اپنے حظوظ نفس کو مقدم کرین گے ایسے ہی اور امور جنکو تم پسند نہ کروگے انہون نے عرض کیا کہ اس صورت مین آپکا کیا ارشاد ہے۔ آپ نے فرمایا تم اُن کا حق اطاعت ادا کرو۔ اور اپنا حق خدا تعالےٰ سے طلب کرو۔

(۴) عن جریر ابن عبد اللہ قال جاء ناس من الاعراب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا ان ناسا من المصدقین یاتوننا فیظلمونا فقال ارضوا مصدقیکم قالوا وان ظلمونا قال ارضوا مصدقیکم وان ظلمتم رواہ ابوداؤد (مشکوٰۃ ص۱۴۹)

(۴) جریر صحابی نے کہا ہے۔ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عمال و حکام کی شکایت لے کر آئے کہ وہ زکوٰۃ لینے مین ہم پر ظلم کرتے ہین۔ آپنے فرمایا تم ان کو خوش کرو۔ انہون نے عرض کیا کہ وہ ظلم کرین تو بھی آپ نے فرمایا اگرچہ وہ ظلم کرین تم اُن کو خوش کرو۔

(۵) عن جابر ابن عتیک قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیاتیکم رکیب مبغضون فاذا جاؤکم فرحبوھم وخلوا

(۵) جابر بن عتیک صحابی نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تمہارے پاس ایسے سوار زکوٰۃ لینے کو آئین گے

بینهم وبین مایبتغون فان عدلوا فلا نفسهم وان ظلموا فعلیهم وارضوهم فان اتمام زکوتکم رضاهم مشکوٰۃ ص۱۴۸

جو تم کو اچھے نہ لگین گے۔ جب وہ آئین تم انکو ولکم (مرحبا) کہو۔ اور جو مال وہ زکوٰۃ مین لینا چاہین لینے دو۔ وہ عدل و انصاف کرین گے تو ان کو ثواب ہوگا۔ ظلم کرین گے تو اسکا وبال ان پر پڑے گا۔ تم ان کو راضی کردو۔ تمہاری زکوٰۃ کا پورا ہونا انکو راضی کرنے سے ہے۔

(۶) عن زیاد ابن کسیب العدوی قال کنت مع ابی بکرۃ تحت منبر ابن عامر وھو یخطب وعلیہ ثیاب رقاق فقال ابو بلال انظروا الی امیرنا یلبس ثیاب الفساق فقال ابو بکرۃ اسکت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من اھان سلطان اللہ فی الارض اھانہ اللہ رواہ الترمذی (مشکوٰۃ ص۳۱۳)

(۶) زیاد صحابی سے نقل ہے کہ مین ابن عامر (حاکم وقت) کے منبر کے نیچے تھا جب وہ خطبہ پڑھ رہا تھا۔ اور اس کے کپڑے باریک تھے ابو بلال نے اتنا کہا کہ ہمارے امیر کو دیکھو۔ فاسقون (گنہگارون) کے سے کپڑے پہن رہا ہے۔ ابو بکر صحابی نے کہا چپ رہ۔ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ کہ جو شخص بادشاہ کی اہانت کرتا ہے۔ خدا اُس کی توہین کرتا ہے۔

(۷) عن ابن عمر قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال السلطان ظل اللہ فی الارض یاوی الیہ کل مظلوم من عبادہ فاذا عدل کان لہ من الاجر وعلی الرعیۃ الشکر واذا جار کان علیہ الاصر وعلی الرعیۃ الصبر رواہ البیہقی (مشکوٰۃ ص۳۱۵)

(۷) ابن عمر صحابی نے کہا کہ آنحضرت ص نے فرمایا ہے۔ کہ بادشاہ وقت زمین مین خدا کا سایہ ہے۔ مظلوم بندگان خدا اسکی پناہ مین ہوتے ہین۔ پھر جب بادشاہ عدل کرتا ہے۔ خدا تعالے اسکو اجر دیتا ہے۔ اور رعیت پر اسکا شکر واجب ہے اور جب وہ ظلم کرتا ہے اسپر اسکا بوجھ ہوتا ہے اور رعیت پر صبر واجب ہوتا ہے (یعنے نہ اُن کا مقابلہ و مخالفت حکم)۔

(۸) عن ابی سعید قال قال رسول اللہ

(۸) ابو سعید خدری صحابی نے کہا کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم افضل الجہاد من قال کلمۃ حق عند سلطان جائر مشکوٰۃ ص ۳۱۴

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہتر جہاد* ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہدینا ہے (یعنے ادب سے نہ توہین سے) جسکی حدیث

نمبر ۲ مین ممانعت آچکی ہے۔

حکم و ہدایات مشترک قسمین

(۱) وعن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ یقول انا اللہ لا الٰہ الا انا مالک الملوک وملک الملوک قلوب الملوک فی یدی وان العباد اذا اطاعونی حولت قلوب ملوکھم علیھم بالرحمۃ والرافۃ وان العباد اذا عصونی حولت قلوبھم بالسخطۃ والنقمۃ فساموھم سوء العذاب فلا تشغلوا انفسکم یا اللہ علی الملوک ولکن اشغلوا انفسکم بالذکر والتضرع کی اکفیکم ملوککم رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ (مشکوٰۃ ص ۴۳۱)

(۱) ابو درداء صحابی نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مین وہ اللہ ہون جس کے سوا کوئی لائق عبادت کے نہین مین بادشاہون کا مالک ہون۔ اور ان کا بادشاہ ہون۔ بادشاہون کے دل میرے ہاتھ مین ہین بندے جب میری فرمانبرداری کرتے ہین۔ تو مین بادشاہون کے دل ان کے حق مین نرم اور رحیم کردیتا ہون۔ اور جب وہ نافرمانی کرتے ہین تو مین ان کے دل سختی اور غصہ والے کردیتا ہون۔ اور وہ انکو بڑا عذاب چکھاتے ہین۔ تم ان کے حق مین بددعا مت کرو۔ مجھے یاد کرو۔ اور عاجزی کرو۔ مین ان کے دلون کو سنبھال لونگا۔

ہر چند یہ ہدایات مسلمان بادشاہون اور ان کے مسلمان رعایا کے خطابات ہین ہین۔ اور وہی ان کے معہود نزول اور محل خطاب ہین۔ مگر ان ہدایات کے الفاظ عام ہین

* جہاد اسلام مین ایک رکن مہم مانا جاتا ہے مگر دیکھو (مرافعت کے لئے) ہوتا ہے (فیصلہ پیش قدمی اچھی نہیں) مسلمان خیال کرتے ہین دیکھو جلد رسالہ انصاف فی مسائل الجہاد اردو فارسی انگریزی)

وہ اپنی عموم سے مسلمانون کے بادشاہان غیر مذاہب اور شاہان اسلام کی رعایا غیر مسلم کو بھی شامل ہین۔ اور یہ کیٹیگلی (علی) قرار داد شاہان و رعایا شاہان غیر اقوام بھی اس امر کا مجوز ہے۔ کہ غیر اسلامی بادشاہون کی رعایا اہل اسلام کے لئے بھی یہی ہدایات واجب العمل ہین۔

پہلے صدر اول (زمانۂ رسالت اور خلافت راشدہ) کو دیکھین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین مسلمانون نے مکہ معظمہ مین مشرکین کے ہاتھ سے تکلیفین پائین تو بیاسی مسلمان مرد و زن نے جنمین خصوصیت کے ساتھ لائق ذکر حضرت عثمانؓ اور ان کے حرم محترم رقیہ لخت جگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جعفر طیار خلف اکشید ابو طالب عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہین۔ مکہ معظمہ سے ہجرت (ترک وطن) کرکے حبشہ کے بادشاہ اصحمہ نامی کی سلطنت مین پناہ گزین ہوئے۔ اور اسکے فرمانبردار رعایا بن گئے۔ اور کبھی کسی مسلمان نے احکام سلطنت سے سرکشی و بغاوت نہ کی۔

سلطنت غیر مین رہ کر اور رعایا بن کر احکام سلطنت کی اطاعت سے مسلمانان صدر اول کا سرکشی کرنا کیا غیر مذہب کے لوگون سے صرف امن جتا کر راستہ چلنے والے مسلمانون کے لئے بھی ایسے فعل نقض امن و بغاوت کو اسلام نے جائز نہین رکھا۔ بطور نظیر صرف ایک واقعہ کو پیش کیا جاتا ہے۔ ایک دفعہ مغیرہ بن شعبہؓ نے جو آخر مسلمان ہو کر بڑے صحابی بن گئے۔ اپنے ملک کے ایک قبیلہ ثقیف کے چند آدمیون کے ساتھ مل کر مصر کے بادشاہ مقوقس کے پاس پہنچے۔ وہان ان لوگون کی خاطر و مدارات ہوئی۔ اور مغیرہ کو کچھ نہ ملا۔ راستہ مین آکر انہون نے مے نوشی کی۔ جب وہ بیہوش ہو گئے۔ تو مغیرہ نے ان کو قتل کر ڈالا۔ اور ان کا مال لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا۔ اور اسلام کا اظہار کیا۔ اور وہ مال بھی پیش کر دیا۔ تاکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکی نسبت اپنی رائے کے مطابق عمل کرین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام تو ہمنے قبول کیا۔ مگر اس مال سے ہمکو کوئی تعلق نہین۔ کیونکہ یہ مال غدر ہے۔ اس حکم و فیصلہ مین بانی اسلام نے بطور (قاعدہ کلیہ) یہہ فیصلہ کر دیا ہے کہ کسی غیر مذہب شخص یا قوم کو امن جتا کر اسکے ساتھ رہنا یا ملکر چلنا پھر اسکے

مال یا جان سے تعرض کرنا جائز نہیں ہے۔ چہ جائیکہ کوئی شخص کسی غیر مذہب سلطنت کے ماتحت رہ کر اور اسکے رعایا کہلا کر اسکی مخالفت یا بغاوت کرے۔

یہ عمل مسلمانانِ ماتحت سلاطین و مساکین غیر اسلامی سلطنت ہے اب عمل سلطنت اسلام کا اپنی رعایا غیر اقوام کے ساتھ ملاحظہ کرو۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بادشاہ ہو جانے اور پورا تسلط پا لینے کے بعد اور آپ کے خلفاء راشدین اپنے ماتحت رعایا غیر اقوام کے ساتھ وہی سلوک کرتے جو اپنے ہم مذہب رعایا سے کرتے۔ ان کے معابد صومعے اور گرجے نہ گراتے۔ بلکہ انکی حفاظت بھی ویسی ہی کرتے جیسے اپنے مساجد و معابد کی کرتے۔ یہ حکم ان کو قرآن نے خود دیا ہے چنانچہ ارشاد ہوا ہے۔ خدا تعالے لوگوں کو ظالموں سے روکنے کے لیئے لڑائی کا حکم نہ دیتا تو نصاریٰ کے گرجے اور یہودیوں کے عبادت خانے اور مسلمانوں کے مساجد جن میں خدا تعالے کا نام بہت لیا جاتا ہے گرائے جاتے۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوٰتٌ وَّمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا (الحج رکوعہ)

اسی حکم کے مطابق آنحضرت نے اور اُن کے خلفاء راشدین نے اپنی رعایا یہود و نصاریٰ کے صومعے اور گرجے جنمیں وہ خدا تعالے کی عبادت کرتے باقی رکھے جیسیکہ مسلمانوں کے معابد و مساجد۔

اسلامی حکومت میں ایک یہودی یا نصرانی کے ساتھ مقدمات عدالت میں ویسا ہی سلوک کیا جاتا تھا جیسا کہ ایک مسلمان کے ساتھ۔ صدر اول کے بعد سے اسوقت تک سلاطین اسلام (شاہان سلطنت چغتائی حضرت سلطان المعظم۔ شاہ امیران۔ شاہ بخارا۔ شاہ افغانستان وغیرہم) اپنی غیر اسلامی رعایا کے حقوق اور انکے معابد کی ویسی نگہداشت کرتے چلے آئے ہیں۔ جیسیکہ مسلمانوں کے حقوق و مساجد کی۔

مسلمان فرمانروایان ہندوستان (خصوصاً اورنگ زیب شاہ عالمگیر۔ و سلطان محمود غزنوی پر جو مخالفین اسلام ہندو و آریہ وغیرہ یہ الزام سراپا اتہام قایم کرتے ہیں کہ انہوں نے رعایا غیر اقوام کے ساتھ واجبی مساواۃ کو مرعی نہیں رکھا بلکہ ہندوؤں کو جبراً مسلمان و مختون کیا اور انکے معابد کو گرایا۔ اسکے جواب میں ہم اس مضمون میں تفصیلاً اور تاریخی بحث کرتے ہیں اخبار وطن جلدے مطبوعہ و مشتہرہ سنہ ۱۹۰۷ کے نمبر ۳۱ وغیرہ میں اس

پر کافی بحث ہو چکی ہے جو لوگ شائق و طالب تفصیلی بحث کے ہوں وہ وطن ۱۹ اگست ۱۹۰۸ء اور اسکے مابعد کے چند پرچے ملاحظہ کریں ان نمبروں کو ملاحظہ کرنے سے یقین کر لینگے کہ متعصب ہندوؤں وغیرہ نے جو کچھ کہا ہے اس میں تعصب و ذاتی غرض کام لیا ہے

ہم اس مقام پر بطور نظیر دو اسلامی سلطنتوں موجودہ زمانہ حال کو پیش کرتے ہیں جنکی علمی اور مرعی مساوات کو کتب تواریخ میں تلاش کرنا نہیں پڑتا بلکہ بچشم عیاں راچہ بیان انکا حال روزانہ و ہفتہ وار و ماہوار رسائل و ملکی اخبارات یورپ و ایشیا کے ناظرین کے لئے محتاج بیان نہیں۔ ان میں سے ایک فخر دین و عزت اسلام حضرت سلطان المعظم ہیں۔ دوسرے ضیاء الملۃ والدین وقوت الاسلام و المسلمین ہز مجسٹی امیر افغانستان خلدالہ ملکہما ہیں۔ حضرت سلطان المعظم کے ماتحت جسقدر یہود و نصاریٰ رعایا اور رؤسا یا ست آباد ہیں وہ سب کے سب مسلمان رعایا اور رؤسا ماتحت کے مساوی حقوق پاتے ہیں۔ یہودیوں کے قدیم معبد بیت المقدس کی حضرت سلطان المعظم ویسی ہی تعظیم و تکریم کرتے ہیں جیسے کعبہ ابراہیمی بیت الحرام کی تعظیم و تکریم۔ رعایا و رؤسا یہود و نصاریٰ ماتحت کے حقوق میں ذرا سی بھی نامساوات کسی مخالف اسلام کے وہم و گمان میں آتی ہے تو یورپ کی سلطنتیں اور اخبار شور و غل مچا کر آسمان و زمین کے قلابے ملا دیتے ہیں۔ جسکے جواب میں اسلامی اخبار اور سلطنت کے حامی اعیان و ارکان ثابت کر دکھاتے ہیں کہ حضرت سلطان المعظم سرمو قاعدہ مساوات سے انحراف نہیں کرتے اس امر کا ثبوت بھی اخبار وطن لاہور وکیل امرتسر وغیرہ اسلامی اخباروں میں مفصل پایا جاتا ہے۔ حضرت سلطان المعظم کی معمولی مساوات پر اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل چاہیے کہ غیر اسلامی سلطنتوں کی رعایا اپنے اوطان چھوڑ کر اس سلطنت کیطرف جوق جوق چلے آرہے ہیں۔ خصوصاً اسوقت سے کہ حجاز ریلوے کھلی ہے ہز مجسٹی شاہ افغانستان نے ہندوستان کے سیر و سیاحت میں اپنے معمولہ قاعدہ مساوات کو بذات خود مشاہدہ کرا دیا ہے۔ آپنے جو سلوک ہندوستان کے مساجد و اسلامی مشاہد سے کیا وہی ہندوؤں کے مشاہد و معابد سے کیا اور اپنے دربار روز عید میں بمقام دہلی جیسے مسلمان رؤسا و عمائد کو مدعو کر کے اعزاز بخشا ویسے ہی ہندوؤں کے رؤسا و اکابر کو ممتاز کیا اور اپنی زبان فیض ترجمان و افشان سے اس امر کا اظہار فرمایا کہ ہمارے دارالسلطنت

کابل کے دربار میں ساٹھ ستر ہندو بھی شریف یاب ہوتے ہیں جیسے مسلمان شریف و ممتاز ہیں۔

اسلام کی یہ ہدایت ہے اور اسلامی بادشاہان سلف اور زمانۂ حال کا ہدایت اسلام کے مطابق یہ دستور العمل ہے۔ تو اس سے گورنمنٹ اور پبلک کو یقین ہوسکتا ہے اور ہونا چاہیئے کہ جو تعلیمیافتہ پارٹی میں تھوڑے عرصہ سے اپنے حقوق طلب کرنے میں پولیٹیکل جوش پھیل رہا ہے۔ اور اس حقوق طلبی میں ادب و تعظیم کا خون کیا جاتا ہے۔ یہ اسلام کی ہدایت اور مسلمانوں کے اصول مذہب کے بالکل مخالف ہے

یہی وجہ ہے کہ جو مسلمانوں میں مذہبی لیڈر (رہنما) ہیں اور اصول و ہدایات اسلام سے واقف اور عمل میں ان کے پابند ہیں ان میں سے اس جوش میں کوئی ایک شخص بھی شامل نہیں ہوا اور قلم یا زبان سے اسنے اس جوش کا حصہ نہیں لیا زیادہ تر اس جوش کے بانی مبانی تعلیمیافتہ ہندو ہیں اور مسلمانوں سے کوئی ان کا ہمصفیہ اور شریک ہوا ہے تو وہی جو نو اصول مذہب اسلام سے واقف تھا نہ عمل کے ساتھ انکا پابند۔

اس بیان سے اس ایجیٹیشن کے پیدا ہونے کا ایک بڑا قوی اور مؤثر سبب بھی ظاہر ہوگیا کہ وہ ہندوستان میں یورپ کی طرز پر مغربی تعلیم کی اشاعت ہے جسکے خطرناک اثر اور مضر نتیجہ کو مشاہدہ کرکے اسکو اس مصرع سے مخاطب کرسکتے ہیں ع اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

آس تعلیم کی اشاعت میں گورنمنٹ سے دو ڈبل غلطیاں ہوئی ہیں جنکا بیان حسب ہدایت حکم نمبر ۸ منجملہ احکام قسم دوم ہمارا مذہبی و منصبی فرض ہے جو بموجب حکم نمبر ۶ منجملہ احکام قسم دوم کمال ادب سے بیان کی جاتی ہیں۔

پہلی غلطی یہ کہ گورنمنٹ نے ہندوستان میں مغربی تعلیم پھیلانے میں ہندوستان کا یورپ پر قیاس کیا اور جو ہندوستانیوں اور یوروپین کے دل و دماغ میں اور اس ملک کی آب و ہوا میں نیچرل فرق تھا اسکا کچھ لحاظ نہ لیا اور یہ نہ سوچا کہ اگر ایجادی اور صناعتی کام یورپین کرچکے اور کر رہے ہیں اور انکی وجہ سے انکے دل و دماغ سرکاری نوکری کے خیال سے مستغنی اور خالی ہیں۔ وہ کام اکثر ہندوستانی دل و دماغ نہ کرسکینگے اور اگر کوئی کر بھی سکیگا تو ہندوستانکی آب و ہوا ان کاموں کو پورا نہ ہونے دیگی۔ ان کاموں میں سے تو قلیل بطور تمثیل ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم سے نکل گیا ہے۔

یہود و نصاریٰ زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دعوے رکھتے کہ دین ابراہیمی وہی ہے جو ہمنے اختیار کیا ہوا ہے۔ اس میں ان کو ایسا مبالغہ تھا کہ وہ اگلے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی طرف منسوب کرتے اور ان کو یہودی یا نصرانی کہتے۔

بقیہ صفحہ گزشتہ:

جیسا کہ آپ کی سنت کے متبعین اہلحدیث کو رسمی اور آبائی تقلید کرنے والے مسلمانوں کا وہابی کہنا ہے اور ان کے مقابلہ میں اپنے آپکو سنی و حنفی کہنا اور درحقیقت یہ کہ سنی و حنفی یا شافعی وہی لوگ ہیں جن کو وہابی کہا جاتا ہے اور ہندوستان و پنجاب میں وہابی کوئی نہیں ہے۔ ملک عربستان علاقہ نجد میں ایک شخص محمد بن عبدالوہاب پچھلے صدی میں گذرا ہے جو بعض اصول میں عام مسلمانوں کا مخالف تھا۔ عرب کے لوگ اس کے پیروؤں کو وہابی کے لقب سے یاد کرتے تھے ہندوستان کے رسمی مسلمانوں نے اہلحدیث متبعین سنت کو جو اعتقادیات میں بلا کمی و بیشی تمام اصول اہلسنت کے معتقد اور پکے سنی تھے اور فروعات میں اکثر حنفی المذہب تھے۔ اور بعض دیگر مذاہب اربعہ شافعی وغیرہ اہلسنت کے مسائل پر بھی عمل کر لیا کرتے تھے۔ اور ایسے مسلمانوں کے رسوم بدعیہ اور عصوبت تقلیدیہ کے برخلاف تھا اس لیے انہوں نے بتقلید عرب انکو وہابی کہنا اختیار کیا۔ ان کے مقابلہ میں علماء اہلحدیث نے ظاہر و ثابت اور چلک پر یہ اثر ثابت کر دیا کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی اور وہابیان نجد کے اخص اصول جن میں وہ عام سنی مسلمانوں سے منفرد ہیں اہلحدیث ہندوستان و پنجاب کو [illegible] لہذا ان کو وہابی المذہب کہنا خلاف انصاف ہے۔ ایک اصلی [illegible]

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

روئی۔ سن۔ ھڈی۔ سینگ۔ چمڑہ وغیرہ اشیاء ہندوستان سے کوڑیوں کے مول خرید ہوکر یورپ میں جاتے ہیں اور وہاں کی آب وہوا سے رنگ وروپ پاکر وہ پھر اسی ہندوستان میں آکر روپیوں سے فروخت ہوتے ہیں انکا ہندوستان میں یہ رنگ وروپ پانا ناممکن ہے۔ ممکن ہوتا تو یورپ کے صناع ان چیزوں کی ساخت کے کارخانے کیوں اسی ملک میں نہ کھول دیتے اور اپنی ولایت میں انکا مواد لیجانے میں ہزاروں لاکھوں روپیہ کا نقصان کیوں برداشت کرتے جیسے بعض اشیاء ہندوستان (اُون وغیرہ کے سامان (کمبل وقالین وغیرہ تیار کرنیکے واسطے اسی ہندوستان میں ان کے کارخانے جاری ہیں اور بعض ہندوستانی طباع جنہوں نے کئی یورپین مشینوں کے کارخانے پارچہ بافی وغیرہ ہندوستان میں جاری کررکھے ہیں وہ سب کچھ یہاں کیوں نہ کردکھاتے۔

بمبئی کلکتہ وغیرہ میں کپڑے کی مشینیں جاری ہیں کاغذ بنانے کے کارخانے کھلے ہوئے ہیں۔ مگر جو سفیدی پارچات یوروپ کی دھلائی میں اور جو صفائی یورپ کے کاغذ میں پائی جاتی ہے وہ ہندوستانی کپڑے اور کاغذ میں پائی نہیں جاتی وعلے ہذا القیاس۔ اسیوجہ سے ہندوستانی بعض جنٹلمین نئی تعلیم کے دلدادہ علاقہ علیگڈھ اپنے پارچات دھلوانے کے لیئے پیرس بھیجتے رہے ہیں۔ یہ تفارق یورپین دل ودماغ اور یورپ کی آب وہوا کا صاف یقین دلارہا ہے کہ گورنمنٹ نے ہندوستان کا قیاس یوروپ پر قیاس مع الفارق کیا اور اس میں دھوکھا کھایا ہے۔ جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوستان کے اکثر گریجویٹ جو مغربی تعلیم حاصل کرتے ہیں ان صنائع وایجادات وتجارت کو (جو یورپین تعلیم فتامد نظر رکھتے ہیں) اس تعلیم سے پیش نظر نہیں رکھتے بلکہ وہ اس سے صرف سرکاری نوکری کرنا اور سرکاری حکومت کے خطابات حاصل کرنا پیش نظر رکھکر شرکار حکومت وسلطنت بننا چاہتے ہیں۔ ان کا یہ خیال (سودائے محال) انکو اپنے قدیم وآبائی کسب وتجارت اور پیشوں زراعت نجاری معماری لوہاری وغیرہ سے بھی روک لیتا ہے۔ اور سرکار کے ہاتھ میں اسقدر نوکریاں نہیں ہوتیں۔ جسقدر تعلیم یافتہ پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں سرکاری نوکریاں ہمیشہ محدود ہوتی ہیں۔ اور یہ لوگ حشرات الارض کی طرح غیر محدود ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اور جب کہ ادہر سے نوکری نہ ملی اور ادہر سے اپنے قدیم کاموں دکانداری بجاری معماری کو اختیار کرنے سے عار دامنگیر ہوئی تو اکثر لوگوں کو صرف شغل بیکاری رہتا ہے۔ اور یہ مثل مشہور

و مسلم ہے۔ کہ مرد بیکار یا دزد یا بیمار ؛

وازانجا کہ دزدی۔ ایک غیر مہذبانہ طریق ہے۔ اور وہ لوگ مغربی تعلیم پاکر کوٹ پتلون پہنکر مہذب بن چکے ہوئے ہیں۔ لہذا بجائے چوری وہ سینہ زوری مگر نہ بزور شمشیر بلکہ بزور قلم و زبان اختیار کر لیتے ہیں۔ اس اختیار کے استعمال و اظہار کے لئے وہ عموماً دو طریق اختیار کر لیتے ہیں۔ ایک طریق پیشہ وکالت۔ دوسرا اجرائے ملکی اخبارات ؛

جو لوگ گریجوایٹ (ایم۔ اے۔ بی۔ اے) یا انڈر گریجوایٹ (ایف اے انٹرنیس پاس کہلاتے ہین وہ یورپ میں پہنچکر بیرسٹری کا یا ہندوستان میں رہکر پلیڈری کا امتحان پاس کر کے قانون میں کافی دستگاہ پیدا کر لیتے ہیں اور اپنی طلاقت لسانی اور خوش بیانی سے قوم اور حکام کی نگاہون مین (رعب داب) پیدا کر کے اور کافی سے زیادہ روپیہ جمع کر کے واقعی شرکار حکومت بنجاتے ہیں اور اپنی جادو بہری تقریرونسے سچون کو جہوٹا اور جہوٹون کو سچا بنا کر واقعی ملزمون کو عدالتون سے چہوڑا لاتے ہیں۔ اور بے جرمون کو جیلخانون میں پہنچاتے ہیں۔ اس عروج سے ان کا وہ خیال شراکت حکومت و سلطنت اور بہی بڑھ جاتا ہے۔ اور وہ یہ چاہتے ہین۔ کہ اجنبی قوم کے حکمرانون کو اپنے ملک سے باہر نکال دین۔ اور خود مستقل حکومت حاصل کرین۔ وہ اسی خیال میں ایجیٹشن میں حصہ لیتے ہیں۔ یہ خیال صرف انہیں لوگون کو پیدا ہوتا ہے۔ جو اس مغربی تعلیم کے ساتہہ کسی مذہب آسمانی کے (جو حکام وقت کی اطاعت کو واجب اور موجودہ سلطنت (مخالف مذہب ہی کیون نہ ہو) کی بغاوت کو حرام بتاتا ہو جیسا کہ اسلام ہے) معتقد و پابند نہیں ہوتے۔

اور جو لوگ اس مغربی تعلیم مین اس رتبہ کو نہیں پہنچتے معہذا وہ کوئی نہ کوئی امتحان مختاری یا وکالت حاصل کر کے بقول مسٹر ایس ایس تہاربرن سابق کمشنر راولپنڈی (جو رائل کالونیل اسٹی ٹیوٹ لنڈن کے جلسہ ۱۱ فروری ۱۹۰۸ء میں انہون نے کہا ہے) کہ "ہر ایک دیوانی عدالت ان بہوکہے وکیلون سے بہری ہوئی ہے۔ جو پیروی مقدمات سے قلیل معاش پیدا کرتے ہیں" بہوکہے رہتے ہین۔ وہ اپنی بہوک کو مٹاتے اور قوم کو اپنا خیر خواہ ہونا جتانے اور دار و گیر حکام کے وقت قومی شہید کہلانے کی غرض سے اس ایجیٹشن مین حصہ لیتے ہیں۔ ان میں سے بھی وہی شامل ہوتے ہیں۔ جو کسی آسمانی مذہب کے (جو بغاوت سلطنت سے روکے) پابند نہیں ہوتے۔

اور جو لوگ اس مغربی تعلیم سے اس درجہ کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ اور صرف ٹوٹی پھوٹی انگریزی زبان جانتے ہیں۔ اور کوٹ پتلون پہنکر اور نشست برخاست میں اوضاع یورپین اختیار کرکے یورپین بنے ہوئے ہیں۔ وہ کوئی اردو یا انگریزی اخبار نکالکر اسکے ذریعے ملک میں ایجٹیشن پھیلاتے ہیں۔ اور قومی شہید بننا چاہتے ہیں۔ اور اس ذریعہ سے اپنی روٹی کما کھاتے ہیں۔ جنکو روٹی کمانے کا کوئی ذریعہ نہ ملے وہ اخبار نکال کر اسمیں جو چاہے سچ جھوٹ چھاپکر آوسید ہی کرکے ایڈیٹران اخبار اور لیڈر (رہبر) کہلاتے ہیں۔ جیساکہ علمار مذہب کے ادی ورہنما لہذا یہ دونوں فریق راستی پر ہون۔ اور دنیا میں امن وراستی قائیم کرنا چاہیں۔ تو ان کے برابر امن وراستی قائیم ہونے کا کوئی ذریعہ نہیں ہوتا۔ اور اگر یہ دونو لیڈر ہے ہو جائیں۔ اور دنیا مین بدامنی وناراستی پھیلانا چاہیں۔ تو انکے برابر ملک میں بدامنی وگمراہی پھیلانے کا کوئی ذریعہ نہیں۔

ہمارے اس بیان سے صاف عیان ہے۔ کہ ہندوستان میں مغربی تعلیم کو یوروپ کی طرز پر پھیلانا اور ہندوستانیوں کو یوروپین بنانا گورنمنٹ سے ایک ایسی غلطی ہوئی ہے۔ جس کا بکلم خود کردہ را چہ علاج، کوئی علاج نہیں ہے۔

دوسری غلطی۔ (جو قابل علاج ہے) اس مغربی تعلیم کی اشاعت میں گورنمنٹ سے یہ ہوئی ہے۔ کہ اس تعلیم سے گورنمنٹ نے مذہبی تعلیم کو علیحدہ اور خارج کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے یہی تعلیم یافتہ لوگون مین عموماً آزادی پھیلتی جاتی ہے۔ گورنمنٹ نے مذہبی تعلیم کو اپنی سکیم سے خارج اور علیحدہ کرنے میں یہ فایدہ سوچا ہوگا کہ مذہبی تعصب جو ہندوستان کے مختلف اقوام ہندو مسلمان وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔ اور وہ مذہبی تعلیم سے پیدا ہوتا اور قائیم رہتا ہے۔ دور ہوگا۔ اور اس تعلیم کے اٹھ جانیسے ہندوستان ترک مذہب کی نظر سے یوروپ کی مانند ہو جائیگا۔ اور اس سے سلطنت کو جو ان اقوام سے مذہب میں مخالف ہے۔ استحکام ہوگا۔ اور شاید یہ نہ سوچا کہ یوروپ میں ایک نیشن ایک قوم ہے۔ لہذا اس میں مذہب رہا۔ تو سب کا رہیگا۔ اٹھ گیا تو سب کا اٹھ جائے گا۔ بخلاف ہندوستان کے کہ اس میں جتنی قومین ہیں۔ اتنی ہی مذاہب ہیں۔ جو سب کے سب آپس میں متقابل اور رقیب ہیں ان میں سے ایک میں ضعف رہے گا۔ تو دوسرا سر اٹھائیگا۔ جس سے پہراس ایک کو سر اٹھانے کا سامان کرنا پڑیگا۔ اس کمپیٹیشن (مقابلہ) کے ساتھ مذہب کا ہندوستان سے اٹھ جانا ایک

ناممکن امر ہو جائے گا۔

اگر اس خیال کے مقابلہ مین کسیکا یہ خیال ہو۔ کہ آخر گورنمنٹ کی پالیسی کا اثر اس گریجوایٹ پارٹی پر تو ظاہر ہو ہی گیا ہے۔ جنہون نے مذہبی تعلیم پاکر مذہب کو خیرباد کہدیا۔ اور وہ لوگ تو گورنمنٹ کی ہان میں ہاں ملانے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ تو اسکے جواب میں عرض کیا جاویگا۔ کہ ملک میں مذہبی تعلیم چہوڑ کر مغربی تعلیم پانے والے کسقدر ہیں؟ اور ان مٹہی بہر تعلیم یافتہ میں گورنمنٹ کی ہاں میں ہاں ملانے والے کتنے ہیں؟ جن لوگوں نے ابہی ابہی ایجیٹیشن میں حصہ پارٹ لیا تہا کیا وہ مغربی تعلیم یافتہ نہ تہے۔ جس کا تدارک گورنمنٹ کو بہت سا روپیہ اور وقت خرچ کر کے کرنا پڑا۔

اس کا سر اور حق یہ بات ہے۔ کہ گو اس ملک میں مذہبی تعلیم کو اٹہا کر مذہب کو ملیامیٹ کیا جاوے۔ اور کوئی بھی مغربی تعلیم یافتہ اپنے مذہب پر قائم نہ رہے۔ مگر پہر بھی نیشنل جوش اور پارٹی فیلنگ کا اثر ان کے دماغون دلوں سے ہرگز ہرگز کبہی دور نہ ہوگا وہ باوجود لامذہب اور اتہیسٹ ہو جانیکے قومی حمیت وحمایت کا خیال دل سے نہ نکالینگے۔ اور جب کبہی موقعہ پائینگے رہی سہی قوم کا بول بالا چاہینگے۔ اور غیر قوم کی حکومت سے آزاد ہونا پسند کرینگے۔ اور اس کے وسائل بہم پہنچانے کی کوشش کرینگے۔ لہذا ان کو منقاد اور رام کرنے کی تدبیر بجز اس کے کوئی اور نہیں ہے۔ کہ ان کو اپنی اپنی مذہبی تعلیم میں مدد دیجاوے۔ اور ان کے مذہب ہی کی ہدایات سے ان کو سیدہا رکہا جاوے۔ اور یہ سکہایا جاوے۔ کہ تمہارا مذہب ہی تمکو ہر ایک سلطنت کی (گو تمہارے مذہب سے مخالفت رکہتی ہو) اطاعت کا حکم دیتا ہے۔ اور اس کی بغاوت سے منع کرتا ہے (جیسا کہ مذہب اسلام کا حال ہے۔ جو اس مضمون میں بتایا گیا ہے) جو لوگ مذاہب کے اصول تعلیم سے واقف ہیں۔ وہ بخوبی واقف ہیں۔ کہ ملک میں امن اور دنیا میں حسن انتظام قائم کرنے کا قوی اور مؤثر سبب جیسا کہ مذہب اور مذہبی اعتقاد اور مذہبی تعلیم ہے۔ اور کوئی چیز نہین ہے۔ نہ تلوار اور نہ زور حکومت اور نہ قوت بازو بشرطیکہ* کسی مذہب

* اس شرط میں اور ایسا ہی عبارت اخبار وکیل منقولہ صفحہ ۶۷ کی اسی قسم کی شرط میں یہ اشارہ ہے۔ کہ رعایائے برٹش گورنمنٹ کے جس فرقہ یا مذہب کی تعلیم میں گورنمنٹ کی اطاعت کی ہدایت نہ ہو۔ اس فرقہ یا مذہب کی تعلیم میں گورنمنٹ رعایا کو مدد نہ دے۔

ہمارے خیال میں ہندوستان کی رعایا میں زیادہ تر چار مذہب کے لوگ ہیں ہندو مسلمان عیسائی یہودی۔ آخری دو مذہب کے حال سے گورنمنٹ خود واقف ہے۔ رہے دو قدیم مذہب (ہندو اور مسلمان) سو ان کا حال ان دو گروہوں کے طریق عمل سے گورنمنٹ

کیا احکام اور ہدایات اس قسم کے ہوں۔ جنسے امن قایم ہو سکے۔ اور ظلم کا قلع قمع ہو جیسا کہ مذہب اسلام کے احکام میں جنکا ایک نمونہ وہ حکم ہے۔ جو اوپر منقول ہو چکا ہے۔ اور صدہا احکام متعلقہ امن و انصاف ہمارے مضمون مذہب معاشرت میں نمبر جلد دوم اشاعۃ السنہ بیان ہو چکے ہیں) تلوار اور زور حکومت تو لوگوں کو دنیاوی مواخذہ سے ڈرا کر فرمان بردار سلطنت بنا کر دنیا میں امن قایم کرتے ہیں۔ جنسے دوسرے کی حکومت میں پناہ لیکر یا قانونی تدبیر کو آڑ بنا کر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۳) پر واضح ہو چکا ہے۔ اور خاصکر اسلام کا حال اسلامی لیڈروں دین کے خادموں نے اپنی تصانیف میں ظاہر و مشتہر کر دیا ہے۔ جن میں سے اشاعۃ السنہ نے بہت سا پارٹ لیا ہے۔ مگر جنہوں میں سے ایک نئے فرقہ آریہ اور مسلمانوں میں سے ایک نئے فرقہ مرزائیہ کی بعض تصانیف میں ان دونوں نئے فرقوں کی تعلیم اطاعت گورنمنٹ میں اشتباہ پایا جاتا ہے۔ فرقہ آریہ کے لیڈر سوامی دیانند سرسوتی کی کتاب ستیارتھ پرکاش کے فقرات ذیل بھی اشتباہ پیدا کر رہے ہیں۔ ۰

(۱) گشتری کو واجب ہے۔ کہ فی الحال تربیت سے بہرہ ور ہو کر اس تمام سلطنت کی حفاظت دادگستری سے ٹھیک طور پر کرے (ستیارتھ پرکاش ۱۵۷ طبع دوم)

(۲) جو افواج کی سرکردگی اور فوجی افسروں پر شاہی اہتمام رکھنے کا منصب نیز سررشتہ تعزیر کے تمام کا موں کی افسری اور حاوی برسہ اور خداوند ہر رتبہ و سلطنت ان چاروں اقتداروں پر ایسے لوگوں کو جاگزین کرنا چاہئے۔ جو دید اور شاستر کے پورے ماہر عالم فاضل۔ ستودہ منش۔ غالب الحواس اخلاق حسنہ سے متصف ہوں یعنے سپہ سالار اعظم وزیر اعظم کاروبار عدالت کا افسر اعظم اور اداجا چاروں ماہر بالعلوم ہونے چاہئیں۔ (ستیارتھ پرکاش ۱۶۲)

(۳) جاتی ہے وہ قوت۔ ویدوں کے نہ جاننے والے جو فرامین تبلائیں ان کو کبھی تسلیم نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ بیوقوفوں کے تبلائے ہوئے فرائض کے مطابق جو لوگ عمل کرتے ہیں وہ بے پیندے سیتکڑوں برائیاں گھر جاتی ہیں۔ اسلئے وید آپ ہما۔ دہرم ہما۔ ادیج سبھاؤں میں بے وقوفوں کو کبھی بہرتی نہیں کرنا ہمیشہ صاحب علم اور دہرم پر چلنے والوں کو مقرر کرنا چاہئے۔ (ستیارتھ پرکاش ۱۶۳)

(۴) جو شخص وید اور عالم لوگوں کی تصنیف شدہ کتابوں کی جو وید کے مطابق ہوں تحقیر کرتا ہے۔ اس وید کی مذمت کرنیوالے منکر لوگ ذات برزشت کو بھی کھا جانیوالے کی جماعت) اور سمک سے نکال دینا چاہئے۔ (ستیارتھ پرکاش ۱۶۲)

اور مرزا غلام احمد کی کتاب دافع البلاء دس کے صفحہ ۱۱ میں اس فقرہ میں اشتباہ پایا جاتا ہے بیعجب لسان خدا تعالے کا نافرمان ہو جاتا ہے۔ تو اسکی ناک اصل مالک (خدا تعالے) کیطرف خود کرتی ہے۔ پہر اس مالک حقیقی کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو اسکو بسزا نافرمانوں کے ہاتھوں کو ملک کرے۔ (دافع البلاء) یا کسی رسول کے واسطہ سے یہ تجلی ظاہر ہو۔ اگر یہ کہا جائے۔ ہر چند مرزا غلام احمد نے اپنی بہت سی تصانیف اردو انگریزی میں یہ مسئلہ بھی بیان کیا ہے۔ کہ مسلمان پر منش گورنمنٹ کو کسی گورنمنٹ سے فی الواقعہ جائز نہیں بلکہ جو دین اسلام میں جنگ و جہاد کا حکم وارد ہے۔

لوگوں کا بچ جانا بھی ممکن ہے پنجم ہم صاف مشاہدہ کرتے ہیں۔ کو بعض اشخاص گورنمنٹ انگلشیہ کی بغاوت اختیار کر کے سرحدیا غستان یا پاٹھی چری میں پناہ گزین ہو جاتے اور صاف بچ جاتے ہیں۔ اور بہت لوگ اس سلطنت میں رہکر رعایا کا خون و کشت ۔ سرقہ اور زنا بجبر کر کے عدالت کے وکیلوں کو اپنی حمایت کے لئے کہلا کر کے روپیہ خرچ کر کے جھوٹے گواہ بنا کر صاف بری ہو کر اسی سلطنت میں دندناتے پھرتے ہیں۔ اور مذہب اور احکام مذہب لوگوں کو اخروی مواخذہ سے ڈراتے ہیں۔ اسوجہ سے جو لوگ مذہب اور مواخذہ آخرت سے ڈرتے ہیں۔ وہ نقض امن سے دلی یقین کے ساتھ ڈرتے ہیں۔ اور نقض امن کر کے اپنے بچاؤ اور پناہ کی کوئی جگہ کوئی مذہبی ایسے گروہ نقض امن سے پرہیز کرنیں نہیں سمجھتے ۔

یہی وجہ ہے۔ کہ جن اقوام اور ملکوں میں مذہبی ہدایات پر یقین و ایمان رکھنے کے سبب بغاوت اور دیگر گناہون (قتل چوری۔ زنا۔ خودکشی وغیرہ) کو برا سمجھا جاتا ہے۔ ان اقوام اور ملکوں میں اسقسم کے جرائم اس کثرت سے واقع نہیں ہوتے۔ جس کثرت سے ان اقوام اور ملکوں میں واقعہ ہوتے ہیں۔ جنمیں مذہب کا اعتقاد اور مواخذہ اخروی کا یقین نہیں ہے۔ گو قوانین و آئین سلطنت اس قوم و ملک میں اعلیٰ درجہ کی تہذیب و استحکام کو پہنچے ہوئے ہیں۔

اسکی تمثیل میں ہم دو ملکوں اور انکی رعایا اقوام کو پیش کرتے ہیں۔ ایک ایشیا افغانستان وغیرہ دوسرا یورپ انگلستان وغیرہ۔ افغانستان میں زنا۔ اور خودکشی برائے نام ہے یورپ ان جرائم میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ زنا تو وہاں عموماً جرم ہی نہیں۔ خودکشی کو قانون سلطنت نے جرم قرار دیا ہوا ہے۔ مگر اس کا وقوع اس کثرت سے ہوتا ہے۔ جسکی نظیر دوسرے ملکوں میں پائی نہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴) وہ اب اسکے آپ سے منسوخ ہو گیا ہے۔ اور جہاد متعلق حرام ہے۔ مگر یہ عبارت جو پہنچے۔ افق الوار اس سے نقل کی ہے اسکی تمام تصانیف میں پائی جاتی ہے۔ دیر ہے بتا دیتا ہے۔ کہ کچھ اس نے قدماء نے مذکورہ میں بیان کیا ہے۔ اور صرف وہ کو دیں اور اپنی کے دانت پیس دے حقیقت وہ ہر شخص کو اور ہر قوم یا سلطنت کو جو اسکے مذہبی خیالات کے مخالف ہونا فرمان جانتا ہے اور انکے مالوں اور جانوں کو تلف کرنا جائز سمجھتا ہے۔ ہمنے یہ بات مرزا کے مقابلہ میں اور اسکو مخاطب کر کے سول اینڈ ملٹری گزٹ ۱۹ جولائی ۱۸۹۱ء میں مشتہر کی تو مرزا نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ میں اور دکسی اپنے اخبار یا رسالہ میں جسکا عنوان ہے کہ اس عبارت میں یقیناً وہ اشتباہ ہے اور جسکے کہ اس عبارت کو مرزا غلام احمد واپس لے یا اسکا کوئی مطلب صحیح بتائے اسکی تعلیم اور وہ اور اسکے پیروؤں محل اشتباہ میں ہے۔ اگر کوئی خواہش کرے کہ مرزا اس عبارت کو واپس لے کر اس کا صحیح مطلب بتائے اور اسکی تعلیم پر ہمیشہ قائم رہے

* مرزا تو مر گیا ہے۔ یہ کام اسکے جانشین کریں گے۔ تو اس اشتباہ کے الزام سے بری ہو جائیں

جاتی۔

اس تفاوت کیوجہ یہی ہے۔ کہ ایشیا میں زنا و خودکشی کو بحکم مذہب اور بخوف مواخذہ آخرت برا سمجہا جاتا ہے۔ یوروپ میں اعتقاد مذہب کو لغو سمجہکر بحکم عقل ان جرائم کو جرم سمجہا جاتا ہے اور عقل ہمیشہ بدلتی رہی ہے۔ جس چیز کو ایک وقت میں بحکم عقل برا سمجہا جاتا ہے۔ وہی چیز دوسرے وقت میں بہلی معلوم ہونے لگ جاتی ہے۔ اور مذہب وہ لازوال یقین ہے۔ جسکے احکام و اصول میں (تاوقتیکہ مذہب کو ترک نہ کیا جاوے) تبدیلی واقعہ نہیں ہوتی۔

ہمارے اس بیان سے ثابت ہے۔ کہ حسن انتظام دنیاوی کے واسطے مذہب ایک قوی و موثر سبب ہے۔ اور مذہب کا قیام و بقا تعلیم مذہبی کے بغیر ناممکن ہے۔ گورنمنٹ نے جس خیال سے مذہبی تعلیم کو اپنے مجوزہ سکیم سے نکالا تہا اس خیال کا عکس اسکی مجوزہ تعلیم سے ظہور میں آیا۔ اور تعلیم یافتہ پارٹی ہی سے نقض امن اور گورنمنٹ کا خلاف ظہور میں آنے لگا۔

تعلیم مذہبی کے بغیر مغربی تعلیم کے اس نتیجہ کو آخر یوروپ کے دانا اور مدبران سلطنت بہی سمجہہ گئے ہیں کئی ویسرای اور لفٹنٹ گورنران اپنی درباری سپیچوں میں برملا صاف صاف فرما چکے ہیں کہ نئے تعلیم یافتہ نوجوان مذہبی اخلاقی تعلیم سے محروم رہنے کیوجہ سے نہ ماں باپ کا ادب کرتے ہیں۔ نہ سلطنت کا اور نہ اہل حقوق کے حقوق پہچانتے ہیں۔

اسوقت کے ویسرا و گورنر جنرل کشور ہند لارڈ منٹو بالقابہ نے ۱۲ اپریل ۱۹۰۸ء کے ایڈرس ٹرسٹیاں علیگڈھ کالج کے جواب میں جو تقریر فرمائی ہے۔ اس میں مذہبی تعلیم مغربی تعلیم کیساتھ ملا دینے کو ایک استحسان کی نگاہ سے دیکہکر اس امر کو بانی کالج کی فتحمندی اور کامیابی قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ وہ اس خیال کو پورا کرنے میں جس کے لئے اس سختی سے لڑا فتحمند ہوا اس نے مغربی تعلیم اور اعلی درجہ مذہبی خیالات کو ملا دیا میرے خیال میں انہون نے اس تعلیم کا اصل راز دریافت کیا جسکی ہندوستان کو ضرورت ہے۔ (ان الفاظ کو غور سے دیکہو) انہوں نے اس خطرہ کو صاف طور پر شاہدہ کیا۔ جو نئی نسلوں کو ہلاک کر دیتا۔ اگر وہ سطحی طور پر مغربی تعلیم کو حاصل کرتے اور روحانی رہنمائی کو جسپر ان کے اسلاف نے دار مدار رکہا تہا چہوڑ بیٹہتے (ان الفاظ کو بہی غور سے دیکہو) اور ضبط نفس اور ایثار جیسی صفات سے جنکا ہر ایک مذہب متقاضی ہے کورے ہوتے۔ [illegible] مذہبی تعلیم نصب العین۔ اور مدنظر نہ رکہتے (ان

الفاظ کو بھی غور سے دیکھو) ان تمام خطرات کو دور کرنیکے لئے انہوں نے تعلیم رائجہ کے طریقے کو معہ مذہبی تعلیم کے قائم کیا۔ جو نتائج کے لحاظ سے نہایت کامیاب رہا (ان الفاظ کو بھی غور سے دیکھو) اس تقریر کے لفظ لفظ میں مذہبی تعلیم کی تحسین اور تائید پائی جاتی ہے۔ اور ہندوستان کے لئے اسکی ضرورت اور اسکے چھوڑ دینے سے انکی ہلاکت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ یہی خیال اسوقت یورپ کے تمام مدبروں اور یونیورسٹیوں اور اخباروں میں پھیلتا جاتا ہے۔ اور مذہبی تعلیم کو مغربی تعلیم سے علیحدہ کرنے پر انکو افسوس اور ندامت پیدا ہو رہی ہے۔ چنانچہ ایک لائق ہمعصر ایڈیٹر اخبار وکیل نے اپنے پرچہ ۱۱ اپریل ۱۹۰۸ء میں لکھا ہے

مذہبی تعلیم

یونیورسٹی کانوکیشنوں اور ولایتی اخباروں میں اب ملک کے موجودہ تعلیمی طریقہ پر جو نکتہ چینیاں ہوتی ہیں۔ ان سے اس جدائی پر روشنی پڑتی ہے۔ جو مذہبی اور دنیوی تعلیم میں پائی جاتی ہے۔ لارڈ منٹو نے خود اس نکتہ حق کی اصابت کو تسلیم کیا ہے۔ اگرچہ ہز لیکسلنسی نے اسپر نہایت محفوظ طریقے سے بحث کی ہے۔ تاہم انہوں نے صاف طور پر ظاہر کر دیا ہے۔ کہ گورنمنٹ ان کوششوں کو مسرت سے دیکھیگی جو مذہبی اور دنیوی تعلیم کو ملانے میں کیجائینگی۔ ہندوستان کے لئے ایک فیشل یونیورسٹی کا خیال جو ہندوستانیوں کے زیر انتظام ہو غور کے قابل ہے۔ مسز اے بی بسنٹ نے بنارس میں جس تعلیمی کام کی بنیاد ڈالی ہے۔ اسکو خاص کامیابی ہوئی مسز بسنٹ نے ولایت میں مسٹر مدن کے بھی اپنی تحریک کا تذکرہ کیا۔ خود یورپ کے مدبرین اور اکثر زمانہ وا مذہبی تعلیم کی ضرورت کو محسوس کرتے ہیں۔ چنانچہ قیصر جرمنی نے مدبرین جرمنی کے سامنے ایک بسیط لکچر میں لوگوں کو مذہب کی پابندی پر توجہ دلائی۔ یہ ایک امر مسلمہ ہے۔ کہ اخلاقی محاسن محض مذہب ہی پیدا کرتا ہے۔ بشرطیکہ مذہب میں معقولیت ہو۔ یورپ نے اپنے مذہب کو یونیورسٹیوں سے خارج کر کے تمدنی ترقی کی بنیاد ڈالنے کو ضروری سمجھا۔ اور اس میں وہ مجبور ہے۔ کیونکہ مذہب پر قائم رہکر اسکے لئے ترقی کرنا نہایت مشکل ہو جاتا۔ برعکس اسکے اگر مسلمانوں کو دیکھا جاوے۔ تو بغیر مذہب کے ایک انچ آگے نہیں بڑھ سکتے۔ پس سخت ضرورت ہے۔ اس امر کی کہ مسلمان یورپ کی اس ندامت سے جو مذہب سے اغماض کرنے میں انہیں اٹھانی پڑی۔ فایدہ اٹھاویں۔ ۔"

ان ہی خیالات و مقالات مدبرین یورپ اور ارکان سلطنت نے ہمکو جرأت دلائی ہے۔ کہ ہم گورنمنٹ کی حضور میں مودبانہ عرض کریں۔ کہ مغربی تعلیم سے مذہبی تعلیم کو نکال دینے میں گورنمنٹ کو غلطی ہوئی ہے۔ اور ملک میں آزادی اور بداعتی پھیلنے کی بڑی قوی وجہ یہی مغربی تعلیم کی اشاعت اور مذہبی تعلیم سے غفلت ہے۔

ہر چند اب اس عام سیل اور پر زور طوفان کا روکنا گورنمنٹ کے اختیار سے باہر ہو گیا ہے گورنمنٹ نہ تو موجودہ مغربی تعلیم کو روک سکتی ہے۔ اور نہ خیال نیوٹرلٹی اور ان مالی مشکلات کیوجہ سے جو کمیشن تعلیم نے گورنمنٹ کو دکھائی ہیں۔ مذہبی تعلیم کو سکولوں کالجوں میں داخل کر سکتی ہے۔

تاہم گورنمنٹ کی طاقت و اختیار سے یہ امر باہر نہیں۔ کہ وہ مثل مشہور مفت کرم داشتن پر عمل کر کے بلا خرچ کرنے ایک پیسہ بلکہ ایک کوڑی کے اور بلا تفرقہ و امتیاز مذہبی ہر ایک مذہب کی رعایا کو خود بخود مذہبی تعلیم کی رغبت اور شوق پیدا ہو جائے۔ اس مفت اور بلا صرف اور نیوٹرلٹی کو قایم رکھنے والی مدد کی کئی صورتیں ہیں۔ جو نہایت خیر خواہی کی نظر سے اور کمال ادب کے ساتھ عرض کیجاتی ہیں۔ سب سے مقدم اور پہلی یہ صورت ہے۔ کہ وہ طالب علموں کو بلا ضرورت و بلا فایدہ معتدبہ (لایق اعتبار) بلکہ عبث اور لغو تعلیم سے سبکدوش کر کے انکو مذہبی تعلیم پانے کے لئے وقت عطا کرے۔ یہ ایک بڑی بھاری مدد ہے۔ جسمیں گورنمنٹ کا کچھہ صرف نہیں ہوتا۔ اور طالب علموں کا بہت کچھہ بن سکتا ہے۔ اگر وہ بنانا چاہیں۔

وقت طلبا کو ضایع کرنے والی تعلیمات میں سے ایک تو ڈرل اجنباسٹک ہے۔ جس سے طالب علموں کو کرکٹ فٹبال سے بڑھکر ریاضت کا فایدہ نہیں۔ اور جسمانی نقصان یہ ہوتے ہیں۔ کہ کسی کلائی ٹوٹ جاتی ہے کسیکا سر پھٹ جاتا ہے بٹالہ کے مشن سکول میں ایک لڑکا اس ڈرل کے سبب مر گیا تھا۔ وہ سر کے بل گرا اور ہلاک ہوا۔ اور لڑکوں کے وقت کا ضایع ہونا اس سب نقصانوں سے بڑھکر ہے دوسری تعلیم پرائمری جماعتوں کے بورے۔ اور رسیوں کے چھکو۔ کاغذوں کے ڈبے بنانے سکھانا۔ اور رنگ برنگ کے کاغذوں کو کاٹکر پھول بنانا جسکو گنڈ سکاٹن کہتے ہیں۔ اور جانوروں کے قلیوں وغیرہ کی تصویریں بنانا۔ اور بلا تعلیم اصول نقشہ کشی نقشوں کی نقلیں اتارنا سکھانا اور دیوار و نیز آویزان کرنے کیلئے نقشہ جات اور مساحت کی شکلوں پر رنگ برنگ کے کاغذ کا ٹکڑ لگانا۔ ان کاموں میں لڑکوں کا بہت وقت ضایع ہوتا ہے

اور کوئی فن بھی ان کاموں سے ان کو حاصل نہیں ہوتا نہ بوریا بافی نہ نقشہ نویسی نہ نقاشی نہ مصوری نہ گلکاری جس سے وہ مدرسہ سے نکلکر ٹکڑا کما کہائیں۔ اور ان کاموں میں جسقدر وقت ان کا ضایع ہوتا ہے۔ اسکا کوئی بدل ان کو نہیں ملتا۔

تیسری تعلیم مڈل کی جماعتون سے اعلےٰ جماعتوں تک جغرافیہ اور ہسٹری کی قدر ضرورت سے زائد کی تعلیم ہے جن طالب علموں کو سکول یا کالج سے نکلکر بجز ملازمت دفترونکے کوئی ایسا کام (جہاز رانی۔ یا سیاحت یا وسیع ممالک غیر کی تجارت یا جنگی ملازمت یا اخباروں کی اڈیٹ ایڈیٹری جس میں جغرافیہ یا ہسٹری سے مدد ملی کرنیکی ضرورت نہین پڑتی انکے لئے ان علوم میں اپنے عمر کا ایک حصہ صرف کرنا اپنی اوقات کو محض ضایع اور برباد کرنا ہوتا ہے۔ جس کا ان کو کوئی بدل نہیں ملتا۔

گورنمنٹ ہماری ان معروضات کیطرف توجہ کرکے ان فضول تعلیمات کی زائد حصہ سے ان کو سبکدوش کردیگی تو ان طالبعلمونکو جو مذہبی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ مذہبی تعلیم پانے کیلئے مددگار بنجائیگی اور مفت احسان کرکے مرہون منت بنالیگی

دوسری صورت یہ کہ ڈرل ماسٹروں کو موقوف کرکے انکی تنخواہ سے انہیں مدرسونکی (جو سکول و کالجون میں عربی پڑہانے پر مقرر ہیں) تنخواہوں میں اضافہ کرکے گورنمنٹ اجازت دے۔ کہ جو طالب علم ہندو یا مسلمان مذہبی تعلیم کا شایق ہو اسکو سکولوں اور کالجونکے پہلے گہنٹہ میں جیسا کہ کمیشن تعلیم کے بعض شہادتون میں تجویز پیش کی گئی تھی۔ مذہبی تعلیم دین۔ اور جن سکولونمیں کوئی ڈرل ماسٹر ملازم نہ ہو۔ انمیں انہین مدرسوں کو بلا اضافہ تنخواہ مذہبی تعلیم کی اجازت ملجاوے۔ اور اگر سوائے مدرسین سکول و کالج کے ہندو یا مسلمان اپنے اپنے مذاہب کی تعلیم کے واسطے اپنی طرف سے مدرسہ میں استاد بہیجکر پہلے گہنٹہ میں مذہبی تعلیم دلانا چاہیں۔ تو انکو بھی گورنمنٹ اجازت دیوے ان دونون قسم کی اجازت سے امید ہے۔ کہ سرکاری سکولوں اور کالجوں میں ہندو مسلمانونکی مذہبی تعلیم جاری ہو جائیگی۔ اور گورنمنٹ کی ایک کوڑی خرچ نہ ہوگی۔ اور نہ گورنمنٹ کی نیوٹرلٹی فوت ہوگی۔ بلکہ وہ قائم و بحال رہیگی۔

اب رہے عیسائی سو پہلے ہی مشنری سکولوں کالجون میں مذہبی تعلیم پاتے ہیں۔ اور معہذا ان سکولوں کالجوں کو گورنمنٹ اور کمیٹیوں کی طرف سے ایڈ (مدد) ملتی ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ مذہبی تعلیم میں کامیاب اور پاس ہونے والے طالب علم کو کچہہ نمبر بھی گورنمنٹ کے حکم سے تجویز ہو کر دئے جاوین۔ جو سرکاری تعلیم میں کامیاب ہونیکے واسطے اسکے کام آویں۔ اور جو طالب علم ..... سرکاری تعلیم میں کامیاب ہونیکے ساتھ مذہبی تعلیم میں بھی پاس ہو اسکی ڈگری یا ڈپلوما میں ایسے اعزازی الفاظ بڑہائے جاوین جس سے محض موجودہ تعلیم حاصل کرنے والونپر اسکو عزت اور فوقیت حاصل ہو

چوتہی صورت یہ ہے کہ جو لوگ علمی ڈگریوں کے ساتہہ مذہبی ڈگریان بہی پاویں۔ وہ ملازمت سرکاری

سناتن دھرم والے ہندو کہتے ہیں کہ اصل ہندو ہم ہیں اور انکے مقابلہ میں آریہ دعویٰ کرتے ہیں کہ پکے ہندو ہم ہیں۔

ہزاروں بلکہ لاکھوں پہاڑی جنگلی اور دہاتی لوگ مسلمان کہلاتے ہیں اور ان میں اعتقاد و احکام اسلام سے واقف و معتقد و عامل بہت کم ہوتے ہیں۔

انگریزی نوجوان مدعی ہیں کہ مغز اور اسپرٹ (روح) اسلام وہ ہے جسپر ہمارا اعتقاد ہے۔ اولڈ (قدیم) مسلمانوں خصوصاً علماء اسلام کے حق میں وہ برملا کہتے اور رسالوں اور اخباروں میں مشتہر کر رہے ہیں کہ انہوں نے یہودیوں کی مانند قرآن کے الفاظ اور اسلام کے پوست کو ایمان و اسلام سمجھ رکھا ہے۔ اور تفقہ و تدبر قرآن کو بالکل چھوڑ کر پرانی لکیر کے فقیر بنے ہوئے ہیں۔

وازانجا کہ یہ سب خیالات و مقالات باہم متضاد و متناقض ہیں۔ لہٰذا ان میں سے صحیح و حق اور واقع کے مطابق صرف ایک ہی جانب ہو سکتی ہے۔ اسوجہ سے ہم اس مضمون میں صرف نئے خیالات والے انگریزی تعلیم یافتہ مسلمانوں اور انکے مقابل اولڈ (قدیم) خیال کے مسلمانوں میں موازنہ و مقابلہ کر کے بتانا چاہتے ہیں کہ اس اختلاف میں حق پر کون فریق ہے۔ اس موازنہ و مقابلہ کے لیئے ہم ایک ایسا معیار و پیمانہ بیان کرتے ہیں جس کی تسلیم میں فریقین کا اتفاق ہو۔ اور اس معیار سے مدعی صادق و کاذب میں تفرقہ و تمیز ہو سکے۔

اسی مسلمہ معیار و پیمانہ سے خدا تعالےٰ نے مشرکین عرب اور یہود و نصاریٰ کے

ما کان ابراھیم یھودًا ولا نصرانیًا	دعاوی کو کہ وہ ابراہیمی ہیں باطل کیا اور یہ فرمایا تھا کہ

جاتا تھا۔ اس معنے کر رسمی مسلمانان ہندوستان پنجاب نے اپنے ملک کے اہلحدیث کو اپنے خیال میں وہابی قرار دیکر بعض افسران گورنمنٹ کو ان پر بدظن کر رکھا تھا۔ اس بدگمانی کو دفع کرنیکا بیڑا اس گروہ کے ایڈووکیٹ (وکیل) و ریپریزنٹیٹو (درخواست کنندہ) خاکسار ایڈیٹر۔

میں بھی ان لوگون سے مقدم کئے جاوین۔ جو مذہبی تعلیم سے خالی اور عاری ہون پانچوین صورت اس سے بڑہکر اور ہمارے خیال میں ہے۔ مگر اسکے بیان کا ہنوز وقت و موقعہ نہیں۔ پہلے ان چار صورتوں میں کوئی صورت گورنمنٹ اختیار کرے۔ تو اس پانچوین کے بیان کا موقعہ بہی نکل آوے ؛

ان چارون صورتون کی ترغیب سے ملک میں مذہبی تعلیم پہیل جائیگی۔ جس سے مذہب کی بنا قائم ہوگی۔ اور تعلیم یافتہ لوگونمین مذہبی پابندی پیدا ہوگی۔ اور بیجا آزادی کم ہوگی۔ اور ملک میں امن و آسایش جو تعلیم مذہبی اور مذہب کا لازمی نتیجہ ہے۔ قایم ہوگی۔ ؛

یہ پولٹیکل ایجیٹیشن اور ملک میں بے امنی پہیلنے کے ایک سبب اور اسکے علاج و ازالہ کے صورتون کا بیان ہے۔ اسکے علاوہ اس ایجیٹیشن کے اسباب اور بھی ہیں جنمین سے بعض اسباب کا بیان ضروری اور خیرخواہی گورنمنٹ اور ملک کا لازمہ ہے۔ اسلئے ہم گورنمنٹ سے اسکے بیان کی اجازت چاہتے ہیں۔ ؛

ازانجملہ دوسرا سبب گورنمنٹ کا پولٹیکل مجلسوں سوسائیٹیوں کمیٹیوں اور ملکی اخبارون کو ٹومچ (حد سے زیادہ) آزادی دینا ہے۔ کہ وہ جسقدر چاہیں۔ اپنی مجلسون میں گورنمنٹ کو برا کہیں۔ اخبارون میں برے الفاظ گورنمنٹ کی نسبت استعمال کریں۔ اگر گورنمنٹ پہلے ہی مثل مشہور "گربہ را بروز اول باید کشت" پر عمل کرتی۔ اور ان مجلسوں اخبارون کو اسقدر آزادی ندیتی۔ تو اس ایجیٹیشن کی نوبت نہ آتی۔ اور نہ گورنمنٹ کو ان تدابیر کی جو پیچہے کر عمل میں آئی ہیں۔ (کہ کسیکو جیلخانہ بہیجدیا۔ کسیکو عبور دیا۔ شور کا مزہ چکہایا) ضرورت نہ پڑتی۔ گذشتہ را صلوات آیندہ ہی احتیاط عمل میں آوے۔ اور آزادی کو حد جواز میں محدود کیا جاوے۔ ؛

تیسرا سبب سرکاری ملازمت خصوصاً فوجی حصہ میں جوش پہیلانے والی قوم (ہندوؤں سکہوں) کو بڑہانا اور انکے مقابلہ میں پس ماندہ قوم مسلمانوں کو ان کی تعداد مردم شماری کی نسبت سے بہی حصہ کم دینا اگر فوجی پیڑوں میں مسلمانونکی تعداد سکہوں کے برابر ہوتی۔ تو بعض ایجیٹیٹروں کو اپنی لیکچرون سپیچون میں اس فخر کرنے کا موقعہ نہ ملتا۔ کہ میرے ساتہہ اسوقت اتنے ہزار فوجی سکہہ ہیں مجہے کوئی ہاتہہ ہتہکڑی ڈالکر دیکہے تو سہی۔ کہ اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے۔ اور نہ دوسرے ایجیٹیٹرونکو اپنی دولت اور ملازمت کے گہمنڈ پر مسلمانونکی عدم شمولیت سے استغنا ہوتا۔ ہندو ایجیٹیٹر اعلے درجہ کی ملازمت اور اسوجہ سے کثرت مال و دولت کیوجہ سے یہ سمجہہ رہے ہیں۔ کہ مسلمان چیز ہی کیا ہیں۔ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا ہمکو انکی عدم شمولیت کی پروا کیا ہے۔ ؛

ہرچند ایک مدت سے بنگال اور پنجاب میں مسلمانونکے ساتہہ سرکاری ملازمت میں واجبی مساواۃ عمل میں لانے کی گورنمنٹ ہدایت کر رہی ہے ولیکن بحکم ع ولیکن قلم در کف دشمن است ؛ ایکزکٹو پارٹی (عمل و اختیار والے) لوگونمین زیادہ ہندو صاحبان ہیں۔ جو اختیارات ملازمت میں پہلے سے حد سے بڑہے ہوئے ہیں۔

لہذا وہ قاعدہ مساواۃ پر عمل ہونے نہیں دیتے۔ اور جہانتک انکا بس چلتا ہے۔ وہ ملازمت کے پلیٹ فارم پر مسلمانوں کو قدم بھی رکھنے نہیں دیتے۔ گورنمنٹ اس جوش کو ہمیشہ کیلئے فرو کرنا چاہتی ہے۔ تو وہ دو حریف قوموں میں سے ایک کو دوسرے پر اس کمپٹیشن (میدان) میں بڑھنے نہ دے۔ اب تو مسلمان بھی تعلیم میں اس مقدار سے جسمیں وہ ملازمت کا مساوی حصہ لینے کے مستحق ہوں۔ کم نہیں ہیں۔ ۰

چوتھا سبب عوام دیسیوں اور خواص جنٹلمین دیسیوں کے ساتھ قانون اور عام اخلاق کے برتاؤ میں مساواۃ کو مرعی نہ رکھنا۔ ؛

قانونی برتاؤ میں مساواۃ نہ ہونیکی اس مقام میں ایک ایسی مثال ذکر کیجاتی ہے۔ جسکے ثبوت کے واسطے اسکی طرف توجہ کرنیکی وقت گورنمنٹ کو زیادہ تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ ۰

ریلوے قانون میں تھرڈ کلاس اور انٹرمیڈیٹ وغیرہ گاڑیوں میں جو قانون تعداد مسافر دنکا مقرر ہے۔ اس سے خاصہ یورپین (صاحب لوگ) فایدہ اٹھاتے ہیں۔ جس کمپاڈمنٹ (کمرے) میں صاحب بہادر بیٹھے ہوں۔ اسمیں قانونی تعداد کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔ بلکہ جو کمپاڈمنٹ یورپین کے لئے مخصوص ہوتا ہے۔ کوئی یورپین اسمیں نہ بھی ہو۔ تو بھی وہ انکی خاطر خالی رکھا جاتا ہے۔ اور اسمیں کوئی دیسی سوار ہونا نہیں پاتا۔ اور جس کمپاڈمنٹ (کمرہ) میں دیسی سوار ہوں۔ اسمیں ایک کی جگہ چار دس کیجگہ پندرہ بیس بھر دیئے جاتے ہیں ؛

بارہا اتفاق ہوا ہے۔ کہ ہمنے انٹرمیڈیٹ کا ٹکٹ لیا پھر ہجوم مسافر دنکی وجہ سے انٹرمیڈیٹ کو چھوڑ کر کوئی اتفاق سے کم ہجوم والے تھرڈ کلاس میں سفر کیا اور پھر ڈسٹرکٹ ٹریفک سپرنٹنڈنٹ کے دفتر سے انٹرکا زاید محصول واپس لیا۔ ؛

عام اخلاق کے برتاؤ میں مساواۃ نہ ہونیکی بھی ایسی ہی ایک مثال ذکر کیجاتی ہے۔ اکثر دیسی جنٹلمین بعض یورپین حکام کے پاس ملاقات کیواسطے جاتے ہیں تو وزٹ کارڈ (ملاقاتی ٹکٹ) صاحب کے پاس بھیجکر گھنٹوں انکی کوٹھی کے باہر سائیلوں یا مستغیثونکی مانند بیٹھے رہتے ہیں۔ اگر کسی نے اردلی کو کچھ روپیہ یا اٹھنی آنے دیدیا۔ تو کرسی ملگئی ورنہ درختونکے سائے کے تلے کپڑے بچھا کر بیٹھے رہتے ہیں۔ اور آخر کسی کو دو تین گھنٹہ کے بعد کہیں یہ حکم اور جواب ملتا ہے۔ کہ صاحب بہادر کو آج فرصت نہیں۔ اور کسی کو اسقدر بھی جواب نہیں پاتا۔ گھنٹوں بیٹھ بیٹھکر ملاقات سے مایوس ہوکر واپس چلا جاتا ہے۔ یہ برتاؤ غالباً صاحب کمشنر سے نیچے درجہ کے حکام کا ہے۔ اس سے اعلے درجہ کے افسر وحکام اس سے مستثنے ہیں۔ جو ہمارا ذاتی تجربہ ہے۔ ؛

یہ قانونی اور اخلاقی نامساوات دیکھکر عموماً لوگونکی زبانپر یہ مقولہ جاری ہے۔ کہ قانون سرکاری صاحب لوگونکے واسطے ہے۔ نہ دیسیوں کے واسطے۔ اور اس سے حاکم اور محکوم میں ایسی محبت جیسی کہ ہونی چاہئے۔ قائم نہین رہتی۔ اور نے تحریک مخالفت سے باہم وحشت و نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔

پانچوان سبب جو اس ایجیٹیشن کا قریب سبب ہو گیا ہے۔ ایکٹ نمبر ۳ سنہ ۱۹۰۳ء کو منسوخ کر کے اسجگہ دوسرا ایکٹ نمبر ۳ سنہ ۱۹۰۶ء پبلک کی عام راے کے اختلاف کے ساتھہ پاس کر دینا۔ اور رعایا پر ٹکسوں اور بعض جنس کے معاملہ میں اضافہ کرنا ہے۔ یہ امر بھی عموماً رعایا اور خصوصاً بے زبان اور غریب فرقہ زمیندارونپر جو حکم و ہدایت نمبر ۴ قسم دوم سے واقف نہین ہوتے۔ سخت ناگوار اور شاق ہوا۔

ایکٹ نمبر ۳ سنہ ۱۹۰۶ء میں کچھہ تو رعایا کی غلط فہمی ہوئی۔ اور کچھہ واقعی ناگوار زیادتی اور تبدیلی ہوئی جسکو ایک سابق فرمانروائی پنجاب نے باوجود علم اسبات کے کہ پبلک کو اس ایکٹ سے سخت اختلاف ہے۔ اور تعلیم یافتہ ایجیٹیٹر اس اختلاف کو بڑہا رہے ہیں۔ اور جلتی آگ اختلاف پر تیل ڈال رہے ہیں۔ جلدی سے پاس کر دیا۔ اور ایک سخت اور ڈبل غلطی کا ارتکاب کیا۔ جسکا نتیجہ جو نکلا سو نکلا۔ مگر خدا تعالیٰ کا شکر ہے۔ کہ اس غلطی کی اصلاح جلد ہو گئی اس فرمانروا کے جانشین نے عنان حکومت پنجاب اپنی ہاتھہ میں لیتے ہی اپنے پریڈیسر کے غلطی کا عمدہ تدارک کیا۔ پہلے تو زمیندارونکی حالت زار اور مصیبت طاعون اور قلت بارش کیطرف نظر لطف و احسان فرما کر اس اضافہ معاملہ کو جس سے وہ شکستہ دل ہو رہے تھے معاف کر دیا ہے۔ اور نو آبادی میں فصل خریف کو نقصان پہنچنے کے سبب نصف معاملہ معاف کر دیا اور پندرہ سولہ لاکھہ روپیہ کا احسان رعایا پر کر کے انکو اپنا مرہون منت بنا لیا۔

پہر اس وحشت خیز ناراضی انگیز ایکٹ نمبر ۳ سنہ ۱۹۰۶ء کو باوجود پاس ہو جانیکے پبلک میں مشتہر کر کے انکو اظہار ناراضی کا موقعہ دیا۔ اور گورنمنٹ ہند کو اس ایکٹ کے التوا کا مشورہ یا موقعہ دیدیا۔ اور گورنمنٹ ہند نے کمال دور اندیشی سے اور رعیت پروری سے اس ایکٹ کے نفاذ کو ملتوی فرمایا۔ اور سکرٹری اوف سٹیٹ (وزیر ہند) نے ایک عام مجلس کی سپیچ میں بھی اس ایکٹ کی نسبت اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ جو غالباً ملک معظم قیصر ہند کے رضا و ایما سے ہوگا۔ ان احسانات متواترہ گورنمنٹ پر ملک پنجاب کی رعایا۔ ملک معظم۔ اور سکرٹری اوف سٹیٹ اور گورنمنٹ ہند اور گورنمنٹ پنجاب کی دل و زبان سے شکر گذار ہوئی۔ اور ہمیشہ اس احسان کے شکر گذار رہیگی۔

سبب پنجم اور پہلے اسباب کے بیان سے ہمارا مقصود اس امر کا اظہار اور سفارش ہے۔ کہ گورنمنٹ احکام و قوانین جاری کرینگے وقت اپنی رعایا کے ملک و حالات و خیالات کو ہمیشہ مد نظر رکھا کرے۔ اور اصول و ہدایات اسلام منقولہ بالا کو پیش نظر رکھکر مسلمان رعایا کو خصوصیت کے ساتھہ اپنے احکام مجوزہ کا فرمانبردار تسلیم کر کے انپر نظر عنایت رکھے اور عموماً رعایا کی دلجوئی مراعات کرنے میں وہ ایک پرانے پولٹیشن مسلم استاد کے اشعار ذیل کو اپنا دستور العمل بنائے رکھے۔

(۱) رعیت پنج است سلطان درخت ۔ درخت اے پسر باشد از بیخ سخت (۲) مراعات دہقان کن از بہر خویش ۔ کہ مزدور خوش دل کند کار بیش (۳) قدیمان خود را بیفزائے قدر ۔ کہ ہرگز نیاید ز پروردہ غدر

آسمانی مسیح اور اُسکا رفیق مہدی

اور

گورنمنٹ انگلشیہ

(تمہیدی ریمارک)

اس مضمون میں ہمکو آسمانی مسیح اور اسکے رفیق مہدی کی نسبت اہل اسلام قدیم کا خیال بیان کرکے یہ ظاہر کرنا مدنظر ہے کہ یہ خیال عیسائی گورنمنٹ انگلشیہ کے لیے خطرناک نہیں ہے بلکہ اس خیال کے برخلاف زمینی مسیح اور اُسکے مثیل و ہمعصر و ہم سیرت مہدی کی آمد کا نیا خیال گورنمنٹ انگلشیہ اور ہر ایک گورنمنٹ کے لیے (اسلامی ہی کیوں نہ ہو) پرخطر ہے۔ اس مضمون میں ان دونو خیال کی تصویر دکھا کر اور صرف خیال اول کے محل و ماخذ کی تفصیل کرکے ان کے پولیٹیکل اثر و نتیجہ پر گورنمنٹ و پبلک کو آگاہ کرنا ہمارا مقصود ہے ان خیالات اور ان کے ماخذ پر مذہبی یا علمی (مخالفانہ یا متکلمانہ) بحث کرنا اور ان کے دلائل و اصول کا باہم موازنہ و مقابلہ کرکے صحیح خیال کی تصحیح و تائید اور ضعیف خیال کی تضعیف اور تردید کرنا ہمارا مطلوب نہیں ہے لہذا کوئی صاحب (محدث کہلاتے ہوں یا محدث بن بیٹھے ہوں خود مجتہد یا مجدد ہونے کے مدعی ہوں خواہ کسی کے مقلد و خلیفہ بن گئے ہوں کسی مسیح یا مہدی آسمانی یا زمینی کی آمد کے معتقد و منتظر ہوں یا خود ہی مسیح اور خود ہی مہدی یا ان دونو کے خلیفہ بن بیٹھے ہوں) ہرگز ہرگز مجاز نہ ہونگے کہ ہماری اس پولیٹیکل بحث کے مقابلہ میں مذہبی علمی بحث کو چھیڑیں اور کسی خیال قدیم یا جدید کے دلائل کی تصحیح یا تضعیف کے درپے ہو کر اس خیال کا قوی یا ضعیف ہونا ثابت کریں یا یہ ثابت کرنے لگ جائیں کہ آنے والے مسیح سے حضرت عیسے بن مریم مراد نہیں کیونکہ وہ فوت ہو چکے ہیں اور ان کے رفیق مہدی سے فاطمی مہدی مراد نہیں کیونکہ اسکے متعلق احادیث صحت کو نہیں پہنچیں بلکہ اس مسیح و مہدی سے

فلان شخص مراد ہے جس کے مراد ہونے پر فلان فلان آیت یا حدیث شاہد ہے یا فلان مجذوب نے شہادت دی ہے یا فلان آسمانی نشان ظاہر ہوا ہے" اور اگر کوئی صاحب خواہی نخواہی بر طبق "تو مان نہ مان میں تیرا مہمان" اس قسم کی مذہبی یا علمی بحث میں الجھینگے تو ہم ان کو مخاطب صحیح نہ سمجھینگے بلکہ بے علم کم فہم سخن ناشناس قرار دے کر انکے خطاب میں ؎ سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست پیش کرکے ان کے جواب سے سکوت محض اختیار کرینگے۔ ؎

این است جوابش کہ جوابش ندہم

یہی وجہ ہے کہ ہم اس مضمون میں آنے والے مہدی کے متعلق ان احادیث میں {جو محل کلام محدثین ہیں جنکی طرف ہم رسالہ نمبر ۱۲ جلد ۷۔ اور نمبر ۲ جلد ۹ اور نمبر ۲ و ۸ جلد ۱۱ میں بحوالہ کلام ابن خلدون اشارہ کرچکے ہیں اور اسمیں تفصیلی بحث کا وعدہ بھی کرچکے ہیں} کوئی محدثانہ کلام نہ کرینگے ان احادیث کو جیسے کیسے وہ ہیں بلا کلام نقل کرکے ان کے مضامین سے نتیجہ مطلوبہ نکال لینگے۔ ہمارے اس سکوت سے نہ کوئی صاحب تسلیم صحت جملہ احادیث کا نتیجہ نکالیں اور نہ ہمارے سابق نقل کلام ابن خلدون سے ان احادیث کی عدم صحت کو استنباط کرکے ہماری طرف منسوب کریں ہماری طرف اسی قول یا اعتقاد کو منسوب کریں جسکو ہماری صریح کلام میں پاویں آیندہ زبردستی کرنے کا زبردست کو اختیار ہے اور اسکے مقابلہ میں اس طرف سے یہ بیت تیار ہے ؎

تو و طوبے و ماؤ قامتِ یار فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

یہ مضمون ۱۸۹۷ء میں تالیف ہوا اور مسٹر ینگ بالقابہ سابق لفٹنٹ گورنر پنجاب کے اوائل عہد گورنری میں اسکا خلاصہ ان کے ملاحظہ سے گذرا اور علمائے وقت سے مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی کے ملاحظہ سے بھی گذرا تھا مگر بعض پولیٹیکل اور مذہبی* مصالح کی نظر سے اسکی اشاعت کو غیر ضروری سمجھکر ملتوی کیا گیا تہا۔ پھر اس مضمون کی اشاعت کی اس لیئے ضرورت محسوس ہوئی کہ مرزا غلام احمد کرشن قادیانی نے (جو خود ہی مسیح موعود بن بیٹھا تھا اور خود ہی مہدی معہود) اپنی اس پالیسی کی وجہ گورنمنٹ کو یہ بتائی اور قادیانی اخباروں اور اپنی تصانیف میں یہہ مشتہر کی کہ عموماً مسلمانوں کا خیال مسیح موعود اور امام مہدی کی آمد کی نسبت گورنمنٹ کے لیے سخت خطرناک ہے اسلیئے میں مسلمانوں کے دل و دماغ سے اس خیال کو محو کرنے کے لیئے اپنا مسیح و مہدی ہونا (جو گورنمنٹ کی مخالفت کو ناجائز بلکہ اصل مسئلہ جہاد کو حرام مطلق جانتا ہوں) تجویز کیا ہے تاکہ وہ مسلمان جو میرے پیرو ہوں کسی اور مسیح اور مہدی کے منتظر نہ رہیں (جو خونریزی اور جہاد کرے) اور اس خطرناک خیال کا گورنمنٹ کو اندیشہ نہ رہے

* ان ہی مصالح مذہبی کی نظر سے وہ مفصل بحث جسکا وعدہ جلد ۷ و ۹ و ۱۱ میں دیا گیا تہا ابتک پورا نہوا اس مضمون نے اس بحث تفصیلی سے ہمکو مستغنی کردیا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

اور صرف اسی پالیسی کے اختیار اور اسکے اشتہار پر اکتفا نہ کرکے اسنے تصریح کے ساتھ مسلمانوں پر عموماً اور ہز میجسٹی امیر افغانستان پر خصوصاً یہ غیر شریفانہ حملہ کیا اور اس سے گورنمنٹ کو دہوکھہ دیا کہ ہندوستان وافغانستان و دیگر بلاد اسلامیہ کے مسلمان اس مہدی معہود کے منتظر ہیں جو زمین پر خونریزی کریگا۔ ان مسلمانوں سے صرف اکیلا وہ اور اسکے پیرو خونی مہدی کی آمد سے اور مسئلہ جنگ وجہاد سے منکر ہیں اور اسیوجہ سے ہز میجسٹی امیر افغانستان نے اسکے دو مریدوں کو کابل میں قتل کر دیا ہے۔ اور اسکی جان اور اسکے پیروان کی جان واموال کو کسی اسلامی سلطنت اور ملک میں امن نہیں ہے۔ یہہ باتیں اسنے سول اینڈ ملٹری گزٹ ۷ و ۱۲ مئی ۱۹۰۷ء میں مشتہر کرائی ہیں اور عموماً مسلمانوں کو بدنام اور محل اتہام والزام بنانے میں کوتاہی نہ کی تو اسکے اس حملہ کا مجمل جواب خاکسار خادم قوم واسلام وہوا خواہ سلطنت نے اسی سول اینڈ ملٹری گزٹ کے پرچہ ۱۹ جولائی ۱۹۰۷ء میں ایسا درج ومشتہر کرا دیا۔ جسکے جواب میں اب تک مرزا اور اسکی پارٹی سے کچھ بن نہیں پڑا اور چونکہ اُس اجمال کی پوری تفصیل بادلیل میرے اس مضمون میں پائی جاتی ہے۔ لہذا اس مضمون کی اشاعت اسوقت بہت ضروری معلوم ہوئی اور مسلمانوں کے اتہام قادیانی سے براءت اور گورنمنٹ کی مسلمانوں کیطرف سے تسکین وطمانیت کرنی واجب نظر آئی۔ مگر ہنوز یہہ مضمون کاپی نہ ہوا تھا کہ ۲۶ مئی کو قادیانی (علیہ مایستحقہ) اپنے سبہی دعاوی ناتمام اور پالیسیاں ناکام اپنی بغل میں دبا کر راہیئے ملک عدم ہوا اور مقولہ "خس کم جہان پاک"۔ کا صدق متوقع ہو گیا تھا لہذا پھر اس مضمون کی اشاعت کو ملتوی کرنے کا خیال پیدا ہو گیا۔

ہر چند اس مسیح ناکام اور مہدی بے نیل مرام کی موت سے پہلے اسکے نائبین نے رسائل واخبارات قادیاں (ریویو اوف ریلیجنس والحکم والبدر) میں ایسے مضامین شایع کئے تھے جسمیں تمام اہل اسلام پر وہی حملہ اعتقاد آمد خونی مہدی اور خاصکر اس خاکسار پر بتجویز تناقض وتضاد انکار واعتقاد آمد اصلی مہدی کا الزام دورخی پایا جاتا تھا جسکا جواب باصواب ضروری تہا مگر اس خیال سے کہ جبکہ شہتیر* خرابات خانہ افتراءات واتہامات ٹوٹ کر گر گیا ہے تو چھت کی اینٹیں وکڑیاں بھی منتشر ہو جائینگی۔ جڑہ اکھڑ گئی ہے تو شاخیں خود بخود خشک ہو جائینگی اس حملہ کا الزام کا جواب دینا اور ان کے مقابلہ میں اس مضمون کی اشاعت کرنا غیر ضروری

* اس شہتیر کے ٹوٹ جانے کی قادیانی اپنے انجام کو سوچ کر خود پیش گوئی کر چکا تھا جو امت محمدیہ پر رحم فرما کر خدائے تعالیٰ نے پوری کر دی۔

سمجھا گیا تھا۔

پھر جبکہ ان نائبین نے اس مردہ کی استخوان کو کھڑا کرکے اپنے احمق دام افتادگان کی نظروں میں اسکو زندہ کر دکھایا اور بدست آویز مقولہ عزازیلیہ الاولیاء لا یموتون (جو تفسیر عزیزی وغیرہ میں منقول ہے۔ حیات الانبیاء فی وفات الاولیاء کا مضمون اپنی جماعت کے حمقاء کے خیالات میں جما کر مسیحیت و مہدویت کا ڈھانچہ کھڑا کر ہی دیا اور اسکے خلفاء میں سے ایک کو خلیفۃ المہدی* والمسیح بنا دیا اور اسکو لقب امیر المومنین وغیرہ سے ملقب و مخاطب کر دیا اور اس مردہ کو زندہ کر دکھانے کے لیئے اس نے تہذیبی و دروغگوئی و بیہودہ سرائی و ژاژخائی سے کام لیا کہ اس مردہ کی زندگی میں وہ کام نہ لیا تھا۔ لہذا اب پھر ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ اس مضمون ہدایت مشحون کو چھاپکر مشتہر کر دیا جاوے تاکہ اس سے اس متعارض حملہ اور ناحق الزام کا قلع قمع ہو اور آئے دن جھوٹھی مسیحیت و جعلی مہدویت کی ایسی بیخکنی ہو کہ پھر کوئی جھوٹھا مسیح و جعلی مہدی بدست آویز دلایل شرعیہ و احادیث نبویہ مسیح و مہدی ہونے کا نام نہ لے سکے۔ بلا دلیل و بے وجہ بکواس کرنے سے کوئی اہل علم یا اہل قلم روک نہیں سکتا اسکے روکنے کے لیئے خدا تعالے کی قہری تجلی ضروری ہے جسنے قادیانی کو ڈپو چاہے۔ اس سے زیادہ اس مضمون کی اشاعت سے کوئی غرض و مقصود نہیں نہ قادیانی سے عداوت نہ گورنمنٹ کی بیجا خوشامد نہ کسی صلہ و انعام کی امید و خواہش (جیسیکہ قادیانی نے بدگمانی کی اور رسالہ کشف الحجاب وغیرہ اشتہاروں میں یہ بدگمانی اس سے قلم میں آئی پھر اسکی تقلید سے اسکے بظاہر مخالف اور در پردہ مقلد ہمارے لائق روحانی فرزند ایڈیٹر اخبار مسمے اہلحدیث نے کی اور اخبار ۸ مئی ۱۹۰۸ء میں اسکی قلم میں آئی) انکی اس بدگمانی کی ہم کچھ پروا نہیں کرتے بلکہ اس کے صلہ میں ہم گورنمنٹ کے حضور میں بادب سفارش کرتے ہیں کہ اس مضمون کے صلہ میں جو کچھ گورنمنٹ مجھکو انعام دینا چاہے وہ ان دونوں بدگمانوں کو عطا کرے جسکو وہ دونو فریق (ایڈیٹر اخبار مسمے اہلحدیث و قادیانی کے خلیفہ و ہمخیال) نصفا نصف کرکے بانٹ لیں وہی اس انعام کے مستحق ہیں کیونکہ وہی اس مضمون کی اشاعت کے تازہ محرک ہوئے ہیں۔ ریمارک ختم ہوا اب مضمون شروع ہوتا ہے۔

اہل اسلام قدیم کا آنے والے مسیح کی نسبت یہہ خیال ہے کہ جو کچھ اُسنے اپنے مشن کے متعلق پہلی آمد میں کیا یا جو دوسری آمد میں اس سے وقوع میں آئے گا وہ از سر تا پا آسمانی اور

* دیکھو لکم نمبر ۵۲ و نمبر ۵۵ و نمبر ۶۰ مطبوعہ ۳۰ ستمبر ۱۹۰۷ء و ۱۸ دسمبر ۱۹۰۸ء وغیرہ ۱۲

روحانی تھا اور ہوگا۔ زمینی سازش و تدبیر اور انسانی طاقت و تاثیر کا وہ اثر تھا اور نہ ہوگا۔
آپکی پہلی آمد کے آسمانی نشانات اور روحانی برکات اہل اسلام قدیم کے اعتقاد میں بہت ہیں کہ از انجملہ بعض قبل ولادت آپ کی والدہ مریم صدیقہ کی پیدائش کے وقت سے ظہور میں آئے۔ بعض آپ کی پیدائش کے وقت اور بعض آپ کے زمانہ نبوت میں ظاہر ہوئے

(۱) فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا (ال عمران ع ۴)
کانت نبتت فی الیوم کما نبتت المولود فی العام
(جلالین لکھنوی ص۴۳)

ازانجملہ اول خدا تعالے کا آپکو ایک مقدس اور بابرکت خاندان سے پیدا کرنا اور آپ کی والدہ مریم صدیقہ کو اچھی قبولیت سے قبول کرنا اور اسکو غیر معمولی طور سے بڑھانا وہ ایک دن میں اسقدر بڑھتے تھے جیسے اور بچے سال بھر میں بڑھتے ہیں۔

(۲) كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (ال عمران)
ای یاتیھا بہ من الجنۃ۔ لما رای زکریا ذالک علم ان القادر علی الاتیان بالشیء فی غیر حینہ قادر علی الاتیان بالولد علی الکبر دعا زکریا ربہ (جلالین صفحہ ۴۳)

(۲) غیر موسمی پھل بہشت سے اسکے پاس بھیجنا جبکو دیکھکر حضرت زکریا نے جان لیا کہ خدا تعالی بے موسم پھل بھیجنے پر قادر ہے تو وہ مجھے بڑھاپے میں فرزند دینے پر قادر ہے تو آپ نے باوجود حالت مایوسی خدا سے فرزند کے لیے دعا کی۔

(۳) اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ

(۳) اسکی والدہ کا بغیر واسطہ شوہر کے صرف

* مرزا جس خاندان سے پیدا ہوا اسکے تقدس سے قادیان بٹالہ۔ گورداسپور کے لوگ جو اسکے باپ بھائیوں کو دیکھ چکے ہیں۔ بخوبی واقف ہیں۔ مرزا کے باپ کا کوئی سنی مذہب نہ تھا نہ احکام مذہب نہ نماز روزہ حج زکوۃ کا وہ پابند تھا اسکا ایک حقیقی بھائی عیاشی میں ایسا مستغرق ہوگیا تھا کہ اسکا بدن دخون بگڑ گیا تھا اور ناک بیٹھ گئی تھی ایک بھائی ہاکخوروں کا پیشوا بنکر مسلمانوں سے الگ ہوگیا تھا ایک اپنی بعضہ تناسل کو کاٹ کر ہیجڑا بن بیٹھا تھا۔

اسی خاندان سے جسپر یہ مصرع صادق آتا ضایع ابن خانہ تمام آفتاب است ؛ پیدا ہوکر اسکا دعوے کہ میں مسیح موعود ہوں میں نبی ہوں میں مہدی ہوں کسقدر لغو تھا ؟

اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ

قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ (آل عمران) ای من خلق ولد منك بلا اب (جلالین ص۴۲)	کلمہ کُن سے آپ کے وجود کے ساتھ حاملہ ہونا
(۴) فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا (مریم ع ۲) سریا نہر کان انقطع فجرت النخلۃ کانت یابسۃ جلالین ص۴۴۳ و ص۴۴۵	(۴) آپ کی ولادت کے وقت خشک درخت خرما سے تازہ کھجوریں جھڑنا اور خشک نہر سے پانی جاری ہونا۔
۵ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا (سورہ مریم ع ۲) يُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا (آل عمران ع۶) ای طفلا قبل وقت الکلام جلالین ص۴۴۳	(۵) یہودیوں کے طوفان و بہتان کے جواب میں آپکا گہوارہ میں کلام کرنا کہ میں خدا کا بندہ ہوں۔ خدا نے مجھے نبی کیا ہے۔
(۶) و (۷) و (۸) وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ سورہ مائدہ ع ۱۵	(۶) و (۷) و (۸) آپ کا خدا تعالے کے حکم سے مٹی کی پرند جانور بنانا اور خدا کے حکم سے اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنا اور خدا کے حکم سے مردے زندہ کرنا۔
(۹) وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ (مائدہ ع ۱۵) فنزلت الملئکۃ بھا من السماء علیھا سبعۃ ارغف وسبعۃ احوات فاکلوا منھا حتی شبعوا (جلالین ص۱۰۴)	(۹) اپنے حواریوں کی استدعا پر آسمان سے کھانا نازل ہونے کی دعا کی تو خدا نے نازل کیا۔ جلالین میں ہے کہ فرشتے آسمان سے خوانچہ لیکر اترے جسمیں سات روٹیاں تھیں سات مچھلیاں جسکو انہوں نے کھایا اور سیر ہوئے۔
۱۰ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ مائدہ ع ۱۵ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ	(۱۰) جب بنی اسرائیل (یہودیوں) نے آپکے معجزات دیکھکر انکا انکار وکفر کیا اور آپکو صلیب پر چڑھانا کر قتل کرنا چاہا تو خدا نے آپ کو اُن سے بچا لیا اور جس گھر پر آپ تھے اسکے روشن دان سے نکال لیا اور ایک بدلی کے ذریعہ

به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه يقينا (النساء ع ۲۲)

ان الله ارسل سحابة رفعة فتعلقت به امه وبكت فقال لها ان القيامة تجمعنا (جلالین ص۴۵) رفع عيسى من روزنة في البيت الى السماء (فتح البيان ص۶ معالم التنزيل ص۱۶۲)

زندہ آسمان پر اٹھالیا آپکی والدہ بھی آپ سے لٹک کر رونے لگیں تو آپ نے فرمایا قیامت کا دن ہمکو اکٹھا کریگا۔

(۱۱) وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ ۲ ال عمران ع ۳

انما اختر اوصافه بالصلاح لانه لا يسمى الرجل صالحا حتى يكون مواظبا على النهج الاصلح والطريق الاكمل في جميع احواله وذلك يتناول جميع المقامات في الدين والدنيا في افضل القلوب وفي افضل الجوارح ولهذا قال سليمان بعد النبوة وادخلني برحمتك في عبادك الصالحين (فتح البيان) ص۳۹۲

اولئك الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين الخ

(۱۱) آپ کی پہلی آمد کی تمام زندگی اور طرز معاشرت سراپا برکت و رحمت تھی وہ عنصر اسکی طاعت اور خلق خدا پر رحمت و شفقت میں گذری۔ ایک آیت میں آپ کے اجل فضایل بنوت بیان کرکے اخیر میں فرمایا ہے کہ آپ صالحین میں سے ہیں جملہ احوال و مقامات دین و دنیا اور افعال قلوب اور افعال جوارح میں صلاحیت کے اکمل درجہ پر تھی۔ جو اولوالعزم نبیوں کو حاصل ہوتا ہے اور جسکے واسطے حضرت سلیمانؑ نے نبی ہوکر تمنا اور دعا کی تھی۔ اور ایسا ہی فتح البیان میں ہے اور خود خداوند تعالے نے اپنے انعام یافتہ بندگان کی آخری وصف یہی بیان کی ہے۔ اس درجہ کمال کی ایک مثال یہ ہے کہ آپنے دنیا میں بے رغبتی و فقیری و فروتنی و مسکینی سے اپنے پہلے آمد کی عمر بسر کی اور آپ کی زبان سے کسی بشر کی کجا۔ کسی حیوان کی بھی بدگوئی نہیں ہوئی۔ کسی کی جان کو ایذا رسانی تو کیونکر ممکن تھی۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس سے خنزیر گذرا تو آپ نے اسکو کہا تو سلام یعنے سلامتی سے گذر جا۔ کسی نے کہا آپ خنزیر کو ایسا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں ڈرتا ہوں کہ میری زبان کو بدگوئی کی عادت نہ

عن يحيى ابن سعيد ان عيسى بن مريم لقى خنزيرا فقال له انفذ بسلام فقيل تقول هذا الخنزير فقال عيسى بن مريم اني خاف

ولکن کان حنیفاً مسلماً وما کان من المشرکین۔ (ال عمران ۔ ع ۵)	(ہمارا خلیل) ابراہیم نہ یہودی تھا نہ نصرانی نہ مشرکین مکہ کے طریق پر تہا۔ کیونکہ یہ سب کے

سب خدا کے سوا معبودوں کو (کوئی بتوں کو کوئی نبیوں اور درویشوں وغیرہ کو) پوجتے ہیں اور وہ سب معبودوں کو چھوڑ کر خدا واحد کی طرف یکسو ہو کر اسکی عبادت کرتا تھا یہ اصول توحید عبادت یہود نصاریٰ کی کتابوں میں ایک مسلّم اصول تہا اور مکہ کے مشرکین بھی کبھی کبھی اپنی عبادت طواف میں اور سخت بحری مصیبتوں میں ابتلا کے وقت اس اصول کو مانتے چلے آتے تھے۔ ایسا ہی مسلمہ اصول ہم تعلیم یافتہ مسلمانوں کے (جو مسلمان کہلاتے ہیں اور بڑے زور و جوش سے اسکے مدعی ہیں) اور ان کے مقابل فریق کے سامنے پیش کرتے ہیں اور اس سے ان کے دعاوی متقابلہ کا ایگزیمیشن (امتحان) کرتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

اشاعۃ السنۃ نے اٹھایا اور اس رسالہ کے جلد ۴ کے نمبر ۸۔ ۱۰۔ ۱۱۔ اور جلد ۵ کے نمبر ۱ و ۲ وغیرہ میں بدلائل نقلیہ و عقلیہ ثابت کر دیا کہ ہندوستان و پنجاب کے اہلحدیث میں دونو معنی مذہبی و ملکی کی نظر سے وہابی کوئی نہیں ہے نہ بمعنے باغی سلطنت اور نہ بمعنے پیرو عبدالوہاب اور خاکسار سے پہلے اس امر کو سرسید نے جبکہ وہ مذہب اہلحدیث کی پیروی کے مدعی تھے جواب رسالہ ڈاکٹر ہنٹر میں ثابت کر دیا تھا جس کو گورنمنٹ نے تسلیم کر لیا تھا۔ اور سپریم گورنمنٹ اور تمام لوکل گورنمنٹوں (پنجاب۔ بمبئی۔ مدراس۔ بنگال۔ ممالک مغربی شمالی۔ ممالک متوسط) نے خاکسار کی درخواست پر سرکلر جاری کر دیا کہ سرکاری کاغذات میں اس جماعت کے لوگوں کو لفظ وہابی سے یاد نہ کیا جائے اور ملکی اخباروں میں یہ پبلک اوپینین (عام رائے) ظاہر و مشتہر ہو گئی کہ گورنمنٹ و پبلک نے اس لفظ وہابی کو دل آزاد تسلیم کر لیا ہے کوئی کسی شخص اہلحدیث ہندوستانی کے حق میں اس لفظ کو استعمال نکرے جو شخص کسی اہلحدیث کے حق میں یہ لفظ استعمال کریگا اسپر اسکو استغاثہ کا حق پیدا ہو جائے گا۔

ان اعود لسانی المنطق بالسوء (موطا صـ۳۶۶) نہ ہو جائے

ان آیات واقوال سے صاف ثابت ہے کہ حضرت مسیح کی پہلی آمد آسمانی نشانات وروحانی برکات کا محل تھی۔ اور جو کچھ آپنے اپنے مشن کے متعلق پہلی آمد میں کیا آسمانی تائید سے کیا۔ نہ زمینی تدبیر سے ..... ایسی ہی آپ کی دوسری آمد آسمانی نشانوں اور روحانی برکتوں کا محل ہوگی۔ اہل اسلام قدیم یہ یقین وایمان رکھتے ہیں۔ کہ قیامت کے قریب حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام آسمان سے زمین پر دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھکر ایک سفید منارہ کے قریب دمشق کی شرقی جانب میں اترینگے اور زمین میں عدل۔ امن۔ راستی اور دین کی روشنی پھیلائینگے اور ظلم بے دینی بے ایمانی کو دور کرینگے۔ اس مشن کو پورا کرنے میں وہ زمینی تدبیروں اور انسانی سازشوں کے محتاج نہ ہونگے اور میدان جنگ وجدال وخونریزی وقتال آرمہ کرکے تلوار سے کام نہ لینگے۔ بلکہ اپنی روحانی طاقتوں اور آسمانی نشانوں کے ذریعہ اس مشن کو پورا کرینگے۔ انکے وقت میں لڑائی بالکل موقوف ہوگی۔ تلوار اسوقت میں جنگ کے کام سے بیکار ہو جائے گی صرف کھیتی کاٹنے کے کام میں آئیگی۔ منکرین انکے نزول آسمانی اور دیگر نشانوں کو دیکھکر ایمان لے آئینگے۔ اور جو شقی ازلی سنگدل فطرتی اس سے محروم ہو کر کافر رہینگے۔ وہ آپ کی سانس کی تاثیر سے ہلاک ہونگے۔ دجال ہو عود ان کی صورت دیکھکر پگھلنے لگ جائے گا مگر نوشتہ پورا کرنے کے لیئے اور بطور قصاص اس موذی کو آپ اپنے ہاتھ سے قتل کرینگے۔ اور بعض شقی (جیسے یاجوج ماجوج آپ کی بد دعا سے ہلاک ہو جائینگے۔ اور ان کی لاشوں اور خونوں سے زمین کو پاک کرنے کے لیئے آسمان سے مدد آئے گی۔ زمین میں رزق اور پھلوں میں برکت ہوگی۔ اور دولت ومال کی (جسکی وجہہ سے اور اوسکی طمع سے لوگ آپسمیں لڑتے اور ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں) ایسی کثرت ہوگی کہ کوئی کسی کو کچھ مال دینا چاہے گا تو وہ قبول نہ کریگا اور لوگوں کا بخل اور آپسمیں کینہ اور بغض سب دور ہو جائیگا۔ یہ فیض امن زمانہ مسیح کا انسانوں کے علاوہ حیوانات اور درندوں کو بھی پہونچیگا۔ وہ بھی ایک دوسرے پر ظلم وایذا رسانی نہ کرینگے۔ بھیڑیا اور بکری چیتا اور گلئے ایک گھاٹ پانی پینگے۔ سانپ وغیرہ زہریلے جانور انسانوں اور حیوانوں کے ساتھ کھیلینگے۔ اور انکی زہر جاتی رہے گی۔ ان برکات ونشانات میں انکے ثانی اثنین ورفیق مہدی علیہ السلام انکے وقت میں ہونگے بلکہ ان ہی کی مدد کے لیئے حضرت عیسے علیہ السلام آسمان سے اُتریں گے۔ ان دونوں حضرات کا ایک ہی مشن ہوگا۔ اور

ایک ہی روحانی طریق سے وہ اس شش کو پورا کریں گے۔

ہر چند آمد مسیح کے پہلے امام مہدی کے زمانہ میں دین سے مزاحمت کرنے والوں سے مسلمانوں کے ڈیفنسو (مدافعتی) نہ ایفنسو (پیشقدمی والے) لڑائیاں ہونگی۔ مگر کسی حدیث صحیح ضعیف سے یہ ثابت نہیں کہ حضرت امام مہدی بذاتِ خود کسی شخص پر تلوار اٹھائیں گے۔ اور کسی جان کو تلف کریں گے۔ یا پیشقدمی کر کے اور بلا عوض تلف کرنیکا حکم دیں گے۔

بلکہ انکی نسبت یہ کہا گیا ہے کہ وہ کسی سوتے کو نہ جگائیں گے اور کسی جان کی خونریزی نکریں گے۔ (ایسا ہی حجج الکرامۃ فی آثار القیامۃ میں بصفحہ ۳۶۳ نقل کیا ہے[1]) اور احادیث سے جو عنقریب منقول ہونگی معلوم ہوتا ہے کہ اُن لڑائیوں میں امام مہدی سے جو کچھ ظہور میں آئے گا وہ روحانی اور آسمانی نشان کے طور پر ہوگا۔ اور آمد مسیح کے بعد تو اُن ڈیفنسو لڑائیوں کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔ اور مہدی و مسیح دونوں کے ہاتھ سے روحانی برکات سے دین چمکیگا۔ تلوار سے کچھ کام نہ لیا جائے گا۔

اس اجمال کی تفصیل بہت سی آیات و احادیث و آثار میں پائی جاتی ہے۔ اس مقام میں از انجملہ صرف چند آیات و احادیث و آثار نقل کئے جاتے ہیں۔

سب سے پہلا نشان آسمانی (آپکا آسمان سے نازل ہونا) چند آیات بینہ پایا جاتا ہے۔ از انجملہ ایک آیت یہ ہے جسمیں ارشاد ہے کہ حضرت مسیح بن مریم قیامت کا علم یا نشان ہو عامہ تفاسیر میں بہ نقل احادیث و آثار بیان کیا ہے کہ حضرت عیسےٰ کا آسمان سے نزول علامت قیامت ہے۔

(۱) وانہ لعلم للساعۃ (زخرف ع۱۶) انہ ای عیسےٰ لعلم للساعۃ تعلم بنزولہ (جلالین ص۲۹۴)

دوسری وہ آیت ہے جسمیں ارشاد ہے کہ آپ گہوارہ اور کہولیت (ادھیڑ عمر) میں یکساں کلام کریں گے۔ عامہ تفاسیر معالم و فتح البیان وغیرہ میں حسین بن الفضل سے نقل کیا ہے کہ حضرت مسیح آسمان سے اترنے کے بعد سن کہولت میں کلام کریں گے۔

یکلم الناس فی المھد وکھلا (آل عمران ع۶) قال الحسین بن الفضل یکلم الناس کھلا بعد نزول من السماء وفیہ نصٌ علےٰ انہ ینزل من السماء الی الارض۔ (فتح البیان ص۳۹۳)

ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ وہ سنہ

قال ابن عباسؓ وارسل اللہ الی عیسےٰ وھو ابن ثلاثین سنۃ فمکث فی

[1] اصل عبارت حجج الکرامۃ ۳۶۳ صفحہ میں منقول ہے۔

رسالته ثلاثين شهرا ثم رفع الله اليه ثم ينزله الى الارض وهو فى سن الكهولة۔ (فتح البیان صـ۷۷)	کہولت سے پہلے آسمان پر اٹھائے گئے تھے آسمان سے سنہ کہولت کے بعد اتر کر کلام کریں گے۔

دوسری آیت وہ ہے جو عنقریب نشان سوم کے ثبوت میں پیش کیجائے گی۔

دوسرا آسمانی نشان (اس نزول کی کیفیت کہ وہ فرشتوں کے ساتھ اور دمشق کے مشرقی منارہ کے قریب ہوگا۔ احادیث صحیحہ مسلم میں پایا جاتا ہے۔ جسمیں بیان ہے۔

فبينما هو كذلك اذ بعث الله المسيح بن مريم عليه السلام فينزل عند المنارة البيضاء شرقى دمشق بين مهرودتين واضعا كفيه على اجنحة ملكين اذا طاطا راسه قطر واذ رفعه تحدر منه جمان كاللؤلؤ (صحیح مسلم صـ۴۰۱)	خدا مسیح بن مریم کو بھیجیگا تو وہ دمشق کے مشرقی سفید منارہ کے پاس اتریں گے زرد رنگ جوڑا پہنے ہوئے دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے جب وہ سر جھکائیں گے تو اُن سے قطرات عرق ٹپکیں گے اور جب وہ سر اٹھائیں گے تو اُن سے موتیوں کے سے چاندی کے دانے گریں گے۔

تیسرا آسمانی نشان (اُس نزول اور اُسکی کیفیت معجزانہ اور دیگر آسمانی نشان دیکھ کر لوگوں کا ایمان لانا)

دوسری آیت میں ہے جسمیں ارشاد ہے کہ مسیح کی موت سے پہلے سب اہل کتاب یہودی وغیرہ جو اب منکر ہیں ایمان لائیں گے۔

(۲) وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته (النساء ع ۲۲) قبل موت عيسے لما ينزل قرب القيامة (جلالین صـ۸۲) يومن به من ادركه عند نزوله الى الارض وصح الطبرى هذا القول وقد تواترت الاحاديث بنزول عيسے حسبما افصح ذلك الشوكانى فى مولف مستقل (فتح البیان صـ۶۵۷ ج اول)	عالمہ تفاسیر جلالین۔ فتح الباری۔ تفسیر طبری وغیرہ میں ہے کہ جب حضرت عیسے آسمان سے اتریں گے تو جو لوگ انکو پاویں گے اُنپر ایمان لاویں گے۔ اُس آیت کی تفسیر حدیث صحیح بخاری میں بھی ہوئی ہے جو نشان دہم کے ثبوت میں پیش کیجاوے گی مسیح کی نزول آسمانی اور آمد ثانی کا سر و فائدہ و حکمت یہی

ایمان اختیاری (نہ اجباری ہوگا) اُن کو آسمان سے اس معجزانہ کیفیت کے ساتھ اُترتے ہوئے دیکھ کر یہود جیسے سنگدل جو الحوصلیب پر مقتول کہتے اور ملعون سمجھتے ہیں۔ اور آجکل کے بعض نام کے مسلمان (جو اُنکے آسمان پر جانے اور دیگر معجزات کے قائل نہیں) ایمان لائیں گے۔ اُن منکروں کو قائل کرنے کے لئے اس سے بڑھکر کوئی دلیل و شہادت نہ تھی اور جو اس دلیل کو مشاہدہ کرکے بھی منکر رہیں گے۔ وہ ہلاکت کے فرزند انکی سانس سے ہلاک ہوجائیں گے۔ جن کا بیان نشان چہارم میں ہوتا ہے۔

چوتھا آسمانی نشان (حضرت مسیح کے نشانات کو دیکھ کر ایمان نہ لانے والوں اور اپنی سنگدلی اور شقاوت ازلی کی وجہ سے کافر رہنے والوں کا صرف آپکے سانس کی تاثیر سے (نہ تلوار و بندوق سے ہلاک ہوجانا صحیح مسلم کی احدیث میں ہے۔ جسمیں یہ بیان ہے کہ (نزول مسیح کے وقت) جائز و ممکن نہ ہوگا۔ کہ مسیح کا سانس کسی کافر کو پہونچے اور وہ ہلاک نہ ہو اور مسیح کا سانس وہاں تک پہنچے گا۔

فلا یحل لکافر یجد ریح نفسه الا مات ونفسه ینتهی حیث ینتهی طرفه (صحیح مسلم ص۴۰۱)

جہانتک اسکی نظر پہنچیگی

پانچواں آسمانی نشان اسی قسم کے ایک سنگدل و شقی ازلی (دجال موعود) کا اُسکے نزول سے پہلے خروج کرنا اور اسکی صورت کو دیکھ کر پگھلنے لگ جانا صحیح مسلم کی احدیث میں ہے جسمیں یہ بیان ہے کہ دجال حضرت مسیح کو دیکھے گا۔ تو پگھلنے لگ جائیگا۔ آپ اسکو اپنے ہاتھ سے قتل کرنا ترک کرتے تو وہ پگھل کر ہلاک ہوجاتا۔ مگر اللہ تعالےٰ آپکے ہاتھ سے اسکو قتل کرائے گا۔

فاذا راٰه عدو الله ذاب کما یذوب الملح فی الماء فلو ترکه لانذاب حتی یهلك ولکن یقتله الله بیدٖه فیریهم دمه فی حربته (صحیح مسلم ص۳۹۲)

حضرت مسیح علیہ السلام کے ہاتھ سے دجال کے قتل ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ جو نوشتہ خاتم المرسلین کے ذریعہ سے ظاہر کیا گیا ہے۔ وہ پورا ہو۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس موذی کے ہاتھ سے بہت سے مسلمان قتل کئے جائیں گے۔ (جسکی تفصیل گیارہویں نشان کے فٹ نوٹ میں ہوگی) لہٰذا اس موذی کا قتل کیا جانا بطور حدّ و قصاص ہوگا۔ اور عین انصاف کا مقتضا نہ رحیمی نشان مسیحی کے برخلاف

اسکی تفصیل بھی اس نوٹ میں ہوگی۔

چھٹا آسمانی نشان اسی قسم کے اور منکروں اور کافروں (یاجوج ماجوج) کا۔ (جو اہل اسلام قدیم کے خیال میں یافث بن نوح کی اولاد سے ہیں۔ اور اب تک وہ ذوالقرنین کی بنا کردہ آہنی دیوار سے روکے ہوئے ہیں۔ قیامت* کے قریب نکلنے سے زمانہ نزول حضرت مسیح میں وہ دیوار کھل جائے گی تو وہ نکلینگے) اور آپ کی دعا سے (نہ تلوار و جنگ و قتال و تفنگ سے) اُن کا ہلاک ہونا اُنکی گردنوں میں ایک پھوڑا نکلنا اور اس سے سب کا ایک جان کیطرح ایک آن میں مرجانا۔

ساتواں آسمانی نشان ان خبیثوں کی لاشوں سے زمین کو خالی کرنے کے لئے آپ کی دُعا سے اونٹوں کی گردنوں جیسے جانوروں کا جو اُن کی نعشوں کو اُٹھائیں گے پیدا ہونا۔

آٹھواں۔ آسمانی نشان اُن خبیثوں کے خون اور بدبو سے زمین کو پاک کرنے کے لئے آسمان سے بارش ہونا اور تمام زمین کا صاف ہوجانا۔

نواں۔ آسمانی نشان آپکے یُمن و برکت سے زمین کو حکم ہونا کہ وہ اپنے پہل نکالے اور برکتیں واپس لائے جسکے اثر سے ایسے ایسے انار پیدا ہونگے جنکے دانے ایک جماعت کھا سکے اور اُنکے چھلکے کے سایہ میں ایک جماعت سایہ لے اور مواشی کے دودھ کا اسقدر کثرت سے پیدا ہونا کہ ایک اونٹنی کا دودھ

*فبینا ھو کذلک اذا وحی اللہ الی عیسی علیہ السلام انی قد اخرجت عبادا لی لا یدان لاحد بقتالھم فحرز عبادی الی الطور ویبعث اللہ یاجوج وماجوج وھم من کل حدب ینسلون فیمر اوائلھم علی بحیرۃ طبریۃ فیشربون ما فیھا ویمر اخرھم فیقولون لقد کان بھذہ مرۃ ماء ویحصر نبی اللہ عیسی علیہ السلام و اصحابہ حتی یکون راس الثور لاحدھم خیرا من مائۃ دینار لاحدکم الیوم فیرغب نبی اللہ عیسی واصحابہ فیرسل اللہ علیھم النغف فی رقابھم فیصبحون فرسی کموت نفس واحدۃ ثم یھبطہ نبی اللہ عیسی ع واصحابہ الی الارض فلا یجدون فی الارض موضع شبر الا ملأہ زھمھم ونتنھم فیرغب نبی اللہ عیسی علیہ السلام واصحابہ الی اللہ فیرسل اللہ علیھم طیرا اعناق البخت فتحملھم فتطرحھم حیث شاء اللہ ثم یرسل اللہ مطرا لا یکن منہ بیت مدر ولا وبر فیغسل الارض حتی یترکھا کالزلفۃ ثم یقال للارض انبتی ثمرتک دُرّدی برکتک فیومئذ تاکل العصابۃ من الرمانۃ ویستظلون بقحفھا

ن کاعناق البخت (ابن ماجہ)

*نوٹ۔ اس حدیث کا پورا ترجمہ صفحہ (۱۰۲) میں آئے گا۔

ویبارك فی الرسل حتی ان اللقحة من الابل لتکفی الفئام من الناس و اللقحة من البقر لتکفی القبیلة من الناس واللقحة من الغنم لتکفی الفخذ من الناس (صحیح مسلم ص۴۰۰ و ص۴۰۱ وابن ماجہ ص۴۳۳)

ایک بڑے قبیلے کے لئے کافی ہو۔ اور ایک گائے کا دودھ اس سے چھوٹے قبیلے کے لئے اور ایک بکری کا دودھ اس سے چھوٹے قبیلے کے لئے یہ چاروں نشان صحیح مسلم کی اور ترمذی و ابن ماجہ کی حدیث میں ہیں جسکا خلاصہ مطلب یہی ہے جو بیان کیا گیا۔ اور اکثر یہ مطالب کتاب الرحمۃ المہداۃ کی حدیث میں بھی پائی جاتی ہے۔ جو عنقریب گیارہویں نشان کے ثبوت میں پیش کی جاویگی

دسواں آسمانی نشان (لوگوں کا مال سے مستغنی ہو جانا اور اسی وجہ سے ان کا بخل مالی و باہمی بغض و کینہ باقی نہ رہنا اور جنگ و لڑائیوں کا یکقلم موقوف ہو جانا اور تلوار کا کھیتی کاٹنے کا اوزار بن جانا) احادیث ذیل میں پایا جاتا ہے۔

صحیح بخاری میں ہے حضرت عیسےٰ کا آسمان سے اترنے کا بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا ہے۔ مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بے شک عنقریب مریمؑ کے بیٹے حاکم عادل ہو کر اتریں گے۔ لڑائی کو موقوف کر دینگے۔ اُن کے وقت میں مال ایسا کثرت سے ہوگا کہ کوئی اسکو قبول کریگا اسوقت ایک سجدہ ساری دنیا سے بہتر معلوم ہوگا۔ ابو ہریرہؓ راوی حدیث نے فرمایا کہ چاہو (تو تصدیق اس قول نبوی کے لئے) یہ قول خداوندی پڑھو۔ جسمیں یہ بیان ہے کہ موت مسیح کے پہلے سبھی اہل کتاب پر ایمان لائینگے

باب نزول عیسی بن مریم قال قال رسول اللہ صلعم والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیر من الدنیا وما فیھا ثم یقول ابو ھریرۃ واقرءوا ان شئتم وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیدا۔ (صحیح بخاری ص۴۹۰)

ای انھم لا یتقربون الی اللہ الا بالعبادۃ لا بالتصدق بالمال (فتح الباری)

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے کہ اسوقت دولت و مال کی افزونی کی وجہ سے لوگ صدقہ و خیرات کرنا چھوڑ دیں گے (کیونکہ قبول کرنیوالا کوئی نہ ہوگا) اور صرف بدنی عبادت سے خدا کا قرب چاہیں گے۔ اسوقت ایک سجدہ تمام دنیا سے بہتر ہوگا۔

اور صحیح مسلم میں احدیث کو بیان کرکے اسمیں لکھا ہے۔ کہ اُسوقت اونٹنیاں (جو عرب میں بہت پیارا مال ہے) بیکار چھوڑ دیجائیں گی۔ اُن کے لئے کوئی کوشش نہ کرے گا۔ دلوں کی عداوت اور کینہ اور حسد دُور ہوجائیں گے۔ مال کیطرف لوگ بلائے جائیں گے تو کوئی قبول نہ کرے گا۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم والله ليترلن ابن مريم حكما عادلا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير وليضعن الجزية ويتركن القلائص فلا يسعى عليها ولتذهبن الشحناء والتباغض والتحاسد وليدعون الى المال فلا يقبله احد (صحیح مسلم ص۸۰)

ایک روایت صحیح مسلم میں آیا ہے کہ اللہ تعالے عیسےٰ بن مریم کو بھیجیگا۔ وہ دجّال کو طلب کرکے قتل کریں گے پھر تمام لوگ (جن میں حضرت مسیح بھی داخل ہونگے) سات سال ایسے باامن عیش بسر کرینگے۔ کہ دو شخصوں میں آپسمیں عداوت نہ ہوگی پھر اللہ تعالے ایک ٹھنڈی ہوا شام کیطرف سے بھیجیگا جس سے تمام اہل ایمان روئے زمین کے فوت ہوجائیں گے۔ اگر کوئی پہاڑ کے اندر ہوگا۔ تو وہاں بھی وہ ہوا پہنچیگی اور اسکی جان قبض کرے گی۔ پھر ایسے لوگ رہ جائیں گے جو جانوروں کے سے ہلکے (بے وقوف) درندوں کے سے سمجھ خیال والے (نابکار سا) ہونگے وہ کسی اچھی بات کو اچھا نہ جانیں گے نہ بُرے کو بُرا سمجھیں گے۔ بعض گدھوں کی طرح بازاروں میں عورتوں سے جفت ہونگے پھر شیطان انکے سامنے متشکل ہوکر کہے گا کہ

وفى رواية له (فيقى شرار الناس يتهارجون تهارج الحمر فعليهم تقوم الساعة) (صحیح مسلم ص۳۰۱)

کیا تم حیا نہیں کرتے۔ وہ کہیں گے۔ تو ہمکو کیا حکم دیتا ہے تو پھر وہ اُنکو مخلوق پرستی کا حکم دیگا۔ وہ تباہیوں کی پوجا کریں گے۔ تو اُنکا رزق فراخ اور عیش عمدہ ہوگا ایسی حالت میں نفخہ فنا عالم ہوگا۔ اور قیامت برپا ہوگی۔

وتلقی الارض افلاذ کبدھا کما جاء فی الحدیث الآخر۔ (شرح صحیح مسلم ص۴۰)

اس کتاب کی شرح نووی میں کثرت مال کی تفسیر میں کہا ہے کہ زمین اپنے کلیجے کے ٹکڑے یعنے سونا چاندی اور خزانے اگل دے گی۔

اور جنگ کے بالکل موقوف ہو جانے اور گھوڑوں کے لڑائی کے کام میں نہ آنے اور تلوار کو کھیتی کاٹنے کا اوزار بنانے کا ذکر ان احادیث میں ہے جو نشان یازدہم کے ثبوت میں ذیل میں پیش کیجاتی ہیں۔

گیارہواں آسمانی نشان (درندوں کا حیوانوں کے ساتھ چرنا اور بچوں کا سانپوں سے کھیلنا وغیرہ)۔ احادیث ابن ماجہ میں ہے جسمیں یہ بیان ہے کہ حضرت مسیح کا نزول ہوگا تو زہردار جانور کا زہر جاتا رہے گا۔ کوئی لڑکا سانپ پر ہاتھ ماریگا تو وہ اُسکو ضرر نہ دیگا۔ شیر کو کوئی لڑکی بہکا دیگی۔ تو وہ اسکو ضرر نہ پہونچائے گا۔ بھیڑیا بکریوں کے ریوڑ میں ایسا رہیگا جیسے اسکا (محافظ) کُتا۔ تمام زمین اسلام سے بھر جائے گی۔ جیسے برتن پانی سے بھر جاتا ہے اُسوقت بجُز خدا واحد کسی کی عبادت نہ ہوگی۔ لڑائی اپنا بوجھ اُتار دیگی۔ اور قریش کی بادشاہی جاتی رہیگی (یعنی حضرت عیسےٰ کے مشورہ و اجازت کے بغیر انکا امیر کوئی حکم نہ کریگا۔ نزول مسیح کے بعد انکی خصوصیت خلافت سے جاتی رہیگی (قالہ ابن حجر ونقلہ عنہ فی الحجج صد۳۵۲) زمین

وتنزع حمۃ کل ذات حمۃ حتی یدخل الولید یدہ علی الحیۃ فلا تضرہ وتفر الولیدۃ الاسد فلا یضرھا ویکون الذئب فی الغنم کانہ کلبھا ویملا الارض من السلم کما یملاء الاناء من الماء ویکون الکلمۃ واحدۃ فلا یعبد الا اللہ وتضع الحرب اوزارھا وتسلب قریش ملکھا ویکون الارض کفاثور الذھب والفضۃ تنبت نباتھا بعھد آدم حتی تجتمع النفر علی القطف من العنب فیشبعھم ویجتمع النفر علی الرمانۃ تشبعھم۔ ویکون الثور بکذا وکذا من المال وتکون الفرس بالدریھمات قالوا یا رسول اللہ وما یرخص الفرس قال لا ترکب لحرب ابدا فقیل لہ فما یغلی الثور قال تحرث الارض کلھا۔ (سنن ابن ماجۃ ص۴۶۷)

ایسی ہو جائے گی جیسے سونے چاندی کا طشت وہ اپنی بوٹیاں ایسی اُگائے گی جیسے آدم کے وقت اوگاتی تھی۔ ایک خوشہ انگور اور ایک دانہ انار سے جماعت سیر ہو گی۔

بیل بڑی قیمت سے بکیں گے۔ گھوڑے چند درہموں کو۔ کسی نے اپنی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا گھوڑی پر لڑائی کے لئے کبھی سواری نہ ہو گی اسلئے وہ بیکار ہونگے۔ زمین تمام کاشت کیجائیگی (اسلئے بیل کھیتی کے کام میں آئیں گے) اور گران قیمت ہونگے)۔

اور کتاب الرحمۃ المہداۃ الی من یرید زیادۃ العلم علے احادیث المشکوٰۃ میں ہے کہ

ویھلک اللہ فی زمانۃ المسیح الدجال ثم تقع الامنۃ علے الارض حتے ترتع الاسود مع الابل والنمار مع البقر والذیاب مع الغنم ویلعب الصبیان بالحیّات فلا تضرھم فیمکث اربعین سنۃ ثم یتوفے ویصلے علیہ المسلمون۔ وفی روایۃ ویرجع المسلم وتتخذ السیوف مناجل وتذھب حمۃ وتنزل السماء رزقھا وتخرج الارض برکتھا حتی یلعب الصبی بالثعبان فلا یضرہ

(الرحمۃ المہداۃ ص۲۷۷)

حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں خدا تعالیٰ دجال کو ہلاک کریگا۔ اسکے بعد زمین پر امن قائم ہو جائے گا۔ یہانتک کہ حیوانات اور درندوں پر بھی اسکا اثر پہونچیگا۔ سانپ اونٹوں کے ساتھ چریں گے۔ جیسے گائے کے ساتھ بھیڑئے بکریوں کے ساتھ۔ اور بچے سانپوں سے کھیلیں گے۔ تو وہ اُس کو ضرر نہ پہونچائیں گے۔ وہ چالیس سال زمین پر زندہ رہیں گے۔ پھر فوت ہوں گے اور مسلمان اُنپر نماز جنازہ پڑہیں گے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ مسلمان لڑنے سے پھر بیٹھیں گے اور تلواروں کو کھیتی کاٹنے کا اوزار بنایا جاوے گا۔ اور زہردار جانوروں کا اثر جاتا رہے گا۔ آسمان اپنا رزق اوتارے گا اور زمین اپنی برکت نکالے گی۔ بچے سانپوں سے کھیلیں گے۔ تو وہ اس کو ضرر نہ پہنچائیں گے۔

عہد عتیق یسعیاہ نبیؑ کی کتاب کے باب ۱۱ میں بھی بعض آن نشانات حضرت مسیحؑ کی تائید پائی جاتی ہے۔ چنانچہ کہا ہے (۴) بلکہ وہ راستی سے مسکینوں کا انصاف کرے گا اور انصاف سے زمین کے خاکساروں کے لئے انفصال کرے گا۔ اور وہ اپنے مُنہ کی لاٹھی سے زمین کو مارے گا اور لبوں کے دم سے شریروں کو فنا کر ڈالیگا (۵) اُسکی کمر کا پٹکا راستی ہو گی اور اسکے پہلو وفاداری کے پٹکے سے کسّے ہونگے۔ (۶) اُس وقت بھیڑیا

برّے کے ساتھ رہے گا اور چیتا حلوان کے ساتھ بیٹھیگا اور بچھیا اور شیر بچہ اور پالا ہوا بیل ملے جلے رہیں گے۔ اور ننھا بچہ اُن کی پیشروی کرے گا۔ (۷) گائے اور ریچھنی ملکر چریں گی اور اُن کے بچے ملے جلے بیٹھیں گے۔ اور شیر ببر بیل کی بوان کھائے گا۔ اور دودھ پیتا بچہ سانپ کے بل کے پاس کھیلیگا۔

نوٹ (تذکرہ) اسحدیث میں جو حضرت مسیح کا چالیس برس زمین پر رہنا بیان ہوا ہے یہ پہلی آمد مسیح کی مدت بلا کر بیان ہوا ہے۔ دوسری آمد کی مدت صرف سات سال ہے چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث سے بصفحہ (۸۶) بیان ہوا۔ ایسا ہی ملا علی قاری رح نے شرح فقہ اکبر میں کہا ہے اور اس حدیث سے پہلی حدیث ابن ماجہ کی اور اُس سے پہلی حدیث صحیح بخاری کی (جس کی صحت پر اتفاق ہے۔ صاف وصریح الفاظ ناطق ہیں کہ مسیح بن مریم آئیں گے۔ تو لڑائی کو موقوف کردیں گے۔ اور تلوار کو کھیتی کاٹنے کا اوزار بنا دیں گے اور جو حکم جنگ وجہاد کا اسلام میں مستمر چلا آیا ہے اور زمانہ آخری تک اس امت کا دستور العمل رہے گا۔ اس حکم کو حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں اُٹھا دیا جائے گا اور یہ ظاہر کیا جائے گا کہ اس حکم کا وقت ہوچکا اسکی تعمیل کا وقت نہیں رہا۔ اس حکم کو اوٹھانا حضرت مسیح کی نئی تشریع سے نہوگا۔ بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم اور پیشگوئی مندرجہ ذیل کے مطابق وقوع میں آئے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (چنانچہ ابوداؤد نے نقل کیا ہے) کہ جب سے خدا نے مجھے نبی کرکے بھیجا ہے جہاد جاری ہے اور مستمر رہے گا (مگر) اُسوقت تک کہ اس امت کے لوگ دجال سے لڑینگے۔

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الجھاد ماض منذ بعثنی اللہ الی ان یقاتل اٰخر ھذہ الامۃ الدجال (ابوداؤد ص ۳۴)

جسکا صاف یہ مفہوم ہے کہ دجال مارا جائے گا۔ تو جہاد موقوف ہوجائے گا۔ اور یہ بھی آنحضرت نے فرمایا ہے کہ دجال کو حضرت مسیح ابن مریم اپنے ہاتھ سے قتل کریں گے۔ چنانچہ

وہ اصول قرآن کریم ہے جس کو تعلیم یافتہ مسلمان اور ان کا فریق مقابل بلکہ تمام اسلامی فرقے شیعہ سنی۔ خارجی معتزلہ۔ حنفی۔ شافعی مقلدین محققین وغیرہ بلا اتفاق مانتے چلے آئے ہیں۔ لہٰذا جس طرح مدعی اسلام کو بنا بر اپنی ادعا کو حق حاصل ہے کہ وہ مسلمان کہلاوے اسی طرح قرآن کریم کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جس شخص مدعی اسلام کو اپنے اصول و ہدایات کا متبع و مستقد پاوے اس کو سچا مسلمان و مومن قرار دے اور جس کو اپنے اصول و ہدایات کا منکر و مخالف پاوے اسکو اسلام سے خارج کرے۔

قرآن سے دوسرے درجہ پر یہ حق قرآن کے لانے والے اور اس کی شرح و تفصیل معانی کرنے والے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ اور یہ حق اسکو قرآن ہی نے عطا کیا ہے۔ چنانچہ ایک آیت میں ارشاد ہے کہ جس شخص نے رسول کے حکم شرعی کی اطاعت کی اس نے خدا تعالےٰ کے حکم کی اطاعت کی اور جس نے اطاعت رسول سے منہ پھیرا اسکا ذمہ دار نگہبان تو نہیں (ہم خود اس سے بھگت لینگے)

ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ ومن تولی فما ارسلناک علیہم حفیظاً۔ (نساء ع ۱۰)

ایک آیت میں ارشاد ہے۔ انکو کہدے کہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا تم کو دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کریگا وہ بخشش کرنے والا مہربان ہے اور کہدے خدا تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرو جسے خدا یا رسول کی اطاعت سے منہ پھیرا (وہ کافر ہے) خدا تعالیٰ کافروں سے محبت

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم ہ قل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تولوا فان اللہ لا یحب الکافرین ہ (آل عمران ع ۴)

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

پانچویں نشان آسمانی کے بیان میں صحیح مسلم سے منقول ہوا۔ اس پیشگوئی اور اس حکم نبوی سے صاف ثابت ہے کہ زمانہ مسیح اور قتل دجال کے بعد موقوفی جہاد کا حکم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے جسکی تعمیل حضرت مسیح سے ہوگی۔

اس موقوفی جہاد کے فلاسفی (حکمت و سر عقلی) یہ ہے کہ دنیا میں جہاد یا لڑائی دو ہی غرض سے ہوتی اور وقوع میں آتی ہے ایک غرض دنیاوی (یعنی طمع مال یا بوجہ عناد و دشمنی) جو دنیا داروں کو لڑائی پر باعث ہوتی ہے۔ دوسری غرض دینی (اعلاء کلمۃ اللہ و مدافعت اعداء اللہ) جو اہل دین کو لڑائی پر باعث ہوتی ہے اور زمانہ مسیح میں یہ دو نو غرضیں کسی کو پیش نظر نہ ہونگی۔ اسوقت کوئی کافر زمین پر نہ ہوگا۔ تو یہ غرض دوم کسکو ہوگی۔ اور جبکہ زمین اپنے مدفون خزانے دولت باہر نکال پھینکے گی۔ اور مال و دولت کی خواہش کسی کو نہ ہوگی۔ تو پھر غرض اول (طمع مال) سے لڑائی کیسی۔ دشمنی عداوت و ایذا رسانی درندوں اور سانپوں میں نہ رہیگی۔ تو انسانوں میں باہم کیونکر ہوگی۔ اب جہاد ہو تو کس سے ہو۔ اور کرنے والا کون ہو۔

دجال موعود کو حضرت مسیح علیہ السلام کا قتل کرنا اُسوقت امن سے پہلے ہوگا۔ ایسا ہی دوسرے موذی (ایذا رسان) کافروں سے مسلمانوں کا لڑنا اور امام مہدی علیہ السلام کا اپنے روحانی برکات اور آسمانی نشانات سے اُن موذیوں کو ہلاک کرنا امن زمانہ مسیحی سے پہلے وقوع میں آئے گا۔ دجال قتل ہوگا تو پھر شرعی جہاد کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ دجال کے بعد کفار یاجوج ماجوج کا خروج ہوگا۔ تو اُنکے مقابلہ میں بھی جہاد سے کام نہ لیا جائے گا۔ بلکہ صرف مسیح کی دعا سے اُنکی گردنوں میں پھوڑا نکلے گا۔ اور اُسی سے اُن کا کام تمام ہوگا۔ چنانچہ نشان ششم کے بیان میں صحیح مسلم سے منقول ہوا۔ دجال کو حضرت مسیح کا قتل کرنا انکی شان رحیمی و امن گستری کے برخلاف نہ ہوگا۔ وہ موذی یہودی بہت سے مسلمانوں کو سخت اذیت سے ہلاک کریگا۔ اور ستر ہزار یہودی اسکے ساتھ ملکر

مسلمانوں کو تکلیف پہنچائیں گے حتےٰ کہ عرب کے لوگ اس موذی یہودی کے ہاتھ سے تنگ ہوکر پہاڑوں میں جا رہیں گے۔ لہٰذا ایسے موذی کو مارنا ہزاروں مسلمانوں کو زندہ رکھنے کے برابر ہے اور یہ شان جیمی مسیحی اور امن گستری کا عین لازمہ ہے۔

دجال موعود کا خروج اور حضرت مسیح کا اُسکو قتل کرنا جو نشان پنجم میں بیان ہوا ہے حضرت مسیح کی آمد ثانی کے لئے ایک بڑی بھاری علامت اور ایک لازمی شرط ہے۔ جبتک دجّال نہ نکلیگا۔ مسیح موعود علیہ السّلام ہرگز نہ آوینگے لہٰذا ضروری ہوا کہ اہل اسلام قدیم کا اعتقاد دجّال کی نسبت بیان کیا جاوے تاکہ کسی جھوٹے اور بناوٹی مسیح کو یہ گنجایش نہ رہے کہ وہ اس شرط کو پورا کرنے اور اپنی مسیحائیت کی پٹڑی جمانے کے لئے جس شخص کو چاہے دجال بنالے۔ اور جس چیز کو چاہے دجال کا گدھا بنالے۔ اور پھر خود بھی اس گدھے پر سوار ہوا کرے جیسا ایک جھوٹے مسیح قادیان پنجاب نے کیا تھا۔ کہ اپنی مسیحائیت کی پٹڑی جمانے کے لئے پہلے اپنے مخالف مولویوں کو دجال قرار دیا پھر عیسائی پادریوں کو دجال ٹھہرایا اور دجال کا گدھا ریل گاڑی کو قرار دیا اور جبتک وہ زندہ رہا اس گدھے پر خود بھی سوار ہوتا رہا۔ اور جب وہ اپنے دعوئے مسیحائیت کو جھوٹا کرنے کے لئے مرا تو اسی گدھے پر اسکی لاش کو لاد کر اسکے وطن میں پہنچایا گیا۔

ہمارے بیانِ اعتقاد اہل اسلام قدیم کو مسلمان پڑھ یا سن لینگے تو پھر کسی ایسے مفتری وکذاب مسیح کے دام میں نہ آئیں گے۔

اس اعتقاد اہل اسلام کا ماخذ و مستند احادیث صحیحہ نبویہ اتفاق کے ساتھ مسلمہ اہل اسلام بیان کیجائیں گی۔ جس سے معلوم ہوجائے گا کہ اہل اسلام قدیم دجال موعود کس کو سمجھتے ہیں اور ہمیں کیسے علامات وخواص کا موجود ہونا ضروری جانتے جو اسوقت کسی شخص میں پائی نہیں جاتیں۔ اور اسکا گدھا کیسا ہوگا۔ ان احادیث میں اور ذیل کا بیان ہوگا:-

(۱) دجال کہاں سے نکلے گا۔ (۲) وہ کب نکلے گا۔ (۳) وہ اب کہاں ہے۔ (۴) اسکی صورت کیسی ہوگی

بدیہ صحیح مسلم صفحہ ۴۰۵ ملاحظہ ہو۔

(۵) اُسکی سواری کیا اور کیسی ہوگی۔ (۶) اسکے پیرو کون لوگ ہوں گے۔ (۷) وہ کیسے شعبدے وخیالی نشان دکھائے گا۔ (۸) وہ ایمانداروں کو کیونکر ستائے گا۔ (۹) وہ کہاں کہاں پہنچیگا۔ (۱۰) وہ کس جگہ ہلاک ہوگا۔ (۱۱) اُسکا گور کیسا ہوگا

امر اول و ششم کا بیان

کتاب جامع ترمذی میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے دجال مشرق کی اُس زمین سے نکلے گا جس کو خراسان کہا جاتا ہے۔ اُس کے پیرو وہ لوگ ہوں گے جن کے مُنہ ایسے ہوں گے جیسے ڈھالیں۔ جن پر چمڑے تہ بر تہ جمائے گئے ہوں۔

باب ما جاء من این یخرج الدجال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الدجال یخرج من ارض بالمشرق یقال لھا خراسان یتبعہ اقوام کان وجوھھم المجان المطرقۃ (ترمذی ص ج ۲)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے خراسان مشہور شہر کا نام ہے جو ماوراالنہر اور عراق کے مابین ہے۔

خراسان بلدۃ معروفۃ بین ماوراالنھر وبلاد العراق (مرقاۃ)

صحیح مسلم میں ہے دجال کے پیرو اصفہان کے یہودیوں میں سے ستر ہزار ہونگے جو عربی چادریں اوڑھے ہوئی ہونگی

یتبع الدجال من یھود اصفھان سبعون الفا علیھم الطیالسۃ (صحیح مسلم ص۴۰)

امر ششم کی تائید بیان امر نہم و دہم میں بھی ہوگی۔

امر دوم وسوم و نہم و دہم کا بیان

صحیح مسلم اور جامع ترمذی میں حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کہلوا کر لوگوں کو جمع کیا پھر فرمایا میں نے تمکو اسلئے جمع

عن فاطمہ بنت قیس قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم انی واللہ ما جمعتکم لرغبۃ ولا لرھبۃ ولکن جمعتکم لان تمیما الداری کان رجلا نصرانیاً فجاء فبایع واسلم وحدثنی حدیثا وافق الذی کنت احدثکم عن المسیح الدجال حدثنی انہ رکب فی سفینۃ بحریۃ مع ثلاثین رجلاً من لخم وجذام نلعب بھم الموج شھراً فی البحر ثم ارفؤا الی جزیرۃ فی البحر حین تغرب الشمس فجلسوا اقرب السفینۃ فدخلوا الجزیرۃ فلقیتھم دابۃ اھلب کثیر الشعر لا یدرون ما قبلہ من دبرہ من کثرۃ الشعر فقالوا ویلک ما انت قالت انا الجساسۃ قالوا وما الجساسۃ قالت یا ایھا القوم انطلقوا الی ھذا الرجل فی الدیر فانہ الی خبرکم بالاشواق قال لما سمت لنا رجلا فرقنا منھا ان تکون شیطانۃ قال فانطلقنا سراعاً حتی دخلنا الدیر فاذا فیہ اعظم انسانٍ رأیناہ قط خلقا واشدہ وثاقا مجموعۃ یداہ الی عنقہ ما بین رکبتیہ الی کعبیہ بالحدید قلنا ویلک ما انت قال قد قدرتم علی خبری فاخبروفی ما انتم قالوا نحن اناس من العرب رکبنا فی سفینۃ بحریۃ فصادفنا البحر حین اغتلم فلعب بنا

نہیں کیا کہ تمکو ترغیب یا خوف کا وعظ سناؤں بلکہ اسلئے جمع کیا ہے کہ میں تمکو وہ واقعہ سناؤں جو تمیم داری نصرانی نے مشاہدہ کیا اور اُس کو دیکھ کر وہ مسلمان ہوگیا اور میرے پاس آکر اُسنے اظہار کیا۔ کیونکہ وہ میرے اس بیان کے مطابق ہوا جو میں دجال کی بابت تمسے کہا کرتا ہوں۔ وہ بیان کرتا ہے کہ وہ تیس اشخاص قبیلہ لخم وجذام (اہل فلسطین) کے ساتھ ایک جہاز میں سوار ہوا موج دریا نے (جو ہوا مخالف سے پیدا ہوئی) مہینہ بھر انکو خراب کیا پھر وہ ایک مشرقی جزیرہ کے قریب جا پہنچے۔ اور ایک چھوٹی سی کشتی کے ذریعہ کنارہ لگے تو اُن کو ایک جانور (اہلب) ملا۔ جو اپنے بالوں میں ڈھکا ہوا تھا۔ وہ بولے تو کون ہے اُسنے کہا میں جساسہ ہوں (یعنے دجال کا جاسوس) وہ بولے جساسہ کیا ہوتا ہے اُسنے کہا اس صومعہ (عبادتخانہ یہود) میں چلو وہاں ایک شخص تمہاری خبر کا مشتاق ہے۔ وہ یہ سُنکر ڈر گئے کہ یہ کہیں بھوت نہ ہو۔ پھر وہاں جاکر انہوں نے ایک بڑا شخص دیکھا۔ جو آگے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اُسکے ہاتھ گردن سے باندھے ہوئے اور وہ ٹخنوں تک آہنی زنجیروں سے جکڑا ہوا تھا

الموج شهرًا ثم ارفئنا الى جزيرتك هذه
فجلسنا في اقربها فدخلنا الجزيرة
فلقيتنا دابة اهلب كثير الشعر لا تدرى
ما قبله من دبره من كثرة الشعر فقلنا ويلك
ما انت فقالت انا الجساسة قلنا وما الجساسة
قالت اعمدوا الى هذا الرجل في الدير فانه
الى خبركم بالاشواق فاقبلنا اليك سراعًا
وفزعنا منها ولم نامن ان تكون شيطانة
فقال اخبروني عن نخل بيسان قلنا عن
اى شانها تستخبر قال اسألكم عن نخلها
هل تثمر قلنا له نعم قال اما انها يوشك
ان لا تثمر قال اخبروني من بحيرة طبرية
قلنا عن اى شانها تستخبر قال هل فيها
ماء قالوا هي كثيرة الماء قال اما ان ماءها
يوشك ان يذهب قال اخبروني عن عين
زغر قالوا عن اى شانها تستخبر قال هل
في العين ماء وهل يزرع اهلها بماء العين
قلنا له نعم هي كثيرة الماء واهلها يزرعون
من مائها قال اخبروني عن نبي الاميين
ما فعل قالوا قد خرج من مكة ونزل يثرب
قال اقاتله العرب قلنا نعم قال كيف صنع بهم

پہر وہ بولے کہ تو کون ہے؟ وہ بولا
پہلے تم ہی بتاؤ کہ تم کون ہو انہوں نے اپنا
حال مذکور سنایا۔ وہ بولا بیسان کے باغ کا
(جوارون اور فلسطین کے مابین ہی) حال سناؤ کیا وہ پہل
لاتا ہے۔ وہ بولی ہاں۔ وہ بولا کہ عنقریب وہ پہل
نہ دیگا۔ وہ بولا بحیرہ طبریہ کا حال سناؤ کیا اسمیں
پانی ہے۔ وہ بولے ہاں اسمیں پانی ہی۔ اُسنے کہا
کہ عنقریب اسمیں پانی نہ رہیگا۔ پہر کہا مجھے زغر کو
(ملک شام میں ایک شہر کا نام ہی) چشمہ کا حال سناؤ کیا
اسمیں پانی ہی جس سے اسکے لوگ زراعت کرتے ہوں وہ بولے
کہ ہاں۔ اُسنے کہا امیوں (عرب) کے
نبی کا حال بتاؤ۔ وہ بولے وہ مکہ
میں ظاہر ہوا۔ اور یثرب (مدینہ)
میں آ ٹھہرا ہے۔ اور اُس کے
قرب و جوار کے لوگ اس کے
مطیع ہو گئے ہیں۔ وہ بولا اُن کے
لئے یہی بہتر ہے۔ اور بولا کہ میں
دجّال ہوں۔ عنقریب مجھے نکلنے
کی اجازت ہوگی۔ میں زمین کی
تمام بستیوں میں پہر نکلوں گا
بجز مکہ و طیبہ۔ کہ اُن میں داخل

فاخبرناہ انہ قد ظھر علی من یلیہ من العرب فاجابوہ
قال قال لھم فکان ذاک قلنا نعم قال اما ان ذاک
خیر لھم ان یطیعوہ واِنی مخبرکم عنی انا المسیح
الدجال واِنی اوشک ان یؤذن لی فی الخروج فاخرج
فاسیر فی الارض فلا ادع قریۃ الا ھبطتھا فی اربعین لیلۃ
غیر مکۃ وطیبۃ فھما محرمتان علی کلتاھما کلما اردت
ادخل واحدا منھما استقبلنی ملک بیدہ السیف صلتا
یصدنی عنھا واِن علی کل نقب منھا ملائکۃ یحرسونھا
قالت قال قال رسول اللہ صلعم وطعن بمخصرتہ فی المنبر
ھذہ طیبۃ ھذا طیبۃ ھذا طیبۃ۔ یعنی المدینۃ الا ھل
کنت حدثتکم ذلک فقال الناس نعم فانہ اعجبنی حدیث
تمیم انہ وافق الذی کنت احدثکم عنہ وعن المدینۃ
ومکۃ الا انہ فی بحر الشام او بحر الیمن لا بل من قبل المشرق
ما ھو من قبل المشرق ما ھو واومی بیدہ الی المشرق
(مسلم ص۴۰۲ وص۴۰۵)

ثم تصرف الملائکۃ وجھہ قبل الشام وھنالک
یھلک۔ (بخاری ومسلم مشکوٰۃ ص۴۶۵)

قال رسول اللہ صلعم یجی الدجال حتی ینزل فی ناحیۃ
المدینۃ فترجف ثلث رجفات فیخرج الیہ کل کافر
ومنافق۔ (بخاری ص۱۰۵۰۔ وص۴۰۵)

ہونا مجھ پر حرام کیا گیا ہے۔
جب میں اُن میں داخل ہونا چاہونگا
فرشتے تلوار برہنہ لے کر میرا
مقابلہ کریں گے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے فرمایا طیبہ یہی مدینہ ہے اور
وہ جزیرہ شام یا یمن میں نہیں
بلکہ وہ مشرق میں ہے۔

اور بخاری ومسلم میں ہے کہ
دجال مشرق سے آئے گا۔ اور
مدینہ طیبہ میں داخل ہونا چاہیگا
تو فرشتے اُس کا منہ ملک شام
کی طرف پھیر دیں گے اور وہیں
ہلاک ہوگا۔

دجال مدینہ سے باہر ایک
کنارہ پر اُترے گا۔ تو مدینہ میں
تین زلزلے ہوں گے جس سے
مدینہ کے کافر و منافق باہر
نکل کر دجّال کے ساتھ
ہو جائیں گے۔

امر نہم و دہم کی مزید تائید بیان امر ہفتم و ہشتم میں بھی ہوگی۔

امر چہارم و پنجم کا بیان

قال رسول اللہ ما من نبی الا وقد انذر قومہ ولا کنی سا قول لکم قولا لم یقلہ نبی انہ اعور۔ (بخاری ص۱۰۵۵)
وان بین عینیہ مکتوب کافر۔ (بخاری ص۱۰۵۵)

صحیح بخاری و مسلم میں ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ دجال سے ہر ایک نبی نے اپنی امت کو ڈرایا ہے۔ مگر میں تمکو اُسکی نشانی ہی کے لئے (ایسی بات کہونگا جو کسی نبی نے نہیں کہی وہ ایک آنکھ سے کانا ہوگا۔ اور اُسکی پیشانی پر لفظ کافر (ک۔ف۔ر) ہوگا۔ جسکو ہر ایک اہل ایمان (خواندہ ہو۔ خواہ ان پڑھ) پڑھ لے گا۔

پڑھنے والے میں اہل ایمان کی قید سے مفہوم ہوتا ہے کہ وہ لکھا ہوا روحانی طور پر ہوگا جسکو اہل ایمان اپنی روحانی طاقت سے پڑھ لیں گے۔ وہ جسمانی نہ ہوگا۔ کہ اس کو کافر بھی پڑھ سکے۔

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یخرج الدجال علی حمار اقمر ما بین اذنیہ سبعون باعا رواہ البیہقی فی کتاب البعث والنشور (مشکوٰۃ ص۴۶۹)

مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے کہ دجال ایک ایسے سفید گدھے پر سوار ہوگا جسکے دونو کان میں ستر باع (دو ہاتھ کے مقدار) کا فاصلہ ہوگا۔

امر ہفتم و ششم کا بیان

صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال کے ساتھ جو کچھ ہوگا مجھے اسکا خوب علم ہے اسکے ساتھ دو نہریں ہونگی

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا اعلم بما

* احادیث صحیح مسلم اور اس حدیث بخاری کے جو اسکے بعد منقول ہوئی ہے صریح الفاظ ناطق ہیں کہ دجال کی آگ اور
(باقی ہے اگلے)

مع الدجال منه معه نهران تجريان احدهما رأى العين ماء ابيض والآخر رأى العين نارٌ تاجج فاما ادركن احدٌ فليات الذى يراه ناراً وليغمض ثم ليطاطرا سه فانه ماءٌ باردٌ۔ (صحیح مسلم ص۴۰۰)

فناره ماءٌ وماءه نارٌ (صحیح بخاری ص۱۰۵۰)

فيخرج اليه يومئذٍ رجل وهو خير الناس او من

ایک دیکھنے میں (یعنے نہ حقیقت میں) سفید پانی کی ہوگی۔ دوسرے دیکھنے میں (یعنے نہ حقیقت میں) آگ شعلہ زن ہوگی۔ تم میں سے کوئی اسکو پائے تو آنکھ بند کرکے اسمیں سر جھکا دے وہ سرد پانی ہوگا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ دجال کی آگ درحقیقت پانی ہوگا

پانی صرف دیکھنے میں آگ اور پانی ہونگے۔ نہ درحقیقت۔ ... بلکہ حقیقت میں انکا عکس ہوگا۔ آگ پانی ہوگا۔ اور پانی آگ۔

وجہ فی سبیل اللہ دو گنہ

آور یہ امر اسپر قطعی دلیل ہے کہ دجال کے افعال صرف شعبدہ بازی اور سمریزم یا سحر کی قسم سے ہونگے۔ جو بشہادت قرآن صرف دوسرے کے

یخیل الیه من سحرهم انها تسعى۔ (طٰہٰ ع ۳)

خیال میں صورت پذیر ہوتے ہیں۔) اور وہ افعال قلب حقائق کی تاثیر نہ رکھیں گے۔ (جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزے قلب حقائق کرتے لاٹھی کو سانپ اور نار کو گلزار بنا دیتے)

بلکہ ان افعال دجال کے برخلاف وبرعکس مومنوں کی کرامت اور کافروں کی اہانت کے لئے حقائق وجود پذیر ہونگے۔ خدا تعالےٰ دجال کی خیالی آگ کو (جو سمریزم سے وہ لوگوں کو دکھائے گا) مومنوں کی کرامت کیلئے درحقیقت پانی بنا دیگا۔ اور اسکے خیالی پانی کو (جو اپنے پیروانِ کفار کی آنکھ میں سمریزم کی تاثیر سے متمثل کردیگا) ان کافروں کو ذلیل اور معذب کرنے کے لئے درحقیقت آگ بنا دیگا۔

اسی قسم سے اسکا آسمان سے مینہ برسانا اور زمین سے سبزیاں اوگانا جانوروں کو موٹا کرکے دکھانا۔ زمین سے خزانے نکالنا ہوگا۔ دیکھنے میں سب کچھ ہوگا۔ اور حقیقت میں کچھ نہ ہوگا۔ اور بعض اشیاء میں شیطانی تمثل ہوگا۔ شیطان اُن چیزوں کی صورت اختیار کرکے دکھائیگا۔

اسی قسم کے افعال اس زمانہ کے یورو پین سمریزیسٹ اپنے تماشوں میں بہت کر دکھاتے ہیں۔ ایکدفعہ ایک انگریز نے اپنے تماشہ میں حاضرین کے خیال میں یہ صورت جما دی کہ اسنے سب حاضرین جلسہ کی جیب گھڑیاں کرالکھوا دی تو مجمع میں کوٹ کر پُرزہ کردیا ہے۔ پھر اُنکو ایک بندوق میں بھر کر چلا دیا۔ پھر وہ گھڑیاں ریسی کی ویسی دیوار سے لٹک رہی ہیں۔ جو درحقیقت کچھ نہ تھا۔ جو تھا خیال تھا۔

خیار الناس فیقول اشهد انك الدجال الذی حدثنا رسول الله حدیثه فیقول الدجال ارایتم ان قتلت هذا ثم احییته هل تشکون فی الامر فیقولون لا فیقتله ثم یحییه فیقول والله ما کنت فیك اشد بصیرة منی الیوم فیرید الدجال ان یقتله فلا یسلط علیه۔ (بخاری ص۱۰۵۵ مسلم ص۴۰۱)

اور پانی درحقیقت آگ ہوگی۔

اور صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ کے لوگوں سے سب سے بہتر ایک شخص دجال کی طرف آئے گا۔ اور وہ اسکو کہیگا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ تو وہ دجال ہے جسکی خبر ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔ دجال اپنے پیروؤں سے کہے گا۔ کہ اگر میں اسکو مار کر زندہ کردونگا۔ تو پھر تم میرے خدا ہونے پر شک کروگے وہ بولیں گے نہیں۔ پھر وہ اس شخص کو قتل کردے گا اور پھر زندہ کریگا۔ پھر وہ شخص کہیگا کہ اب مجھے پہلے سے زیادہ یقین ہوگیا ہے۔ کہ تو دجال ہے۔ پھر دجال اسکو قتل کرنا چاہیگا تو پھر قابو نہ پائے گا۔

ایسی ہی صحیح مسلم میں حدیث ہے اسکے شروع میں یہ ذکر ہے کہ اُس مومن کو دجال کے ہتھیار بند لوگ ملیں گے۔ تو اُسکو کہیں گے۔ کہ تو ہمارے رب (دجال) پر ایمان نہیں لاتا وہ کہیگا نہیں لاتا۔ تو وہ اُسکو قتل کرنا چاہیں گے۔ مگر وہ دجال کے اس حکم کی نظر سے کہ وہ لوگ کسی کو دجال کے پاس حاضر کرنے سے پہلے قتل نکریں۔ اُسکے قتل سے رُک جائیں گے اور اس کو دجال کے پاس پہنچائیں گے۔ پھر دجال اسکو قتل کریگا۔ پھر زندہ کرے گا۔ پھر اسکے قتل پر قابو نہ پائے گا۔

دجال کے افعال میں ان مسمریزیٹ ساحروں کے افعال سے بڑھکر یہ بات بھی خدا کی طرف پائیجائیگی۔ کہ ایسے افعال کے برخلاف و برعکس حقائق پیدا ہونگے۔ جو مسمریزیٹ ساحروں کے افعال سے نہیں ہوتے۔ جن سے مومنوں کی کرامت اور کافروں کی اہانت مقصود ہوگی۔

ہماری اس تقریر سے خوارج و جہمیہ و معتزلہ منکرین وجود دجال اور جُبائی معتزلی وغیرہ منکرین افعال دجال کے اس شبہ کا کہ اگر دجال سے ایسے افعال صادر ہونے ممکن ہوں تو پھر خوارق و معجزات انبیا کا کچھ اعتبار نہیں رہتا۔ (جو اثاعۃ السنۃ نمبر ۱۲ جلد ۲ ص۲۵۵ میں منقول ہے) ایک یہ جواب بھی ادا ہوا کہ ان افعال میں قلب حقائق (جو معجزات انبیا میں پایا جاتا ہے) پایا نہ جائیگا۔ بلکہ وہ مسمریزی اثر ہوگا۔ جو صرف دھوکے کے خیال میں پایا جاتا ہے و معہذا ان افعال کے برعکس و برخلاف حقائق واقعیہ کا اثبات ہوا جسنے اس جواب کو مذہب جُبائی وغیرہ معتزلہ ایسے بیان افعال کو صرف تخیلات بلا حقائق کہتے ہیں ممتاز کردیا۔ وللہ الحمد۔

صحیح مسلم میں یہ بھی حدیث ہے کہ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ دجال کس سرعت سے زمین پر نکلے گا۔ آپ نے فرمایا جیسے مینہ (یا بادل) تیز چلتا ہے جس کو پیچھے سے ہوا دھکیلتی ہو۔ پھر ایک قوم کے پاس پہنچکر اسکو اپنی الوہیت کیطرف بلاوے گا وہ اسکی الوہیت پر ایمان لائیں گے۔ تو وہ ان کے لئے بادلوں کو بارش کا حکم دے گا۔ تو بارش ہوگی اور زمین کو درخت سبزی جمانے کا حکم دیگا تو وہ خوب جمائیگی۔ پس اُن دجال کے ماننے والوں کے جانور مواشی بڑے بڑے کوہان اور بھاری پستان اور بھرے پیٹ والے ہو جائیں گے۔ پھر وہ دوسرے لوگوں کو الوہیت کی طرف بلائے گا۔ تو وہ اس سے انکار کریں گے۔ جس سے انکے مال مواشی ہلاک ہو جائیں گے اور وہ تہیدست ہو جائینگے پھر وہ کھنڈروں پر گذر کر خزانے نکالنے کا حکم دیگا۔ تو وہ اسقدر خزانے نکال پھینکے گے جیسے شہد کی مکھیاں۔ پھر وہ ایک جوان مرد کو تلوار سے دو ٹکڑے کر ڈالے گا۔ پھر اس کو بلائے گا تو وہ ہنستا و چمکتا ہوا چلا آئے گا۔ ایسے وقت میں خدا تعالےٰ مسیح بن مریمؑ کو بھیجے گا۔ جو اسکو شہر لُد کے (جو شام میں ہے) دروازہ کے پاس ہلاک کر دیں گے۔

قلنا یا رسول اللہ وما اسراعہ فی الارض قال کالغیث استدبرتہ الریح فیاتی علی القوم فیدعوھم فیومنون بہ ویستجیبون لہ فیامر السماء فتمطر والارض فتنبت فترد علیہم سارحتہم اطول ما کانت ذری و اسبغہ ضروعا وامدہ خواصر ثم یاتی القوم فیدعوھم فیردون علیہ قولہ فینصرف عنہم فیصبحون ممحلین لیس بایدیہم شیء من اموالہم ویمر بالخربۃ فیقول لھا اخرجی کنوزک فتتبعہ کنوزھا کیعاسیب النحل ثم یدعو رجلا ممتلیا شابا فیضربہ بالسیف فیقطعہ جزلتین رمیۃ الغرض ثم یدعوہ فیقبل وتھلل وجھہ ویضحک فبینما ھو کذلک بعث اللہ المسیح بن مریم فینطلبہ حتی یدرکہ بباب لدّ فیقتلہ،

(صحیح مسلم ص۴۰۰)

مشکوٰۃ میں حدیث ہے کہ وہ دجال ایک اعرابی (جنگلی) سے جا کر کہے گا کہ اگر تیری اونٹوں کو زندہ کر دوں تو تو مجھے اپنا رب مان لے گا۔ اعرابی اس امر کو مان لے گا۔ تو وہ شیطان کو حکم دے گا۔ تو وہ اس کے اونٹوں جیسی صورت بنا کر دکھائی دیگا۔

وان من فتنتہ ان یاتی الاعرابی فیقول ارایت ان احییت لک ابلک الست تعلم انی ربک فیقول بلی فیمثلہ الشیطان نحو ابلہ کاحسن ما یکون ضروعا